فضائل صدقات

ایم اسلم جلد ساز سمندری

وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

اور نیکی کرو بیشک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو

فضائلِ صدقات

حصہ دوم

مؤلفہ

حضرت مولانا الحافظ الحاج المحدث محمد زکریا صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

ناشر

مدینہ پبلشنگ کمپنی

بندر روڈ، کراچی

قیمت:- پانچ روپے

فہرست مضامین فضائل صدقات حصہ دوم

فضائلِ صدقات حصہ دوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

چھٹی فصل

زہد و قناعت اور سوال نہ کرنے کی ترغیب میں

تالیف کے وقت یہ سب ایک ہی رسالہ تھا لیکن طباعت کے وقت ضخامت کے بڑھ جانے کی وجہ سے چھٹی ساتویں فصل کو علیحدہ کر کے حصہ دوم قرار دیا کہ پڑھنے والوں کو شاید اس میں سہولت رہے۔

قناعت کی فضیلت، مصائب پر صبر کی ترغیب و تاکید اور سوال کرنے کی مذمت یہ تینوں چیزیں قرآن پاک اور احادیث میں اتنی کثرت سے مختلف عنوانات اور مختلف مضامین سے مثالوں اور تنبیہوں سے احکام سے اور قصوں سے ذکر کی گئی ہیں کہ ان کو اجمالاً اور مختصراً ذکر کرنا بھی بڑی تفصیل کو چاہتا ہے جن کا اس مختصر رسالہ میں اختصار سے لکھنا بھی رسالہ کے طویل ہو جانے کا سبب ہے، تاہم مختصراً تو کرنا ہی ہے۔ یہ مضمون دوسری فصل کے ختم پر گذر چکا ہے کہ مال میں نفع بھی ہے نقصان بھی۔ یہ تریاق بھی ہے زہر بھی ہے۔ حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے۔ میری امت کا فتنہ مال ہے۔ اس لئے اس فتنہ سے اور

اس کے زہر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا بڑی اہم چیز ہے۔ اور یہ سانپ کسی کے پاس ہو اس سے اگر تریاق بنا لیا جائے تو اپنے لئے بھی مفید ہے۔ دوسروں کو بھی فائدہ ہے۔ ورنہ اس کا زہر اپنے کو بھی ہلاک کریگا۔ دوسروں کو بھی نقصان پہنچائیگا۔ اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مال سرسبز شاداب اور میٹھی چیز ہے۔ اگر اس کو حق کے موافق (یعنی شرعی ضابطہ اور طریقہ کے موافق) حاصل کرے اور حق کے موافق خرچ کرے تو کام آنے والی مددگار چیز ہے۔ اور جو بغیر حق کے حاصل کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ آدمی کو جوع البقر ہو جائے کہ آدمی کھاتا رہے اور پیٹ نہ بھرے۔ (مشکوٰۃ)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مال میں نفع بھی ہے۔ اور نقصان بھی۔ اس کی مثال سانپ کی سی ہے کہ جو شخص اس کا منتر جانتا ہے وہ سانپ کو پکڑ کر اس کے دانت نکال دیتا ہے۔ پھر اس سے تریاق تیار کرتا ہے اور اس کو دیکھ کر کوئی ناواقف شخص اس کو پکڑ لے، تو وہ سانپ اس کو کاٹ لیگا، اور وہ ہلاک ہوگا۔ اور اس کے زہر سے وہ شخص محفوظ رہ سکتا ہے جو پانچ چیزوں کا اہتمام کرے۔

(۱) یہ غور کرے کہ مال کا مقصد کیا ہے۔ کس غرض سے یہ پیدا کیا گیا۔ تاکہ صرف وہی غرض اس سے وابستہ رکھی جائے۔

(۲) مال کے آنے اور حاصل کرنے کے طریق کی سختی سے نگرانی کرے کہ کہیں اس میں ناجائز طریقہ شامل نہ ہو جائے مثلاً ایسا ہدیہ جس میں رشوت کا شائبہ ہو یا ایسا سوال جس میں ذلت کا اندیشہ ہو۔

(۳) حاجت کی مقدار سے زائد اپنے پاس نہ رہنے دے جتنی مقدار کی واقعی ضرورت ہے وہ تو مجبوری ہے اُس سے زیادہ کو فوراً خرچ کر دے۔

(۴) خرچ کے طریق کی نگرانی کرے کہیں بے محل خرچ نہ ہو جائے، ناجائز موقع پر خرچ نہ ہو جائے

(۵) مال کی آمد میں خرچ میں اور بقدر ضرورت روکنے میں ہر چیز میں نیت خالص رہے۔ محض اللہ کی رضا مقصود ہو جو رکھے یا استعمال میں لاوے وہ محض اس نیت سے کہ اس سے اللہ کی اطاعت میں قوت ہو جو ضرورت سے زائد ہو اسکو لغو و بیکار سمجھ کر جلد خرچ کر دے اس کو ذلیل سمجھ کر خرچ کرے وقیع نہ سمجھے۔ ان شرائط کے ساتھ مال کا ہونا مضر نہیں ہے۔ اسی لئے حضرت

علیؓ کا ارشاد ہے اگر کوئی شخص ساری دنیا کا مال محض اللہ تعالیٰ کے واسطے لیتا ہے (اپنی غرض سے نہیں) تو وہ زاہد ہے۔ اور اگر بالکل ذرا سا بھی نہیں لیتا اور یہ نہ لینا اللہ کے واسطے نہیں ہے بلکہ کسی دنیوی غرض حب جاہ وغیرہ کی وجہ سے ہے) تو وہ دنیا دار ہے (احیاء)

ایک اور حدیث میں ہے کہ یہ مال سرسبز اور میٹھی چیز ہے جو اس کو حق کے موافق حاصل کرتا ہے اُس کے لئے اس میں برکت دی جاتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ دنیا کیا ہی اچھا گھر ہے اس شخص کے لئے جو اس کو آخرت کا توشہ بنالے اور حق تعالیٰ شانہٗ کو (اس کے ذریعہ راضی کرلے۔ اور کتنا بُرا ہے اس شخص کے لئے جو اس کو آخرت سے روک دے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں کوتاہی پیدا کردے (کنز)

غرض بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ مال فی حد ذاتہ بری چیز نہیں ہے اچھی چیز ہے۔ کارآمد ہے اور بہت سے دینی اور دنیوی فوائد اس کے ساتھ وابستہ ہیں اسی لئے روزی کے کمانے کی مال کے حاصل کرنے کی ترغیبات بھی احادیث میں وارد ہوئی ہیں لیکن چونکہ اس میں ایک زہریلا اور سمی مادہ ہے اور قلوب عام طور سے بیمار ہیں۔ اس لئے کثرت سے قرآن پاک کی آیات اور احادیث شریفہ میں اس کی زیادتی اور کثرت سے بچنے کی ترغیبیں آئی ہیں۔ اس کی کثرت کو خاص طور سے غیر پسندیدہ بلکہ مہلک بتایا گیا ہے۔ اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ جس بندہ سے محبت فرماتے ہیں دنیا سے اس کی ایسی حفاظت فرماتے ہیں اور اس کو اہتمام سے بچاتے ہیں جیسا کہ تم لوگ اپنے بیمار کو پانی سے بچاتے ہو (مشکوٰۃ) حالانکہ پانی کیسی اہم اور ضروری چیز ہے کہ زندگی کا مدار ہی اس پر ہے۔ بغیر اس کے زندگی رہ نہیں سکتی۔ لیکن اس سب کے باوجود اگر حکیم کسی بیمار کے لئے پانی مضر بتادے تو کتنی کتنی ترکیبیں اس کو پانی سے روکنے کی کی جاتی ہیں۔ اور یہ کیوں؟ اس لئے کہ مال کی کثرت سے عموماً نقصانات زیادہ پہنچتے ہیں۔ اور یہ اس وجہ سے ہی کہ ہمارے قلوب ایسے صاف نہیں کہ وہ اس کے نشہ سے متاثر نہ ہوں اسی وجہ سے حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو پانی پر چلے اور اس کے پاؤں پانی میں تر نہ ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا تو کوئی بھی نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہی حال دنیا دار کا ہے کہ اس کا گناہوں سے بچنا مشکل ہے (مشکوٰۃ)

اور مشاہدہ بھی یہی ہے کہ بُخل، حسد، کبر، عجب، کینہ، ریا، تفاخر وغیرہ قلبی امراض اور گناہ جتنے ہیں وہ مال کی وجہ سے بہت جلد اور بہت کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح آوارگی شراب نوشی، قمار بازی، سود خوری وغیرہ اور مختلف قسم کے شہوانی گناہ بھی اس کی وجہ سے بہت کثرت سے ہوتے ہیں۔ اور پھر اُس کی طبعی محبت قلوب میں اس درجہ جگہ پکڑے ہوئے ہے کہ آدمی کے پاس جتنا بھی زیادہ سے زیادہ ہو جائے۔ اس پر ہمیشہ زیادتی کا طالب اور اس کا کوشاں رہتا ہے۔ چنانچہ متعدد روایات میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر آدمی کے پاس دو جنگل سونے کے ہوں تو وہ تیسرے کا طالب ہوتا ہے۔ اور دنیا کا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ کوئی شخص کسی مقدار پر بھی قناعت کرنے والا نہیں ہے۔ الا ماشاء اللہ اسی وجہ سے قرآن پاک اور احادیث میں کثرت سے قناعت کی ترغیبات دی گئی ہیں کہ یہ جوع البقر کچھ کم ہو۔ اسی وجہ سے دنیا کی حقیقت اور اس کی گندگی اور ناپائیداری واضح کی گئی ..... کہ اس سے محبت میں کمی ہو کہ جو چیز بہرحال بہت جلد زائل ہونے والی ہے اس سے آدمی کیا دل لگائے۔ دل لگانے کی چیز صرف وہی ہو جو ہمیشہ رہنے والی اور ہمیشہ کام آنے والی ہو اور اسی وجہ سے صبر کی تاکید اور ترغیب کثرت سے وارد ہوئی کہ آدمی اس کی کمی کو مطلقاً مصیبت نہ سمجھے۔ بلکہ اس میں بھی بسا اوقات اللہ کی بڑی حکمتیں مضمر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے وَلَوْ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ الآیہ (شوریٰ۔ ع ۳) "اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں رزق کی زیادتی وسعت فرما دے تو وہ زمین میں سرکشی شروع کر دیں چنانچہ تجربہ بھی یہی ہے کہ جہاں اس کی کثرت ہو وہیں حد سے زیادہ فسادات ہیں اور چونکہ اس کی فراوانی مقصود نہیں اور لوگوں کے دل اس کی طرف طبعاً متوجہ ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے سوال کرنے کی ممانعت، اس کی قباحت کثرت سے ذکر کی گئی کہ آدمی مال کی محبت اور کثرت کے فکر میں بلا مجبوری بھی سوال کرنے لگتا ہے کہ اس میں محنت تو کچھ کرنی نہیں پڑتی۔ ذرا سی زبان ہلانے سے کچھ نہ کچھ مل ہی جاتا ہے جس سے مال میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ انھیں تین مضامین

قناعت، مصائب پر صبر، اور سوال کی مذمت کے متعلق کچھ آیات
اور احادیث اس جگہ لکھی جاتی ہیں

آیات

(۱) زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ (آل عمران - ع ۲)

آراستہ کر دی گئیں لوگوں کے لئے خواہشات کی محبت (مثلاً) عورتیں ہوئیں اور بیٹے ہوئے اور ڈھیر لگے ہوئے سونے اور چاندی کے۔ اور نشان لگے ہوئے (یعنی عمدہ اور اعلیٰ) گھوڑے اور دوسرے مویشی اور زراعت (لیکن یہ سب چیزیں) دنیوی زندگی کی استعمالی چیزیں ہیں اور انجام کار کی خوبی (اور کام آنیوالی چیز) تو اللہ ہی کے پاس ہے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم ان سے کہدو کیا میں تم کو ایسی چیز بتادوں جو (بدرجہا) بہتر ہو ان سب چیزوں سے (وہ کیا ہے غور سے سنو) ایسے لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ان کے رب کے پاس ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے اور (ان کے لئے وہاں) ایسی بیبیاں ہیں جو ہر طرح پاک صاف ستھری ہیں اور (ان سب سے بڑھ کر چیز) اللہ کی خوشنودی ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں (کے احوال) کو خوب دیکھنے والے ہیں (یہ لوگ جن کے لئے یہ آخرت کی چیزیں ہیں ایسے لوگ ہیں) جو کہتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے ہم ایمان لے آئے ہیں بس آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا دیجئے ... (لوگ وہ ہیں جو مصیبتوں پر) صبر کرنے والے ہیں سچ بولنے والے ہیں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) عاجزی کرنے والے ہیں اور (نیک کاموں میں مال) خرچ کرنے والے ہیں۔ اور پچھلی رات میں گناہوں کی معافی

چاہنے والے ہیں۔"

فائدہ: حق تعالیٰ شانہ نے ان سب چیزوں کی محبت کو شہوتوں کی محبت سے تعبیر کیا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شہوت کی افراط ہی کا نام عشق ہے۔ جو بیماری ہی ایسے دل کی جو تفکرات سے خالی ہو اس کا علاج ابتدا ہی سے کرنا ضروری ہے کہ اس کی طرف نظر کم کر دے۔ اس کی طرف التفات کم کر دے۔ ورنہ جب التفات بڑھ جائے گا تو ہٹانا مشکل ہو جائے گا اور ابتدا میں بہت سہل ہے۔ یہی حال ہے ہر چیز کے عشق کا۔ مال ہو، جاہ ہو، جائداد ہو، اولاد ہو حتیٰ کہ پرندوں (کبوتر وغیرہ) سے کھیلنے کا، اور شطرنج وغیرہ سے کھیلنے کا بھی یہی حال ہے کہ یہ سب چیزیں جب آدمی پر مسلط ہو جاتی ہیں تو اس کے دین اور دنیا دونوں کو برباد کر دیتی ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص سواری پر سوار ہو اگر وہ جانور کی باگ اسی وقت دوسری طرف پھیر دے جب وہ بے جگہ جانے کا رخ کر رہا ہو تو اس وقت بہت آسانی سے وہ جگہ پر پڑ سکتا ہے لیکن جب وہ جانور کسی دروازے میں گھس جائے اور سوار پھر دم پکڑ کر پیچھے کو کھینچنا چاہے تو پھر بڑی سخت دشواری ہو جاتی ہے۔ اس لئے ان سب چیزوں کی محبت کو ابتدا ہی سے نگاہ میں رکھے کہ اعتدال سے نہ بڑھنے دے (احیاء) علماء نے فرمایا ہے کہ دنیا کی جتنی بھی چیزیں ہیں وہ تین قسم میں داخل ہیں۔ معدنیات، نباتات، حیوانات۔ حق تعالیٰ شانہ نے ان آیات میں تینوں کی مثالیں ذکر فرما کر دنیا کی ساری ہی چیزوں پر متنبہ فرما دیا۔ بیویوں اور بیٹوں کو ذکر فرما کر آل و اولاد عزیز و اقارب احباب غرض انسانی محبوبوں پر تنبیہ فرما دی، اور سونے چاندی کو ذکر فرما کر ساری معدنیات پر اور گھوڑے مویشی کو ذکر فرما کر ہر قسم کے جانوروں پر اور کھیتی سے ہر قسم کی پیداوار پر اور یہی چیزیں ساری دنیا کی کائنات ہیں (احیاء) اور ان سب کو گنوا کر اور ان پر تنبیہ فرما کر ارشاد فرما دیا کہ یہ سب کی سب اس چند روزہ زندگی کے گذران کی چیزیں ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی محبت کے قابل نہیں دل لگانے کے قابل نہیں دل لگانے کی چیزیں صرف وہی ہیں جو پائدار ہیں ہمیشہ رہنے والی ہیں ہمیشہ کام آنے والی ہیں اور ان میں سب سے بڑھ کر اللہ کی رضا ہے، اس کی خوشنودی ہے وہ دنیا اور آخرت کی ہر چیز پر فائق ہے۔ ہر چیز سے بڑھ کر ہے۔

دوسری جگہ جنت کی نعمتوں کا ذکر فرما کر ارشاد ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (توبہ۔ ع ۵) کہ "اللہ تعالیٰ کی رضامندی ان سب چیزوں سے بڑھی ہوئی ہے اور وہی چیز ہے جو بڑی کامیابی ہے" اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی برابری نہ دنیا کی کوئی چیز کر سکتی ہے نہ آخرت کی کوئی نعمت اس کے برابر ہے۔ آیات بالا میں دنیا کی ساری مرغوبات کو تفصیل سے ذکر فرما کر اس پر متنبہ کر دیا کہ یہ سب دنیوی زندگی کے اسباب ہیں۔ اور پھر بار بار قرآن پاک میں اس چیز پر تنبیہ فرمائی گئی۔ مختلف عنوانات سے نصیحت کی گئی کہیں دنیا طلبی کی مذمت کی گئی۔ کہیں دنیا کو ترجیح دینے والوں کی قباحت بیان کی گئی کہیں اس کی بے ثباتی پر تنبیہ کی گئی کہیں اس کو محض دھوکا بتایا گیا تاکہ اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے کہ دنیا اور دنیا کی ہر چیز محض عارضی ضرورت پورا کرنے کی چیز ہے نہ یہ دائمی ہے نہ دل لگانے کی چیز ہے اسی سلسلہ کی چند آیات پر اس جگہ تنبیہ کرتا ہوں۔

(۱) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (بقرہ۔ ع ۱۰) "یہی لوگ ہیں جنھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلہ میں خرید لیا پس نہ تو ان کے عذاب میں تخفیف کی جائیگی اور نہ انکی کسی قسم کی مدد کی جائے گی۔

(۲) فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ط (بقرہ۔ ع ۲۵) "پس بعض آدمی تو ایسے ہیں، جو یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں تو جو کچھ دینا ہے دنیا ہی میں دیدے (پس ان کو جو کچھ ملنا ہو گا دنیا ہی میں مل جائے گا) ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما۔ اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے حصہ ہے اُس چیز سے جو اُنھوں نے (نیک اعمال سے) کمایا ہے"

(۳) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (بقرہ۔ ع ۲۵) اور بعض آدمی بیچ دیتے ہیں اپنی جان کو اللہ کی رضا کی چیزوں میں

اللہ تعالیٰ ایسے بندوں پر مہربان ہیں

(۴) زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَوٰةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (بقرہ۔ع ۲۶) دنیوی معاش کفار کے لئے آراستہ کردی گئی اور وہ مسلمانوں کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں۔ حالانکہ مسلمان جو کفر و شرک سے بچتے ہیں۔ قیامت کے دن ان کافروں سے (درجوں میں) بلند ہوں گے اور (آدمی کو محض فراغ معیشت پر غرور نہ کرنا چاہیئے کیونکہ روزی تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے حساب دیدیتے ہیں سو اس لئے محض امیر ہونا کوئی فخر کی چیز نہیں ہے)

(۵) وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ج (آل عمران۔ع ۱۴) اور یہ (دنیا کی زندگی کے دن) ان کو ہم لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں" (یعنی کبھی ایک قوم غالب آگئی کبھی دوسری غالب ہو گئی۔ اس لئے غالب یا مغلوب ہونے کی فکر سے زیادہ اہم اور زیادہ ضروری آخرت کی فکر ہے۔

(۶) قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ج وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى قف وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝ اَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ (نساء۔ع ۱۱) "آپ کہدیجئے کہ دنیا کا تمتع بہت تھوڑا (چند روزہ) ہے اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے۔ اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور تم پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی موت آ کر رہے گی۔ اگرچہ تم قلعی چونہ کے قلعوں میں ہی کیوں نہ ہو" (پھر جب مرنا بہر حال ہے تو اس کی فکر ہر وقت رہنا چاہیئے)

(۷) وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ج تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ز فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ ط (نساء۔ع ۱۳) اور ایسے شخص کو جو تمہارے سامنے اطاعت (کی علامت) ڈال دے (مثلاً السلام علیکم کرے یا کلمہ پڑھے) یوں مت کہدیا کرو کہ تو دل سے مسلمان نہیں۔ تم دنیاوی زندگی کا سامان ڈھونڈتے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سے غنیمت کے مال ہیں"

فائدہ:۔ یہ آیتیں اس پر تنبیہ ہیں کہ بعض مسلمانوں نے بعض کافروں کو جو اپنے

کو مسلمان بتاتے تھے۔ مال غنیمت کے شوق میں قتل کر دیا تھا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ محض دنیا کمبخت کا مال کمانے کے لئے یہ ناپاک حرکت کی گئی۔ بہت سی احادیث میں ان واقعات کو تفصیل سے ذکر کیا گیا۔ ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک مسلمان نے ایک کافر پر حملہ کیا۔ اس نے جلدی سے کلمہ پڑھ لیا۔ اس مسلمان نے پھر بھی اس کو قتل کر دیا۔ حضورؐ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو حضورؐ نے اس مسلمان سے مطالبہ کیا۔ اس نے یہ معذرت کی کہ اس شخص نے محض ڈر کی وجہ سے کلمہ پڑھا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تو نے اس کے دل کو چیر کے دیکھ لیا تھا کہ اس نے ڈر کی وجہ سے پڑھا ہے؟ اس کے بعد اس مسلمان کی موت بہت بری طرح سے ہوئی۔ (در منثور) حق تعالیٰ شانہ نے حدود سے تجاوز کی اجازت کسی جگہ نہیں دی۔ دوسرا مضمون شروع ہو جائے گا اس لئے اس کو نہیں لکھتا لیکن محض دنیاوی اغراض کی وجہ سے کفار پر زیادتی کی بھی شریعت ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ بہت سی آیات بہت سی روایات اس مضمون میں وارد ہیں۔ سورۂ مائدہ کے شروع میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ (الآیۃ ع ۱) "یعنی کفار مکہ نے جو تم کو عمرۂ حدیبیہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور بغیر عمرہ کے تم کو مکہ مکرمہ کے قریب سے بے نیل مرام واپس ہونا پڑا اس کا غصہ تم کو حدود سے نہ نکلنے دے۔ ایسا ہرگز نہ ہو کہ تم تعدی کرنے لگو نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرو اور گناہ اور ظلم میں کسی کی اعانت نہ کرو" اسی سورت شریف کے دوسرے رکوع میں ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ الآیۃ "اے مسلمانو تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اس کے احکام کی پوری پابندی کرنے والے بنو۔ اور اگر کہیں نوبت آجائے تو گواہی انصاف کے ساتھ دو کسی قوم کے ساتھ عداوت تم کو عدل وانصاف سے نہ ہٹا دے۔" غرض بہت سی جگہ ان امور پر تنبیہ کی گئی۔

دنیا کی محبت آدمی کی عقل کو بھی بیکار کر دیتی ہے۔

(۸) وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (انعام ع ۴) "اور دنیوی زندگانی کچھ بھی نہیں ہے بجز لہو و لعب کے اور آخرت کا گھر متقیوں کے لئے بہتر ہے کیا تمہیں عقل نہیں ہے (جو

ایسی صاف واضح بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کہ دنیا کے اس لہو ولعب کو آخرت کی عمدہ زندگی سے کچھ بھی مناسبت نہیں ہے۔

(۹) وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (انعام - ع ۸) "ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش (یکسو اور علیحدہ) رہو جنھوں نے اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا ہے۔ اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے"۔

(۱۰) وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ (انعام - ع ۱۱) اور تم ہمارے پاس (مرنے کے بعد) تنہا تنہا ہو کر آگئے جس طرح ہم نے تم کو اول مرتبہ دنیا میں پیدا کیا تھا کہ (ہر شخص الگ الگ پیدا ہوتا تھا) اور جو کچھ ہم نے تمکو (دنیا میں مال ومتاع ساز وسامان عطا کیا تھا اسکو وہیں چھوڑ آئے"۔

فائدہ:- یعنی جس طرح آدمی ماں کے پیٹ سے بغیر مال ومتاع پیدا ہوتا ہے اسی طرح قبر کی گود میں تن تنہا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ مال ومتاع یہاں کا یہاں ہی رہ جائیگا۔ بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنی زندگی میں جمع کرادیا ہو۔ کہ وہ سب جمع شدہ مال وہاں پورا کا پورا مل جائے گا بلکہ سرکاری خزانہ سے اس میں اضافہ بھی ملے گا۔

(۱۱) وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (اعراف - ع ۱۲) "اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے"۔

(۱۲) فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا (اعراف - ع ۲۱) "پس (نیک بندوں کے بعد) ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے کہ کتاب کو تو ان سے حاصل کیا (لیکن ایسے حرام خور ہیں کہ کتاب کے احکام کے بدلہ میں) اس دنیائے دنی کا مال ومتاع لے لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہو جائے گی (کیونکہ ہم اللہ کے لاڈلے ہیں")۔

(۱۳) وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (اعراف - ع ۲۱) "اور آخرت کا گھر بہتر ہے متقی لوگوں کے واسطے کیا تم بالکل عقل نہیں رکھتے (جو ایسی کھلی ہوئی صاف بات بھی نہیں سمجھتے")۔

(۱۴) وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (انفال ۔ ع ۳) تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے (تاکہ ہم اس کا امتحان کریں کہ کون شخص ان کی محبت کو ترجیح دیتا ہے اور کون شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کو ترجیح دیتا ہے اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کو ترجیح دیتا ہے ۔ دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی کے لئے کارآمد بناتا ہے اس کے لئے) اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے ۔"

(۱۵) تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ط (انفال ۔ ع ۹) "تم تو دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ (شانہ تم سے) آخرت کو چاہتے ہیں یعنی یہ کہ تم آخرت کی فکر میں رہو اس کی تیاری میں ہر وقت مشغول رہو ۔"

(۱۶) اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ج فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ (توبہ ع ۶) "کیا تم لوگ آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے دنیا کی زندگی تو آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے ۔"

(۱۷) اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (یونس ۔ ع ۱) "جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کی امید نہیں ہے اور وہ دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے اور اس سے انہیں اطمینان حاصل ہو گیا اور جو لوگ ہماری تنبیہوں سے غافل ہو گئے ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کی وجہ سے جہنم ہے ۔

(۱۸) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ط حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ج وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ

مُّسۡتَقِيۡمٍ ۰ (یونس۔ ع ۳) اے لوگو سن لو یہ تمہاری سرکشی تمہارے لئے وبال ہونے والی ہے دنیوی زندگی میں (چند روز اس سے) نفع اٹھا رہے ہو۔ پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے۔ پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا تم کو جتلا دیں گے بس دنیا دی زندگی کی تو حالت ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی سے زمین کی نباتات (زمین سے اگنے والی چیزیں) جن کو آدمی اور جانور کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلے یہاں تک کہ جب زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہو گئی (یعنی پیداوار سبزہ وغیرہ خوب شباب پر ہو گیا) اور اس کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ ہم اس پیداوار پر بالکل قابض ہو چکے ہیں تو ایک دم اس پیداوار پر ہماری طرف سے دن میں یا رات میں کوئی حادثہ پڑا پالا، ٹڈی وغیرہ پس ہم نے اسے ایسا صاف کر دیا کہ گویا وہ کل یہاں موجود ہی نہ تھی (یہی حالت بعینہ اس دنیا کی زندگی اور اس کی رونق اور زیب و زینت کی ہے۔ کہ وہ اپنے پورے شباب اور کامل زیب و زینت کے باوجود دم کے دم میں ایسی زائل ہو جاتی ہے کہ گویا تھی ہی نہیں) اسی طرح ہم آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے جو سوچتے ہیں (اور جو سوچنے کا ارادہ نہیں کرتا وہ کیا سمجھے) اور (جب دنیا کی اور اس کی زیب و زینت کی یہ حالت ہے کہ ناپائیدار اور خطرہ کی چیز ہے۔ پس اسی لئے) حق تعالیٰ شانہ تم کو دار البقا (جو گھر پائیدار ہے اور اس کو کوئی خطرہ نہیں ہے) کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہِ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔

(۱۹) قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَبِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا هُوَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ

یونس۔ ع ۶) (پہلے سے قرآن پاک کی خوبیاں بیان فرمانے کے بعد ارشاد ہے) "آپ کہہ دیجئے (کہ جب قرآن پاک ایسی چیز ہے) پس لوگوں کو خدا کے انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیئے (کہ اس نے اتنی بڑی دولت ہم کو عطا فرمائی) وہ اس (دنیا سے بدرجہا) بہتر ہے جس کو یہ لوگ جمع کر رہے ہیں (اس لئے کہ دنیا کا نفع بہت تھوڑا اور بہت جلد زائل ہو جانے والا ہے اور قرآن پاک کا نفع بہت زیادہ اور ہمیشہ رہنے والا ہے"

(۲۰) مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيۡهِمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فِيۡهَا

وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ (ہود۔ ع ۲) "جو شخص (اپنے نیک اعمال سے) دنیاوی زندگی اور اس کی رونق چاہتا ہے (جیسے مال ومتاع یا شہرت و نیک نامی وغیرہ) ہم اُن لوگوں کے اعمال (کا بدلہ) ان کو دنیا ہی میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب کا سب بیکار ثابت ہوگا۔ اور (حقیقت میں) یہ جو کچھ کر رہے ہیں سب باطل (بیکار) ہے۔

(۲۱) اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ○ (رعد۔ ع ۳) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے (رحمت اور غضب کا یہ مدار نہیں ہے) یہ لوگ دنیاوی زندگی پر خوش ہوتے ہیں۔ (اور اس کی عیش وعشرت راحت و آرام پر اتراتے ہیں) حالانکہ آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی ایک متاع قلیل ہے (کچھ بھی نہیں ہے۔ چند روزہ زندگی کے دن کاٹنے ہیں جس طرح بھی گذر جائیں"۔

(۲۲) لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (حجر۔ ع ۶)

"آپ اپنی آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں اُس (زیب وزینت اور مال ومتاع راحت وآرام) کو جو ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو (اہل کتاب ہوں یا مشرکین) دے رکھا ہے برتنے کے لئے (کہ چند روز کے فوائد اس سے اٹھالیں اور پھر یہ سب کچھ فنا ہو جائے گا۔

(۲۳) مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ط (نحل۔ ع ۱۳) جو کچھ تمہارے پاس (دنیا میں) ہے وہ (ایک دن) ختم ہو جائے گا (خواہ وہ جاتا رہے یا تم مرجاؤ، دونوں حال میں ختم ہو گیا) اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے"

(۲۴) ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ (نحل۔ ع ۱۴) "یہ (جو عذاب اوپر کی آیات میں ذکر کیا گیا) اس وجہ سے ہے کہ ان لوگوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں محبوب رکھا"

(۲۵) مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ۝ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۝ كُلًّا نُمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ط وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۲)

"جو شخص دنیا کا ارادہ کرتا ہے (اور اپنی کوشش اور اعمال کا ثمرہ صرف دنیا ہی میں چاہتا ہے) ہم اس کو دنیا میں جتنا چاہتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں (نہ یہ ضروری ہے کہ ہر شخص کو دیدیں جس کو ہمارا دل چاہتا ہے دیتے ہیں اور جس کو دیتے ہیں اس کو بھی یہ ضروری نہیں کہ جتنا وہ مانگے سب دیدیں۔ جتنا ہمارا دل چاہتا ہے دیتے ہیں) پھر آخرت میں اس کے لیے جہنم تجویز کر دیتے ہیں۔ کہ وہ اس میں بدحال راندہ ہو کر جلتا رہے گا اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرے اور اس کے لیے جیسی کوشش کرنا چاہیے کرے بشرطیکہ وہ مومن ہو ایسے لوگوں کی کوشش اللہ کے یہاں مقبول ہے۔ ہر فریق کی (دنیا دار ہو یا دیندار) آپ کے رب کی عطا میں سے ہم مدد کرتے ہیں۔ اور آپ کے رب کی (یہ دنیاوی) عطا کسی سے بھی بند نہیں کی گئی۔ آپ خود ہی دیکھ لیں کہ اس دنیاوی عطا میں ہم نے ایک کو دوسرے پر خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، کیسی فوقیت دے رکھی ہے (آپ اس سے خود ہی اندازہ کر لیں گے کہ عطا کسی اور کی طرف سے ہے کہ ایک شخص کو کوشش سے بھی بہت کم ملتا ہے اور دوسرا بغیر کوشش کے بھی بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے) اور آخرت (جو مخصوص ہے ایمان کے ساتھ اس دنیا سے) درجوں کے اعتبار سے بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔"

(۲۶) وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيٰحُ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ أَمَلًا ۝ (کہف ع ۶)

"آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی مثال بیان کیجئے وہ ایسی ہے جیسا کہ ہم نے آسمان سے پانی برسایا ہو پھر اس کی وجہ سے زمین کے نباتات (پیداوار) خوب گنجان ہو گئے ہوں پھر خوب سرسبز و شاداب ہو کر ایک دم کسی حادثہ سے خشک ہو گئی، ریزہ ریزہ ہو جائے کہ اس کو ہوا اڑائے اڑائے پھرتی ہو۔ بالکل یہی حالت دنیاوی زندگی اور اس کی عیش و عشرت اور مال و متاع کی ہے کہ آج سب کچھ ہے اور ایک دم کوئی مصیبت آئی تو کچھ بھی نہ رہا اور اب تو زمانہ اس کو اپنی آنکھوں سے خوب ہی دیکھ رہا ہے) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے (جب چاہے جس کو چاہے امیر بنا دے جس کو چاہے لکھ پتی سے فقیر بنا دے جس کو چاہے صاحب اولاد کرے اور جس کو چاہے بڑی اولاد اور کنبے والا ہونے پر دم کے دم میں اکیلا کر دے تو سمجھ لو کہ مال اور اولاد دنیوی زندگی کی صرف ایک رونق ہے اور جو نیک اعمال ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں وہ ثواب اور بدلہ کے اعتبار سے بھی (بدرجہا) بہتر ہیں۔ اور امید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں۔ (کہ ان کی امیدیں لگانی چاہئیں اور ان امیدوں کے پورا ہونے کی کوشش کرنا چاہیئے)

(۲۷) يَتَخَافَتُونَ بَيْنَهُمْ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ۝ نَّحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ۝ (طٰہٰ ع ۵) (اوپر کی آیات میں قیامت کے آنے کا اور صور پھونکے جانے کا ذکر ہے اس دن یہ مجرم لوگ) چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے ہوں گے (اور ایک دوسرے سے کہتے ہوں گے) کہ تم لوگ (دنیا میں) صرف دس دن رہے ہو گے جس بات کو وہ کہیں گے ہم اس کو خوب جانتے ہیں جب کہ ان میں کا زیادہ صائب الرائے کہے گا کہ نہیں تم تو ایک ہی دن رہے ہو (اس کو زیادہ صائب الرائے ان میں کا اس لئے کہا کہ اس کا قول ایک دن کا بمقابلہ دس دن کے زیادہ قریب ہے ویسے تو آخرت کے دنوں کے اعتبار سے دنیا کی ساری زندگی ایک دن کیا اس کا دسواں حصہ بھی نہیں ہے یہ ہے حقیقت دنیا کے سارے قیام کی آخرت کے مقابلہ میں)

(۲۸) وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ

وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (طٰہٰ ع ۱۸)

اور ہرگز آنکھ اُٹھا کر بھی آپ ان چیزوں کی طرف نہ دیکھیں جن سے ہم نے ان (دنیاداروں) کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ سب کچھ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے (اور آزمائش اس کی ہے کہ کون اس مال و متاع میں بندگی کا حق ادا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا) اور آپ کے رب کا عطیہ (جو آخرت میں ملے گا وہ اس سے بدرجہا بہتر اور پائدار ہے اور اپنے متعلقین کو نماز کا حکم کرتے رہیں اور خود بھی اس کے اوپر جمے رہیں ہم آپ سے روزی کموانا نہیں چاہتے۔ روزی تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔"

(۲۹) اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (الانبیاء ع ۱)

"لوگوں کے لئے ان کے حساب (کتاب) کا دن آپہنچا اور وہ غفلت میں اعراض کئے ہوئے پڑے ہیں۔"

(۳۰) حَتّٰى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْ أَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ؕ (مومنون ع ۶) حتی کہ جب ان میں سے کسی کے سر پر موت آجاتی ہے (اور آخرت کے احوال کھلنے لگتے ہیں) تو کہتا ہے اے میرے رب مجھے (موت سے بچا کر دنیا میں) پھر بھیج دیجئے تاکہ جس (دنیا کو اور اس کے مال و متاع کو چھوڑ آیا ہوں اس میں (واپس جا کر) نیک کام کروں (حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں) ایسا ہرگز نہیں ہوگا (جس کا وقت آچکا ہے وہ ٹلتا نہیں) یہ (شخص جو کچھ کہہ رہا ہے وہ فضول) ایک بات ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے۔

(۳۱) قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ۝ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَادِّيْنَ ۝ قَالَ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ (مومنون - ع ۶)

(قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اُن لوگوں کی حسرت افسوس بڑھانے کے لئے) ارشاد ہوگا اچھا یہ بتلاؤ کہ تم دنیا میں کتنے برس رہے تھے۔ وہ (وہاں کے زمانہ

کے طول کے لحاظ سے) کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں ایک دن یا اس سے بھی کم رہے ہوں گے اور سچ تو یہ ہے کہ ہمیں خواب کی طرح سے یہ بھی اندازہ نہیں کہ کتنا وقت گذرا) پس گننے والوں سے (یعنی فرشتوں سے جو ہر چیز کا حساب لکھتے تھے) پوچھ لیں (کہ ہم کتنا تھوڑا ٹھیرے تھے) ارشاد ہوگا کہ جب تم اتنا کم ٹھیرے تھے تو کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم (یہ بات) جان لیتے (کہ یہ دنیا محض چند روزہ ہے بہت ہی تھوڑے دن یہاں قیام ہے۔ اچھا یہ تو بتاؤ) کہ کیا تم یہ سمجھتے تھے کہ ہم نے تم کو یوں ہی بیکار پیدا کیا (کوئی غرض تمہارے پیدا کرنے سے نہیں تھی۔ حالانکہ ہم نے قرآن پاک میں صاف صاف بتا دیا تھا کہ جن وانس کی پیدائش ہم نے محض عبادت کے لئے کی ہے کیا تمہارا یہ خیال تھا کہ) تم ہمارے پاس نہیں لوٹائے جاؤ گے"۔

(۳۲) وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ج فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ط (قصص ع ۶)

یہ لوگ جو اپنی خوش عیشی پر نازاں ہیں ان کی حماقت ہے اُن کو خبر نہیں کہ ہم بہت سی ایسی بستیاں ہلاک کر چکے ہیں جو اپنے سامانِ عیش پر نازاں تھے۔ پس (تم خود ہی دیکھ لو کہ) یہ ان کے گھر (خالی پڑے ہوئے ہیں جو) ان کے بعد آباد ہی نہیں ہوئے مگر تھوڑی دیر کو"۔

(۳۳) وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ج وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۰ (قصص۔ ع ۶)

"پس جو کچھ تم کو (دنیا میں عیش وعشرت اور راحت وآرام کا سامان) دیا گیا ہے وہ محض دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے۔ اور اسی چند روزہ زندگی کی) زیب وزینت ہے (جو بہت جلد زائل ہوجانے والی ہے) اور اللہ (جل شانہ) کے یہاں جو اجر وثواب ہے وہ بدرجہا اُس سے بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ کیا تم اتنی بات نہیں سمجھتے"۔

(۳۴) اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۰ (قصص۔ ع ۷)

کیا وہ شخص جس سے ہم نے ایک پسندیدہ وعدہ (آخرت کا) کر رکھا ہے۔ پھر وہ شخص اس موعود چیز کو پانے والا بھی ہے ایسے شخص کے برابر ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیوی

زندگی کا کچھ متاع (معمولی فائدہ) دے رکھا ہے۔ پھر قیامت کے دن یہ شخص (اپنے جرموں کی پاداش میں) گرفتار کر لیا جائے گا۔"

(۳۵) قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ (قصص۔ ع ۸)

"جو لوگ طالبِ دنیا تھے وہ (تو قارون کی زیب و زینت کو دیکھ کر) کہنے لگے کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہم کو بھی ایسا ہی ساز و سامان ملتا جیسا کہ قارون کو ملا ہے۔ وہ تو بڑا صاحب نصیب ہے۔ (قارون کا مفصل قصہ عبرتناک زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے بیان میں پانچویں فصل کی آیات کے سلسلہ میں نمبر ۳ پر گزر چکا ہے۔ دولت اور ثروت کی کثرت کا اگر اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ نہ بنایا جائے تو یہی حشر ہے)

(۳۶) وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (عنکبوت۔ ع ۷)

اور یہ دنیوی زندگی بجز لہو و لعب کے کچھ بھی نہیں ہے اور اصل زندگی جو حقیقت میں زندگی کہلانے کے لائق ہے وہ آخرت ہی کی زندگی ہے۔ کاش یہ لوگ اس بات کو (اچھی طرح) جان لیتے (تو پھر آخرت کے لئے کیسی کوشش کرتے)"

(۳۷) يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ (روم۔ ع ۱)

"یہ لوگ دنیوی زندگی کی صرف ظاہری حالت کو جانتے ہیں (اسی کی کوشش کرتے ہیں اسی پر جان دیتے ہیں) اور یہ لوگ آخرت سے بالکل غافل ہیں" (نہ وہاں کے ثواب کی تمنا نہ وہاں کے عذاب کا خوف)۔

(۳۸) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ (لقمن۔ ع ۴)

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنی اولاد

کی طرف سے کوئی مطالبہ پورا کر سکتا ہے نہ کوئی اولاد اپنے باپ کی طرف سے ہی کوئی چیز ادا کر سکتی ہے۔ بے شک اللہ کا وعدہ (جو آخرت کے متعلق ہے) سچا ہے۔ پس تم کو دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے (کہ تم اس میں لگ کر آخرت کے دن کو بھول جاؤ) اور نہ تم کو دھوکہ باز (شیطان) اللہ تعالیٰ سے دھوکہ میں ڈال دے (کہ تم اُس کے بہکانے میں آکر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے فکر ہو جاؤ اور یہ سمجھنے لگو کہ ہمیں عذاب نہ ہوگا)۔"

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم کو شیطان اللہ تعالیٰ کے ساتھ دھوکہ میں نہ ڈالے کا مطلب یہ ہے کہ تم گناہ کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی آرزو کرتے رہو (در منثور) یعنی حق تعالیٰ شانہ سے مغفرت طلب کرنے کا منہ جب ہے جب پختہ طور پر گناہوں سے توبہ کرو گناہ نہ کرنے پکا ارادہ کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ سے گذشتہ گناہوں کی مغفرت چاہو اور یہ حماقت ہے کہ دن بھر گناہوں سے منہ کالا کرتے رہو اور زبان سے کہتے رہو کہ یا اللہ تو معاف کر۔ جیسا کہ اسی فصل نمبر۲ پر مفصل آرہا ہے اور اس مضمون کی آیت دوسری بھی آرہی ہے۔

(۳۹) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا (احزاب۔ ع ۴)

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اپنی بیبیوں سے (کھلی دو ٹوک صاف صاف بات) کہہ دو کہ اگر تم کو دنیاوی زندگی اور اس کی زیب و زینت چاہیئے تو آؤ میں، تم کو کچھ دنیاوی مال ومتاع (مہر نفقہ وغیرہ دے دوں) اور تم کو خوبی (اور خوش دلی کے ساتھ طلاق دے کر) رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ (تعالیٰ کی رضا) کو اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تنگی اور فقر و فاقہ کے ساتھ رہنے) کو اور آخرت (کے عالی درجوں) کو چاہتی ہو تو (یہ دل نشین کر لو کہ) تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے (جو جتنی زیادہ نیکی کرے گی اتنا ہی زیادہ اجر و ثواب پاوے گی)۔"

(۴۰) يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ (فاطر۔ ع ۱) اے لوگو (اچھی طرح سمجھ لو خوب دل میں جما لو کہ) بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے ایسا نہ ہو کہ یہ دنیوی زندگی تم کو دھوکہ میں ڈال دے۔ اور ایسا ہو کہ دھوکہ باز (شیطان) تم کو اللہ تعالیٰ سے دھوکہ میں ڈال دے (کہ اس کے دھوکہ میں آ کر تم اللہ جلّ شانہ سے بے فکر ہو جاؤ)۔

حضرت سعید بن جبیر رضؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ دنیا کا دھوکہ میں ڈالنا یہ ہے کہ اس میں مشغول ہو کر آخرت کی تیاری سے غافل ہو جاؤ اور شیطان کا دھوکہ یہ ہے کہ گناہ کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی تمنا کرتے رہو۔ (در منثور)

(۴۱) يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۫ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝ (مومن ع ۵)

(فرعون کے خاندان کے اس مومن شخص نے جس نے اپنے ایمان کو مخفی کر رکھا تھا اپنی برادری کو نصیحت کرتے ہوئے کہا) اے قوم یہ دنیوی زندگی محض چند روزہ ہے اور اصل ٹھہرنے کی جگہ تو آخرت ہی ہے۔

(۴۲) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝ (شوریٰ ع ۳)

"جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو (یعنی جیسے کھیتی کے لئے بیج بویا جاتا ہے پھر اس کو پانی وغیرہ دیا جاتا ہے تاکہ پھل پیدا ہو اسی طرح وہ آخرت کی کھیتی کرنا چاہتا ہے اس کے لئے بیج ڈال کر اس کی پرورش کرتا ہے ایمان سے اور اعمال صالحہ سے) ہم اس کے لئے اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو (کہ ساری کوشش اسی زندگی پر خرچ کر دے) تو ہم اسکو دنیا میں سے کچھ دے دیں گے اور ایسے شخص کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے۔

(۴۳) فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ

وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ
وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ
الْبَغْىُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ (شوریٰ ع ۴)

"پس جو کچھ تم کو (اس دنیا میں) دیا گیا وہ محض چند روزہ زندگی کے برتنے کے لئے ہے (بہت جلد فنا ہو جانے والا ہے اور آخرت میں) جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بدرجہا بہتر اور پائدار ہے۔ وہ اُن لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں اور جو کبیرہ گناہ سے اور بے حیائی کی باتوں سے احتراز کرتے ہیں۔ اور جب اُنکو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ اور (یہ وہ لوگ ہیں) جنہوں نے اپنے رب کا کہنا مانا اور نماز کو قائم کیا، اور اُن کا (ہر مہتم بالشان) کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔ اور (وہ لوگ ہیں کہ) ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے (خوب) خرچ کرتے ہیں۔ اور جو ایسے (منصف مزاج ہیں) کہ اگر ان پر ظلم ہو (اور ان کو ..... بدلہ لینے کی ضرورت پڑے) تو برابر کا بدلہ لیتے ہیں" (یہ نہیں کہ ایک کے بدلہ میں دو اور کسی کا بدلہ کسی سے لے لیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ ان آیات میں بعض اہم امور اور خصوصی اوصاف کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے چاروں خلفائے راشدین کی طرف ترتیب خلافت سے نمبر وار اشارہ ہے)۔

(۴۴) وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (زخرف - ع ۳)

اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بدرجہا بہتر ہے جس (دنیا) کو یہ لوگ جمع کرتے ہیں"۔ (اس کے بعد دنیوی زیب و زینت کی چند اشیاء ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہے) وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ (زخرف، ع ۳) (اوپر سے سونے چاندی کی چھتوں اور دروازوں وغیرہ کے ذکر کے بعد ارشاد ہے) اور یہ سب کا سب صرف دنیوی زندگی کی چند روزہ کامرانی ہے (دو چار دن کی بہار ہے) اور آپ کے رب کے یہاں آخرت تو متقی لوگوں کے لئے ہے"۔

(۴۵) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ
وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (ذاریات ع ۳)

"اور میں نے جن اور انس کو صرف اسی لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کیا کریں۔ میں ان سے رزق رسانی نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلایا کریں۔ حق تعالیٰ شانہ تو خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا قوی نہایت قوت والا ہے"

(۶۴) اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۔ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (حدید ع ۳)

"تم خوب جان لو کہ دنیوی زندگی (ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ آدمی اسی میں لگ جائے یہ تو) محض لہو و لعب اور ظاہری زیب و زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے اور اموال و اولاد میں ایک دوسرے پر بڑھوتری ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ مینہ برسا کہ اس کی وجہ سے پیداوار (ایسی بڑھی کہ وہ) کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہونے لگی۔ پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے کہ تو اس کو زرد دیکھتا ہے۔ پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے (یہی حالت دنیا کی زیب و زینت اور بہار کی ہے کہ آج زوروں پر ہے پھر اضمحلال ہے۔ پھر زوال ہے۔) اور آخرت کی یہ حالت ہے کہ اس میں سخت عذاب ہے (جس سے بچنے کی انتہائی کوشش ہونا چاہیئے اور خدا تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی ہے (جس کے حاصل کرنے کی کوشش اس کی شان کے مناسب ہونا چاہیئے۔ اور یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ) دنیا کی زندگی دھوکہ کا سامان ہے (جب دنیا کی یہ حالت ہے اور آخرت کی یہ کیفیت تو سعادت کی بات یہ ہے کہ) تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو (اور اس کی شان کے مناسب کوشش کرو اور نہایت اہتمام سے دوڑو) ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے جو ایسے لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل و احسان ہے وہ جس کو

چاہتا ہے اپنے فضل سے نواز دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ بہت زیادہ فضل والے ہیں (مگر کوئی اُس کے فضل سے حصہ لینا بھی چاہے)

امام غزالی رح فرماتے ہیں کہ بچہ جب اس کو کچھ بھی سمجھ شروع ہوتی ہے تو وہ لہو و لعب کی طرف مشغول ہوتا ہے اور اس کے اندر اس کا ایسا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس کے مقابلہ میں اس کو کوئی چیز اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ پھر اس کے بعد جب وہ ذرا بڑا ہوتا ہے تو اس میں زیب و زینت اچھے کپڑوں کا پہننا، گھوڑے وغیرہ کی سواری کا شوق پیدا ہوتا ہے جس کے سامنے لہو و لعب کی لذت بھی لغو ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اسمیں جوانی کی لذتوں کا زور ہوتا ہے شہوت پوری کرنے کے مقابلہ میں اس کی نگاہ میں کوئی چیز نہیں رہتی۔ نہ مال و متاع کی وقعت رہتی ہے نہ عزت و آبرو کی۔ اس کے بعد پھر اس میں بڑائی اور تفاخر اور ریاست کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو پہلے جذبوں پر غالب آجاتا ہے۔ یہ سب دنیاوی لذات ہیں۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی معرفت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس کے مقابلہ میں ہر چیز لغو بن جاتی ہے۔ یہی اصل جذبہ ہے جو سب سے زیادہ قوی ہے۔ پس ابتدائی زمانہ میں کھیل کود کی رغبت ہوتی ہے اور بلوغ کے شروع میں شہوت کا زور ہوتا ہے۔ بیس سال کی عمر کے بعد سے ریاست کا جذبہ شروع ہوتا ہے اور چالیس سال کی عمر کے قریب سے علوم اور معرفت کا جذبہ شروع ہوتا ہے۔ جیسا کہ بچپن میں بچہ کھیل کے مقابلہ میں عورتوں کے اختلاط اور ریاست کو لغو سمجھتا ہے۔ اسی طرح یہ دنیادار ان لوگوں پر ہنستے ہیں جو اللہ کی معرفت میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور یہ اللہ والے سمجھتے ہیں کہ یہ بچے ہیں بلوغ کے لطف کو جانتے ہی نہیں۔ (احیاء)

اس آیتِ شریفہ میں دنیوی لذات کے سب انواع کو ذکر فرما کر اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ ساری ہی لذتیں دھوکہ ہیں اور کام آنے والی صرف آخرت اور آخرت کی زندگی ہے۔ دنیا کی ساری لذتیں اس کھیتی کی طرح ہیں جو لہلہا کر خشک ہو جائے پھر اس کو ہوا اڑا کر فنا کر دے۔

(۴۷) اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝

(دہر۔ ع ۲) یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے آنے والے ایک بھاری دن کو

چھوڑ بیٹھے ہیں (یعنی قیامت کے دن کی نہ تو کوئی فکر ہے نہ اس کی کوئی تیاری ہے۔ دنیا کی محبت نے ایسا اندھا کر رکھا ہے کہ ذرا بھی تو اس انتہائی مصیبت کے دن کی پروا نہیں ہے"

(۴۸) فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ ۝ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ ۝ فَأَمَّا مَن طَغَىٰ ۝ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ (والنازعات) "پس جس دن وہ بہت بڑا ہنگامہ (مصیبت کا دن یعنے قیامت کا دن) آجائیگا جس دن آدمی یاد کریگا کہ (دنیا میں) کس کام کے لئے کوشش کی تھی اور دوزخ اس دن آنکھوں کے سامنے ہوگی (اس دن کا قانون یہ ہے) کہ جس شخص نے (دنیا میں) سرکشی کی ہوگی اور دنیاوی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دی ہوگی اس کا ٹھکانا تو جہنم ہوگا۔ اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور نفس کو (حرام خواہشات) سے روکا ہوگا۔ پس جنت اس کا ٹھکانا ہوگا

(۴۹) قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ۝ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝ إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ۝ (اعلیٰ)

"بے شک بامراد ہو گیا وہ شخص جو (برائیوں سے) پاک ہوا اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا (مگر تم لوگ قرآن پاک کی نصیحتوں پر عمل ہی نہیں کرتے) بلکہ تم تو دنیوی زندگی کو (آخرت کی زندگی پر) ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت (دنیا سے کہیں زیادہ بہتر) ہے۔ اور ہمیشہ رہنے والی ہے یہی مضمون اگلے صحیفوں میں ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ (علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام) کے صحیفوں میں ہے"

فائدہ:- ان صحیفوں کے مضامین بہت سے آثار اور روایات میں ذکر کئے گئے ہیں ایک حدیث میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ کل کتابیں کتنی نازل ہوئیں۔ حضور نے فرمایا سو صحیفے اور چار کتابیں۔ ان میں سے حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل ہوئے اور حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس اور حضرت ابراہیم علیہ السلام

پر دس۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے قبل دس صحیفے نازل ہوئے۔ اور چار کتابیں تورات (حضرت موسیٰ ؑ پر) انجیل (حضرت عیسیٰ ؑ پر) زبور (حضرت داؤد ؑ پر) اور قرآن (سید الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) نازل ہوئیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا حضور ؐ نے ارشاد فرمایا سب امثال (تنبیہات) تھیں (ایک مضمون اس کا یہ ہے) اور غلبہ کر کے حکومت لینے والے بادشاہ، اور مغرور میں نے تجھے اس لئے نہیں اٹھایا تھا کہ تو دنیا کو تو جمع کرتا رہے۔ میں نے تجھے اس لئے ابھارا تھا کہ تو مظلوم کی آواز کو مجھ تک نہ آنے دے۔ (اس کی داد رسی وہیں کر دے) اس لئے کہ میں اس کی پکار کو رد نہیں کروں گا چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ عقل والے کے لئے ضروری ہے کہ اگر اس کی عقل مغلوب نہیں ہو گئی کہ اپنے اوقات کو تین حصوں پر تقسیم کرے۔ ایک حصہ میں اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز (اس کی عبادت) کرے۔ ایک حصہ اپنے اوپر محاسبہ میں خرچ کرے کہ میں نے کیا کیا (کتنے اوقات نیکیاں کمانے میں خرچ کئے، کتنے برائیاں اور گناہ کمانے میں اور ان اوقات میں کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا برے کام کئے۔ نیکیاں کس درجہ کی کمائیں اور گناہ کس درجہ کے کئے اور کتنے اوقات محض بیکار ضائع کر دیئے) اور ایک حصہ اپنی جائز ضروریات (کھانے کمانے) میں خرچ کرے۔ تاکہ یہ حصہ اوقات کا پہلے دو حصوں کے لئے مددگار بنے اور دل جمعی کا اور پہلے دونوں کاموں کے لئے وقت فارغ کرنے کا سبب بنے اور عاقل کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اوقات کا محافظ ہو۔ اپنے مشاغل میں متوجہ رہے، اپنی زبان کی حفاظت کرے جو شخص اپنی بات کی نگہبانی کرے گا۔ بیکار باتوں میں گفتگو کم کریگا اور عاقل کے ذمہ ضروری ہے کہ تین باتوں کا طالب رہے۔ ایک اپنی گذر اوقات یعنی معاش کی اصلاح کا۔ دوسری آخرت کا توشہ تیسری جائز لذتیں (کھانا، پینا سونا وغیرہ۔ ان تین کے علاوہ جس میں بھی وقت ضائع کیا جائے محض بیکار اور لغو ہے۔ جب آدمی کوئی بات یا کام شروع کرے تو یہ سوچ لے کہ ان تین میں سے کون سے میں داخل ہے" حضرت ابوذر ؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا ارشاد فرمایا کہ سب کی سب عبرت کی باتیں تھیں (منجملہ ان کے یہ بھی تھا) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس

کو موت کا یقین ہو پھر وہ کسی بات پر کس طرح خوش ہوتا ہے (کہ موت ہر وقت سر پر سوار ہے نہ معلوم کس وقت آجائے) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو موت کا یقین ہے۔ پھر اس کو کسی بات پر ہنسی آئے۔ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا کو اور اس کے انقلابات کو دیکھے کہ آج ایک شخص لکھ پتی ہے کل کو فقیر اور ٹکڑے ٹکڑے کا محتاج ہے۔ آج ایک شخص جیل خانہ میں ہے اور کل کو حاکم بن رہا ہے) پھر اس کی کسی بات پر اطمینان کرے اور (تعجب ہے) اس شخص پر جو تقدیر پر یقین رکھتا ہو۔ پھر وہ کسی بات پر رنج کرے۔ اور (تعجب ہے) اس شخص پر جس کو (قیامت کے دن) حساب کا یقین ہے پھر وہ عمل نہ کرے (کہ اس دن ہر قسم کا جانی مالی مطالبہ، نیک اعمال ہی سے پورا کیا جائے گا اور اپنے پاس نیک عمل نہ ہوں گے تو دوسرے کے گناہ حساب پورا کرنے کو لینے پڑیں گے) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر بھی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں میں سے کچھ نازل ہوا حضورؐ نے فرمایا ہاں یہی آیت قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (درمنثور)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے سورہ نجم میں حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کی تعریف میں فرمایا وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى اور وہ ابراہیم جنہوں نے پورا پورا ادا کر دیا یعنی اسلام کے سارے سہاموں کو پورا کر دیا۔ اسلام کے کل تیس سہام ہیں جن میں سے دس تو سورۂ براۃ میں ذکر کئے گئے ہیں ان آیات میں اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (توبہ۔ ع ۱۴) اور دس سورۂ احزاب میں ان آیات میں اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ (ع ۵) اور چھ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ کی شروع کی آیات میں اور چار سَاَلَ سَآئِلٌ میں وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ۔ (معارج۔ ع ۱) یہ سب تیس ہوئے جو ان میں سے کسی ایک چیز کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں جائیگا وہ اسلام کے ایک سہام کے ساتھ جائے گا۔ (درمنثور)

(۵) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝

(دنیوی سامان پر) تفاخر نے تم کو (آخرت سے) غافل کر رکھا ہے حتیٰ کہ تم (مر کر) قبرستان میں پہنچ جاتے ہو ہرگز (یہ چیزیں قابلِ فخر اور توجہ) نہیں ہیں۔ تم کو بہت جلد (قبر میں جاتے ہی) معلوم ہو جائے گا (کہ دنیا کیا تھی اور آخرت کیا ہے) پھر تم کو دوسری مرتبہ متنبہ کیا جاتا ہے کہ ہرگز (یہ چیزیں قابلِ فخر والتفات نہیں تم کو بہت جلد (قبروں سے نکلتے ہی حشر میں) معلوم ہو جائے گا اور تم کو تیسری دفعہ متنبہ کیا جاتا ہے کہ ہرگز (یہ چیزیں قابلِ فخر والتفات) نہیں اگر تم یقینی طور پر (قرآن و حدیث سے اس بات) کو جان لیتے (کہ یہ یہ چیزیں قابلِ تفاخر نہیں ہیں جیسا کہ تم کو مرنے کے بعد اس کا یقین ہوا تو کبھی بھی ان میں مشغول نہ ہوتے) واللہ تم جہنم کو ضرور دیکھو گے (وہ کوئی فرضی چیز نہیں ہے دوبارہ تم سے تاکید سے) پھر کہا جاتا ہے کہ واللہ تم اس کو ایسا دیکھو گے جو خود یقین ہے (یعنی اس کا دیکھنا بالکل یقینی اور قطعی ہے) پھر اس دن تم سے ساری نعمتوں کی پوچھ ہو گی (کہ اللہ کی نعمتوں کا کیا حق ادا کیا")

فائدہ:- ان نعمتوں کے سوال کے متعلق بہت سی تفصیل بہت سی احادیث میں آئی ہیں۔ اور جتنی تفاصیل آئی ہیں وہ سب ہی مثال کے طور پر ہیں حق تعالیٰ شانہ کی نعمتوں کا جو ہر وقت ہر آن ہر آدمی پر بارش کی طرح سے برستی رہتی ہیں۔ کون احاطہ یا شمار کر سکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کا پاک ارشاد بالکل حق ہے وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا۔ (ابراہیم ع ۵۔ نحل ع ۲) اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو تو شمار بھی نہیں کر سکتے"۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے یہ سورت تلاوت فرمائی اور جب یہ پڑھا ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ط "پھر اس دن نعمتوں سے سوال کئے جاؤ گے" تو ارشاد فرمایا کہ تمہارے رب کے سامنے تم سے ٹھنڈے پانی کا سوال کیا جائے گا۔ مکانوں کے سایہ کا سوال کیا جائیگا (کہ ہم نے دھوپ اور بارش سے بچنے کے لئے سایہ عطا کیا تھا) پیٹ بھر کر کھانے سے سوال کیا جائے گا۔ اعضاء کے صحیح سالم ہونے سے سوال کیا جائے گا۔ (کہ ہم نے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کان وغیرہ صحیح سالم عطا کئے تھے ان کا کیا حق ادا کیا) میٹھی نیند سے

سوال کیا جائے گا جیسے کہ اگر تم نے کسی عورت سے منگنی چاہی کسی اور شخص نے بھی اس عورت سے منگنی چاہی .... اور اللہ تعالیٰ نے تم سے اس کا نکاح کرا دیا تو اس سے بھی سوال ہوگا کہ یہ حق تعالیٰ شانہٗ کا تم پر احسان تھا کہ بیٹی والوں کے دل میں حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ بات ڈالی کہ وہ تم سے اس کا نکاح کریں دوسرے سے نہ کریں۔ اور ان چیزوں کو جو اس حدیث شریف میں ذکر کی گئیں غور کرنے سے آدمی اندازہ کر سکتا ہے کہ اس پر ہر وقت اللہ تعالیٰ شانہٗ کے کس قدر احسانات ہیں۔ اور ان چیزوں میں غریب امیر سب ہی شریک ہیں۔ کون شخص غریب سے غریب فقیر سے فقیر ایسا ہے جس پر ہر وقت اللہ تعالیٰ شانہٗ کے بے انتہا انعامات نہ برستے ہوں۔ ایک صحت اور اعضاء کی تن درستی ہی ایسی چیز ہے اور اس سے بڑھ کر ہر وقت سانس کا آتے رہنا ہی ایک ایسی نعمت ہے جو ہر وقت ہر زندہ کو میسر ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو بعض صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ کون سی نعمتوں میں ہم ہیں۔ جَو کی روٹی وہ بھی آدھی بھوک ملتی ہے۔ پیٹ بھر کر نہیں ملتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ ان سے فرمائیں کیا تم جوتہ نہیں پہنتے، ٹھنڈا پانی نہیں پیتے۔ یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن نعمتوں کا سوال ہوگا۔ وہ بدن کی صحت اور ٹھنڈا پانی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جن نعمتوں کا سوال ہوگا وہ روٹی کا ٹکڑا ہے جس کو کھائے اور وہ پانی ہے جس سے پیاس بجھائے اور وہ کپڑے کا ٹکڑا ہے جس سے بدن چھپائے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ سخت دھوپ میں دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی وہ اپنے گھر سے تشریف لائے اور حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا کہ اس وقت کیسے آنا ہوا۔ انھوں نے فرمایا کہ بھوک کی شدت نے مجبور کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اسی بے چینی نے مجھے بھی مجبور کیا۔ یہ دونوں اسی حال میں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ سے تشریف لائے اور ان سے دریافت کیا کہ تم اس وقت کہاں آئے۔

انھوں نے عرض کیا کہ حضور بھوک کی شدت نے مجبور کیا حضورؐ نے فرمایا کہ اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں ...... یہ تینوں حضرات اٹھ کر حضرت ابوایوب انصاری رضؓ کے مکان پر تشریف لے گئے وہ خود تو موجود نہیں تھے۔ ان کی اہلیہ نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔ حضورؐ نے دریافت کیا کہ ابوایوب کہاں ہیں۔ بیوی نے عرض کیا کہ حضورؐ ابھی آتے ہیں۔ اتنے میں ابوایوبؓ آگئے۔ اور جلدی سے کھجور کا ایک خوشہ توڑ کر لائے حضورؐ نے فرمایا سارا خوشہ کیوں توڑ لیا اس میں سے پکی پکی کیوں نہ چھانٹ لیں۔ انہوں نے عرض کیا حضرت اس خیال سے توڑ لیا کہ پکی اور ادھ کچری اور خشک وتر ہر قسم کی سامنے ہو جائیں جس کی رغبت ہو۔ ان حضرات نے ہر قسم کی کھجوریں اس خوشہ میں سے نوش فرمائیں۔ اتنی دیر میں حضرت ابوایوبؓ نے ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے جلدی سے کچھ حصہ آگ پر بھونا کچھ ہانڈی میں پکایا۔ اور ان حضرات کے سامنے لاکر رکھا حضورؐ نے ذرا سا گوشت ایک روٹی میں لپیٹ کر ابوایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو دے آؤ۔ اس نے بھی کئی دن سے ایسی کوئی چیز نہیں کھائی۔ وہ جلدی سے دے آئے۔ ان حضرات نے گوشت روٹی کھایا۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا اللہ کی اتنی نعمتیں کھائیں، گوشت، اور روٹی اور کچی کھجوریں، پکی کھجوریں، یہ فرماتے ہوئے حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ارشاد فرمایا کہ یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا صحابہ کو یہ سن کر بڑا شاق ہوا کہ ایسی سخت بھوک کی حالت میں یہ چیزیں بھی بازپرس کے قابل ہیں، حضورؐ نے فرمایا بیشک ہیں اور اس کی تلافی یہ ہے کہ جب شروع کرو تو بسم اللہ کے ساتھ شروع کرو اور جب ختم کرو تو یہ دعا پڑھو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هُوَ اَشْبَعَنَا وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا وَاَفْضَلَ۔ "تمام تعریفیں صرف اللہ ہی کے لئے ہیں کہ اسی نے ہم کو محض اپنے فضل سے، پیٹ بھر کر عطا کیا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا کیا۔"

(در منثور)

اس مضمون کی بہت سی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ان کا ذکر اس وقت مقصود نہیں ہے۔ اس وقت تو صرف یہ دکھانا مقصود تھا کہ دنیا کی ناپائیداری کو اس کے ناقابل التفات ہونے کو آخرت کے مقابلہ میں اس کے بالکل ہیچ ہونے کو اس میں اشتغال کے، خسارہ ہونے اور انجام کار عذاب تک پہنچ جانے کو کس کثرت سے حق تعالیٰ شانہٗ نے

کلام اللہ شریف میں فرمایا اور بار بار اس پر تنبیہ فرمائی جس میں سے نمونہ کے طور پر پچاس آیتوں کا ذکر اس جگہ کیا گیا۔ ان کے علاوہ اور بھی بکثرت آیات سے اس مضمون پر تنبیہ فرمائی ہے۔ کس قدر حیرت اور غیرت کی بات ہے کہ جتنی زیادہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے اس پر تنبیہ ہے اتنی ہی زیادہ ہماری طرف سے اس میں غفلت برتی جا رہی ہے۔ اس کے بعد اس پاک بارگاہ میں حاضری کا کیا منہ رہ جاتا ہے (فالی اللہ المشتکی وھو المستعان)

(۲) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ط اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ (بقرہ ع ۱۹)

اور ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے (جو مخالفین کی طرف سے یا حوادث سے پیش آئے) اور (کسی قدر) فقر و فاقہ سے اور کسی قدر مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے (بس تم لوگ اس قسم کی جو چیزیں پیش آویں اُن پر صبر کرنا) اور آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت سنا دیجئے (جن کی یہ عادت ہے) کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط پڑھتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ شانہٗ کی خاص خاص رحمتیں ہیں اور رحمت عامہ بھی ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

فائدہ: مصیبت کے وقت انا للہ کا زبان سے پڑھنا بھی مفید اور باعث اجر ہے اور دل سے اس کے معنی سمجھ کر پڑھنا اور بھی زیادہ موثر اور باعث اجر اور باعث طمانیت ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "ہم سب کے سب (مع اپنی جانوں کے اور مالوں کے) اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں (اور مالک کو اپنی ملک میں ہر طرح کا تصرف کا حق ہے۔ وہ جس طرح چاہے تصرف کرے) اور ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں" یعنی مرنے کے بعد سب کو وہیں جانا ہے۔ یہاں کے نقصانات اور تکالیف کا بدلہ اور ثواب بہت زیادہ وہاں ملیگا۔ جیسا کہ دنیا میں کسی شخص کا کچھ نقصان ہو جائے اور اس کو کامل یقین ہو کہ اس نقصان کے بدلہ میں اس سے بہت زیادہ بہت جلد مل جائے گا تو اس کو اپنے نقصان کا

ذرا سا بھی رنج نہیں ہوتا اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ کے یہاں زیادہ سے زیادہ بدلہ ملنے کا یقین ہو جائے تو پھر ذرا بھی کلفت نہ رہے۔ لیکن ہم لوگوں میں چونکہ ایمان اور یقین کی کمی ہے اس درجہ سے ذراسی مشقت ذراسی تکلیف ذراسا نقصان بھی ہمارے لئے مصیبت عظمیٰ بن جاتا ہے حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کلام پاک میں اس کی طرف بھی مجملاً اور مفصلاً بہت جگہ تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ دنیا سخت ابتلاء اور امتحان کی جگہ ہے۔ اور کتنی کتنی مضمونوں میں امتحان ہوتا ہے کبھی مال کی افراط سے کہ اس کو کس طرح کمایا۔ اور کس طرح خرچ کیا جا رہا ہے۔ اور کبھی فقر و فاقہ سے کہ اس کا کس طرح استقبال کیا جا رہا ہے۔ جزع و فزع سے یا صبر و صلوٰۃ سے۔ اسی لئے بار بار صبر و صلوٰۃ اور اللہ کی طرف رجوع کی ترغیبیں دی جاتی ہیں اور اس پر تنبیہ کی جاتی ہے کہ تم آجکل زیر امتحان ہو ایسا نہ ہو کہ اس امتحان میں فیل ہو جاؤ۔ نمونہ کے طور پر چند آیات کی طرف اشارہ کرتا ہوں:۔

(۱) وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (بقرہ۔ ع ۵) "اور مدد حاصل کرو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ"

حضرت قتادہؓ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں چیزیں اللہ کی طرف سے مدد ہیں ان سے مدد لو۔ حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضورؐ کے ساتھ سواری پر سوار تھا حضورؐ نے فرمایا لڑکے میں تجھے چند باتیں بتاتا ہوں۔ تجھے حق تعالیٰ شانہٗ ان سے نفع دیں گے۔ میں نے عرض کیا ضرور بتائیں ارشاد فرمایا کہ اللہ کی حفاظت کر (یعنی اس کے حقوق ادا کر) اللہ تعالیٰ شانہٗ تیری حفاظت فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ (کے حقوق) کی حفاظت کر تو اس کو (ہر وقت اپنی مدد کے لئے) سامنے پائے گا۔ ثروت کی حالت میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کو پہچان لے (یعنی یاد کرلے) وہ تجھے مصیبت کے اوقات میں پہچانے گا (مدد کرے گا) اور یہ اچھی طرح جان لے کہ جو کچھ بھی مصیبت تجھے پہنچی ہے وہ ہرگز تجھ سے چوکنے والی نہ تھی اور جو نہیں پہنچی وہ کبھی بھی پہنچنے والی نہ تھی۔ اگر ساری مخلوق سب کی سب مل کر اس کی کوشش کریں کہ وہ تجھے کچھ دیں اور اللہ تعالیٰ شانہ اس کا ارادہ نہ کریں تو وہ سب کے سب ہرگز اس پہ قادر نہیں ہو سکتے کہ تجھے کچھ دیدیں اور اگر وہ سب کے سب مل کر تجھ سے کسی مصیبت کو ہٹانا

چاہیں اور اللہ تعالیٰ شانہ چاہے تو وہ کبھی بھی اس مصیبت کو نہیں ہٹا سکتے۔ تقدیر کا قلم ہر اس چیز کو لکھ چکا ہے جو قیامت تک ہونے والی ہے۔ جب تو کچھ مانگے تو صرف اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد چاہے تو صرف اللہ ہی سے مدد چاہ۔ اور جب بھروسہ کرے تو صرف اللہ ہی پر بھروسہ کر ایمان و یقین میں شکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کر اور یہ خوب جان لے کہ ناگوار چیزوں پر صبر بہت بہتر چیز ہے اور اللہ کی مدد صبر کے ساتھ ہے اور مصیبت کے ساتھ راحت ہے اور تنگدستی کے ساتھ فراخ دستی ہے۔ یعنی جب کوئی تکلیف پہنچے تو سمجھ لو کہ اب کوئی راحت بھی ملنے والی ہے۔ اور جب تنگی ہو تو سمجھو کہ اب فراخی بھی ہونے والی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص بھوکا ہو یا محتاج ہو اور اپنی حاجت کو لوگوں سے چھپائے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ اس کو ایک سال کی روزی حلال طریقہ سے عطا فرمائیں گے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی اہم چیز پیش آتی نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔

حضور کا ارشاد ہے کہ پہلے انبیاء کو جب بھی کوئی مشکل پیش آتی وہ نماز میں مشغول ہوتے حضرت ابن عباسؓ ایک مرتبہ سفر میں جا رہے تھے۔ راستہ میں اپنے بیٹے کے انتقال کی خبر سنی۔ سواری سے اترے، دو رکعت نماز پڑھی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے، پھر یہ آیت وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ پڑھی۔

حضرت عبادہؓ کے جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو فرمایا کہ میں تم میں سے ہر شخص کو اس سے روکتا ہوں کہ کوئی مجھے روئے اور جب میری جان نکل جائے تو ہر شخص بہت اچھی طرح وضو کرے اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے … میرے لئے اور اپنے لئے دعائے مغفرت کرے اور پھر جلدی ہی مجھے دفن کر دینا (در منثور)

(۲) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ (بقرہ ع ۱۹) اے ایمان والو (مصیبتوں میں) صبر اور نماز کے ساتھ مدد حاصل کرو۔

(۳) وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ الآیہ (بقرہ ع ۲۲) اور صبر کرنے والے

تنگدستی میں اور بیماری میں اور خوف و قتال کے وقت" یہ آیت شریفہ پہلی فصل کے نمبر ۲ پر پوری گذر چکی۔

(۴) وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ٥ (بقرہ۔ ع ۳۳) "اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے" اس مضمون کی آیت قرآن پاک میں بہت جگہ نازل ہوئی۔ بار بار اللہ تعالیٰ شانہٗ یہ مژدہ اور تسلی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

(۵) اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ (آل عمران۔ ع ۲) یہ آیت شریفہ اسی فصل کے نمبر ا پر پوری گذر چکی۔

(۶) وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا (آل عمران۔ ع ۱۲) "اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو ان (کافروں) کا کوئی مکر تم کو ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

(۷) اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (آل عمران۔ ع ۱۴) "کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک نہیں جانا (یعنی ابھی تک امتحان نہیں لیا) اُن لوگوں کو جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور نہیں جانا (اور جانچا) صبر کرنے والوں کو" (اور یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ دین کے لئے ہر کوشش جہاد میں داخل ہے)

(۸) وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (آل عمران ع ۱۹) اگر تم صبر کرو اور پرہیزگار بنے رہو تو (بہتر ہے) کیونکہ صبر اور تقویٰ تاکیدی احکام میں سے ہیں۔"

(۹) وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا (انعام۔ ع ۴) "بہت سے رسول جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی (بے ایمانوں کی طرف سے) تکذیب کی گئی (اور ان کو سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں) پس انہوں نے اس پر صبر ہی کیا جو ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو تکلیفیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری مدد ان کو پہنچی (اسی طرح آپ بھی ان کی تکلیفوں پر صبر کرتے رہیں۔

(۱۰) قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا

مَنْ يَّشَاۤءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ قَالُوْۤا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۗ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ (اعراف - ع ۱۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد چاہتے رہو اور صبر کرتے رہو، زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اس کا وارث (اور حاکم) بنا دیتا ہے (چنانچہ اس وقت فرعون کو دے رکھی ہے) اور آخر کامیابی انھیں کو ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں (اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کروگے تو انجام کار تمہاری ہو جائے گی۔ حضرت موسیٰؑ کی قوم نے کہا کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے آپ کے تشریف لانے سے پہلے بھی (ہم پر مصیبتیں ڈالی جاتی تھیں اور ہماری اولاد کو قتل کیا جاتا تھا) اور آپ کے تشریف لانے کے بعد بھی (طرح طرح کی مصیبتیں ہم پر ڈالی جارہی ہیں) حضرت موسیٰ نے کہا بہت جلد حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیں گے اور بجائے ان کے تم کو اس زمین کا مالک بنا دیں گے پھر تمہیں دیکھیں گے کہ تم کیسا عمل کرتے ہو شکر اور اطاعت کرتے ہو یا ناقدری اور معصیت کرتے ہو۔ پھر جیسا تمہارا عمل ہوگا ویسا تمہارے ساتھ برتاؤ ہوگا۔

(۱۱) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (توبہ ع ۱۴) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور انکے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا کہ ان کو جنت ملے گی۔

فائدہ: جب مسلمانوں کا جان و مال سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت ہو چکا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ ایسی چیزوں میں جو اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں اور پھر مزید یہ کہ انکو خرید بھی لیا ہو جو چاہے تصرف کرے بلکہ مسلمانوں کے بیچ دینے کا مقتضا تو یہ ہے کہ اب یہ خود مشتری تک اس کا خریدا ہوا مال پہنچانے کی کوشش کریں اور خود اس پر پیش قدمی کریں چہ جائیکہ وہ خود اپنی خریدی ہوئی چیز لے تو اس میں بھی رنج و قلق کریں۔

(۱۲) وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ (یونس ع ۱۱)

"آپ اس کا اتباع کرتے رہیں جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور ان کی ایذا پر صبر کیجئے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (خود ہی ان کا) فیصلہ کردیں گے (چاہے دنیا میں ہلاکت سے کریں یا آخرت میں عذاب سے) اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں بہترین فیصلہ کرنیوالے ہیں"

(۱۳) وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ○ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ○

(ہود۔ ع ۲) اور اگر ہم آدمی کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر (راحت و دولت وغیرہ دے کر) اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ بہت نا امید ہو جاتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد جو اس پر واقع ہوئی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ بے فکر ہو کر کہنے لگتا ہے کہ میری برائیوں کا دور ختم ہو گیا (پھر وہ) اترانے لگتا ہے۔ شیخی مارنے لگتا ہے (حالانکہ نہ پہلی چیز مایوسی اور ناشکری کی تھی نہ دوسری حالت اکڑنے اور اترانے کی) البتہ جو لوگ صابر ہیں اور نیک عمل کرنے والے ہیں (وہ نہ مصیبت میں اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں، نہ راحت و ثروت میں شیخی مارتے ہیں) یہی لوگ ہیں جن کے لئے بڑی مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

(۱۴) اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (یوسف۔ ع ۱۰) بیشک جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اور (مصیبتوں پر) صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

(۱۵) اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ○ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ○ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ○ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ج سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (رعد۔ ع ۳)

اس کے سوا دوسری بات ہی نہیں کہ نصیحت تو سمجھ دار ہی قبول کرتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ سے جو کچھ انہوں نے عہد کیا اس کو پورا کرتے ہیں اور اس عہد کو توڑتے نہیں اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن .... تعلقات کو (رشتہ داری وغیرہ کے) قائم رکھنے کا اللہ نے حکم کیا ہے ان کو باقی رکھتے ہیں (ان کو توڑتے نہیں) اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور (قیامت کے دن کے) حساب کی سختی سے ڈرتے ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں جو اپنے رب کی خوشنودی کی خاطر (مصیبتوں پر) صبر کرتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس سے مخفی طور پر بھی اور علانیہ بھی خرچ کرتے ہیں اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں (یعنی کوئی ان کے ساتھ بد سلوکی کرے تو یہ پھر بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں) یہی لوگ ہیں جن کے لئے پچھلا گھر ہے یعنی ہمیشہ رہنے والی جنتیں جس میں یہ داخل ہوں گے اور (ان کے ساتھ ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو جنت میں داخل ہونے کے لائق ہوں گے (یعنی مومن ہونگے اگرچہ وہ اعمال اور درجوں کے اعتبار سے ان کے برابر نہ ہوں، داخل ہونگے) اور فرشتے ان لوگوں کے پاس جنت کے ہر دروازہ سے حاضر ہو کر سلام کریں گے (یا سلامتی کی بشارت دینگے کہ تم ہر آفت سے اب محفوظ ہو گئے یہ سب کچھ) اس وجہ سے ہے کہ تم نے صبر کیا تھا (اور دین پر مضبوط قائم رہے تھے) پس کیا ہی اچھا ہے پچھلا گھر۔"

فائدہ :- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت میں سب سے ادنیٰ درجہ کا آدمی جو ہو گا اس کو ایک محل صاف شفاف موتی کا ملے گا جس میں ستر ہزار کمرے ہوں گے اور ہر کمرہ میں ستر ہزار دروازے ہوں گے اور ہر دروازے سے ستر ہزار فرشتے سلام کرنے کے لئے آئیں گے۔

(۱۶) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ (ابراہیم ۔ ۱ع)

"اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال کر لاؤ اور ان کو اللہ تعالیٰ کے معاملات یاد دلاؤ (کہ جن پر انعام ہوا تو کیسا کیسا ہوا۔ اور عذاب ہوا تو کیسا سخت ہوا) بیشک ان معاملات میں عبرتیں ہیں ہر صبر

کرنیوالے کے لئے اور ہر شکر کرنے والے کیلئے (کہ اللہ کی نعمتوں پر شکر کرے اور مصیبتوں پر صبر کرے کہ صبر و شکر دونوں اس کے یہاں مطلوب اور مرغوب ہیں)

(۱۷) وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ط وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (نحل۔ ع۶)

"اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن چھوڑ دیا یعنی ہجرت کر کے دوسری جگہ چلے گئے) بعد اس کے کہ ان پر (کفار کی طرف سے) ظلم کیا گیا تھا ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا ثواب (اس دنیا کے ٹھکانے سے بھی) بہت بڑھا ہوا ہے کاش اُن لوگوں کو (اس کی خوبیوں کی اور بڑائی کی) خبر ہوتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے (اپنی مصیبتوں پر) صبر کیا۔ اور یہ لوگ اپنے اللہ پر توکل کرتے ہیں (گھر چھوڑتے وقت یہ نہیں سوچتے کہ دارالاسلام میں جا کر کھانے پینے کی کیا صورت ہو گی)

(۱۸) وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (نحل ع ۱۶)

"اور تم (اپنے اوپر ظلم کرنے والوں سے بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا اور اس وجہ سے کہ دوسرے نے ظلم کی ابتدا کی ہے تم بدلہ میں اس سے کہیں زیادہ بدلہ لے لو اس کا حق ہرگز نہیں ہے۔ یہ تو جب ہے جب تم بدلہ لینا ہی چاہو اور اگر تم صبر کر جاؤ تو یہ بات صابر وں کے لئے بہت اچھی چیز ہے۔ (اس کے بعد خاص طور سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ آپ کی شان بدلہ لینے سے بلند ہے اس لئے) آپ تو صبر کریں۔ اور نہیں ہے آپ کا صبر کرنا مگر اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے اور ان لوگوں (کی مخالفت) پر رنج نہ کیجئے۔ اور جو کچھ یہ (مخالفین آپ کی مخالفت میں) تدبیریں کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوجیے (کہ یہ آپ کا کچھ بھی نہیں کر سکتے اس لئے کہ آپ صاحب تقویٰ اور صاحب احسان ہیں) اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو متقی ہوں اور احسان

کرنے والے ہوں۔

(۱۹) اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

(کہف۔ رع ۱) ہم نے زمین کے اوپر کی سب چیزوں کو زمین کے لئے زینت بنایا ہے۔ تاکہ ہم اس کے ذریعہ لوگوں کا امتحان لیں کہ کون شخص زیادہ اچھے عمل کرتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی میں نے اس کا مطلب دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تاکہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کا امتحان لے کہ کون زیادہ عقلمند ہے (جو عقل کی بات کو اختیار کرے) اور کون حق تعالیٰ شانہٗ کی ناجائز کردہ چیزوں سے زیادہ احتیاط کرتا ہے۔ اور کون اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جلدی کرتا ہے۔

حضرت حسن رح کہتے ہیں کہ امتحان اس کا ہے کہ دنیا کو چھوڑنے میں زیادہ سخت کون ہے۔ اور سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ امتحان اس کا ہے کہ دنیا میں زیادہ زاہد کون ہے (درمنثور) یعنی دنیا کی نعمتوں اور لذتوں سے صبر کرنے والا کون سب سے زیادہ ہے۔

(۲۰) فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى (طہ۔ رع ۸)

"پس آپ انکی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیا کیجئے (جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نماز سب داخل ہے) آفتاب نکلنے سے پہلے (جس میں صبح کی نماز بھی آگئی) اور آفتاب غروب ہونے سے پہلے (جس میں ظہر، عصر بھی آگئیں)۔ اور رات کے حصہ میں بھی تسبیح کیا کیجئے

(جس میں مغرب، عشا بھی آگئیں اور دن کے اول حصہ میں اور آخر حصہ میں (تسبیح کے لئے مکرر کہا جاتا ہے جس میں صبح اور عصر کی نماز کی زیادہ تاکید آگئی۔ چنانچہ بہت سی احادیث میں ان کی خاص تاکید آئی ہو۔ اور صبح شام کی تسبیحیں بھی آگئیں تاکہ (آپ کو ان سب چیزوں پر جو آخرت کا بہت زیادہ ثواب ملے اس سے) آپ خوش ہو جائیں"

(۲۱) وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (حج۔ رع ۵)

"اور آپ (اللہ کے حکم کے سامنے) گردن جھکا دینے والوں کو خوشخبری (اللہ کی رضا اور جنت کی) سنا دیجئے جو ایسے لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل (اس کی عظمت اور خوف سے) ڈر جاتے ہیں اور جو اُن پر مصیبت پڑتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں اور جو نماز کی پابندی کرتے ہیں۔ اور اس چیز سے جو ہم نے ان کو دی ہے خرچ کرتے ہیں"۔ یہ آیت پہلی فصل کے نمبر ۱ پر مفصل گذر چکی۔

(۲۲) الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ ۝ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ (عنکبوت۔ ع۱) "کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ محض اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم تو مسلمان ہیں اور ان کو (مختلف انواع کے مصائب سے) آزمایا نہ جائے گا (ایسا نہیں ہو سکتا، یہ دنیا امتحان کا گھر ہے) اور ہم تو اُن لوگوں کا امتحان لے چکے ہیں جو اُن سے پہلے گذرے (ان میں بھی بعض اپنے دعووں میں سچے نکلے اور بعض جھوٹے۔ اسی طرح اب بھی) اللہ تعالیٰ (امتحانی قاعدہ سے) جان کر رہے گا۔ ان لوگوں کو جنہوں نے اپنی ایمان اور محبت کے دعووں میں سچ کہا اور ان لوگوں کو جنہوں نے جھوٹ بولا (چنانچہ ایسے ہی امتحانات میں جو سچے مسلمان ہیں وہ ان حوادث سے اور زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں۔ اور جو نالائق ہیں وہ اور زیادہ گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ بعض مرتد ہو کر اسلام ہی چھوڑ بیٹھتے ہیں یا مصائب کے ڈر سے برائیوں کی حمایت شروع کر دیتے ہیں) ہاں تو یہ لوگ جو برائیاں کر رہے ہیں کیا یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے ان کی یہ تجویز نہایت بیہودہ ہے"۔

(۲۳) نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ وَکَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّۃٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَھَا اللّٰہُ یَرْزُقُھَا وَاِیَّاکُمْ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (عنکبوت۔ ع۶)

"نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے وہ لوگ جنہوں نے مصیبتوں پر صبر کیا اور وہ (ہر تنگی میں روزی کی طرف سے ہو یا اور کسی بات سے) اپنے رب پر بھروسہ

رکھتے ہیں (اور اگر تمہیں یہ خیال ہو کہ آخر معاش کا ذریعہ کیا ہوگا تو آخر یہ تو سوچو کہ بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی روزی اٹھا کر نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ ہی ان کو روزی دیتا ہے اور وہی تم کو روزی دیتا ہے۔ وہ ہر مانگنے والے کی بات کو سننے والا ہے اور ہر شخص کے حال کو جاننے والا ہے" اسی سے مانگو وہ تمہاری حالت سے بخوبی واقف ہے جتنا مناسب سمجھے گا عطا کرے گا

(۲۴) اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ زمر۔ ع ۲ "اس کے سوا دوسری بات نہیں کہ صبر کرنے والوں کو ان کا بدلہ بے حساب (بےشمار) ملتا ہے"

(۲۵) وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (حٰم سجدہ۔ ع ۵)

"اور بھلائی اور برائی کبھی برابر نہیں ہوتیں (بلکہ ہر ایک کے نتائج اور اثرات جدا ہیں جب یہ بات ہے تو) آپ اور اسی طرح آپ کا اتباع کرنے والے بھی) برائی کو نیکی کے ساتھ ہٹا دیا کیجئے۔ پھر یکدم وہ شخص جس میں اور آپ میں عداوت ہے ایسا ہو جائے گا جیسا کہ دلی دوست ہوتا ہے (یعنی برائی کا بدلہ برائی سے کرنا عداوت کو کم نہیں کیا کرتا۔ بلکہ بڑھایا کرتا ہے۔ اور برائی کا بدلہ احسان سے کرنا اگر دوسرا بالکل ہی کمینہ نہ ہو تو اس کو ترک عداوت پر مجبور کر دیتا ہے .... حتی کہ وہ احسان مند ہو کر دوست بنجاتا ہے) لیکن چونکہ برائی اور ایذا رسانی کا بدلہ احسان سے کرنا بہت دشوار ہے اس لئے ارشاد ہے کہ) اور یہ عادت انہی کو دی جاتی ہے جو صابر ہوں (کہ مصائب کا تحمل ان کی عادت ہو گئی ہو) اور یہ عادت اسی کو دی جاتی ہے جو بڑا صاحبِ نصیب ہو اور اگر ایسے وقت آپ کو شیطان کی طرف سے کچھ وسوسہ آنے لگے (مثلاً یہی کہ اس کے ساتھ بھلائی کرنے سے اپنی توہین ہوگی یا اس کا حوصلہ بڑھ جائے گا وغیرہ وغیرہ) تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے۔

(۲۶) لَا یَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ ۫ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَیَئُوْسٌ قَنُوْطٌ ۝ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَیَقُوْلَنَّ هٰذَا لِیْ (حٰم سجدہ ع ۶)

"آدمی کا دل ترقی کی خواہش سے کبھی نہیں بھرتا۔ اور اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچ جائے تو بالکل مایوس ناامید ہی جاتا ہے (حالانکہ اللہ کی ذات سے ناامید کبھی بھی نہ ہونا چاہیے) اور اگر اس تکلیف کے بعد جو اس کو پہنچی ہم اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں تو کہتا ہے کہ یہ تو لازمی طور پر میرا حق ہے ہی" حالانکہ نہ اللہ تعالےٰ کی ذات سے ناامید ہونا چاہیے نہ اپنا کوئی استحقاق ہے

---

(۲۷) وَجَزَآءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَأُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ○ إِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ○ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ (شوریٰ ع ۱۱)

"اور برائی کا بدلہ اسی قسم کی برائی ہے (یعنی جس قسم کی برائی کسی نے کی اسی قسم کی برائی سے بدلہ لیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ فعل جائز ہو۔ مثلاً سخت کلامی کا بدلہ سخت کلامی۔ مار کا بدلہ مار ہے۔ یہ نہیں کہ سخت کلامی کا بدلہ مارنے سے لیا جائے) پھر جو شخص (بدلہ ہی نہ لے بلکہ) معاف کر دے اور اصلاح کرے (یعنی اُس کے ساتھ اچھائی کا برتاؤ کرے) تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو محبوب نہیں رکھتے اور جو اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد برابر کا بدلہ لیلے۔ پس ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ الزام صرف انہیں لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور دنیا میں سرکشی کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور جو (دوسروں کے ظلم پر) صبر کرے اور اس کو معاف کر دے۔ یہ البتہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے یعنی مظالم پر صبر کرنا اور معاف کرنا بڑی اولوالعزمی کی بات ہے)

(۲۸) تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۨ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ط (ملک - ع ۱)

وہ (پاک ذات) بڑی عالی شان ہے جس کے قبضہ میں تمام ملک ہے (ساری دنیا کی سلطنتیں اُسی کے قبضہ میں ہیں) اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ (پاک)

ذات ہے جس نے موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہارا امتحان کرے کہ کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے"

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے اس گھر کو زندگی اور موت کا گھر بنایا ہے اور آخرت کے گھر کو بدلہ اور بقاء کا گھر بنایا ہے (درمنثور)

اس گھر کی ساری تکالیف کا منتہا موت ہے اور وہ بہرحال آنے والی چیز ہے اور اُس گھر کی تکلیف کی کوئی انتہا ہی نہیں کہ وہاں موت بھی نہیں ہے۔

(۲۹) هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا ۝ إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۝ (دہر - ع ۱)

"بے شک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت آچکا ہے کہ وہ کچھ بھی قابلِ ذکر نہ تھا (کہ اس سے پہلے منی تھا اور اس سے پہلے وہ بھی نہ تھا) ہم نے اس کو نطفۂ مخلوط سے (یعنی ماں باپ کی منی کے ملنے سے) پیدا کیا کہ ہم اس کو جانچیں پھر ہم نے اس کو سنتا دیکھتا بنایا (یعنی آنکھ کان دیئے کہ حق بات خود دیکھے یا دوسروں سے سنے پھر) ہم نے اس کو (بھلائی) کا راستہ بتا دیا۔ (پھر وہ آدمی دو طرح کے ہو گئے) یا تو شکرگزار (اور مومن بن گیا) یا ناشکری کرنے والا (کافر) بن گیا۔

فائدہ:۔ جب یہ دار الامتحان ہے ایسی حالت میں کسی حالت پر بھی ناشکری کرتے ہوئے یہ سوچنا ضروری ہے کہ اللہ کے کتنے انعامات ایسے ہیں جن پر شکر اس تکلیف اور مصیبت سے زیادہ ضروری ہے۔

(۳۰) فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝ كَلَّا ۖ بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ۝ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝ كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ۝ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي

فَيَقُولُ رَبِّيْ اَهَانَنِ ۚ (والفجر - ع ۱)

پس آدمی کا جب حق تعالیٰ شانہ امتحان لیتا ہے پس (امتحان کے طور پر کبھی) اس پر انعام و اکرام فرماتا ہے (مال کا جاہ کا اور اس قسم کی چیزوں کا تاکہ ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی شکر گذاری کا امتحان ہو اور یہ جانچا جائے کہ اللہ کی ان نعمتوں میں کیا کارگذاری کی یہ مال اور جاہ اس کے راستہ میں خرچ ہوئے یا نا راضی میں) تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میرا اکرام کیا (یعنی اپنے مکرم اور معزز ہونے کا گھمنڈ شروع ہو جاتا ہے حالانکہ یہ گھمنڈ کی چیز نہیں ہے اور اگرچہ اللہ کا شکر اس کی نعمتوں پر بہت ضروری ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان نعمتوں کے امتحانی پہلو کا خوف بھی ضروری ہے اور جب حق تعالیٰ شانہ کو آدمی کا دوسری طرح امتحان کرنا مقصود ہوتا ہے) اور اس کو جانچتا ہے اس طرح پر کہ اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے (جس سے اس کے صبر اور رضا کا امتحان مقصود ہوتا ہے) تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا (یعنی میرے استحقاقِ اکرام کے باوجود مجھے نظروں سے گرا رکھا ہے۔ حالانکہ نہ مال و دولت اکرام کی دلیل ہے نہ فقر و فاقہ اہانت کی دلیل ہے) ہرگز نہیں (یہ بات بالکل نہیں ہے کہ روزی کی تنگی اہانت کی بات ہو) بلکہ (موجب اہانت یہ چیزیں ہیں کہ) تم یتیم کا اکرام نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے اور میراث کا مال سارا کھا جاتے ہو (اور دوسروں کا حق بھی ہضم کر جاتے ہو بالخصوص یتیموں اور ضعیفوں کا جو تم سے لڑ بھی نہ سکتے ہوں) اور تم مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو جو جڑ ہے ساری برائیوں کی سارے مظالم کی سارے عیوب کی اس لئے کہ دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے۔ تم لوگ ان چیزوں کو ہلکا سمجھتے ہو، ہرگز نہیں (یہ معمولی چیزیں نہیں ہیں) بلکہ جس وقت زمین کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور آپ کا رب اور فرشتے جوق جوق (میدانِ حشر میں) آئیں گے اور اس دن جہنم کو سامنے لایا جائے گا اس دن آدمی کو سمجھ آوے گی، اور اس وقت سمجھ آنے کا وقت کہاں رہے گا اس دن کا سمجھ میں آنا کارآمد نہیں)، اس دن آدمی کہے گا کہ کاش میں آج کی زندگی کے واسطے کچھ ذخیرہ آگے بھیج دیتا۔

(۳۶) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (پوری سورۂ والعصر)

قسم ہے زمانہ کی (کہ جس کے تغیرات موجب عبرت ہیں کہیں رنج، کہیں خوشی، کہیں ثروت کہیں عزبت، کہیں صحت کہیں بیماری) کہ انسان (اپنی عزیز عمر کو ضائع کر کے) بڑے خسارہ میں ہے۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے اور ایکدوسرے کو حق (بات کہنے کی اور حق پر قائم رہنے کی) وصیت (اور تاکید) کرتے رہے اور ایکدوسر کو صبر کی وصیت کرتے رہے" (جس میں طاعات پر اہتمام بھی داخل ہے اور شہوتوں اور ناجائز امور سے نفس کو روکنا بھی داخل ہے اور مصائب اور زمانہ کے حوادث پر صبر کرنا بھی داخل ہے)

یہ اکتیس ۳۱ آیات اشارہ کے طور پر ذکر کی گئی ہیں۔ ہر آیت شریفہ پر اگر فائدہ اور تنبیہ لکھی جائے تو بہت طول ہو جائے مشترک طریقہ سے یہ مضمون سب ہی میں مشترک ہے کہ یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے جس کی نہ دولت، عزت، باعث غرور و افتخار، نہ فقر و فاقہ باعث اہانت اور حقارت ہے۔ مال کا وجود بھی موجب شکر ہونے کے ساتھ امتحان کا ایک مضمون ہے۔ جیسا کہ فقر و فاقہ بھی موجب صبر ہونے کے علاوہ رضا کا امتحان ہے اور مال کا وجود امتحان کے اعتبار سے زیادہ سخت ہے اس لئے کہ اس امتحان میں آدمی بہت کم پاس ہوتے ہیں فیل زیادہ ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ مجھے تمہارے اوپر فقر و فاقہ کا اتنا خوف نہیں ہے جتنا اس بات کا خوف ہے کہ دنیا کی فتوحات اور اس کی نعمتیں تم پر پھیل جائیں اور تم اس میں ایسا دل لگا بیٹھو جیسا کہ پہلے لوگ اس کے ساتھ دل لگا بیٹھے پس یہ آفت تمہیں بھی ہلاک کر دے جیسا کہ ان کو ہلاک کر چکی ہے۔ اس لئے اس کے فتنہ سے بہت زیادہ بچنا چاہیئے اور ناداری اور مصائب کو بھی امتحان کی حیثیت سے برداشت کرنا چاہیئے۔

(۳۲) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ

اس کے سوا دوسری بات ہی نہیں کہ ایمان والے تو ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ جب

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (الانفال ع ۱)

(اُن کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے (تو اس کی عظمت اور خوف سے) ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جائیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو مضبوط کر دیں اور وہ صرف اپنے ہی رب پر توکل کرتے ہیں۔ اور نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ بس ایمان والے حقیقتاً یہی لوگ ہیں۔ ان کے لئے بڑے بڑے درجے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور ان کے لئے (اُن کے گناہوں سے) معافی ہے اور عزت کی روزی ہے۔"

فائدہ :- یہ آیت شریفہ پہلی فصل کے نمبر ۱۳ پر بھی گذر چکی ہے۔ یہاں اس لئے دوبارہ لکھی ہے کہ حقیقی مومن کی شان صرف اللہ جل شانہ پر توکل کرنا اسی پر اعتماد کرنا اسی پر بھروسہ کرنا اس کے غیر کی طرف التفات نہ کرنا اس آیت شریفہ میں وارد ہے۔ اور اس پر درجات کا بلند ہونا، گناہوں کا معاف ہونا اور عزت کی روزی کا وعدہ مذکور ہے۔ ان میں سے ہر چیز ایسی ہے کہ وہ تنہا بھی توکل پر انتہائی کوشش کا موجب ہوتی ہے۔ چہ جائے کہ تین ایسے اونچے وعدے اس پر اللہ جل شانہ کی طرف سے ہوں۔ اس کے بعد جتنی بھی اس صفت کے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے کم ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "اللہ پر توکل کا مطلب یہ ہے کہ اس کے غیر سے کوئی امید نہ رکھی جائے۔" حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ پر توکل ایمان کا مجموعہ ہے۔" (درمنثور)

اگر قرآن پاک میں صرف ایک ہی آیت اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کے متعلق نازل ہوتی تب بھی بہت کافی تھی۔ لیکن قرآن پاک میں اس کثرت سے اللہ پر اعتماد اور صرف اسی ذات پاک پر اعتماد کرنا اور مصائب اور حاجات میں صرف اسی کو پکارنا اور اسی سے مدد چاہنا اسی پر نظر رکھنا وارد ہوا ہے۔ کہ بہت کم دوسرے مضامین اتنی کثرت سے وارد ہوئے ہوں گے

بار بار اسی کا حکم ہے اور نیک اور پسندیدہ لوگوں کے احوال میں اسی کا ذکر ہے۔ اسی کی ترغیب ہے۔ اور ہونا بھی چاہیئے کہ حقیقت میں توکّل توحید کا ثمرہ ہے۔ جو شخص توحید میں جتنا زیادہ پختہ ہوگا اتنا ہی اس کا توکّل بڑھا ہوا ہوگا۔ اور چونکہ توحید ہی اسلام کی بنیاد ہے۔ ایمان کی جڑ ہے کہ بغیر توحید کے کوئی چیز معتبر نہیں۔ سارے مذہب اور ساری شریعت کا مدار توحید ہی پر ہے۔ اس لئے جتنا بھی اس کا اہتمام وارد ہو ظاہر ہے۔ اور پھر اللہ جل شانہٗ نے قرآن پاک میں اتنا اونچا بر وانۂ رضا توکّل پر ارشاد فرمایا ہے کہ مر مٹنے کے قابل ہے۔ اللہ کا پاک ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ توکّل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ صفت محبوبیت کے برابر کوئی صفت دنیا میں ہو سکتی ہے؟ کوئی شخص مالک الملک شہنشاہِ عالم کا محبوب بن جائے اس سے بڑھ کر کون سی عزّت وافتخار دنیا میں ہو سکتا ہے؟ پھر اس کی ذمہ داری کا بھی اللہ پاک کا وعدہ ہے کہ جو شخص اللہ پر توکّل کرلے تو وہ اس کو کافی ہے۔ بھلا پھر ایسے شخص کی کسی ضرورت کے لئے کسی اور کی کیا حاجت باقی رہے گی۔ اسی لئے حضور ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ اگر تم لوگ اللہ پر توکّل کرلو جیسا کہ اس کا حق ہے تو تم کو ایسی طرح روزی عطا کرے جیسا کہ پرندوں کو عطا کرتا ہے

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بالکلیہ منقطع ہو جائے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی ہر مشقت کی کفایت فرماتا ہے۔ اور ایسی طرح اس کو روزی عطا کرتا ہے جس کا اس کو گمان بھی نہ ہو۔ (احیاء العلوم)

احادیث کے سلسلہ میں پہلی حدیث کے ذیل میں بھی متعدد روایات اس مضمون کے مناسب آرہی ہیں اس جگہ بھی حسب معمول چند آیات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جن سے اللہ پر توکّل اسی کی طرف حاجات میں رجوع کا ارشاد وارد ہے۔ اور صرف نمونہ کے طور پر چند آیات ذکر کی جاتی ہیں کہ اختصار کے خیال سے ہر جگہ اجمال اور اشارات ہی پر اکتفا کیا گیا ہے اگر ہم لوگوں کو دین کا کچھ خیال ہو، آخرت کا اہتمام ہو، دنیا کے بیکار شغلوں سے ہم کو تھوڑا بہت وقت خالی مل جائے تو یہ آیات اور احادیث بہت اہتمام سے بہت غور و فکر سے سوچنے کی چیزیں ہیں۔

(۱) وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (آل عمران رع ۱۲) "مومنوں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہیئے" یعنی کسی دوسرے پر بھروسہ ذرا بھی نہ کرنا چاہیئے۔ یہ مضمون ان ہی الفاظ کے ساتھ قرآن پاک میں کئی جگہ وارد ہوا ہے بار بار نازل ہوا ہے (آل عمران۔ رع ۱۷) (مائدہ رع ۴) (توبہ رع ۷) (ابراہیم رع ۲) (مجادلہ رع ۲) (تغابن۔ رع ۱) ان سب آیات میں یہی ارشاد ہے۔

(۲) قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۚۙ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (آل عمران۔ رع ۸) (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہدیجئے کہ بیشک فضل (جس میں روزی بھی داخل ہے) تو خدا کے قبضہ میں ہے وہ اس کو جسے چاہیں عطا کر دیں۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں (اُن کے یہاں فضل کی کمی نہیں) خوب جاننے والے ہیں (کہ کس کو کس وقت کتنا دینا چاہیئے) خاص کر دیتے ہیں اپنی رحمت (اور فضل) کے ساتھ جس کو چاہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں "

(۳) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝ (آل عمران۔ رع ۱۷) حق تعالیٰ شانہ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں "

فائدہ:۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ محبوب بنا لے اس کے عروج کا کیا کہنا۔

(۴) اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۖ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ (آل عمران۔ رع ۱۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں ارشاد ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ ان لوگوں نے (یعنی دشمنوں نے) تمہارے مقابلہ کے) لئے بڑا سامان جمع کر رکھا ہے سو تم کو اُن سے اندیشہ کرنا چاہیے۔ تو اس خبر نے ان کے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کر دیا اور کہنے لگے کہ ہمیں حق تعالیٰ شانہ کافی ہے (ہر ... شانہ وہی کفایت فرمانے والا ہے) اور وہی بہترین کارساز ہے پس یہ لوگ

خدا کی نعمت اور فضل کے ساتھ (اس موقع سے اسی طرح) واپس ہوئے کہ انکو کوئی مضرت نہ پہنچی۔ اور وہ رضاء حق کے تابع رہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے (مسلمانو! ایسے حوادث میں ایک بات سمجھ لو کہ اس قسم کے واقعات میں) شیطان اپنے دوستوں سے ڈرایا کرتا ہے تم ان سے نہ ڈرا کرو اور صرف مجھ ہی سے ڈرا کرو اگر تم مومن ہو۔"

مطلب یہ ہے کہ جس وقت دشمنوں کے مقابلہ اور حملہ کی خبریں سنو تو اس سے خوفزدہ اور متوحش ہونے کی بات نہیں ہے۔ اللہ پر اعتماد کامل اور پورا بھروسہ رکھتے ہوئے اپنی امکانی تیاری کرو اور خوف صرف اس بات کا رکھو کہ ہم سے کوئی بات مالک کی مرضی کے خلاف صادر نہ ہو کہ اصل ہلاکت یہی ہے جو دنیا کی بھی ہلاکت ہے اور آخرت کی ہلاکت تو ہے ہی۔ اس کے علاوہ کسی سے خوف کی بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ دوسرے آدمی اس سے زیادہ تو کچھ نہیں کر سکتے کہ وہ مار دیں گے۔ سو موت بہر حال آنے والی چیز ہے اور اپنے وقت سے پہلے آ نہیں سکتی۔

(۵) وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝ (نساء، ع ۷) "اللہ تعالیٰ شانہٗ تمہاری مدد (اعانت) کے لئے بھی کافی ہے اور تمہاری حمایت کے لئے بھی کافی ہے۔"

(۶) وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝ (نساء، ع ۱۱) "آپ اللہ پر توکل کیجئے وہ کارساز ہونے کے لئے کافی ہے۔"

(۷) وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (مائدہ۔ ع ۴) "صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو۔"

(۸) قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ (انعام ع ۲) "آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ کے سوا کسی اور کو مددگار بناؤں؟ وہ اللہ جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ سب کو روزی دیتا ہے اسکو کوئی (بوجہ عدم احتیاج) روزی نہیں دیتا۔"

(۹) وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (انعام ع ۲) اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی مضرت پہنچائیں تو اس کا دور

کرنے والا ان کے سوا کوئی نہیں۔ اور اگر وہ کوئی نفع پہنچائیں تو کوئی روکنے والا نہیں) وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔"

(۱۰) وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (انفال۔ ع ۷) اور جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے (تو وہ اکثر غالب رہتا ہے اس لئے کہ) اللہ تعالیٰ بلاشبہ زبردست ہے (وہ اپنے اوپر اعتماد رکھنے والے کو غالب کرتا ہے اور اگر کبھی ایسا نہ ہو تو اس میں کوئی حکمت ہوتی ہے کیونکہ) وہ حکیم ہے

(۱۱) وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (انفال، ع ۸) آپ اللہ پر توکل کیجئے بلاشک وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے (لوگوں کی پکار کو بھی سنتا ہے اور ان کے احوال سے بھی بخوبی واقف ہے۔

(۱۲) وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُ ۚ (یونس ع ۲) جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے۔ لیٹے بھی بیٹھے بھی کھڑے بھی۔ پھر جب ہم (اس کی آہ وزاری سے) وہ تکلیف ہٹا دیتے ہیں تو پھر وہ (ہم سے ایسا بے تعلق ہو جاتا ہے گویا ہم کو کسی تکلیف کے لئے پکارا ہی نہ تھا۔ یہ بڑی حماقت ہے)

(۱۳) قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ (یونس۔ ع ۴) "آپ ان سے پوچھیں وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا وہ کون ہے جو تمہارے کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے پیدا کرتا ہے؟ اور وہ کون ہے جو سارے کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ پس وہ لامحالہ یہی کہیں گے کہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ پھر آپ ان سے کہئے کہ تم پھر اس سے کیوں نہیں ڈرتے" (دوسروں سے کیوں ڈرتے ہو)

(۱۴) وَقَالَ مُوسَىٰ يَا قَوْمِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِن كُنتُم

مُّسْلِمِیْنَ ۝ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا (یونس ۔ ع ۹) اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ، فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم (سچے دل سے) اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر توکل کرو اگر تم مسلمان ہو۔ پس ان لوگوں نے (جواب میں) کہا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا"۔

(۱۵) وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (یونس ع ۱۱) "اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں۔ وہ اپنا فضل جس کو چاہے پہنچادے وہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔

(۱۶) وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ہود ۔ ع ۱) اور کوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو (پس اسی سے روزی طلب کرنا چاہیئے)

(۱۷) قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ مَتَابِ (رعد ۔ ع ۱۱) "آپ کہدیجئے کہ وہی میرا رب ہے (میرا مربی ہے) اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کرلیا ہے اور اسی کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے"۔

(۱۸) اَلَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ (نحل ۔ ع ۱) یہی لوگ (جن کی اوپر مدح ہوئی) ایسے ہیں جو (مصائب میں) صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں"۔ یہ نہیں سوچتے کہ ہجرت کے بعد کھانے کا کیا انتظام ہوگا)

(۱۹) اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ (نحل ۔ ع ۱۳) اس کا (یعنی شیطان کا) قابو ایسے لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر دل سے) بھروسہ رکھتے ہیں"۔

(۲۰) وَاٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا (بنی اسرائیل ۔ ع ۱)

"اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (تورات) دی اور اس کو بنی اسرائیل

کے لئے ہدایت (کا ذریعہ) بنایا اور اس میں اور احکام کے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ بناؤ۔"

(۲۱) وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا (بنی اسرائیل - ع ۷) "اور جب تم کو دریا میں (طوفان وغیرہ کی) مصیبت پہنچتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا اور جتنوں کو پکارا کرتے تھے (ان کی عبادت کرتے تھے ان سے مدد چاہتے تھے) سب کھوئے جاتے ہیں۔ (دل میں بھی ان کا خیال نہیں آتا اس وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا جاتا ہے) اور جب اللہ تعالیٰ تم کو خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو اس سے روگردانی کرنے لگتے ہو۔ واقعی انسان بڑا ناشکرا ہے۔"

(۲۲) مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (کہف - ع ۴) "نہ تو ان کے لئے اللہ کے سوا کوئی مدد کرنے والا ہے اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے (کہ پارلیمنٹ سے رائے لے)

(۲۳) يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ (حج - ع ۲) اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایسی چیز کو پکارتا ہے (اس کی عبادت کرتا ہے) جو نہ نقصان دے سکتی ہے نہ نفع۔ یہ انتہائی گمراہی ہے۔"

(۲۴) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (فرقان - ع ۵) "اُس (پاک ذات) پر جو زندہ ہے اور کبھی اس پر موت طاری نہ ہوگی، توکل کیجیے"

(۲۵) وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ۝ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۝ (شعراء - ع ۵) وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفا دیتا ہے"

(۲۶) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ (شعراء - ع ۱۱) اور آپ اُس (پاک ذات) پر توکل کیجیے جو غالب ہے رحیم ہے۔"

(۲۷) فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ (عنکبوت - ع ۲) پس تم لوگ رزق خدا سے مانگو (کہ وہی رزق کا مالک ہے) اس کی عبادت

کرو اس کا شکر ادا کرو اسی کی طرف (قیامت میں) لوٹ کر جانا ہے "

(۲۸) وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (عنکبوت - ع ۶) کتنے جانور ایسے ہیں جو اپنی روزی اٹھا کر نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ ہی ان کو روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی (اور وہی بھروسہ کے قابل ہے) کیونکہ وہ سننے والا جاننے والا ہے

(۲۹) وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (احزاب - ع ۱) اور آپ اللہ پر توکل کیجئے وہی کارسازی کے لئے کافی ہے "

(۳۰) قُلْ مَنْ ذَا الَّذِىْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (احزاب ع ۲) آپ ان سے یہ فرما دیجئے کہ وہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے تم کو بچا سکے - اگر اللہ تعالیٰ تمکو کوئی برائی (کسی قسم کی مضرت نقصان) پہنچانا چاہے (تو کون روک سکتا ہے) یا وہ کون ہے جو خدا کی رحمت کو تم سے روک سکے - اگر وہ تم پر کسی قسم کا فضل کرنا چاہے (تو ساری دنیا مل کر نہیں روک سکتی اس کو خوب سمجھ لیں کہ) وہ خدا کے سوا نہ تو کوئی اپنا حمایتی پائینگے نہ مددگار "

(۳۱) اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ "کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ؟"

(۳۲) قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِىَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِىْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِىَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (زمر - ع ۴) آپ اُن سے فرمائیں کہ اچھا تو یہ بتاؤ کہ خدا کے سوا تم جن لوگوں کو پکارتے ہو (ان کی بندگی کرتے ہو) اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں ؟ یا اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر کوئی رحمت و عنایت کرنا چاہے تو کیا یہ اس کو روک سکتے ہیں ؟ آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے اور اسی پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں

(۳۳) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّىْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ (شوریٰ - ع ۲) "یہی اللہ میرا رب ہے اسی پر توکل رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں "

(۳۴) اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ ج وَھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ٥ (شوریٰ، ع ۲) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے جس شخص کو (جتنی زیادہ) چاہتا ہے روزی دیتا ہے وہ قوت والا اور زبردست ہے۔

(۳۵) وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (شوریٰ ع ۴) اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی کارساز ہے نہ مددگار ہے۔

(۳۶) وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ٥ ج (شوریٰ، ع ۴) اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بدرجہا بہتر اور باقی رہنے والی ہے وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

(۳۷) وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ (ذاریات۔ ع ۱) اور تمہارا رزق اور جن چیزوں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ سب آسمان میں ہے (یعنی وہاں لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے یا وہاں سے بارش وغیرہ کے ذریعہ سے نازل ہوتا ہے)

(۳۸) رَبَّنَا عَلَیْکَ تَوَکَّلْنَا وَاِلَیْکَ اَنَبْنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ (ممتحنہ۔ ع ۱) حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی دعا ہے) اے ہمارے رب تیرے ہی اوپر ہم نے توکل کیا اور تیری ہی طرف (ہر ضرورت میں) ہم نے رجوع کیا اور تیری ہی طرف (قیامت میں) لوٹ کر جانا ہے۔

(۳۹) ھُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَھُوْنَ (منافقون ع ۱) "یہ منافق یوں کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہیں ان پر خرچ نہ کرو یہاں تک (کہ جب یہ بھوکے مرنے لگیں گے تو) آپ ہی حضورؐ کے پاس سے منتشر ہو جائیں گے (حالانکہ یہ احمق یہ نہیں جانتے کہ صرف اللہ ہی کے لئے ہیں سب خزانے آسمانوں اور زمین کے لیکن منافق لوگ سمجھتے نہیں ہیں" (احمق ہیں یوں سمجھتے ہیں کہ روزی ان لوگوں کے عطایا پر موقوف ہے)

(۴۰) وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ٥ وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ط

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (طلاق - ع ۱) اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے نجات (اور سہولت کا) راستہ نکال دیتا ہے۔ اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ (جس کام کا ارادہ کرتا ہے) اپنے کام کو پورا کر کے رہتا ہے (البتہ یہ ضرور ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا ایک انداز (اور وقت) مقرر کر رکھا ہے۔"

احادیث کے سلسلہ میں پہلی حدیث کے ذیل میں اس آیت شریفہ کے متعلق ایک قصہ بھی آرہا ہے۔

(۴۱) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا (مزمل - ع ۱) وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں ہے اسی کو اپنا کام سپرد کرنے کے لئے قرار دیتے رہو۔" یعنی جب کہ مشرق و مغرب کا مالک وہی ہے تو اس پر اعتماد اور بھروسہ ہونا چاہیئے۔

یہ اکتالیس آیتیں نمونہ کے طور پر ذکر کی گئیں، ورنہ قرآن پاک کا تو ہر مضمون توحید ہی کی تعلیم ہے۔ اور توحید ہی کا ثمرہ توکل ہے جس کو جتنا زیادہ توحید میں رسوخ اور کمال ہوگا اتنا ہی توکل، اللہ پر اعتماد، اس کے ماسوا سے بے نیازی ہوگی۔ چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب آگ میں ڈالا جا رہا تھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر درخواست کی کہ میرے قابل کوئی خدمت ہو تو حکم فرمائیں آپ نے فرمایا کہ نہیں تم سے میری کوئی حاجت وابستہ نہیں (احیاء العلوم)

ایک مسجد میں ایک فقیر اعتکاف کی نیت سے جا کر بیٹھ گئے پاس کوئی سامان کھانے پینے کا کچھ نہ تھا مسجد کے امام صاحب نے ان کو نصیحت کی کہ یوں بے سر و سامانی سے مسجد میں بیٹھنے سے یہ اچھا تھا کہ کہیں مزدوری کرتے (پیٹ کا پالنا فرض ہے) فقیر نے ان کی بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ اُنھوں نے دوسری دفعہ پھر یہی کہا۔ فقیر پھر چپ ہو گئے اس نے تیسری دفعہ پھر کہا۔ فقیر خاموش رہے۔ اس نے چوتھی دفعہ پھر کہا تو اُنھوں نے

جواب دیا کہ یہ مسجد کے قریب جو یہودی کی دوکان ہے اس نے میری دو روٹی روزانہ کی مقرر کر لی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا اگر اس نے کھانا مقرر کر دیا تو بہت اچھا ہے پھر اعتکاف ضرور کریں۔ فقیر نے کہا کاش آپ امام نہ ہوتے تو بہت اچھا تھا۔ تم اپنی اس ناقص توحید کے ساتھ اللہ کے اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ بن کر کھڑے ہوتے ہو۔ ایک کافر یہودی کے وعدہ کو تم نے اللہ تعالیٰ کے روزی کے وعدہ پر بڑھا دیا افسوس ہے تم پر اور تمہارے حال پر (روض) واقعی سچ کہا ہماری یہی حالت ہے کہ بندہ کے وعدہ پر تو ہمیں اطمینان ہے اللہ کے وعدہ پر نہیں ہے۔

ان آیات پر جو ذکر کی گئیں انتہائی غور ہونا چاہیئے اور زیادہ سے زیادہ اس کی کوشش ہونا چاہیئے کہ صرف حق تعالیٰ شانہ و تقدس پر ہی ہماری نگاہ ہو۔ اسی پر اعتماد ہو۔ اسی کی پاک ذات سے اپنا سوال ہو، اسی سے بھیک مانگی جائے۔ اس کے علاوہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلے۔ بلکہ دل میں بھی کسی دوسرے کا خیال نہ آئے بلکہ وہی پاک ذات اور صرف وہی پاک ذات اپنا سہارا ہو۔ وہی نفع اور نقصان کا مالک دل سے سمجھا جائے۔ زبان سے کہتے رہنا تو ہماری عام عادت ہے۔ لیکن اصل کار آمد یہ چیز ہے کہ ہمارے دل میں یہ بات اچھی طرح جم جائے کہ بغیر اس کے ارادہ کے کوئی حاکم کوئی دولت مند نہ کسی قسم کی مضرت پہنچا سکتا ہے نہ کسی قسم کا نفع پہنچا سکتا ہے۔ اور تھوڑا بھی غور کیا جائے، تو بہت ہی کھلی ہوئی بات ہے کہ تمام دنیا کے قلوب صرف اسی کے قبضہ میں ہیں۔ ہم لاکھ کسی شخص کی منت سماجت کریں۔ مگر جب اس کا اپنا دل دوسرے کے قبضہ میں ہے تو جب تک دلوں کے مالک کا ارادہ نہ ہو، ہماری منت سماجت سے اس کے دل پر کیا اثر ہو سکتا ہے۔ اور جب دلوں کا مالک کسی کام کو کرنا چاہے تو وہ بات خود بخود دوسروں کے دلوں میں پڑے گی۔ ہم لاکھ بے نیازی برتیں اس کا دل خود اس کو مجبور کریگا۔ بار بار اس کے دل میں خیال آئے گا، بغیر تحریک کے خیال آئے گا۔ اس لئے اگر اپنی حاجات مانگنے کا محل ہے تو صرف پاک ذات ہے۔ اگر عاجزی اور منت سماجت کرنے کی جگہ ہے تو اسی کا دربار ہے۔ ساری دنیا کے دل اس کے ارادہ کے تابع ہیں ساری دنیا کے

خزانے اس کی ملک ہیں

یا اللہ محض اپنے فضل سے بلا استحقاق بلکہ استحقاق کے خلاف اس ناپاک کو بھی اس جوہر کا کوئی شمہ عطا فرما دے کہ تیری عطا کے واسطے استحقاق بھی شرط نہیں ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اس کے بعد چند احادیث ان ہی مضامین کے متعلق مختصراً پیش کرتا ہوں جن کے متعلق اوپر کی تین آیات مستقل طور پر ذکر کی گئیں۔

(۱) عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من نزلت بہ فاقۃ فانزلھا بالناس لم تسد فاقتہ ومن نزلت بہ فاقۃ فانزلھا باللّٰہ فیوشک اللّٰہ لہ برزق عاجل او اجل رواہ الترمذی ھکذا فی الدر المنثور بروایۃ ابو داؤد والترمذی والحاکم وقد صححہ ولفظ ابی داؤد بموت عاجل او غنی عاجل وفی المشکوٰۃ بموت عاجل او غنی اجل۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آجائے اور وہ اسکو لوگوں کے سامنے پیش کرے اس کا فاقہ بند نہ ہوگا اور جو شخص اپنے فاقہ کو اللہ تعالیٰ پر پیش کرے (اور اس سے درخواست کرے) تو حق تعالیٰ شانہ جلد اس کو روزی عطا فرماتے ہیں فوراً ہو جائے یا کچھ تاخیر سے مل جائے۔

فائدہ:۔ جو شخص لوگوں سے سوال کرتا پھرے اس کا فاقہ بند نہ ہوگا، کا مطلب یہ ہے کہ احتیاج پوری نہ ہوگی۔ آج اگر ایک ضرورت کے واسطے بھیک مانگی ہے، اور وہ صورت کے اعتبار سے پوری ہو گئی تو کل اس سے اہم کوئی ضرورت پیش آجائے گی اور احتیاج بدستور باقی رہے گی۔ اور اگر اللہ جل شانہ کی پاک بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے تو یہ ضرورت تو پوری ہو ہی گی دوسری ضرورت پیش نہ آئے گی۔ اور اگر آئی تو اس کا انتظام مالک ساتھ ہی کر دیگا۔

پہلی فصل کی احادیث میں نمبر ۸ کے ذیل میں حضرت کبشہ کی حدیث گذر چکی ہے

جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر چند باتیں ارشاد فرمائیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جو شخص لوگوں سے مانگنے کا دروازہ کھولے گا حق تعالیٰ شانہٗ اس پر فقر کا دروازہ کھولتے ہیں۔ اسی جگہ ایک اور حدیث میں حضور کا قسم کھا کر یہی مضمون حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی روایت سے بھی گذر چکا۔ یہی وجہ ہے کہ در بدر بھیک مانگنے والے ہمیشہ فقیر اور تنگدست ہی رہتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں یہ مضمون اس طرح وارد ہوا ہے کہ جو شخص اپنے فاقہ اور احتیاج کو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے سامنے پیش کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ بہت جلد اس کے فقر کو دور فرماتے ہیں جلدی کی موت سے یا جلدی کے غنا سے۔ جلدی کی موت کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا وقت اگر خود قریب آگیا تو اس کو فاقوں کی تکلیف میں مصیبت اٹھانے سے پہلے ہی حق تعالیٰ شانہٗ موت عطا فرمائیں گے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ کسی کی موت اس کے غنا کا سبب بن جائے گی۔ مثلاً کسی کی میراث کا وافر حصہ مل جائے یا کوئی شخص مرتے وقت اس کی وصیت کر جائے کہ میرے مال میں سے اتنا فلاں شخص کو دے دینا۔

متعدد واقعات اس قسم کے دیکھنے اور سننے میں آئے کہ مکہ میں بعض مرنے والوں نے یہ وصیت کی کہ ہندوستان کے فلاں شہر میں اس نام کا ایک شخص ہے اس کو میرا مال فروخت کر کے روپیہ بھیجدیا جائے۔

کُرد ایک قبیلہ کا نام ہے اس میں ایک شخص مشہور ڈاکو تھا۔ وہ اپنا قصہ بیان کرتا ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ڈاکہ کے لئے جا رہا تھا۔ راستہ میں ہم ایک جگہ بیٹھے تھے وہاں ہم نے دیکھا کہ کھجور کے تین درخت ہیں۔ دو پر تو خوب پھل آرہا ہے اور ایک بالکل خشک ہے اور ایک چڑیا بار بار آتی ہے اور پھل والے درختوں پر سے تروتازہ کھجوریں اپنی چونچ میں لے کر اس خشک درخت پر جاتی ہے۔ ہمیں یہ دیکھ کر تعجب ہوا میں نے دس مرتبہ اس چڑیا کو لے جاتے دیکھا تو مجھے یہ خیال ہوا کہ اس پر چڑھ کر دیکھوں کہ یہ چڑیا اس کھجور کو کیا کرتی ہے۔ میں نے اس درخت کی چوٹی پر جا کر دیکھا کہ وہاں ایک اندھا سانپ منہ کھولے پڑا ہے۔ اور یہ چڑیا وہ تروتازہ کھجور اس کے منہ میں ڈال دیتی ہے

مجھے یہ دیکھ کر اس قدر عبرت ہوئی کہ میں رونے لگا۔ میں نے کہا میرے مولا یہ سانپ جس کے مارنے کا حکم تیرے نبی نے دیا ہے تو نے جب یہ اندھا ہو گیا تو اس کو روزی پہنچانے کے لئے چڑیا کو مقرر کر دیا اور میں تیرا بندہ تیری توحید کا اقرار کرنے والا تو نے مجھے لوگوں کے لوٹنے پر لگا دیا۔ اس کہنے پر میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ میرا دروازہ توبہ کے لئے کھلا ہوا ہے میں نے اسی وقت اپنی تلوار توڑ ڈالی جو لوگوں کو لوٹنے میں کام دیتی تھی اور اپنے سر پر خاک ڈالتا ہوا اقالہ اقالہ (درگذر درگذر) چلانے لگا۔ مجھے غیب سے آواز آئی کہ ہم نے درگذر کر دیا، درگذر کر دیا میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا وہ کہنے لگے تجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ میں مہجور تھا اب میں نے صلح کر لی۔ یہ کہہ کر میں نے سارا قصہ ان کو سنایا وہ کہنے لگے کہ ہم بھی صلح کرتے ہیں یہ کہہ کر سب نے اپنی اپنی تلواریں توڑ دیں۔ اور سب لوٹ کا سامان چھوڑ کر ہم احرام باندھ کر مکہ کے ارادہ سے چل دیئے۔ تین دن چل کر ایک گاؤں میں پہنچے تو ایک اندھی بڑھیا ملی۔ اس نے ہم سے میرا نام لیکر پوچھا کہ تم میں اس نام کا کوئی کردی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہے۔ اس نے کچھ کپڑے نکالے اور یہ کہا کہ تین دن ہوئے میرا لڑکا مر گیا اس نے یہ کپڑے چھوڑے۔ میں تین دن سے روزانہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ رہی ہوں۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ اس کے کپڑے فلاں کردی کو دیدو۔ وہ کردی کہتے ہیں کہ وہ کپڑے میں نے لے لئے اور ہم سب نے ان کو پہنا (روض)

اس قصہ میں دو نوں چیزیں قابلِ عبرت ہیں۔ اندھے سانپ کی اللہ جل شانہٗ کی طرف سے روزی کا سامان اور حضورؐ کی طرف سے کپڑوں کا عطیہ۔

جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کی مدد کرنا چاہے تو اس کے لئے اسباب پیدا کرنا کیا مشکل ہے سارے اسباب غنا اور فقر کے وہی پیدا کرتا ہے۔ اور سچی توبہ کی برکت سے حضورؐ کی طرف سے کپڑوں کا اعزاز خود ایک قابلِ فخر چیز ہے اور جلدی کی موت سے غنا کے حاصل ہونے کی ایک مثال ہے۔ اور بہت سے واقعات مرتے وقت وصیتوں کے تو اکثر سننے میں آئے کہ میرے سامان میں سے اتنا فلاں شخص کو دے دیں۔

ایک حدیث میں حضرت ابن عباس رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

نقل کرتے ہیں کہ جو شخص بھوکا ہو یا حاجتمند ہو اور وہ لوگوں سے اپنی حاجت کو پوشیدہ رکھے تو اللہ تعالیٰ شانہٗ پر (بوجہ اُس کے لطف و کرم کے) یہ حق ہے کہ اس کو ایک سال کی روزی حلال مال سے عطا فرمائے (مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص بھوکا ہو یا محتاج ہو اور لوگوں سے اس کو چھپائے اور اللہ تعالیٰ شانہ سے مانگے تو اللہ شانہٗ ایک سال کے لئے روزی کا دروازہ اس پر کھول دیتے ہیں (کنز)

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے غنا طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو غنا عطا فرماتے ہیں۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے عفت مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عفت عطا فرماتے ہیں۔ اور اوپر کا ہاتھ (یعنی عطا کرنے والا) بہتر ہے نیچے کے ہاتھ سے (یعنی مانگنے والے کے ہاتھ سے) اور کوئی شخص ایسا نہیں جو سوال کا دروازہ کھولے مگر حق تعالیٰ شانہ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کی آواز سُنی جو عرفات کے میدان میں لوگوں سے سوال کر رہا تھا۔ انہوں نے دُرّے سے اس کی خبر لی کہ ایسے دن میں اور ایسی جگہ اللہ کے غیر سے سوال کرتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص سوال کا دروازہ کھولتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس پر دنیا اور آخرت میں فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے عطا کا دروازہ کھولتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس پر دنیا اور آخرت کی خیر کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص سوال کا دروازہ کھولتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں کوئی شخص رسی لے کر لکڑیاں اکٹھی کر کے اپنی کمر پر لاد کر فروخت کر دے اور اس سے اپنا گذر چلالے یہ اس سے بہتر ہے کہ بھیک مانگے۔ چاہے وہ بھیک ملے یا نہ ملے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص عطاء کا دروازہ کھولتا ہے صدقہ سے ہو یا صلۂ رحمی سے حق تعالیٰ شانہ اس پر کثرت فرماتے ہیں (یعنی اس کے مال میں اضافہ ہوتا ہے) اور جو شخص مال کی زیادتی کی نیت سے سوال کا دروازہ کھولتا ہے

اس کی وجہ سے اس پر کمی بڑھتی جاتی ہے۔ یعنی حاجتیں بڑھتی جائیں گی اور آمدنی کے ناکافی ہونے میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

حضرت عمران بن حصین رضی حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص کلیۃً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے حق تعالیٰ شانہٗ اس کی ضرورت کا تکفل فرماتے ہیں۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص ہمہ تن دنیا کی طرف لگ جاتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کو دنیا کے حوالہ کر دیتے ہیں (کہ تو جان اور تیرا کام یعنی محنت کر اور کمالے جتنی مشقت اُٹھائیگا اس کے مناسب ہم دیئے رہیں گے۔

حضرت ابوذر رضی فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں تنہائی میں بھی اور علانیہ بھی اور جب کوئی بُرا کام سرزد ہو جائے تو (تلافی کے طور پر کوئی) اچھا کام بھی کرو اور کسی سے سوال نہ کرو۔ کسی کی امانت نہ رکھو۔ دو آدمیوں کے درمیان قاضی نہ بنو کہ یہ بہت اہم کام ہے ہر شخص کے بس کا نہیں ہے)

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو تھوڑے پر راضی ہو جائے اور قناعت کرلے اور اللہ پر توکل کرے وہ کمانے کی محنت سے بے فکر ہو جاتا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ سب سے زیادہ قوی ہو وہ اللہ پر توکل کرے۔ اور جو چاہے کہ یہ سب سے زیادہ غنی ہو۔ اس کو یہ چاہیئے کہ جو چیز اللہ کے پاس ہے اس پر اس سے زیادہ اعتماد رکھے جتنا اپنے پاس کی چیز پر ہوتا ہے۔ اور جو یہ چاہے کہ سب سے زیادہ معزز ہو جائے وہ تقویٰ اختیار کرے (اور یہ تجربہ کی بات ہو کہ آدمی کے تقویٰ کا جتنا اثر لوگوں پر پڑتا ہے اتنا کسی چیز کا نہیں پڑتا جس شخص میں جتنا زیادہ تقویٰ بڑھا ہوا ہوگا اتنا ہی لوگوں کے دلوں میں اس کا اعزاز واکرام زیادہ ہوگا

حضرت وہب حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب بندہ مجھ پر بھروسہ کرلیتا ہے تو اگر آسمان زمین سب کے سب مل کر بھی اس کے ساتھ مکر کریں تو میں اس کے لئے راستہ نکال دوں گا۔ حضرت ابن عباس رضی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی بھیجی کہ مجھ پر توکل کر و میں تمہاری ضروریات کا کفیل

بنوں گا۔ میرے غیر کو اپنا ولی نہ بناؤ تاکہ میں تمہیں نہ چھوڑ دوں۔

بہت سی احادیث میں یہ واقعہ ذکر کیا گیا کہ حضرت عوف بن مالکؓ کے صاحبزادہؓ کو کافروں نے قید کر لیا اور چمڑے کے تسموں سے خوب مضبوط ان کو جکڑ دیا۔ ان پر نہایت سختی کی جاتی تھی اور بھوکا بھی رکھا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنے والد کے پاس کسی طرح اپنے احوال کی اطلاع بھیجی کہ حضورؐ سے دعا کے لئے عرض کریں۔ حضورؐ کو جب اطلاع پہنچی تو حضورؐ نے فرمایا کہ ان کے پاس یہ کہلا بھیجو کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں (تقویٰ اختیار کریں) اور اسی پر توکل کریں اور صبح شام یہ آیت شریفہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (توبہ ع ۱۱) پڑھا کریں۔ اُنکے پاس جب اطلاع پہنچی تو انہوں نے اس آیت شریفہ کو پڑھنا شروع کیا۔ خود بخود ایکدن وہ تسمے ٹوٹ گئے۔ یہ ان کی قید سے چھوٹ کر بھاگ آئے اور کچھ جانور بھی ان کے اپنے ساتھ پکڑ لائے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو بادشاہ کے ظلم کا خوف ہو یا کسی درندہ کا یا دریا میں ڈوب جانے کا ڈر ہو اور اس آیت شریفہ کو تلاوت کرے، تو انشاء اللہ کوئی مضرت اس کو نہ پہنچے گی۔

ایک اور حدیث میں اس قصہ میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بھی کثرت سے پڑھنے کا حکم ہے۔ انہی صاحبزادہ کے قصہ میں یہ آیت شریفہ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (طلاق۔ ع ۱) نازل ہوئی کہ "جو اللہ سے ڈرتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کے لئے راستہ کھول دیتے ہیں اور ایسی جگہ سے اس کو روزی پہنچاتے ہیں، جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا" اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ ان صحابی رضؓ کو اس کا کیا گمان ہو سکتا تھا کہ یہی کافر جو اس قدر سخت ظلم پر اترے ہوئے ہیں ان ہی کے مال سے ان کی روزی مقدر ہے۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی ایک پہاڑ میں رہتے تھے۔ ہر وقت

عبادت ہی مشغلہ تھا میرے ساتھی کا گذر تو گھاس وغیرہ پر تھا اور میرے لیے حق تعالیٰ شانہ نے یہ انتظام فرما رکھا تھا کہ ایک ہرنی روزانہ آیا کرتی تھی۔ اور میرے قریب آکر ٹانگیں چیر کر کھڑی ہو جاتی ہیں اس کا دودھ پی لیا کرتا وہ چلی جاتی۔ بہت زمانہ اسی طرح گذر گیا کہ وہ ہرنی روز آجایا کرتی اور میں اس کا دودھ پیتا تھا۔ میرے ساتھی کے قیام کی جگہ اس پہاڑ میں مجھ سے دور تھی، ایکدن وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ایک قافلہ یہاں قریب آکر ٹھہرا ہے چلو قافلہ والوں کے پاس چلیں، وہاں شاید کچھ دودھ اور اس کے علاوہ کچھ کھانے کی چیزیں میسر آجائیں۔ میں نے اول تو بہت انکار کیا لیکن جب اس نے بہت اصرار کیا تو میں بھی اس کے ساتھ ہولیا۔ ہم دونوں قافلے میں پہنچے ان لوگوں نے ہمیں کھانا کھلایا۔ ہم کھانے سے فارغ ہو کر اپنی جگہ واپس آگئے۔ اس کے بعد میں ہمیشہ اس ہرنی کے وقت پر اس کا انتظار کیا کرتا۔ مگر اس کا آنا بند ہو گیا۔ کئی دن انتظار کے بعد میں سمجھا کہ اس گناہ کی نحوست سے وہ روزی جس کی وجہ سے میں بے فکر تھا بند ہو گئی۔

صاحب روض کہتے ہیں کہ بظاہر تین چیزیں اس میں گناہ کی تھیں۔ ایک یہ جس توکل کو اختیار کر رکھا تھا۔ اس کو چھوڑا۔ دوسرے طمع کی اور اس روزی پر قناعت نہ کی جس کی وجہ سے بے فکری تھی۔ تیسرے ایسا کھانا کھایا جو طیب نہ تھا جس کی وجہ سے طیب رزق سے محرومی ہو گئی بڑی عبرت کا قصہ ہے ہم لوگ بسا اوقات اپنی حرص و طمع سے حق تعالیٰ شانہ کے انعامات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ صورت کے اعتبار سے سوال کرنے پر اس وقت کچھ مل جاتا ہے۔ مگر اس کی نحوست سے اللہ تعالیٰ شانہٗ کے اس انعام سے محرومی ہو جاتی ہے جو بے طلب اور بے منت ملتا۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی دعا ہے اَللّٰھُمَّ کَمَا صُنْتَ وَجْھِیْ عَنْ سُجُوْدِ غَیْرِکَ فَصُنْ وَجْھِیْ عَنْ مَسْئَلَۃِ غَیْرِکَ "اے اللہ جیسا کہ تو نے میرے سر کو اپنے غیر کے سامنے سجدہ کرنے سے محفوظ رکھا اسی طرح میری زبان کو اپنے غیر سے سوال کرنے سے بھی محفوظ فرما۔ اللھم آمین۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم من سأل الناس

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس لئے سوال کرتا ہے کہ اپنے مال میں

تکثرا فانما یسأل جمرًا فلیستقل او لیستکثر رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ

زیادتی کرے وہ جہنم کے انگارے مانگ رہا ہے جس کا دل چاہے تھوڑے مانگ لے یا زیادہ مانگ لے

فائدہ:- پہلی حدیث شریف میں صرف اللہ جل شانہ کی طرف سے غیبی اعانت اور امداد کے بند ہونے کی وعید تھی۔ اس لئے کہ اس حدیث میں ضرورت کے موقع پر سوال کا ذکر تھا۔ اور اس جگہ بلا ضرورت محض اپنی جمع بڑھانے کے لئے بھیک مانگنا مذکور ہے۔ اس لئے اس میں زیادہ سخت وعید ہے کہ وہ جہنم کی آگ اکٹھی کر رہا ہے۔ اب آدمی کو اختیار ہے کہ جتنے انگارے دل چاہے اکٹھے کر لے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ فلاں فلاں دو شخص آپ کی تعریف کر رہے تھے کہ آپ نے ان کو دو دو دینار دئے۔ حضورؐ نے فرمایا لیکن فلاں شخص ہیں نے اس کو دس سے لیکر سو تک اشرفیاں دیں مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ پھر فرمایا بعض آدمی سوال کرتے ہیں اور میں ان کے سوال کی وجہ سے جو دیتا ہوں وہ بغل میں دبا کر لے جاتے ہیں لیکن وہ اپنی بغل میں آگ دبا کر لے جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر آپ کیوں دیتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں کیا کروں۔ وہ بغیر مانگے رہتے نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ میرے لئے بخل کو گوارا نہیں فرماتے

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ جب آپ کو معلوم ہے کہ وہ آگ ہے تو آپ کیوں مرحمت فرماتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں کیا کروں وہ بغیر سوال کے رہتے نہیں اور اللہ تعالیٰ میرے لئے بخل گوارا نہیں فرماتے۔

حضرت قبیصہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بوجھ (تاوان وغیرہ کا اپنے ذمہ رکھ لیا یعنی کسی چیز کی ضمانت کر لی) اس سلسلہ میں حضورؐ کی خدمت میں مدد چاہنے کے لئے حاضر ہوا حضورؐ نے فرمایا ٹھہر جاؤ کہیں سے صدقہ کا مال آجائے تو میں مدد کردوں گا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ قبیصہ! سوال صرف تین آدمیوں کے لئے جائز ہے۔ ایک وہ شخص جس نے کوئی بوجھ ضمان وغیرہ کا اپنے ذمہ رکھ لیا ہو۔ اس کو جائز ہے کہ اتنی مقدار کا سوال کر لے اور پھر رک [illegible] سے زیادہ کے سوال کا حق نہیں۔ دوسرے وہ شخص جس [illegible] حادثہ پہنچ جا[illegible] جس سے [illegible] ہلاک ہوجائے (مثلاً آگ لگ جائے یا کوئی اور ایسی آفت اچانک پہنچ

جائے جس سب کچھ لٹ لٹا جائے، تو اس کو جائز ہے کہ اتنی مقدار کا سوال کرے جس سے زندگی کا سہارا ہو سکے۔ تیسرے وہ شخص جس کو فاقے گذرنے لگیں حتیٰ کہ تین آدمی اس کی قوم کے کہنے لگیں کہ اس کو فاقہ ہونے لگا۔ تو اس کو بھی اتنی مقدار سوال کر لینا جائز ہے جس سے زندگی کا سہارا ہو جائے ان تین کے علاوہ جو شخص سوال کرتا ہے وہ حرام مال کھاتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ سوال کرنا دو شخصوں کے لئے جائز نہیں۔ ایک غنی کے لئے دوسرے قوی تن درست کے لئے (جو کمانے پر قادر ہو) البتہ جس شخص کو خاک میں ملا دینے والا فقر یا پریشان کر دینے والا قرض لاحق ہو گیا ہو اس کو سوال کرنا جائز ہے اور جو شخص مال بڑھانے کی غرض سے سوال کرتا ہے اُس کے منہ پر قیامت کے دن زخم ہوں گے اور وہ جہنم کی آگ کھا رہا ہے جس کا دل چاہے زیادہ سوال کرے جس کا دل چاہے کم کرے

ایک اور حدیث میں ہے کہ سوال قیامت کے دن منہ پر زخم بن جائیں گے جن سے اس کا چہرہ زخمی ہو جائے گا جس کا دل چاہے اپنے چہرہ کی رونق کو باقی رکھے۔ جس کا دل چاہے چھوڑ دے۔ البتہ اگر بادشاہ سے (یعنی بیت المال سے بشرطیکہ اس میں سے لینے کا حق ہو) مانگے یا مجبوری کے درجہ میں مانگے تو مضائقہ نہیں ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اس کے چہرہ پر ذرا سا بھی گوشت نہ رہے گا

حضرت مسعود بن عمرو کہتے ہیں کہ حضورؐ کی خدمت میں ایک جنازہ نماز پڑھنے کے لئے لایا گیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا ترکہ چھوڑا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ دو تین اشرفیاں چھوڑی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جہنم کے دو تین داغ ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ کے مولیٰ عبداللہ بن قاسم سے اس کے متعلق سوال کیا اُنہوں نے کہا کہ یہ مال کے بڑھانے کی نیت سے سوال کرتا تھا۔

کتب احادیث میں متعدد واقعات اس قسم کے وارد ہوئے ہیں جن میں حضورؐ معمولی معمولی رقم چھوڑنے پر جہنم کے داغ اور اس قسم کی وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں۔ علمائے ان کے متعلق لکھا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب آدمی کے پاس پہلے سے کچھ موجود ہو اور وہ جھوٹ بول کر اپنے آپ کو بالکل فقیر اور محتاج ظاہر کر کے سوال کرے۔ اور

باوجود فقیر نہ ہونے کے فقرا کی جماعت میں اپنے آپ کو شامل کرے

امام غزالی رح فرماتے ہیں کہ سوال کرنے کے بارہ میں ممانعت کی بہت سی روایات وارد ہوئیں اور بڑی سخت سخت وعیدیں حدیث میں آئی ہیں لیکن ساتھ ہی بعض احادیث سے اجازت معلوم ہوتی ہے۔ اس کا واضح بیان یہ ہے کہ فی نفسہٖ تو سوال کرنا حرام ہے لیکن مجبوری کے درجہ میں یا ایسی حاجت میں جو مجبوری کے قریب ہو جائز ہے۔ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو حرام ہے۔ اور حرمت کی وجہ یہ ہے کہ سوال کرنا تین باتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ اور وہ تینوں حرام ہیں۔ اول تو اس میں اللہ تعالیٰ شانہ کی شکایت کا اظہار ہے گویا اس کی طرف سے انعام میں کمی ہے۔ جیسا کہ کوئی غلام اگر کسی سے سوال کرے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ گویا سید کی طرف سے اس پر تنگی ہے۔ اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ بلا سخت مجبوری کے حلال نہ ہو جیسا کہ مُردار کا کھانا سخت مجبوری میں حلال ہے۔ دوسرے اس میں مانگنے والے کا اپنے نفس کو غیر اللہ کے سامنے ذلیل کرنا ہے اور مومن کی شان یہ ہے کہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے ذلیل نہ کرے۔ البتہ اس پاک مولیٰ کے سامنے ذلیل کرنا اپنی عزت ہے۔ اس لئے کہ محبوب کے سامنے ذلت و انکسار لذت ہے اور آقا کے سامنے عجز کا اظہار سعادت ہے۔ تیسرے اس میں اُس شخص کی ایذا اکثر ہوتی ہے جس سے سوال کیا جائے۔ بسا اوقات دینے والے کا دل خوشی سے آمادہ نہیں ہوتا محض شرم کی وجہ سے خرچ کرتا ہے۔ پس اگر اس نے شرم کی وجہ سے یا ریا کی وجہ سے دیا ہے تو وہ لینے والے پر بھی حرام ہے اور اگر وہ انکار بھی کر دے تب بھی بسا اوقات اس کو اس بات سے رنج ہو گا کہ وہ صورۃً بخیل بنا۔ اس لئے ہر حال میں ایذا کا احتمال ہے جس کا سبب یہ سائل بنا۔ اور ایذا دینا بلا مجبوری کے حرام ہے اور جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضورؐ کی طرف سے سوال کرنے پر اس قدر سخت وعیدیں کیوں وارد ہوئیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو ہم سے سوال کرے گا اس کو ہم دیدیں گے (ہم کیوں انکار کریں۔ اپنے سوال کے جواز کا وہ خود ذمہ دار ہے) اور جو مستغنی ہوتا ہے (یعنی سوال نہیں کرتا یا اللہ تعالیٰ سے غنا کا طالب ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیتے

ہیں اور جو ہم سے سوال نہ کرے وہ ہمیں زیادہ محبوب ہے اس شخص کے مقابلہ میں جو سوال کرے
ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے مستغنی رہو اور سوال جتنا بھی کم ہو اتنا ہی اچھا ہے حضرت عمرؓ نے ایک سائل کو دیکھا کہ مغرب کے بعد سوال کر رہا ہے آپ نے کسی سے فرما دیا کہ اس کو کھانا کھلا دو۔ انہوں نے فوراً تعمیل کی اور کھانا کھلا دیا۔ حضرت عمرؓ نے پھر اس کی آواز سوال کی سنی تو ان صاحب سے مطالبہ کیا کہ میں نے تم سے اس کو کھانا کھلانے کو کہا تھا۔ انہوں نے عرض کیا میں نے کھلا دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سائل کی طرف دیکھا تو اس کی بغل میں ایک جھولی پڑی ہوئی تھی جس میں بہت سی روٹیاں تھیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو سائل نہیں بلکہ تاجر ہے۔ یعنی فقیر نہیں بلکہ تجارت کے لئے سوال کرتا ہے تاکہ ان روٹیوں کو جمع کر کے فروخت کرے۔ اس کے بعد اس کی جھولی چھین کر صدقہ کے اونٹوں کے سامنے الٹ دی۔ اور اس کے دُرّہ مار کر کہا پھر کبھی ایسا نہ کیجیو۔

امام غزالی رحؒ کہتے ہیں کہ اگر سوال حرام نہ ہوتا تو حضرت عمرؓ نہ تو اس کو مارتے اور نہ اس کی روٹیاں چھینتے۔ بعض لوگوں کو اس پر اعتراض ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا مارنا تو تنبیہ اور تادیب ہو سکتی ہے لیکن اس کا مال چھیننا ظلم ہے۔ شریعت نے کسی کا مال چھین لینے کی سزا نہیں بتائی۔ لیکن یہ اعتراض حقیقت کی ناواقفیت سے پیدا ہوا۔ بھلا حضرت عمرؓ کی فقاہت تک دوسروں کی رسائی کہاں ہو سکتی ہے۔ کیا حضرت عمرؓ کے متعلق یہ گمان ہو سکتا ہے کہ ان کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ دوسرے کا مال لینا جائز نہیں۔ یا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ باوجود مسئلہ معلوم ہونے کے ان کو فعل حرام یعنی سوال پر غصہ آگیا اور نعوذ باللہ غصہ میں ایسا کر گئے یا سوال سے آئندہ روکنے کی مصلحت کی وجہ سے ایسا طریق اختیار کیا جو ناجائز تھا۔ اگر ایسا تھا تو یہ فعل خود ناجائز تھا۔ بلکہ بات یہ تھی کہ جب اس نے بے ضرورت سوال کیا اور دینے والوں نے اس کو فقیر اور محتاج سمجھ کر دیا تو یہ دھوکہ سے حاصل کرنے کی وجہ سے اس کی ملک میں نہ آیا تھا اور اصل مالکوں کا پتہ چلنا اب دشوار تھا تو یہ بمنزلہ لقطہ کے تھا جس کے مالک کا پتہ نہیں ہے اس لئے اس کا مصرف (بیت المال کے) مصالح عامہ ہیں۔ اس لئے صدقہ کے اونٹوں کو کھلا دیا۔ اس فقیر کا سوال کرنا ویسا ہی ہے جیسا کوئی گنہگار شخص اپنے کو صوفی ظاہر کر کے

صدقات لے لے اگر دینے والے کو اس کا حال معلوم ہو جائے تو کبھی بھی نہ دے ایسے شخص کو لینا جائز نہیں۔اس کو ضروری ہے کہ مالک کو واپس کر دے۔

جب یہ بات متحقق ہوگئی کہ سوال صرف ضرورت میں جائز ہے تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ضرورت کے چار درجے ہیں۔ اول درجہ اضطرار کا ہے۔ دوسرا سخت حاجت کا لیکن ضطرار کی حد سے کم۔ تیسرا معمولی حاجت کا۔ چوتھا عام حاجت کا۔ پہلا درجہ۔ مثلاً کوئی شخص ایسا ہے کہ اس کو بھوک کی وجہ سے یا مرض کی وجہ سے ہلاکت کا اور مر جانے کا اندیشہ ہے یا ایسا ننگا ہے کہ اس کے پاس کوئی کپڑا بدن چھپانے کو نہیں ہے تو ایسے شخص کو سوال کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ جواز کی باقی شرطیں پائی جاتی ہوں۔ اور وہ یہ ہیں:۔

(الف) جو چیز مانگے وہ چیز جائز ہو (ب) جس سے مانگے وہ طیب خاطر سے راضی ہو (ج) مانگنے والا کمانے سے عاجز ہو اگر وہ کمانے پر قادر ہے تو وہ لغو آدمی ہے جو بجائے کمانے کے سوال کرتا ہے۔ البتہ اگر کوئی طالب علم ہو جو اپنے اوقات کو طلب علم میں مشغول رکھتا ہو تو اس کو مضائقہ نہیں کہ سوال کرلے اور چوتھا درجہ اس کے بالمقابل کوئی شخص ایسی چیز کا سوال کرے جو چیز اس کے پاس موجود ہے۔ مثلاً کپڑے کا سوال کرے۔ اور بقدر ضرورت کپڑا اس کے پاس موجود ہے تو اس شخص کو سوال حرام ہے۔ یہ دو درجے تو مقابل ہوئے۔ ان کے درمیان دو درجے ہے۔ ایک سخت حاجت کا مثلاً کوئی شخص بیمار ہے اور دوا کے لئے دام نہیں ہیں۔ لیکن مرض ایسا نہیں ہے جو ہلاکت کے درجہ کا ہو۔ یا مثلاً کسی کے پاس کپڑا تو ہے۔ مگر سردی کا پورا بچاؤ اس سے نہیں ہوتا۔ یہ درجہ بھی ایسا ہے کہ اس میں سوال کے جائز ہونے کی گنجائش ہے لیکن اس کا ترک اولیٰ ہے۔ ایسا شخص اگر سوال کرے تو اس کو ناجائز یا مکروہ تو نہ کہیں گے لیکن خلاف اولیٰ کہیں گے۔ بشرطیکہ اپنے سوال کی نوعیت ظاہر کر دے۔ مثلاً یوں کہے کہ میرے پاس کپڑا تو ہے۔ مگر سردی کے لئے کافی نہیں۔ ضرورت کے درجہ سے زیادہ کا اظہار نہ کرے۔

دوسرا درجہ کم حاجت کا ہے۔ مثلاً اس کے پاس روٹی کے دام تو ہیں۔ سالن کے لئے دام نہیں ہیں یا پھٹے پرانے کپڑے ہیں اور وہ ایک کرتہ ایسا بنانا چاہتا ہے جو ان پر باہر جانے کے وقت

عہ بلکہ بعض احوال میں واجب ہے اور مضطر کے لئے بغیر اجازت کے لینا بھی بعض اوقات جائز ہے۔

پہن لیا کرے۔ تاکہ لوگوں پر بوسیدہ کپڑے ظاہر نہ ہوں۔ تو ایسے شخص کے لئے سوال جائز تو ہے مگر کراہت کے ساتھ۔ بشرطیکہ جس درجہ کی ضرورت ہے اس کو ظاہر کر دے اور ان تینوں چیزوں میں سے کوئی بات نہ پائی جائے جو پہلے گذر چکیں۔ یعنی ایک یہ کہ حق تعالیٰ شانہ کی شکایت نہ ہو یعنی ایسی طرح سوال کرے جس سے شکایت نہ ٹپکتی ہو۔ دوسرے اپنی ذلت نہ ہو تیسرے جس سے مانگے اس کو اذیت نہ ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان تینوں چیزوں سے خالی ہونے کی کیا صورت ہے؟ ــــــ تو میں بتاتا ہوں کہ شکوے سے خالی ہونے کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ساتھ ہو اور اپنی عدم ضرورت کا اظہار بھی ہو۔ فقیروں کی طرح سے سوال نہ کرے مثلاً یوں کہے کہ ضرورت کا درجہ ہے نہیں ضرورت کی مقدار اللہ کا شکر ہے میرے پاس موجود ہے لیکن یہ نفس ایک اچھے کپڑے کی خواہش کرتا ہے۔ اور ذلت سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ اپنے باپ بھائی یا کسی ایسے دوست سے سوال کرے جس کے متعلق یہ گمان ہو کہ اس سوال سے اس کی نگاہ میں ذلت نہ ہو گی۔ یا ایسے کریم سے سوال کرے جس کے یہاں صدقات کا زور ہو کہ اس کے سوال کرنے سے اس کو مسرت ہو۔ اور ایذاء سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً خصوصی سوال کسی سے نہ کرے بلکہ عمومی سوال کرے یا ایسے انداز سے کہ اگر وہ شخص جس سے سوال کیا ہے ٹالنا چاہے تو ٹال سکے۔

اور یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جو چیز دینے والے نے شرم کی وجہ سے یا زور دینے سے مجبور ہو کر یا دل ناخواستہ دی ہے اس کا لینا اجماعاً حرام ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کا مال مار کر زبردستی چھین لیا ہو۔ اس لئے کہ کسی شخص کے ظاہر بدن کو مارنا اور دل کو ملامت اور شرم کے کوڑے سے مارنا برابر ہے۔ البتہ مضطر کے لئے یہ حق ہے کہ بغیر طیب خاطر کے بھی لے لے لیکن معاملہ احکم الحاکمین سے ہے اور حالات سب اس کے سامنے عیاں ہیں وہ ہر شخص کی حالت کو خوب جانتا ہے۔ نیز ایسے دوستوں سے سوال میں بھی مضائقہ نہیں جن کے متعلق یہ اندازہ ہو کہ وہ سوال سے خوش ہوں گے (احیاء مختصراً)

علامہ زبیدی رح فرماتے ہیں کہ ان وعیدات میں سوال سے مراد اپنی ذات کے لئے سوال ہے جو سوال کسی دوسرے کے لئے ہو وہ اس میں داخل نہیں۔ بلکہ وہ اس کی اعانت

ہے۔ نیز وہ سوال اسمیں داخل نہیں جو اپنے لئے ہو لیکن اپنے اعزّہ اور دوستوں سے ہو اس لئے کہ وہ اس سے خوش ہوتے ہیں (اتحاف) لیکن یہ شرط ہے کہ یہ ایسی جگہ ہو گا جہاں اعزہ اس سے خوش ہوتے ہیں اور جہاں ایسا نہ ہو وہاں تو اہلِ قرابت کو اذیت دینا اور بھی زیادہ سخت ہے۔ البتہ جو اعزہ کریم ہوتے ہیں وہ اس سوال سے خوش ہوتے ہیں، مجھے خود اس کا ذاتی تجربہ ہے اور بہت کثرت سے واقعات اس کے شاہد ہیں۔

میرے والد کی ایک حقیقی خالہ ہیں جو اب تک بھی حیات ہیں[1] میرے بچپن سے ان کا دستور مجھے کاندھلہ کے ہر سفر میں دو پیسے دینے کا تھا جب میں صاحبِ اولاد ہو گیا اور اُنہوں نے میرے بچوں کو بھی دو دو پیسے دینا شروع کر دیئے تو میں نے بہت اصرار سے اپنے دو پیسے کے بجائے چار پیسے کرائے۔ اور یہ کہہ کر کرائے کہ تم مجھے اور میری اولاد کو ایک درجہ میں رکھتی ہو۔

مجھے ہمیشہ یاد رہے گا کہ میرے ان چار پیسوں کا مطالبہ ان کے لئے اس قدر مسرت کا سبب ہوتا ہے کہ مجھے بھی ان کی خوشی سے لطف آجاتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات اگر ان کے پاس اس وقت کچھ نہ ہو تو میں نے خود ان کی کچھ نذر کیا۔ تاکہ اس میں سے وہ میرے پیسے مجھے مرحمت فرما دیں۔ اس لئے کہ ان کو انہیں سے دینے سے بھی اتنی ہی خوشی ہوتی تھی اور اس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا کہ میں اسی کے پیسوں میں سے دے رہی ہوں

اسی طرح میرے والد صاحبؒ کے ایک حقیقی ماموں مولانا شمس الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ہمیشہ سے ان کا معمول مجھے ہر سفر میں ایک روپیہ مرحمت فرمانے کا تھا۔ جب میرے اولاد ہو گئی تو اُنہوں نے بجائے میرے ان کی طرف اس کو منتقل کر دیا میں نے زبردستی اپنے روپے کا اجرا کرایا میں نے اُن سے کہا کہ بچوں کو آپ دیں یا نہ دیں۔ میں ان کا ذمہ دار نہیں ہوں میرا روپیہ بند نہیں ہو گا۔ مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔ اور جب بھی یاد آجاتا ہے میں ہمیشہ ان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ ان کی مغفرت فرما کر اپنی عالی شان کے موافق اجرِ جزیل عطا فرمائے کہ ان کو میرے اس مطالبہ سے کس قدر مسرت ہوتی تھی۔ اکثر قہقہہ سے ہنسا کرتے تھے

---

[1] طباعت کے وقت انتقال ہو گیا۔ غفر اللہ لہا۔ ناظرین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے ۱۲ ز

اور بار بار میرے اس لفظ کو دہراتے "ہاں جی میرا روپیہ بند نہیں ہوگا" میں کہتا کہ ہرگز بند نہ ہوگا

اور بھی مجھے اپنے اعزہ اور احباب سے اس نوع کے واقعات کا سابقہ پڑتا ہے یہ میں نے اس لئے لکھا کہ آجکل تعلقات بالخصوص آپس داری کے عام طور سے ایسے خراب ہوتے جاتے ہیں کہ یہ بات اب ذہنوں میں آنا بھی دشوار ہو جائے گی کہ عزیزوں کا سوال باعث مسرت بھی ہو سکتا ہے۔

دوسری چیز علامہ زبیدیؒ نے یہ لکھی ہے کہ اگر دوسرے کے واسطے کوئی شخص سوال کرے تو وہ اسمیں داخل نہیں ہے۔ یہ ظاہر ہے اور پہلی فصل میں جتنی روایات کسی دوسرے کے لئے اعانت اور مدد کی گذری ہیں وہ سب اُس کے لئے دلیل ہیں۔ اسی طرح طلب علم کی مشغولی سوال کی ذلت سے اہم ہے۔

ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کمانے پر قادر ہے اور علمی اشتغال کی وجہ سے اس کو نہیں کرتا تو اس کو زکوٰۃ کا لینا بھی جائز ہے اور صدقات تطوع کا لینا بھی اور اگر باوجود قدرت کے کمانا نوافل اور عبادات میں مشغولی کی وجہ سے چھوڑتا ہے تو اس کو ابِل زکوٰۃ کا سوال جائز نہیں ہے صدقات تطوع سے سوال میں مضائقہ نہیں۔ گو کراہت ہو اور اگر کوئی جماعت اصلاح نفس اور تزکیہ باطن کے لئے مجتمع ہے تو بہتر یہ ہے کہ کوئی ایک شخص ان سب کے لئے روٹی کپڑا جمع کر لیا کرے (مرقات)

علمی اشتغال چاہے علوم ظاہرہ ہوں یا علوم باطنہ۔ یقیناً بہت زیادہ اہم ہے اور ایسے لوگوں کے لئے یقیناً کسی دوسری چیز میں مشغول ہونا ہرگز نہ چاہیئے۔ اور محض نادانوں احمقوں کے طعن و تشنیع کے خوف سے اس اہم مشغلہ کے ساتھ کمائی وغیرہ کی طرف لگنا جاہلوں کے طعن کے خوف سے اپنی قیمتی مایہ کو ضائع کرنا ہے۔ نادانوں کے طعن و تشنیع سے نہ اہل علم کبھی بچے نہ انبیائے کرام بچے۔

آجکل یہ وبا بہت عام ہوتی جارہی ہے کہ اہل علم کو اپنا گذر چلانے کے لئے کسی صنعت و حرفت کا سیکھنا ضروری ہے۔ اور اہل علم بھی دنیا داروں کے طعن و تشنیع سے بددل ہو کر اس کی اہمیت کو محسوس کر رہے ہیں اور مدارس عربیہ دینیہ میں یہ سلسلے بھی

جاری ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ علم کو بہت زیادہ نقصان دینے والی چیز ہے اس میں اسلاف کے نمونے سامنے رکھے جاتے ہیں جنہوں نے اپنی معاش کے لئے تجارت و حرفت وغیرہ کے مشاغل اختیار کرتے ہوئے دین کی اور علم کی خدمت کی۔ اور یقیناً اگر اللہ جل شانہ توفیق عطا فرمائے تو یہ طریقہ بہترین طریقہ ہے۔ مگر ہم لوگوں کے قلوب اور ہمارے قویٰ اور ہمارے احوال نہ تو اس کے متحمل ہیں کہ ہم لوگ دو کام بیک وقت کر سکیں اور نہ ہماری طمع نفس اور حب دنیا اس کی گنجائش دیتی ہے کہ مال کی بڑھوتری کے اسباب پیدا ہونے کے باوجود اللہ کے کام کے واسطے، دین کی خاطر، علم کی خاطر، ہم اپنے اوقات کو دنیا کمانے کے مشاغل سے زیادہ سے زیادہ فارغ کر سکیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ابتدا میں دونوں کام شروع کئے اور آخر میں علمی مشغلہ پر دنیا کی کمائی اور طلب غالب آگئی جس کے بار بار تجربے ہو چکے ہیں۔

امام غزالیؒ نے طلب علم کے جو دس آداب لکھے ہیں۔ اس میں لکھتے ہیں کہ "چوتھا ادب یہ ہے کہ دنیا میں مشغولی کو بہت ہی کم کر دے۔ اور اپنے اہل اور وطن سے دور چلا جائے اس لئے کہ تعلقات کی کثرت مشغولی کا سبب ہوتی ہے۔ اور مقصد سے ہٹانے والی ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کے لئے دو دل نہیں بنائے (کہ ایک دل علم میں مشغول رہے اور دوسرا دنیا کمانے میں یہ قرآن پاک کی آیت مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ (احزاب رع ا کی طرف اشارہ ہے) اور جتنا زیادہ اپنے غور و فکر کو متفرق چیزوں میں مشغول کرے گے علوم کے حقائق سے دور رہو گے۔ اسی وجہ سے کہا گیا کہ علم تجھے تھوڑا سا حصہ جب دے گا جب تو آپ کو پورا کا پورا علم کی نذر کر دیگا اور جو غور و فکر متفرق امور کی طرف منتشر رہتا ہے اس کی مثال اس نالی کی سی ہے جس کی ڈول ٹوٹ گئی ہو کہ اس میں سے پانی ادھر اُدھر نکلے گا اور بہت کم کھیت میں پہنچے گا۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ واقعی علم حاصل کرنا مقصود ہو محض روٹی کھانے اور صدقات کا مال جو آدمیوں کا میل ہے جمع کرنا مقصود نہ ہو۔ امام غزالی وہ وعیدات جو بُرے عالموں کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ذکر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ "ان سے معلوم ہوا کہ دنیا دار عالم حالت کے اعتبار سے بہت زیادہ خسیس ہے اور عذاب کے اعتبار سے بہت

زیادہ عذاب کا مستحق ہے بہ نسبت جاہل کے اور کامیاب صرف وہی علماء ہیں جو آخرت کے عالم ہیں۔ اور آخرت کے عالم کے لئے چند علامات ہیں جن میں سے یہی یہ ہے کہ اپنے علم سے دنیا کمانا مقصود نہ ہو۔ عالم کا سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ دنیا کی حقارت، دنیا کا کمینہ پن، دنیا کی گندگی، اس کا فانی ہونا اس کو مستحضر ہو وہ آخرت کی بڑائی، اس کی پائیداری، اس کی عمدگی، اس کی نعمتوں کی پاکیزگی، اس کی رفعت شان کو پہچاننے والا ہو اور اس بات کو خوب سمجھتا ہو کہ دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں۔ جب وہ ایک کو راضی کرے گا۔ دوسری ناراض ہو گی (جیسا کہ حدیث میں بھی مضمون آیا ہے) اور یہ سمجھے کہ دنیا اور آخرت بمنزلہ ترازو کے دو پلڑوں کے ہیں جونسا ایک جھکائیگا۔ دوسرا اوپر چڑھ جائے گا۔ جو شخص دنیا کی حقارت کو نہ سمجھتا ہو وہ فاسد العقل ہے وہ علماء میں سے کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ علماء کا عذاب دل کی موت ہے۔ اور دل کی موت آخرت کے عمل سے دنیا کی طلب ہے (یعنی دین کا کام اس غرض سے کرنا کہ اس سے دنیا کی مال و دولت یا عزت وجاہت کمائی جائے) یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ علم و حکمت کی رونق جاتی رہتی ہے۔ جب اُن سے دنیا کمائی جائے۔ حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ جب عالم کو امراء کے دروازوں پر دیکھو تو وہ چور ہے۔ حضرت عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ جب کسی عالم کو دنیا سے محبت رکھنے والا سمجھو تو اس کو اپنے دین کے بارے میں متہم سمجھنا کہ ہر شخص اسی میں گھسا کرتا ہے جس سے اس کو محبت ہو (احیاء مختصراً)

لہٰذا یہ تو ضروری ہے کہ علماء کو اپنے نفس کو ہر وقت متہم سمجھتے ہوئے اس کی سختی سے نگرانی کرتے رہنا چاہیئے۔ ہر وقت اس فکر میں ضرور رہنا چاہیئے کہ کہیں دنیا کی محبت جو ہر خطا کی جڑ ہے غیر محسوس طریقہ سے جڑ نہ پکڑ لے اور دنیا سے بے رغبتی بلکہ نفرت راسخ ہو جانے کے بعد نہ سوال میں مضائقہ ہے نہ صدقات و زکوٰۃ لینے میں۔ بلکہ صدقات والوں کا اہم وظیفہ ہے کہ اہل علم کو مقدم کریں۔ جیسا کہ پہلے صدقہ ادا کرنے کے آداب میں گذر چکا حق تعالیٰ شانہ اس ناپاک دنیا کے کتے کو بھی اس مہلک مرض سے نجات عطا فرمائے کہ دنیا طلبی ایسا مہلک مرض ہے جو آہستہ آہستہ ترقی کرتا رہتا ہے۔ اور وہ صرف مال ہی کے حاصل کرنے میں مضر نہیں ہے

بلکہ جاہ کے حاصل کرنے میں مال سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ بڑھتا ہے اور دینی ماحول میں یہ مرض حب دنیا سے بھی زیادہ ترقی کرتا ہے۔

(۳) عن حکیم بن حزام رضؓ قال سألت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاعطانی ثم سألتہ فاعطانی ثم قال یا حکیم ان ھذا المال خضر حلو فمن اخذہ بسخاوۃ نفس بورک لہ فیہ ومن اخذہ باشراف نفس لم یبارک لہ فیہ وکان کالذی یاکل ولا یشبع والید العلیا خیر من الید السفلی قال حکیم فقلت یا رسول اللّٰہ والذی بعثک بالحق لا ارزأ احدا بعدک شیئا حتی افارق الدنیا متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ

حکیم بن حزام رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سوال کیا حضورؐ نے عطا فرمایا۔ میں نے پھر مانگا حضورؐ نے پھر مرحمت فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے حکیم یہ مال سرسبز میٹھی چیز ہے یعنی خوشنما ہے دیکھنے میں لذیذ ہے دلوں میں پس جو شخص اس کو نفس کی سخاوت (یعنی استغنا) سے لیتا ہے اس کے لئے تو اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو اس کو اشراف نفس (یعنی حرص اور طمع جیسا کہ آئندہ حدیث کے ذیل میں آئیگا) کے ساتھ لیتا ہے اس کے لئے اس میں برکت نہیں ہوتی وہ ایسا ہے جیسا کوئی بھوک کا مریض کہ کھاتا رہے اور پیٹ نہ بھرے۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے (یعنی نہ مانگنے والا ہاتھ مانگنے والے سے اچھا ہے) حکیم فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللّٰہؐ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اب آپ کے بعد مرنے تک کبھی کسی کو تکلیف نہیں دوں گا۔

فائدہ:- یعنی اب ساری عمر کبھی کسی سے سوال نہیں کروں گا۔ بعض روایات میں اس حدیث کے بعد یہ مضمون بھی ہے کہ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں حضرت حکیم رضؓ کو بلاتے تاکہ ان کا جو حق بیت المال کے فیٔ میں ہے وہ ان کو مرحمت فرمادیں۔ وہ لینے سے انکار کر دیتے۔ پھر حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں بھی یہی معمول رہا کہ وہ حکیم رضؓ کو ان کا حصہ دینے کو بلاتے وہ لینے سے انکار کر دیتے۔ حضرت عمر رضؓ نے لوگوں کو اس پر گواہ بنایا کہ وہ حکیم کا حصہ دینے کو بلاتے ہیں وہ قبول نہیں کرتے لیکن حضرت حکیم نے اپنے انتقال

تک کسی سے نہ لیا۔ (ترغیب)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا۔ اول حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو اس میں سے عطا فرمایا۔ اس کے بعد حضورؐ نے حکیمؓ کو بلایا اور لپ بھر کر عطا فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس کا لینا میرے لئے اچھا ہے یا بُرا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا بُرا ہے۔ انھوں نے واپس کر دیا۔ اور قسم کھائی کہ میں کسی کی بھی عطا قبول نہیں کروں گا۔ پھر حکیمؓ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہؐ میرے لئے دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ میرے یہاں برکت عطا فرمائے۔ حضورؐ نے دعا کی کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کے ہاتھ کی کمائی میں برکت عطا فرمائے (ترغیب)

حضرت معاویہؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مانگنے میں اصرار نہ کیا کرو۔ خدا کی قسم جو شخص مجھ سے کوئی چیز مانگے اور محض اس کے مانگنے کی وجہ سے اپنی طبیعت کے خلاف میں کوئی چیز اس کو دوں تو اسمیں برکت نہ ہوگی

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس شخص کو میں طیبِ نفس سے کوئی چیز دوں اس میں تو برکت ہوگی۔ اور جس شخص کو اس کی طمع اور سوال کی وجہ سے بغیر طیبِ خاطر کے کوئی چیز دوں گا وہ ایسا ہوگا جیسا کہ آدمی کھاتا رہے اور پیٹ نہ بھرے۔

حضرت ابن عمرؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سوال میں اصرار نہ کیا کرو جو شخص اصرار کے ساتھ ہم سے کوئی چیز لے گا اس میں برکت نہ ہوگی (ترغیب)

قرآن پاک میں بھی اس پر تنبیہ فرمائی گئی چنانچہ ارشاد ہے لَا يَسْـَٔلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا (بقرہ۔ ع ۳۷) کہ لوگوں سے باصرار نہیں مانگتے۔"

حضرت عائشہ رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ یہ مال سرسبز اور میٹھی چیز ہے پس جس شخص کو ہم اس میں سے کوئی چیز اپنی طیبِ نفس سے دیں ایسی حالت میں کہ لینے والے کی طرف سے روزی لینے کی اچھی حالت ہو یعنی استحقاق کے اعتبار سے بہترین مستحق ہو سوال کے اعتبار سے جائز طلب ہو مبالغہ نہ ہو) اور اس کی طرف سے طمع نہ ہو تو اس مال میں اس کے لئے برکت دی جاتی ہے۔ اور جس شخص کو ہم کوئی چیز ایسی

طرح دیں کہ ہماری طیب خاطر نہ ہو اور اس کی طرف سے لینے کی اچھی حالت نہ ہو اور اس کی طمع شامل ہو تو اس میں برکت نہیں ہوتی (ترغیب)

برکت ایسی اہم اور قابلِ قدر چیز ہے کہ اس میں تھوڑی سی چیز میں بہت سی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ پہلے اس نوع کے واقعات گذر چکے ہیں کہ ایک پیالہ دودھ بہت سے اصحاب صفہ کو کافی ہو گیا۔ یہ آخر برکت ہی تو تھی۔ اور اس زمانہ میں بھی بسا اوقات اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے گو ویسا نہ ہو جیسا کہ حضورؐ کے لئے برکت کا نمونہ ظاہر ہوتا تھا۔ اور ویسا ہو بھی نہیں سکتا لیکن اس زمانہ اور حالات کے اعتبار سے بہت مرتبہ اس کا تجربہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے کسی چیز میں ایسی برکت فرما دیتے ہیں کہ دیکھنے والے تعجب میں رہ جاتے ہیں۔ اور اس کے بالمقابل بے برکتی ایسی منحوس چیز ہے کہ جتنا بھی کمائے جاؤ کبھی کافی نہیں ہوتا جس کی مثال حضورؐ کے کلام پاک میں قریب ہی گذری ہے کہ کھائے جاؤ پیٹ نہ بھرے

اس بے برکتی میں ایک اپنا ہی تجربہ خود اپنے ہی اوپر اور اپنی حماقت کا اظہار کرتا ہوں مجھے بچپن میں بیت بازی کا بہت شوق تھا اور چونکہ والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی طرف سے باوجود ان کے تشدد اور سختیوں کے اس فعل پر نکیر نہ تھی۔ اس لئے یہ مرض ترقی پذیر تھا۔ اور بلا مبالغہ ہر زبان کے ہزاروں شعر یاد تھے جو اب نہیں رہے۔ میرا اہم ترین کھیل یہ تھا کہ اپنے مخصوص اعزہ جب کہیں ایک جگہ اتفاقیہ جمع ہو جاتے تو یہ شغلہ شروع ہو جاتا۔ مجھے اپنے ابتدائی مدرسی کے زمانہ میں ایک شب کے لئے کیرانہ جانے کا اتفاق ہوا جہاں میرے پھوپی زاد بھائی وکالت کرتے تھے وہ بھی اس شغلہ کے شوقین یا مریض تھے میری وجہ سے اور بھی بعض اعزہ جمع ہو گئے اور حسب معمول عشا کی نماز کے بعد یہ بیکار شغلہ شروع ہو گیا۔ سردی کا زمانہ تھا انہوں نے تین سیر دودھ اس خیال سے منگا کر رکھا تھا کہ رات کو دو تین مرتبہ تو چائے کا دور آخر چلے ہی گا۔ مگر اس خیال سے کہ ابھی تھوڑا سا وقت گذر جائے تو چائے پکائی جائیگی چائے پکانے کی نوبت بھی نہ آئی تھی۔ میرے اندازہ کے موافق آدھ گھنٹہ پون گھنٹہ گذرا ہو گا کہ مجھے پیشاب کی ضرورت ہوئی اور باہر آیا تو آسمان پر مشرق کی جانب ایسی تیز سفیدی نظر آئی کہ حیرت ہو گئی۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ سفیدی کیا چیز ہے اس کے دیکھنے کے واسطے میں نے

دوسرے ساعزہ کو آواز دی سب اس کو دیکھ کر متحیر تھے کہ یہ سفیدی کس چیز کی ہے. مختلف قیاسات گھڑے جارہے تھے کہ چاروں طرف سے اذانوں کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں جس سے معلوم ہوا کہ وہ صبح صادق ہے۔ وہ دن بھی عجیب حیرت میں گذرا کہ رات کہاں نکل گئی اور اس کے بعد سے اب تک بھی جب خیال آجاتا ہے ایک سناٹا گذر جاتا ہے کہ اس رات میں ....

اس قدر بے برکتی کیوں ہوئی اور اب تو جب کبھی اس رات کا خیال آجاتا ہے تو حیرت کے علاوہ ایک عبرت اور افسوس بھی ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد ساری عمر ہی اس رات جیسی ہوگی۔ اسی دن میرے موصوف بھائی نے اپنے والد میرے پھوپھا مولانا رضی الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جو ایک بزرگ ہستی حضرت قطب عالم گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے حدیث میں شاگرد تھے خواب میں دیکھا فرمارہے ہیں کہ میاں زکریا بھی کیسے بزرگ ہیں اس طرح رات کو ضائع کردیتے ہیں کچھ انہیں کی توجہ کا اثر ہوگا کہ اس کے بعد سے پھر کبھی اس مشغلہ کی نوبت نہ آئی لیکن عمر بھر کی حیرت کے لئے یہ کیرانہ کی رات مجھے تعجب میں ڈالنے کے لئے کافی ہے اور اس واقعہ سے دو چیزیں ایسی ذہن نشین ہوگئیں کہ ان میں ذرا بھی استبعاد نہیں رہا۔

ایک تو بزرگوں کے وہ واقعات اور حالات جن کے تواریخ میں اس قسم کی چیزیں ذکر کی جاتی ہیں کہ ساری رات نماز میں گذار دی۔ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھ لی۔ رات رات بھر مناجات میں گذار دی کہ اس نوع کے جتنے واقعات ہیں وہ سب قرین قیاس ہیں۔ لذت اور انہماک یقیناً ایسی چیز ہے کہ اس کے حاصل ہونے کے بعد نہ رات کا طول رہ سکتا ہے نہ نیند۔ کا حملہ۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے لطف سے ان حضرات کو ان عبادات میں لذت کا مرتبہ عطا فرمایا۔ یہ اس کو وصول کرتے ہیں جن کو ان میں لذت نہیں ہے ان کو جتنا بھی دشوار اور پہاڑ معلوم ہو ظاہر ہے۔

اور دوسری چیز جو اپنے تجربہ سے ذہن میں آئی وہ ایک حدیث پاک کا مضمون ہے کہ قیامت کا سخت ترین دن جو پچاس ہزار برس کے برابر ہے بعض لوگوں پر ایسا گذر جائیگا جیسا کہ ایک نماز یا ایک نماز سے دوسری نماز تک کا وقت ہوتا ہے، یقیناً یہ حضرات جنکے پاس معاصی نہ ہونے سے خوف کا گذر نہ ہو اپنے نیک اعمال کی وجہ سے لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ دالآیہ

کے مصداق ہیں کہ نہ ان کو اس دن کوئی خوف ہوگا۔ نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ عرش کے سایہ تلے اپنے کارناموں کی لذائذ میں مشغول اور منہمک ہوں گے۔ ان پر یہ طویل وقت جتنا بھی مختصر سے مختصر گذر جائے میرے لئے تو اپنا تجربہ اس کی تائید کرتا ہے۔

(۴) عن خالد بن علی الجهنی قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من بلغه عن اخیه معروف من غیر مسئلة ولا اشراف نفس فلیقبله ولا یرده فانما هو رزق ساقه الله عزّ و جلّ الیه۔ رواه احمد باسناد صحیح و ابن حبان فی صحیحه والحاکم کذا فی الترغیب

حضرت خالد بن علی رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو بغیر سوال کے اور بغیر اشراف نفس (یعنی طمع اور حرص) کے اپنے بھائی کی طرف سے کوئی چیز پہنچے اس کو قبول کر لینا چاہیئے اس کو رد نہ کرنا چاہیئے۔ یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے روزی ہے جو اس کو بھیجی گئی ہے۔

فائدہ: متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ بلا طلب اور بلا طمع کے اگر کوئی ہدیہ ملے تو اس کو قبول کرنا چاہیئے اس لئے کہ اس کے واپس کرنے میں اللہ کی نعمت کا کفران ہے اور ٹھکرانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اکابر باوجود طبیعت نہ چاہنے کے بھی قبول کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضؓ فرماتے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطا کے طور پر کچھ مرحمت فرماتے میں عرض کر دیتا کہ حضورؐ کسی ایسے شخص کو مرحمت فرماویں جو مجھ سے زیادہ حاجت مند ہو حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں لے لو۔ جب کوئی مال ایسی طرح آوے کہ نہ اس کا سوال کیا جائے نہ اس میں اشراف نفس ہو تو اس کو لے لیا کرو۔ پھر اگر دل چاہے اس کو اپنے کام میں لاؤ اور دل نہ چاہے صدقہ کر دیا کرو اور جو مال خود نہ آئے اس کی طرف دھیان بھی نہ لگاؤ۔

حضرت ابن عمر رضؓ کے صاحبزادے حضرت سالم رضؓ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی وجہ سے حضرت ابن عمر رضؓ کی یہ عادت تھی کہ کبھی کسی سے سوال نہ کرتے تھے اور کہیں سے کچھ آتا تو اس کو رد نہ فرماتے۔

اسی قسم کا قصہ حضرت عمر رضؓ کا بھی پیش آیا کہ حضورؐ نے ان کو کچھ مرحمت فرمایا حضرت عمر رضؓ نے اس کو واپس کر دیا حضورؐ نے فرمایا کہ واپس کیوں کر دیا۔ حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا کہ آپ

ہی نے تو یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارے لئے بہتر یہی ہے کہ کسی سے کوئی چیز نہ لیا کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس سے مانگ کر نہ لینا مراد ہے جب بغیر مانگے کوئی چیز ملے تو وہ اللہ جل شانہ کی طرف سے روزی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ پھر حضورؐ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اب سے کبھی کسی سے کوئی چیز نہ مانگوں گا اور بلا طلب ملے گی اس کو قبول کروں گا۔

عبداللہ بن عامرؓ نے حضرت عائشہ رضؓ کی خدمت میں کچھ دام اور کپڑا کسی قاصد کے ہاتھ بھیجا۔ حضرت عائشہؓ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ میری عادت تو کسی سے لینے کی نہیں ہے جب وہ قاصد واپس جانے لگا گھر سے نکلا ہی تھا کہ حضرت عائشہؓ نے اس کو واپس بلایا اور اس ہدیہ کو رکھ لیا۔ اور یہ فرمایا کہ مجھے ایک بات یاد آگئی۔ حضورؐ نے مجھ سے یہ فرمایا تھا، کہ عائشہ بے مانگے کوئی چیز ملے تو اس کو لے لینا وہ اللہ کی طرف سے روزی ہے جو تمہاری طرف بھیجی گئی۔

غالباً یہ ابتدائی قصہ ہو گا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضؓ ہدایا قبول کرنے لگیں متعدد روایات میں متعدد صحابہ کرام رضؓ سے بڑی بڑی رقمیں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں پیش ہونا اور حضرت عائشہ رضؓ کا ان کو لے کر ہاتھ کے ہاتھ تقسیم کر دینا وارد ہوا ہے۔

واصل بن خطابؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ کسی سے کچھ مانگنا نہیں حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں مانگنے کے متعلق میں نے کہا ہے۔ لیکن بغیر مانگے اگر اللہ تعالیٰ کوئی چیز مرحمت فرما دیں تو اس کو لے لینا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دی ہے

حضرت ابوہریرہ رضؓ بھی حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ شانہٗ بے مانگے کوئی چیز دلوائیں تو اس کو قبول کرنا چاہیئے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی روزی بھیجی گئی ہے

عابد بن عمروؓ بھی حضورؐ سے یہی نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو کوئی روزی بغیر مانگے اور بغیر اشراف نفس کے پیش کی گئی ہو اس سے اپنے خرچ میں وسعت پیدا کرنا چاہیئے اور اگر خود کو اس کی حاجت نہ ہو تو پھر کسی ایسے شخص کو دیدینا چاہیئے جو اپنے سے زیادہ ضرورتمند ہو۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحؒ کے صاحبزادے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ اشراف نفس کیا چیز ہے؟ اُنہوں نے فرمایا کہ تو اپنے دل میں یہ خیال کرے کہ یہ شخص مجھے کچھ دیگا۔ فلاں شخص مجھے کچھ بھیجے گا (ترغیب)

اشراف کے اصل معنی جھانکنے کے ہیں۔ اشراف نفس یہ ہے کہ نفس اس کو جھانک رہا ہو اس کی تاک میں لگا ہوا ہو جیسا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحؒ نے فرمایا کہ دل میں یہ خیال ہو کہ یہ مجھے کچھ عطا کرے گا۔ اسی وجہ سے اکثر علماء اس کو حرص و طمع سے تعبیر کرتے ہیں کہ اس میں بھی نفس کی خواہش ہوتی ہے کہ مجھے مل جائے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اشراف نفس کے معنی بعض نے شدت حرص کے فرمائے ہیں اور بعض علمائے نے کہا ہے کہ اشراف نفس یہ ہے کہ دینے والا گرانی کے ساتھ عطا کرے۔

امام غزالی رحؒ اس چیز کے قبول کرنے کے آداب میں جو بے طلب کہیں سے آئے لکھتے ہیں کہ اس میں تین چیزیں قابلِ غور و فکر ہوتی ہیں۔ ایک تو مال۔ دوسرے دینے والے کی غرض، تیسرے لینے والے کی غرض۔ یعنی اول تو مال کو دیکھنا ہے کہ وہ کیسا ہے۔ اگر حرام مال ہے۔ یا مشتبہ ہے تو اس سے احتراز ضروری ہے۔ اس کے بعد دوسری چیز دینے والے کی غرض کو دیکھنا ہے کہ وہ کس نیت سے دیتا ہے۔ یعنی ہدیہ کی نیت سے دے رہا ہے جس سے دوسرے کا دل خوش کرنا اور اس کی محبت بڑھانا مقصود ہو یا صدقہ کی نیت سے دے رہا ہے یا اپنی شہرت اور نمود کی غرض سے دے رہا ہے (یا کسی اور فاسد غرض سے دے رہا ہے جس کا بیان دوسری حدیث میں آرہا ہے) پس اگر محض ہدیہ ہے تو اس کا قبول کرنا سنت ہے (بہت سی احادیث میں ہدیہ دینے کی اور قبول کرنے کی ترغیبات آئی ہیں بشرطیکہ اس میں لینے والے پر منت (احسان اور بوجھ نہ ہو) اگر منت ہو تو رد کرنے میں مضائقہ نہیں۔ اور اگر ہدیہ کی مقدار زیادہ ہونے پر منت ہو تو اسمیں سے کچھ مقدار لے لینے میں اور کچھ مقدار واپس کردینے میں مضائقہ نہیں۔

حضورؐ سے ... ایک شخص نے گھی اور پنیر اور ایک مینڈھا پیش کیا حضورؐ نے گھی اور پنیر قبول فرمالیا مینڈھا ... رد یا اور حضورؐ کی یہ عادت شریفہ بھی تھی کہ بعض کا ہدیہ

قبول فرمالیتے اور بعض کار د فرمادیتے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا میرا یہ ارادہ ہے کہ کسی شخص کا ہدیہ قبول نہ کروں۔ بجز ان لوگوں کے جو قریشی ہوں یا انصاری یا ثقفی یا دوسی اور اس ارشاد کا مبنیٰ یہ تھا کہ ایک اعرابی نے حضورؐ کی خدمت میں ایک اونٹنی پیش کی حضورؐ کی عادت شریفہ چونکہ ہدیہ کا بدلہ مرحمت فرمانے کی تھی۔ اس لئے اس کے بدلہ میں حضورؐ نے چھ اونٹ اس کو دیئے جو اس نے کم سمجھے کہ وہ اُن سے بھی زائد کا امیدوار تھا۔ اور اس پر اس نے ناگواری کا اظہار کیا۔ جب حضورؐ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو حضورؐ نے وعظ میں اس واقعہ کو ذکر فرماکر اپنے اس ارادہ کا اظہار فرمایا اور جن لوگوں کو مستثنیٰ کیا ان کے اخلاص پر حضورؐ کو اعتماد تھا۔ (بذل)

اور حضرات تابعین کا بھی یہ معمول کثرت سے نقل کیا گیا کہ بعض ہدیہ قبول فرمالیتے بعض کو رد فرمادیتے۔

فتح بن شخرف موصلی کی خدمت میں کسی نے ایک تھیلی پچاس درم کی پیش کی اُنہوں نے فرمایا مجھے حضورؐ کا یہ ارشاد پہنچا ہے کہ جس شخص کے پاس بلا طلب کوئی رزق آئے اور وہ اس کو واپس کردے وہ اللہ کی روزی کو واپس کرتا ہے۔ اس کے بعد اُنہوں نے وہ تھیلی لی اور اس میں ایک درم قبول کرکے باقی کو واپس کردیا۔

حسن بصریؒ بھی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں لیکن انکے پاس ایک شخص دراہم کی تھیلی اور ایک گٹھڑی خراسان کے باریک کپڑوں کی لایا۔ اُنہوں نے اس کو واپس فرمادیا اور یہ فرمایا کہ جو شخص اس مرتبہ پر بیٹھے جہاں میں بیٹھا ہوں (یعنی وعظ و نصیحت ارشد وہدایت کے مرتبہ پر) پھر لوگوں سے اس قسم کی چیزیں قبول کرے وہ اللہ تعالیٰ شانہ سے ایسے حال میں ملے گا کہ اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا (یعنی آخرت میں کچھ نہ ملے گا) اس لئے کہ اس میں شائبہ دینی کام میں بدلہ لینے کا ہے۔

حضرت عبادہ رضؓ فرماتے ہیں کہ میں اصحاب صفہ کو قرآن شریف پڑھایا کرتا تھا ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان ہدیہ میں دی میں نے یہ سوچا کہ کچھ ایسا مال بھی نہیں ہے اور اللہ کے راستہ جہاد میں اس سے کام لوں گا پھر بھی مجھے خیال آیا کہ حضورؐ سے دریافت تو کرلوں۔ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ آگ کا ایک طوق

تمہارے گلے میں ڈال دیا جائے تو لے لو (ابوداؤد)

حسن بصری کے اس عمل اور حضورؐ کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ قبول ہدیہ کے معاملہ میں عالم اور واعظ کا معاملہ زیادہ سخت ہے۔ اس کے باوجود حسن بصری (اپنے مخصوص) احباب سے ہدیہ قبول کرتے تھے (جہاں معاوضہ کا شبہ نہ ہوتا تھا) اور ابراہیم تیمی اپنے احباب سے ایک ایک دو دو درم لیتے تھے۔ اور بعض لوگ سینکڑوں پیش کرتے تھے اس کو قبول نہ کرتے اور بعض حضرات کا یہ معمول تھا کہ جب ان کو کوئی ہدیہ دیتا تو وہ فرماتے کہ ابھی اپنے ہی پاس رہنے دو۔ اور مجھے غور کر کے یہ بتاؤ کہ اگر اس کے قبول کرنے سے میری وقعت (محبت) تمہارے دل میں اس سے زیادہ بڑھ جائے جتنی قبول کرنے سے پہلے ہی تب تو مجھے خبر دینا میں لے لونگا ورنہ نہیں، امام غزالی رح کہتے ہیں کہ اس کی علامت یہ ہے کہ رد کرنے سے دینے والے کی دلشکنی ہو۔ اور قبول کرنے سے اس کو مسرت ہو اور اس کا قبول کر لینا وہ اپنے اوپر احسان سمجھتا ہو۔

بشر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سری سقطی کے سوا کبھی کسی سے سوال نہیں کیا اُن سے البتہ اس لئے سوال کرتا ہوں کہ مجھے ان کے زہد کا حال معلوم ہے۔ مجھے یہ بات محقق ہے کہ ان کی ملک سے کسی چیز کا نکل جانا ان کی مسرت کا سبب ہوتا ہے اور ان کے پاس رہنا گرانی کا سبب ہوتا ہے۔ اس لئے میں ان سے لیکر ان کی خوشی میں مدد کرتا ہوں۔

ایک شخص خراسان کے رہنے والے حضرت جنید بغدادی کے پاس بہت سا مال ہدیہ میں لائے۔ حضرت نے فرمایا کہ بہت اچھا میں اس کو فقراء پر تقسیم کر دونگا۔ اس نے عرض کیا میں اس لئے نہیں پیش کرتا میرا دل چاہتا ہے کہ اس کو آپ خود اپنے کھانے میں خرچ کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اس کے ختم ہونے تک کہاں زندہ رہوں گا۔ (بہت بڑی مقدار ہے) اس کے ختم ہونے کے واسطے زمانہ چاہیئے۔ اس نے عرض کیا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ اس کو سرکہ اور سبزی میں خرچ کریں (کہ برسوں میں ختم ہو) میرا دل چاہتا ہے کہ اس سے آپ حلوہ وغیرہ اچھی چیزیں نوش فرما دیں۔ حضرت نے قبول فرما لیا خراسانی نے عرض کیا کہ بغداد میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس کا احسان مجھ پر آپ سے زیادہ ہو۔ اس وجہ سے کہ آپ نے میری درخواست پر میرا ہدیہ قبول فرمالیا، حضرت نے فرمایا تیرے جیسے شخص کا ہدیہ ضرور قبول کرنا چاہیئے

(یہ ساری بحث ہدیہ کی تھی)

دوسری قسم صدقات اور زکوٰۃ ہے۔ پس اگر وہ زکوٰۃ ہو تو لینے والے کو چاہیئے کہ وہ یہ دیکھے کہ زکوٰۃ کا مستحق ہے یا نہیں۔ اگر مستحق ہے تو لے لے (زکوٰۃ کی فصل کے ختم پر اس کی کچھ تفصیل گذر چکی ہے) اور بغیر زکوٰۃ کا صدقہ ہو تو لینے والے کو یہ غور کرنا چاہیئے کہ وہ دے رہا ہے اگر وہ اس کی دینداری کی وجہ سے دے رہا ہے تو اپنے حال پر نظر کرنا چاہیئے کہ وہ درپردہ کسی ایسے گناہ کا مرتکب تو نہیں ہے کہ اگر دینے والے کو اس گناہ کا علم ہو جائے تو کبھی بھی نہ دے اور اس کی طبیعت کو اس سے نفرت ہو جائے۔ اگر ایسا ہے تو اس کا لینا ناجائز ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کسی کو عالم سمجھ کر کوئی شخص دے اور وہ محض جاہل ہو۔ یا سید سمجھ کر کوئی شخص دے اور وہ سید نہ ہو تو ان کو اس کا لینا بالکل جائز نہیں بے تردد حرام ہے

اور اگر دینے والے کی غرض فخر وریا اور شہرت ہے تو اس کو ہرگز قبول نہ کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ معصیت ہے اور لینے والا گناہ میں مددگار ہوگا۔ (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کا کھانا کھانے کی ممانعت فرمائی ہے جو تفاخر کے لئے کھلاتے ہوں (ترغیب)

حضرت سفیان ثوری رح بعض ہدایا کو یہ کہہ کر واپس کر دیتے تھے اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ دینے والا فخر کے طور پر اس کو ذکر نہیں کرے گا۔ تو میں لے لوں، بعض بزرگوں پر جب انکے ہدایا واپس کرنے پر اعتراض کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ دینے والوں پر ترس کھا کر واپس کر دیتا ہوں کہ وہ اس کا لوگوں سے تذکرہ کرتے ہیں جس سے ان کا ثواب جاتا رہتا ہے تو بغیر ثواب کے ان کا مال کیوں ضائع ہو۔

تیسری چیز لینے والے کی غرض ہے اگر وہ محتاج ہے اور مال ان آفات سے محفوظ ہے جو پہلے دو نمبروں میں گذریں۔ تو اس کا لینا افضل ہے حضور کا ارشاد ہے کہ لینے والا اگر محتاج ہے تو وہ صدقہ کے لینے میں ثواب کے اعتبار سے دینے والے سے کم نہیں ہے اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ کوئی مال بغیر مانگے اور بغیر اشراف نفس کے دے تو وہ اللہ تعالیٰ کا رزق ہے جو اس نے عطا فرمایا۔

اس مضمون کی متعدد روایات ابھی گذر چکی ہیں۔ علماء کا ارشاد ہے کہ جو شخص بغیر مانگے

ملنے پر نہ لے اس کو مانگنے پر بھی نہیں ملتا۔

حضرت سری سقطیؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے پاس ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ انہوں نے واپس کر دیا۔ تو حضرت سریؒ نے فرمایا کہ احمد واپس کرنے کا وبال لینے کے وبال سے سخت ہے حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ایک مرتبہ پھر اس بات کو فرمادیں تاکہ میں اس پر غور کروں۔ حضرت سریؒ نے پھر یہی بات فرمائی کہ واپس کرنے کا وبال لینے کے وبال سے زیادہ سخت ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے کہا میں نے اس لئے واپس کیا کہ میرے پاس ایک مہینہ کے گذر کے قابل موجود ہے آپ اس کو اپنے پاس رہنے دیجئے۔ ایک مہینہ کے بعد مجھے مرحمت فرمادیں

بعض علماء کا ارشاد ہے کہ جو شخص احتیاج کے باوجود واپس کر دے وہ کسی سزا میں مبتلا ہوتا ہے۔ طمع پیدا ہو جائے یا مشتبہ مال لینا پڑ جائے یا کوئی اور آفت ایسی ہی آجائے اور اگر اس کو احتیاج نہیں ہے تو پھر یہ دیکھے کہ وہ انفرادی زندگی گذارتا ہے یا اجتماعی یعنی اگر یکسو رہتا ہے دوسرے لوگوں سے اس کے تعلقات نہیں ہیں تو ایسے آدمی کو ضرورت سے زیادہ لے کر اپنے پاس روکنا نہیں چاہیئے کہ یہ محض اتباع خواہش ہے۔ اور اس کو فتنہ میں مبتلا کر دینے کا سبب ہے۔ اگر کسی وجہ سے لے لے تو اس کو دوسروں پر تقسیم کر دے۔

اور امام بن حنبلؒ نے حضرت سریؒ کی عطا اس وجہ سے قبول نہ کی کہ ان کو خود تو حاجت نہ تھی اور یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کو لے کر اس کی تقسیم اور خرچ کرنے میں اپنے اوقات کو مشغول کریں۔ اس لئے کہ اس میں بہت سی آفات اور بہت سی دقتیں تھیں۔ اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ آفات کے محل سے دور رہے اس لئے کہ شیطان کے مکر سے کسی وقت میں اطمینان نہیں۔

ایک شخص مکہ کے رہنے والے کہتے ہیں کہ میرے پاس کچھ دراہم تھے جن کو میں نے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے رکھا تھا۔ میں نے ایک فقیر کی آواز سنی جو طواف سے فارغ ہو کر بہت آہستہ سے (کعبہ کا پردہ پکڑ کر) کہہ رہے تھے اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں بھوکا ہوں اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں ننگا ہوں۔ اے وہ ذات پاک جو دوسروں کو دیکھتی ہے اس کو کوئی نہیں دیکھتا۔ میں نے جوان فقیر صاحب کی طرف نگاہ کی تو ان کے بدن پر دو پرانی چادریں تھیں جن سے ان کا بدن ڈھکا بھی نہ جاتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا

کہ میرے دراہم کا مصرف ان سے بہتر نہیں ملیگا۔ میں نے وہ سب ان کے سامنے پیش کر دیئے اُنہوں نے ان میں سے صرف پانچ درہم لیکر باقی مجھے واپس کر دیئے اور یہ کہا کہ چار درہم دو لنگیوں کی قیمت ہے اور ایک درہم تین دن کھانے میں خرچ ہو جائے گا (ایک درم تقریباً ۳۰. رکا ہوتا ہے) میں نے دوسری رات کو ان کو دیکھا کہ دو نئی لنگیاں ان کے بدن پر تھیں میرے دلمیں ان کی طرف سے کچھ خطرہ گذرا اُنہوں نے مجھے دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑکر اپنے ساتھ طواف کرایا تو طواف کے ساتوں چکروں کے ہر پھیرے میں میرے پاؤں کے نیچے معدنیات بھرے پڑے تھے .... کہ پاؤں کے نیچے وہ حرکت کرتے تھے جس میں سونا، چاندی، یاقوت، موتی اور جواہرات تھے۔ مجھے وہ نظر آرہے تھے اور لوگوں کو نظر نہیں آتے تھے۔ اس کے بعد ان صاحب نے کہا کہ اللہ جل شانہٗ نے یہ سب کچھ مجھے عطا فرما رکھا ہے لیکن میں اس میں سے لینا نہیں چاہتا۔ لوگوں کے ہاتھ سے لیکر خرچ کرتا ہوں۔ اس لئے کہ اس میں ان لوگوں کا نفع ہے جن سے لوں اور ان پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔

غرض ان واقعات سے یہ ہے کہ ضرورت سے زائد لینا فتنہ کا سبب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے کہ اس کو کس کام میں خرچ کیا جائے اور بقدر حاجت کا لینا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے پس آدمی کو رحمت اور امتحان میں فرق کرنا چاہیئے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا۔ الآیہ (کہف ع ۱) ہم نے جو کچھ زمین کے اوپر ہے۔ اُس کو زمین کے لئے زینت بنا رکھا ہے تاکہ ان لوگوں کا امتحان کریں اور دیکھیں کہ ان میں کون شخص زیادہ اچھے عمل کرتا ہے (اور کون نہیں کرتا یعنی کون شخص اس زیب و زینت میں پھنس کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جاتا ہے اور کون اس سے اعراض کر کے یاد خدا میں مشغول رہتا ہے۔ اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی کے لئے تین چیز کے علاوہ کوئی حق نہیں۔ ایک اتنی مقدار کھانا جس سے کمر سیدھی رہے۔ ایک اتنا کپڑا جس سے بدن ڈھکا رہے اور ایک گھر جس میں آدمی سما سکے اس سے زیادہ جو کچھ ہے وہ حساب ہے پس ان تینوں چیزوں میں سے صرف ضرورت کی مقدار تو باعث اجر ہے اس سے زیادہ میں اگر اللہ تم

کی نافرمانی بھی نہ کرے تب بھی حساب تو ہے ہی ۔ اگر نافرمانی بھی کی تو عذاب بھی ہے ۔ پس ضرورت سے زائد اگر کچھ بھی ہو تو وہ محتاجوں پر صرف کر دے ۔

یہ سب تو انفرادی زندگی کا حال تھا ۔ اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اس کی اجتماعی زندگی ہے ۔ اس کی طبیعت میں جود و سخا کا مادہ ہے ، فقراء اور صلحا کی جماعت اس سے وابستہ ہے ۔ ان کی ضروریات بھی پوری کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو ایسے شخص کو اپنی حاجت سے زائد لینے میں مضائقہ نہیں ۔ لیکن لینے کے بعد بہت جلد اس کو خرچ کر دینا چاہیے اہل ضرورت پر بانٹ دینا چاہیے ۔ ایک رات بھی اس کو اپنے پاس رکھنا فتنہ کی بات ہے ایسا نہ ہو کہ دل میں اس کا خیال پیدا ہونے لگے کہ خرچ کرنے سے طبیعت رکنے لگے بلکہ ایسے شخص کو اللہ پر اعتماد کر کے قرض لے کر خرچ کرنے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں ۔ حق تعالیٰ شانہ اس کا قرض ادا فرمائیں گے ۔

(۵) عَنْ اَنَسٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اقْرَضَ اَحَدُكُمْ قَرْضًا فَاَهْدٰی اِلَيْهِ اَوْ حَمَلَهٗ عَلَی الدَّابَّةِ فَلَا يَرْكَبْهُ وَلَا يَقْبَلْهَا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ جَرٰی بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ قَبْلَ ذٰلِكَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِی الشُّعَبِ كَذَا فِی الْمِشْكٰوةِ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کو قرض دے پھر وہ قرض دار اس کو کوئی ہدیہ دے یا اپنی سواری پر سوار کرائے تو نہ ہدیہ قبول کرے نہ اس کی سواری پر سوار ہو البتہ اگر اس قرض کے معاملہ سے پہلے اس قسم کا برتاؤ دونوں میں تھا تو مضائقہ نہیں ۔

فائدہ : یعنی اگر اس سے پہلے آپس میں اس قسم کے تعلقات ہدیہ وغیرہ کے یا اس کی چیز مستعار لینے کے تھے تب تو قرض کی حالت میں بھی اس کے قبول کرنے میں مضائقہ نہیں ۔ اور اگر پہلے سے ایسے تعلقات نہ تھے بلکہ اب قرضدار ہونے کی وجہ سے کر رہا ہے تو وہ سود ہے ایک اور حدیث میں ہے ۔ حضرت ابو بردہ رض فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ تم ایسی جگہ کے رہنے والے ہو جہاں سود کا بہت رواج ہے پس اگر تمہارا کسی شخص کے ذمہ کوئی حق ہو ۔ پھر وہ تمہارے یہاں بھس کی گٹھری یا گھاس کی گٹھڑی ڈال

دے تو اس کو مت لینا وہ سود ہے۔ (مشکوٰۃ)

پس ہدیہ قبول کرنے میں یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ دینے والے کی کوئی فاسد غرض تو نہیں ہے۔ جیسا کہ قرض ہی کی صورت میں علاوہ سود ہونے کے اگر یہ بھی غرض ہو کہ قرضخواہ تقاضا نہ کرے تو یہ سود کے ساتھ رشوت بھی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث میں رشوت دینے والے رشوت لینے والے دونوں پر لعنت آئی ہے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے پر اور رشوت دینے والے پر لعنت کی ہے ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس قوم میں سود کا رواج ہوگا ان پر قحط مسلط ہوگا اور جس قوم میں رشوت کا ظہور ہوگا وہ مرعوب اور خوف زدہ ہوں گے۔ متعدد احادیث میں ہے کہ حضورؐ نے رشوت لینے والے کو، رشوت دینے والے کو اور اس شخص کو جو رشوت کے معاملہ میں درمیانی واسطہ بنے، لعنت فرمائی ہے۔ (ترغیب)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا، وہ جب اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آئے تو حضورؐ کی خدمت میں انھوں نے عرض کیا کہ یہ مال تو صدقہ میں ملا ہے اور یہ مجھے لوگوں نے ہدیہ کے طور پر دیا ہے۔ حضورؐ نے وعظ میں اس پر تنبیہ فرمائی کہ بعض لوگوں کو صدقہ کا مال وصول کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے وہ آ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ صدقہ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے اپنے باوا کے گھر یا اپنی میاں کے گھر بیٹھ کر دیکھتے کہ ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں (مشکوٰۃ)

جیسا کہ پہلی احادیث میں قرض کی صورت میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر بلا معاملہ قرض کے یہ صورت ہدیہ کی پہلے سے ہو تو مضائقہ نہیں۔ اسی کی طرف اس عتاب میں بھی اشارہ ہے کہ بغیر حاکم ہونے کی صورت میں اپنے گھر بیٹھے جس شخص کا ہدیہ ملتا ہو وہ ہدیہ ہے لیکن جو ہدیہ محض حاکم ہونے کی وجہ سے دیا جاتا ہو وہ ہدیہ نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص کسی کی سفارش کرے اور اس سفارش کی وجہ سے اس کو ہدیہ میں کوئی چیز ملے اور وہ اس کو قبول کر لے تو وہ سود کے دروازوں میں سے بہت بڑے دروازے میں داخل ہو گیا (مشکوٰۃ)

حضرت معاذ رضؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو میرے پیچھے ایک آدمی بھیجا جب مجھے راستہ سے واپس بلا کر لایا۔ حضورؐ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کیوں بلایا ہے۔ کوئی چیز میری بغیر اجازت نہ لینا کہ یہ خیانت ہو گی وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (آل عمران، ع ۱۷) اور جو شخص خیانت کرے وہ اس کو قیامت میں (اپنے اوپر لاد کر عدالت میں) لائے گا" (مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رفاعہ نے ایک غلام حضورؐ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔ وہ حضورؐ کے ساتھ غزوۂ خیبر میں گئے۔ وہ ایک موقعہ پر حضورؐ کے اونٹ پر سامان باندھ رہے تھے کہ ایک تیر کہیں سے آ کر اُن کے لگا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ لوگوں نے کہا کہ ان کو شہادت مبارک مبارک (کہ حضورؐ کے غلام اور پھر اضافہ شہادت کا مبارکباد کی بات ہے ہی) حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ اس نے ایک چادر کی خیانت کر لی تھی جو اس وقت آگ بن کر اس کو لپٹ رہی ہے۔

حضرت زید بن خالد رضؓ فرماتے ہیں کہ حنین کی لڑائی میں ایک صاحب کا انتقال ہو گیا جب جنازہ تیار ہوا تو حضورؐ کی خدمت میں نماز پڑھانے کی درخواست کی گئی۔ حضورؐ نے فرما دیا کہ تم ہی اس کی نماز پڑھ لو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رنج کی وجہ سے چہرے اُتر گئے حضورؐ نے (جب ان کو افسردہ دیکھا تو) فرمایا کہ اس نے خیانت کر رکھی ہے۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ ہم نے اس مرحوم کے سامان کی تلاشی لی تو اس میں یہود کے موتیوں میں سے کچھ چھوٹے چھوٹے موتی (جن کو پوتھ کہتے ہیں) ملے۔ جو دو درم (یعنی تقریباً سات آنے) کے بھی نہ ہوں گے (مشکوٰۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ خود طیب ہیں اس لئے طیب ہی مال قبول فرماتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ شانہ نے مسلمانوں کو اسی چیز کا حکم فرمایا۔ جس کا رسولوں کو حکم فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا

صَالِحًا (مومنون۔ ع ۴) اے رسولو! کھاؤ اچھی چیزیں (یعنی حلال مال) اور نیک عمل کرو۔" اور مومنوں کو فرمایا یَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ (بقرہ ع ۲۱) اے مومنو! کھاؤ طیب چیزیں ان میں سے جو ہم نے تم کو دی۔" پھر حضورؐ نے ذکر فرمایا ایک آدمی کا کہ لمبے سفر میں جا رہا ہے (جو دعا قبول ہونے کا خاص محل ہے) پریشان بال، غبار میں بھرا ہوا، (جس سے اس کی سکنت بھی معلوم ہوتی ہے) پھر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر اے اللہ اے اللہ (کرکے دعائیں) کرتا ہے لیکن اس کا کھانا حرام (مال سے) ہے، پینا حرام ہو لباس حرام ہو۔ اور حرام مال ہی سے پرورش ہوئی ہو بھلا اس کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ عنقریب ایک زمانہ آنے والا ہے جس میں آدمی کو یہ بھی پرواہ ہو گی کہ حلال مال سے ملا یا حرام مال سے (مشکوٰۃ)

ان کے علاوہ بہت سے مختلف مضامین کی روایات کتب احادیث میں بکثرت وارد ہوئی ہیں جن میں بہت زیادہ تنبیہ اس پر کی گئی ہے کہ آدمی کو آمدنی کے ذرائع پر کڑی نگاہ کرنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ پیسے کے لالچ میں ناجائز آمدنی سے چشم پوشی کرلے اس سلسلہ میں اہلِ علم کی ذمہ داری عام لوگوں سے بڑھی ہوئی ہے کہ وہ جائز ناجائز کو خود سمجھتے ہیں بالخصوص اہلِ مدارس اور دوسرے ایسے حضرات جن کا تعلق چندہ کے مال سے ہو ان کو زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

ہمارے حضرت بقیۃ السلف فخر الاماثل حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہٗ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں ان مدارس کے روپے سے جتنا ڈرتا ہوں لوگوں کے مملوک روپے سے اتنا نہیں ڈرتا اگر کسی کے ذاتی مال میں کچھ بے احتیاطی ہو جائے اس سے آخر میں معاف کرالے تو وہ معاف ہو جاتا ہے۔ لیکن مدارس کا روپیہ دنیا بھر کا چندہ ہے اور منتظمین مدارس امین ہیں اگر اس میں کوئی خیانت ہو یا ناحق تصرف ہو تو وہ منتظمین کے معاف کرنے سے معاف ہوتا نہیں! البتہ وہ خود معاف کرکے اس جرم میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے لطف و کرم سے حقوق العباد کے معاملہ سے محفوظ رکھے کہ یہ بڑی سخت چیز ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے یہاں قیامت کے دن تین کچہریاں ہیں۔ ایک کچہری میں تو معافی کا ذکر ہی نہیں، یہ تو شرک و توحید کی کچہری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرما دیا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ الآیۃ (النساء ع ۱۸) حق تعالیٰ شانہ شرک کو تو معاف نہیں فرمائیں گے اسکے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے۔" دوسری کچہری میں (بغیر محاسبہ کے) اللہ تعالیٰ نہ چھوڑے گا یہاں تک اس کا بدلہ نہ لے لے اور یہ لوگوں کے ایکدوسرے پر ظلم کی ہے (چاہے جانی ہو جیساکہ بُرا بھلا کہنا، آبروریزی کرنا، عیب لگانا وغیرہ وغیرہ۔ یا مالی ہو کہ کسی کا مال ناحق طریقہ سے لے لیا ہو) اور تیسری کچہری اللہ تعالیٰ کے اپنے حقوق کی ہے۔ اس میں چاہے عذاب دیدے چاہے معاف کر دے (مشکوٰۃ)

ان احادیث کے ذکر کرنے سے یہی مقصد ہے کہ آدمی کو اپنی آمدنی کے ذرائع پر بہت گہری نگاہ رکھنا چاہیے کہ آمدنی اگر حرام کی ہو تو نہ اس کی دعا قبول ہوتی ہے جیساکہ ابھی گذرا نہ اس کے صدقات قبول ہوں جیساکہ زکوٰۃ کے بیان میں متعدد روایات اس کی گذر چکی ہیں بلکہ بعض روایات میں یہ مضمون بھی گذر چکا ہے کہ جو گوشت حرام مال سے پیدا ہوا ہو جہنم کی آگ اس کے لئے زیادہ موزوں ہے اور آئندہ حدیث کے ذیل میں بھی اس قسم کے مضامین آرہے ہیں۔ اللہ ہی اپنے فضل سے ہم لوگوں کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

(۶) عن ابن مسعودؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تزول قدما ابن آدم یوم القیٰمۃ حتی یسأل عن خمس عن عمرہٖ فیما افناہ وعن شبابہٖ فیما ابلاہ وعن مالہٖ من این اکتسبہ وفیما انفقہ وما ذا عمل فیما علم رواہ الترمذی وقال حدیث

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن آدمی کے دونوں قدم اس وقت تک (محاسبہ کی جگہ سے) نہیں ہٹ سکتے جبتک پانچ چیزوں کا مطالبہ نہ ہو جائے (اور ان کا معقول جواب نہ ملے) اپنی عمر کس کام میں خرچ کی اپنی جوانی کس چیز میں خرچ کی۔ مال

غرایب کذا فی المشکوٰۃ ص۲۳۵ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا،

قلت وروی ھذا الحدیث عن معاذ اپنے علم میں کیا عمل کیا۔

بن جبل وابی برزۃ الاسلمی فی الترغیب ص۴۳

فائدہ :- یہ حدیث پاک کئی صحابہ سے نقل کی گئی ہے۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر طریقہ سے قیامت کے محاسبوں کی فہرست شمار کردی۔ اور ان میں سے ہر ہر چیز کے متعلق دوسری احادیث میں مختلف عنوانات سے ان پر تنبیہ فرمائی گئی ہے

سب سے اول مطالبہ اور جواب طلب چیز یہ ہے کہ اپنی عمر جس کا ہر سانس انتہائی قیمتی سرمایہ ہے کس چیز میں خرچ کی؟ ہم لوگ کیوں پیدا کئے گئے؟ ہماری زندگی کسی مصلحت کے لئے ہے کسی کام کے لئے ہے یا ایک بیکار چیز پیدا کی گئی؟ حق تعالیٰ شانہ نے خود اس پر تنبیہ فرمائی ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (مومنون ع ۶)

"ہاں تو کیا تم نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی بے کار (فضول) پیدا کیا ہے اور تم (نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ تم) ہماری طرف نہیں لائے جاؤ گے (اور تمہیں اپنی زندگی کا حساب دینا نہیں ہو گا)"

اور پھر اتنا ہی نہیں بلکہ دوسری جگہ حق تعالیٰ شانہ نے مقصد زندگی بھی خود ہی ارشاد فرمادیا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (ذاریات - ع ۳) "میں نے جن وانس کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں"۔ ایسی حالت میں ہر شخص کو اپنی زندگی کے پورے اوقات کا جائزہ لینا چاہیئے کہ وہ اپنے قیمتی اوقات کا کس قدر حصہ تو اس مقصد میں خرچ کرتا ہے جس کام کے لئے وہ پیدا کیا گیا اور کتنا حصہ اپنی ضروریات تفریحات اور غیر متعلق مشاغل میں خرچ کرتا ہے۔

آپ ایک معمار تعمیر کے کام کے واسطے نوکر رکھتے ہیں۔ وہ آپ کے اوقات میں

ف اس آیت شریفہ کے متعلق ایک عجیب چیز حدیث میں آئی ہے۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ ہم کو حضورؐ نے ایک لڑائی پر بھیجا اور یہ ارشاد فرمایا کہ صبح شام اس آیت شریفہ کو پڑھتے رہا کرو۔ ہم پڑھتے رہے۔ ہم کو اس لڑائی میں غنیمت بھی ملی اور ہم صحیح سالم بھی رہے (در منثور)

کتنا وقت تعمیر میں خرچ کرتا ہے اور کتنا حقہ بازی اور اپنے کھانے میں۔ اس کا آپ خود اندازہ کرلیں کہ کتنا وقت آپ اس کی اپنی ضروریات میں برداشت کر سکتے ہیں اور جتنا آپ ماتحتوں سے تسامح کر سکتے ہیں اتنا ہی تسامح اپنی ذات کے لئے بھی برداشت کریں۔

آپ ایک شخص کو دوکان پر رہنے کے لئے ملازم رکھتے ہیں۔ اسی کی اس کو تنخواہ دیتے ہیں۔ وہ دن بھر اپنی خانگی ضروریات میں لگا رہتا ہے۔ چند منٹ کو ایک پھیرا دوکان پر بھی لگا جاتا ہے۔ کیا آپ گوارا کرلیں گے کہ اس کو پوری تنخواہ دیتے رہیں؟ اور اگر نہیں تو پھر اپنے متعلق آپ کا کیا عذر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے محض عبادت کے لئے پیدا کیا اور وہ مالک خالق ہر وقت آپ کو اپنی عطاؤں سے نوازتا ہے۔ اور آپ اپنے فضول کاموں میں عمر گذار دیں۔ اور اپنے آپ کو تسلی دیتے رہیں کہ پانچ وقت نماز میں حاضری تو دے دیتے ہیں اور کیا ہو سکتا ہے غور کر لیجئے کہ یہ جواب آپ اپنے نوکروں سے بھی برداشت کرلیں گے

حق تعالیٰ شانہ کا محض انعام واحسان ہے کہ اس نے تمام اوقات کی عبادت فرض نہیں فرمائی بلکہ اس کا بہت تھوڑا سا حصہ فرض کیا ہے اس میں بھی اگر کوتاہی ہو تو کتنا ظلم ہے

مطالبہ کی دوسری چیز حدیث بالا میں یہ ارشاد فرمائی گئی کہ جوانی کی قوت کس چیز میں خرچ کی گئی۔ کیا اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے کاموں میں، اس کی عبادت میں؟ مظلوموں کی حمایت میں؟ ضعیفوں اور اپاہجوں کی اعانت میں؟ یا فسق وفجور میں، عیاشی اور آوارگی میں؟ بے بسوں پر ظلم کرنے میں؟ ناحق کی مدد کرنے میں؟ ناپاک دنیا کے کمانے میں اور دین و دنیا دونوں جگہ کام نہ آنے والے فضول مشغلوں میں؟

اس کا جواب ایسی عدالت میں دینا ہے جہاں نہ تو کوئی وکالت چل سکتی ہے، نہ جھوٹ فریب اور لسانی کام آسکتی ہے۔ جہاں کی خفیہ پولیس ہر وقت، ہر آن آدمی کے ساتھ رہتی ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ خود آدمی کے وہ اعضاء جن سے یہ حرکات کی ہیں وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے اور جرائم کا اقرار کریں گے۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (یٰس، ع ۴) "آج (قیامت کے دن) ہم انکے مونہوں

پر مُہر لگا دیں گے (تاکہ لغو اعذار نہ گھڑیں) اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے اس چیز کی جو کچھ یہ کیا کرتے تھے۔"

یعنی ہاتھ خود بول اُٹھے گا کہ مجھ سے کس کس پر ظلم کیا گیا۔ کیا کیا ناجائز حرکات مجھ سے صادر کرائی گئیں۔ پاؤں خود گواہی دے گا کہ مجھے کیسی کیسی ناجائز مجلسوں میں لیجایا گیا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ الآیۃ (حٰم سجدہ۔ ع ۳) اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے پھر ان کو (ایک جگہ چلتے چلتے) روک دیا جائے گا (تاکہ سب ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں یہاں تک کہ جب دوزخ کے قریب آجائیں گے اور حساب شروع ہو گا) تو ان کے کان اور آنکھیں اور کھال ان کے اوپر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اور وہ لوگ اپنے ان اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی۔ وہ اعضاء کہیں گے ہم کو اُس (قادر) نے بولنے کی طاقت دی تھی جس نے ہر چیز کو گویائی عطا فرمائی اور اسی نے تم کو اول مرتبہ پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس اب (دوبارہ زندہ کر کے) لائے گئے ہو (آگے حق تعالیٰ شانہٗ تنبیہ فرماتے ہیں) اور تم اس بات سے تو اپنے کو چھپا ہی نہ سکتے تھے کہ تم پر تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں گواہی دیں گے (اور ظاہر ہے کہ آدمی جو جو حرکتیں کرتا ہے اس کے آنکھ کان وغیرہ تو اس کو دیکھتے ہی ہیں ان سے کیسے چھپا کر کوئی شخص کام کر سکتا ہے) لیکن تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر بھی نہیں (جو چاہو کر گذرو کون پوچھ سکتا ہے) اور تمہارے اس گمان نے جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کر رکھا تھا (کہ اس کو خبر بھی نہیں ہے) تم کو برباد کر دیا پس تم خسارہ میں پڑ گئے۔"

احادیث میں بہت سی روایات ان گواہیوں کے بارہ میں آئی ہیں۔

ایک حدیث میں حضرت انس رضی فرماتے ہیں کہ ہم حضور کی خدمت میں حاضر تھے حضور نے تبسم فرمایا جس سے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر حضور نے فرمایا جانتے ہو، میں

کیوں ہنسا؟ صحابہ نے لاعلمی ظاہر کی حضورؐ نے فرمایا کہ بندہ اپنے مولا سے قیامت کے دن یوں کہے گا کہ یا اللہ تو نے مجھ پر ظلم سے تو امان دے رکھی ہے۔ ارشاد ہو گا کہ بالکل۔ تو بندہ کہے گا یا اللہ میں اپنے خلاف کسی دوسرے کی گواہی معتبر نہیں مانتا۔ ارشاد ہو گا کہ اچھا ہم تجھی کو تیرے نفس پر گواہ بناتے ہیں۔ اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے بدن کے اعضا سے پوچھا جائے گا اور جب وہ اپنے سب اعمال گنوادیں گے تو منہ کی مہر ہٹا دی جائے گی تو وہ اپنے اعضا سے کہے گا کمبختو تمہارا ناس ہو تمہارے ہی لئے تو میں یہ چیزیں کرتا تھا۔ (یعنی ان حرکتوں کی لذتیں تم کو ہی تو ملتی تھیں۔ تم اپنے ہی خلاف گواہی دینے لگے، مگر اعضاء بھی مجبور ہیں کہ اس دن کوئی چیز خلاف حق بات نہ کہہ سکے گی۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی کے اعضا میں سب سے پہلے بائیں ران بولے گی کہ اس سے کیا کیا حرکتیں ہوئیں۔ اور اس کے بعد دوسرے اعضاء بولیں گے۔ غرض ہر عضو اپنے کئے ہوئے نیک اور بد اعمال گنوا دے گا اسی وجہ سے ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وغیرہ کو انگلیوں پر گنا کرو اس لئے قیامت کے دن ان اعضا کو گویائی عطا ہوگی اور ان سے بازپرس ہوگی۔

یعنی جہاں یہ اعضا اپنے گناہ گنوائیں گے وہاں بہت سے نیک کام بھی تو گنوائیں گے جہاں ہاتھ بُری حرکات ظلم و ستم اور ناجائز افعال بتائے گا وہاں اللہ کا پاک نام اس سے گننا صدقات کا دینا، نیک اعمال میں ہاتھوں کا مشغول رکھنا بھی تو بتائے گا۔

غرض یہ مضمون اپنی تفصیل کے اعتبار سے بہت طویل ہے لیکن مختصر یہ ہے کہ ان اعضاء کو جوانی کے زور میں ظلم و ستم اور ناجائز حرکات سے بچانے کی بہت ضرورت ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے اَلشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ وَالنِّسَاءُ حِبَالَةُ الشَّيْطَانِ (جامع صغیر)۔ جوانی جنون کا ایک شعبہ ہے اور عورتیں شیطان کا جال ہیں یعنی آدمی اپنے جنون کی وجہ سے اس جال میں پھنس جاتا ہے۔ ہر جمعہ کو خطبہ میں یہ الفاظ سنے جاتے ہیں لیکن اس وقت جوانی کے نشہ میں ذرا بھی اس کا خیال ہم لوگوں کو نہیں ہوتا کہ اس کی جوابدہی کرنا پڑے گی۔ ہم اس کی قوت کو گناہوں میں اور دنیا کمانے میں ضائع کر رہے ہیں۔ حالانکہ جوانی اس لئے ہے کہ اس کی قوت کو ایسے کاموں میں

خرچ کیا جائے جو مرنے کے بعد کام آئے۔ خوش قسمت ہیں وہ نوجوان جو اللہ کے کام میں منہمک رہتے ہیں۔ اور گناہوں سے دور رہتے ہیں۔

تیسری چیز جو حدیث بالا میں ذکر کی گئی ہے جس کے جواب بغیر قیامت میں حساب کی جگہ سے ٹلنا نہ ہو سکے گا۔ وہ یہ ہے کہ مال جو حاصل کیا، کس ذریعہ سے کیا جائز تھا یا ناجائز تھا اس سے پہلی حدیث میں کچھ ذکر اس کا آچکا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی ناجائز طریقہ سے جو مال حاصل کرتا ہے اگر اس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہ ہوگا۔ خرچ کرے تو برکت نہ ہوگی، اور جو ترکہ چھوڑے گا وہ اس کے لئے جہنم کا ذخیرہ ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو گوشت (یعنی آدمی کے بدن کا ٹکڑا) حرام مال سے نشوونما پائے جہنم اس کے لئے بہتر ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو آدمی دس درم کا کپڑا خریدے اور ان میں ایک درم ناجائز آمدنی کا ہو تو جب تک وہ کپڑا بدن پر رہے گا اسکی نماز قبول نہ ہوگی (مشکوٰۃ)

حضورؐ کا ارشاد متعدد احادیث میں آیا ہے کہ روزی کو دور نہ سمجھو۔ کوئی آدمی اس وقت تک مر ہی نہیں سکتا جب تک اس کے مقدر میں روزی لکھدی گئی ہے وہ اس کو نہ مل جائے۔ لہٰذا روزی حاصل کرنے میں بہتر طریقہ اختیار کرو۔ حلال روزی کماؤ، حرام کو چھوڑ دو۔

کئی حدیثوں میں ہے کہ رزق آدمی کو اسی طرح تلاش کرتا ہے جس طرح موت آدمی کو تلاش کرتی ہے یعنی جس طرح آدمی کو اس کی موت آئے بغیر چارہ نہیں اسی طرح اس کو اس کی روزی جو اس کے مقدر میں لکھدی گئی ہے بغیر ملے چارۂ کار نہیں ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اگر آدمی اپنی روزی سے بھاگنا بھی چاہے تو وہ اس کو پاکر رہیگی جیساکہ موت اس کو لامحالہ پاکر رہے گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ روزی آدمی کے لئے متعین ہے اگر ساری دنیا کے جن وانس مل کر اس کو اس سے ہٹانا چاہیں تو نہیں ہٹا سکتے (ترغیب)

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے اگر تجھ میں چار چیزیں ہوں تو دنیا کی کسی چیز کے نہ ہونے کا قلق نہیں ہے۔ امانت کی حفاظت، بات میں سچائی، اچھی عادت، روزی میں پاکیزگی ایک حدیث میں ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جس کی کمائی اچھی ہو (یعنی پاکیزہ ہو) اس کا باطن نیک ہو اس کا ظاہر شریفانہ ہو، لوگ اس کی برائی سے محفوظ ہوں۔ مبارک ہے وہ شخص جو

اپنے علم پر عمل کرے اور ضرورت سے زائد مال کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کردے اور ضرورت سے زائد بات کو روک لے یعنی بے ضرورت بات نہ کیا کرے۔

حضرت سعدؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ سے درخواست کی کہ میرے لئے اس بات کی دعا کردیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ مجھے مستجاب الدعوات (جو دعا کرے وہ قبول ہو جائے) بنادے حضورؐ نے فرمایا اپنی روزی کو پاکیزہ بناؤ (مشتبہ مال نہ کھاؤ) مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ آدمی ایک لقمہ حرام کا اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے جس سے اس کی چالیس دن کی عبادت نامقبول بن جاتی ہے اور جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو جہنم اُس کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

اور بھی بہت سی روایات اسی مضمون کی احادیث میں آئی ہیں (ترغیب) اس لئے اپنی آمدنی کے ذرائع میں بڑی احتیاط کرنا چاہیئے ظاہر کے اعتبار سے اگر اس احتیاط میں کوئی نقصان نظر میں آتا ہو تب بھی برکت اور مآل کے اعتبار سے وہ کمی بہت زیادہ فائدہ مند اور نقصان سے بچانے والی ہے۔

چوتھا مطالبہ حدیث بالا میں یہ ہے کہ مال کو کہاں خرچ کیا۔ یہ رسالہ سارا اسی اس مضمون میں ہے کہ آدمی کے مال میں اس کے کام آنے والا صرف وہی ہے جس کو اللہ کے راستہ میں آدمی خرچ کردے۔ اس کے موجود رہنے میں اس کے علاوہ کہ وہ اپنے کام نہ آسکا بے کار محض رہا متعدد نقصانات بھی دوسری فصل کے ختم پر گذر چکے ہیں اور جتنی زیادہ مال کی کثرت ہوگی، اتنا ہی زیادہ حساب میں دیر لگنا ایک کھلی ہوئی بات ہے۔ قیامت کا وہ سخت ترین ہوش رُبا دن جس میں گرمی کی شدت سے ہر شخص پسینہ پسینہ ہو رہا ہوگا۔ ہر شخص خوف کی شدت سے ایسا معلوم ہوگا کہ نشہ میں ہو مگر حقیقۃً نشہ نہ ہوگا جس کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰی وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰی وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ (حج ع ۱) ـــــــ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ بے شک قیامت

کا زلزلہ (جو عنقریب آنے والا ہے) بہت سخت چیز ہے جس دن تم اس کو دیکھو گے تمام دودھ پلانے والی عورتیں (خوف کی وجہ سے) اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائیں گی اور تمام حاملہ عورتیں (دہشت کی وجہ سے) اپنے حمل (وقت سے پہلے ہی) ادھورے گرادیں گی اور تو لوگوں کو نشہ کی سی حالت میں دیکھے گا اور حقیقۃً نشہ نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی سخت ہے (جس کے خوف سے ان سب کی یہ حالت ہوگی)"

دوسری جگہ ارشاد ہے:- اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ط (انبیاء ع ۱) "لوگوں کے حساب کا دن تو قریب آگیا (کہ قیامت تیزی سے قریب آرہی ہے) اور یہ لوگ (ابھی تک) غفلت میں پڑے ہیں (اور اس کیلئے تیاری سے) روگرداں ہیں"

اس کے چند رکوع بعد ارشاد ہے:- وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ط وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ط وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِينَ (انبیاء ع ۴) "اور قیامت کے دن ہم میزان عدل قائم کریں گے اور کسی پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا کوئی عمل (نیک یا بد) ہوگا تو ہم اس کو وہاں سامنے لائیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں"

ایک اور جگہ ارشاد ہے اَلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ط وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهٗ لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ط أُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۵ (رعد ع ۳)

"جن لوگوں نے اپنے رب کا کہنا مان لیا (اور اس کے ارشادات کی تعمیل کی) ان کے لئے اچھا بدلہ ہے (جو جنت میں ان کو ملے گا) اور جن لوگوں نے اس کا کہنا نہ مانا ان کے پاس (قیامت کے دن) اگر تمام دنیا کی ساری چیزیں موجود ہوں بلکہ اس کے ساتھ اسی کے برابر اور بھی ہوں (یعنی ساری دنیا کی تمام چیزوں سے دوگنی ہوں) تو وہ سب چیزیں اپنی (خلاصی کے لئے) فدیہ میں دے دیں ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا"

اور بھی بہت سی آیات میں اس دن کے حساب پر اس کی سختی اور اہمیت پر تنبیہ کی گئی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ قیامت میں جس شخص سے حساب کیا جائیگا وہ ہلاک ہو جائے گا اس لئے حساب میں پورا اترنا سخت مشکل ہوگا حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ حق تعالیٰ شانہ نے تو (سورہ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ میں) یہ ارشاد فرمایا کہ سہل حساب ہوگا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حساب جس کا اس سورۃ میں ذکر ہے یہ تو صرف اعمال کا پیش ہونا ہے جس کا محاسبہ شروع ہو جائے وہ ہلاک ہو جائے گا۔

ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ یہ دعا کیا کرتے تھے یا اللہ مجھ سے حساب یسیر (سہل حساب) کیجئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ حساب یسیر کیا چیز ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اس کا نامہ اعمال دیکھ کر یہ فرما دیا جائے کہ اس کو معاف کر دیا۔ لیکن جس سے محاسبہ ہونے لگے وہ ہلاک ہوگا

حضرت ابوہریرہ رضؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جس شخص میں یہ تینوں موجود ہوں اس کا حساب سہل ہوگا۔ اور حق تعالیٰ شانہ اس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دیگا۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں کہ جو شخص تجھے اپنی عنایت سے محروم رکھے تو اس پر احسان کر جو تجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر جو تجھ سے قطع رحمی کرے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کر (در منثور)

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جس سے حق شانہ ایسی طرح بات نہ کریں کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان میں نہ کوئی پردہ ہوگا نہ کوئی واسطہ ہوگا۔ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو وہ اعمال ہوں گے جو دنیا میں کئے۔ بائیں طرف دیکھے گا تو وہ اعمال ہوں گے جو کئے تھے (نیک اعمال یا برے۔ دہکتی ہوئی) جہنم آنکھ کے سامنے ہوگی اس سے ..... (بچنے کی بہترین چیز صدقہ ہے۔ پس صدقہ کے ذریعہ سے اس سے بچو چاہے آدھی کھجور ہی صدقہ کیوں نہ ہو (مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے جنت دکھائی گئی۔ اس کے اعلیٰ درجوں میں فقراء مہاجرین تھے۔ اور غنی لوگ اور عورتیں بہت کم مقدار میں اس جگہ تھیں۔ مجھے یہ بتایا گیا کہ غنی لوگ تو ابھی جنت کے دروازوں پر حساب میں مبتلا ہیں اور عورتوں کو سونے چاندی

کی محبت نے مشغول کر رکھا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازوں پر کھڑا تھا اکثر مساکین اس میں داخل ہو رہے تھے اور غنی لوگ حساب میں مقید تھے۔ اور میں نے دوزخ کے دروازے پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ عورتیں اس میں کثرت سے داخل ہو رہی تھیں۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی دو چیزوں سے گھبراتا ہے اور دونوں اس کے لئے خیر ہیں۔ ایک موت سے گھبراتا ہے حالانکہ موت فتنوں سے بچاؤ ہے۔ دوسرے مال کی کمی سے گھبراتا ہے۔ حالانکہ جتنا مال کم ہوگا اتنا ہی حساب کم ہوگا (ترغیب)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آج رات جنت کو اور اس میں تم لوگوں کے مرتبوں کو دیکھا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جنت کے جس دروازہ پر بھی جاتا تھا وہاں سے مرحبا مرحبا (تشریف لائیے، تشریف لائیے) کی آوازیں آتی تھیں (ہر نیک عمل کے لئے جنت میں ایک خاص دروازہ ہے۔ ہر دروازہ سے درخواست کا مطلب یہ ہے کہ ہر نیک عمل میں اس کا پایہ بہت بڑھا ہوا ہے) حضرت سلمان رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جس شخص کا یہ مرتبہ ہے وہ تو کوئی بہت ہی بلند پایہ شخص ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ شخص ابوبکرؓ ہیں۔ پھر حضورؐ نے حضرت عمرؓ کی طرف توجہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں نے جنت میں سفید موتی کا ایک گھر دیکھا جس میں یاقوت جڑے ہوئے تھے میں نے پوچھا یہ مکان کس کا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ قریش کے ایک نوجوان کا ہے (اس مکان کی نہایت عمدگی، چمک، رونق اور اپنے سید المرسلین ہونے کی وجہ سے) مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ مکان میرا ہی ہے۔ میں اس میں داخل ہونے لگا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ عمر رضؓ کا ہے۔ پھر حضورؐ نے حضرت عثمانؓ، حضرت علی رضؓ وغیرہ متعدد حضرات کے مراتب ارشاد فرمائے۔ اس کے بعد حضرت عبد الرحمن بن عوف کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھیوں میں سے تم بہت دیر میں میرے پاس پہنچے مجھے تمہارے متعلق یہ ڈر ہو گیا تھا کہ کہیں ہلاک تو نہیں ہو گئے اور تم پسینہ پسینہ ہو رہے تھے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ اتنی دیر کرنے میں تمہیں کہاں لگ گئی تھی تو

تم نے جواب دیا کہ میں اپنے مال کی کثرت کی وجہ سے حساب میں مبتلا رہا مجھ سے اس کا حساب ہوا کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضؓ اپنے متعلق یہ سن کر رونے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ رات ہی میرے پاس مصر کی تجارت سے سو اونٹ آئے ہیں یہ مدینہ منورہ کے فقراء اور یتامیٰ پر صدقہ ہیں۔ شاید اللہ جل شانہٗ اسی کی وجہ سے اس کے حساب میں مجھ پر تخفیف فرمادیں (ترغیب)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عبدالرحمن تم میری امت کے غنی لوگوں میں ہو اور جنت میں گھسٹ کر جاؤ گے (پاؤں پر کھڑے ہو کر نہ جاؤ گے) تم اللہ جل شانہٗ کو قرض دو تاکہ تمہارے پاؤں کھل جائیں۔ حضرت عبدالرحمن رضؓ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا چیز قرض دوں؟ حضورؐ نے فرمایا اپنا سارا مال۔ یہ سن کر فوراً اٹھے تاکہ اپنا سب مال لاکر حاضر کریں۔ حضورؐ نے ان کے پیچھے قاصد بھیج کر ان کو بلایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ ابھی آئے اور یہ پیام دے گئے کہ عبدالرحمن سے کہہ دیجئے کہ مہمان نوازی کیا کریں۔ غریبوں کو کھانا کھلایا کریں۔ سوال کرنے والوں کا سوال پورا کیا کریں۔ اور جو ان کے عیال ہیں ان سے صدقہ میں ابتدا کیا کریں۔ یہ چیزیں ان کے تزکیہ (درست ہونے) کے لئے کافی ہیں (حاکم)

یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضؓ بڑے جلیل القدر صحابی، بڑے فضائل اور مفاخر کے مالک ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں ان کا شمار ہے یعنی ان دس صحابہ کرام میں جن کو دنیا ہی میں حضورؐ جنت کی خوش خبری دے گئے۔ نیز ان چھ حضرات میں ہیں جن پر حضرت عمر رضؓ نے اپنی شہادت کے وقت خلیفہ بنانے کا دار و مدار رکھا تھا۔ اور یہ کہا تھا کہ ان حضرات سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔ اور پھر ان چھ حضرات میں سے بقیہ پانچ حضرات نے ان ہی کی رائے پر خلیفہ کے چلنے کا مدار رکھا تھا۔ اور ان کی تجویز سے حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث مقرر ہوئے تھے۔ سابقین اولین میں ان کا شمار ہے جن کے متعلق اللہ پاک نے فرمایا وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ الآیہ (توبہ۔ ع ۱۳)

"اور مہاجرین اور انصار ایمان لانے میں امت سے سابق اور مقدم ہیں اور جو لوگ اخلاص سے ان کے پیرو ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوا اور یہ سب اللہ تعالیٰ سے راضی

ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جنمیں یہ ہمیشہ رہیں گے۔"

اس کے علاوہ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے دونوں ہجرتیں کیں۔ غزوۂ بدر اور سب غزوں کے شریک ہیں حضورؐ کے زمانہ ہی میں اہل علم اور اہل فتویٰ میں ان کا شمار ہے محض ان کی رائے پر حضرت عمرؓ نے بعض امور کو اختیار کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تبوک سفر میں صبح کی نماز ان کا مقتدی بن کر ادا فرمائی کہ حضورؐ ضرورت کے لئے تشریف لے گئے صحابہ نے مل کر ان کو امام چنا تھا جب حضورؐ واپس تشریف لائے تو نماز ہو رہی تھی۔ ایک رکعت ہو چکی تھی حضورؐ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو پہلے سال میں اپنا قائم مقام امیر الحج بنا کر ان کو بھیجا (اصابہ)

غرض بے انتہا فضائل کے باوجود اس مال کی کثرت نے ان کو اپنے مرتبہ کے لوگوں میں پیچھے کر دیا اور مال بھی محض حق تعالیٰ شانہ کے فضل اور اس کی عطا اور اس کے انعام ہی سے ملا تھا۔ ورنہ بہت غریب تھے۔ ہجرت کی ابتداء میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مہاجرین اور انصار کا آپس میں بھائی چارہ کیا تھا۔ تاکہ فقراء مہاجرین کی اعانت اور مدد خصوصی تعلق پر انصار کرتے رہیں۔ تو ان کو حضرت سعد بن الربیع انصاریؓ کا بھائی بنایا تھا حضرت سعد نے ان سے کہا تھا کہ مدینہ میں سب سے زیادہ مال اور دولت اللہ جل شانہ نے مجھے عطا فرما رکھا ہے۔ میں سب مال میں سے آدھا تمہیں دیتا ہوں۔ اور میری دو بیبیاں ہیں ان میں سے جونسی تمہیں پسند ہو میں اسکو طلاق دیدونگا عدت کے بعد تم اس سے نکاح کر لینا، ان کی سیر چشمی کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت عطا فرمائے مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تو تم یہاں کے بازار کا راستہ بتا دو۔ بازار گئے اور خرید و فروخت شروع کی اور شام کو نفع میں تھوڑا سا گھی اور پنیر بچا کر لائے۔ اسی طرح روزانہ جاتے اور کچھ دن گذرے تھے کہ بچت اتنی ہو گئی کہ نکاح کر لیا (بخاری)

پھر وہ وقت بھی آیا کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ صدقہ کی ترغیب دی تو اپنے سارے مال کا آدھا حصہ صدقہ کیا اور مال کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے جو ابھی گذرا کہ صرف مصر

کی تجارت سے سو اونٹ سامان کے لدے ہوئے آئے تھے جو صدقہ کر دیئے گئے اور اس کے بعد ایک مرتبہ چالیس ہزار دینار (اشرفیاں) صدقہ کیں۔ ایک موقع پر پانسو گھوڑے، پانسو اونٹ جہاد کے لئے دیئے اور تیس ہزار غلام آزاد کئے اور ایک روایت میں ہے کہ تیس ہزار گھرانے آزاد کئے (مستدرک) ہر گھرانے میں نہ معلوم کتنے مرد عورت بڑے اور بچے ہوں گے۔

ایک مرتبہ ایک زمین چالیس ہزار اشرفیوں میں فروخت کی۔ اور سب کی سب فقراء مہاجرین اور اپنے رشتہ داروں ... اور ازواج مطہرات پر تقسیم کر دیں (مستدرک) اور اپنے انتقال کے وقت جو وصیت کی ہے ہر اس شخص کو جو بدر کی لڑائی میں شریک تھا۔ فی آدمی چار دینار (اشرفیاں) کی وصیت کی تھی۔ اس وقت اہل بدر میں سے سو آدمی زندہ تھے (اصابہ) اور ایک باغ کی وصیت ازواج مطہرات کے لئے کی جو چالیس ہزار اشرفیوں میں فروخت ہوا (مستدرک) اور خود اپنا حال یہ تھا کہ ایک مرتبہ غسل کر کے کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو ایک پیالہ میں روٹی اور گوشت (ثرید) سامنے رکھا گیا۔ اس کو دیکھ کر رونے لگے کسی نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ حضورؐ کا ایسی حالت میں وصال ہوا کہ جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ ملتی تھی ہمیں یہ حالات جو اپنے سامنے ہیں کچھ اپنے لئے خیر نہیں معلوم ہوتے (اصابہ) یعنی اگر یہ وسعت کچھ خیر کی چیز ہوتی تو حضورؐ کے لئے بھی ہوتی جب حضورؐ کے لئے یہ چیزیں نہ تھیں تو خیر کی چیزیں نہیں معلوم ہوتیں۔ ان کمالات پر وہ محاسبہ ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔ پانچواں مطالبہ حدیث بالا میں جس کا قیامت کے میدان میں جواب دینا ہوگا یہ ہے کہ جو علم حق تعالیٰ شانہ نے تمہیں عطا کیا تھا اس پر کس حد تک عمل کیا کسی جرم کا معلوم نہ ہونا کوئی عذر نہیں، قانون سے ناواقفیت کسی عدالت میں بھی معتبر نہیں، کیونکہ اس کا معلوم کرنا اپنا فریضہ ہے اور یہ بات کہ اللہ کا حکم معلوم نہیں تھا مستقل جرم اور مستقل گناہ ہے۔ اس لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ہر مسلمان پر (مذہبی) علم سیکھنا فرض ہے لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ علم کے بعد کسی جرم کا کرنا زیادہ سخت ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اپنے علم سے ایک دوسرے کو نصیحت کرتے رہا کرو، علم میں خیانت مال میں خیانت سے زیادہ سخت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ شانہ کے یہاں اس کا مطالبہ ہوگا۔ اور یہ مضمون تو بہت سی احادیث میں ہے کہ جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا جس میں بعض قوموں کی تعریف فرمائی، اور پھر یہ ارشاد فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ بعض قومیں اپنی پڑوسی قوموں کو تعلیم نہیں دیتیں، نہ ان کو نصیحت کرتی ہیں۔ نہ ان کو سمجھدار بناتی ہیں نہ ان کو اچھی باتوں کا حکم کرتی ہیں۔ نہ بُری باتوں سے روکتی ہیں۔ اور یہ کیا بات ہے کہ بعض قومیں اپنے پڑوسیوں سے نہ علم سیکھتی ہیں نہ سمجھ سیکھتی ہیں، نہ نصیحت حاصل کرتی ہیں۔ یا تو یہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائیں۔ اور ان کو نصیحت کریں اور ان کو سمجھدار بنائیں۔ اور دوسرے لوگ ان علم والوں سے ان چیزوں کو حاصل کریں۔ اور ایسا نہ ہوا تو خدا کی قسم میں ان سب کو دنیا ہی میں سخت سزا دوں گا (آخرت کا قصہ الگ ہے) اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ممبر سے اُتر آئے۔ لوگوں میں اس کا چرچا ہوا اس سے کونسی قومیں مراد ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اشعری قوم کے لوگ مراد ہیں کہ وہ اہل علم ہیں، اہل فقہ ہیں اور ان کے آس پاس کی رہنے والی قومیں جاہل ہیں۔

یہ خبر اشعری لوگوں کو پہنچی۔ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ نے بعض قوموں کی تو تعریف فرمائی اور ہم لوگوں کے متعلق یہ ارشاد فرمایا۔ حضورؐ نے اپنا پاک ارشاد ان کے سامنے فرمایا کہ یا تو یہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائیں، اور انکو نصیحت کریں، ان کو سمجھدار بنائیں، ان کو اچھی باتوں کا حکم کریں، بُری باتوں سے منع کریں۔ اور دوسرے لوگ اُن سے ان چیزوں کو حاصل کریں۔ ورنہ میں دنیا ہی میں سخت سزا دوں گا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم دوسروں کو کس طرح سمجھدار بنائیں۔ حضورؐ نے پھر اپنا وہی حکم ارشاد فرمایا۔ انہوں نے تیسری دفعہ پھر یہی عرض کیا اور حضورؐ نے پھر بھی اپنا وہی حکم ارشاد فرمایا۔ تو انہوں نے عرض کیا رسول اللہؐ اچھا ایک سال کی مہلت ہم کو دیدیں۔ حضورؐ نے اُن کو ان پڑوسیوں کی تعلیم کے لئے ایک سال کی مہلت عطا فرمادی (ترغیب و مجمع الزوائد)

اس حدیث پاک اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سخت عتاب سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو لوگ خود اہل علم ہیں، سمجھدار ہیں ان کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے آس پاس کے رہنے والے جاہلوں کی تعلیم کی کوشش کریں۔ ان کا یہ خیال کہ جس کو غرض ہو گی، خود سیکھے گا، کافی نہیں۔ نہ سیکھنے کا مستقل مطالبہ اور مستقل گناہ ان کے ذمہ ہے لیکن ان کو سکھانے

کی ذمہ داری ان عالموں کی بھی ہے کہ یہ خود اس کی کوشش کریں اس کی تدبیریں کریں کہ وہ علم سیکھیں یہ بھی اپنے علم پر عمل کرنے میں داخل ہے کہ علم کے عمل میں اس کا سکھانا بھی داخل ہے (ترغیب)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعائیں کثرت سے نقل کی گئی ہیں ان میں یہ دعا بھی بکثرت وارد ہے کہ "اے اللہ میں تجھ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے" حضورؐ کا ارشاد ہے کہ "قیامت کے دن ایک شخص (یعنی ایک نوع آدمیوں کی چاہے اس نوع کے کتنے ہی آدمی ہوں) لایا جائے گا۔ اور اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا جس سے اس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی اور وہ ان کے گرد اس طرح گھومے گا جیسا کہ چکی کا گدھا چکی کے گرد پھرتا ہے (یعنی جیسا کہ جانور گدھا بیل وغیرہ آٹا پیسنے کی چکی کے چاروں طرف گھومتا ہے) جہنم کے لوگ اس کے چاروں طرف جمع ہو جائیں گے اور اس سے دریافت کریں گے۔ تجھے کیا ہوا۔ تو تو ہم کو بھی اچھی باتوں کا حکم کرتا تھا۔ بُری باتوں سے روکتا تھا؟ وہ جواب دے گا میں تم کو اس کا حکم کرتا تھا لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میں نے شب معراج میں ایک جماعت کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ جہنم کی آگ کی قینچیوں سے کترے جا رہے ہیں میں نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ آپ کی امت کے وہ واعظ ہیں جو دوسروں کو نصیحت کرتے تھے اور خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ زبانیہ ایسے پڑھے لکھوں کو جو فسق میں مبتلا ہوں کافروں سے بھی پہلے پکڑیں گے۔ وہ کہیں گے یہ کیا ہوا کہ ہماری پکڑ کافروں سے بھی پہلے ہو رہی ہے۔ ان کو جواب دیا جائے گا کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہوتے (ترغیب) (یعنی تم نے باوجود جاننے کے یہ حرکتیں کیں۔ زبانیہ فرشتوں کی وہ سخت ترین جماعت ہے، جو لوگوں کو جہنم میں پھینکنے پر مامور ہے۔ سورۂ اقرا میں بھی ان کا ذکر ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ بعض جنتی بعض جہنمی لوگوں کے پاس جا کر کہیں گے کہ تمہیں کیا ہوا تم یہاں پڑے ہو ہم تو تمہاری وجہ سے جنت میں گئے ہیں کہ تم ہی سے ہم نے علم سیکھا تھا! وہ جواب دیں گے کہ ہم دوسروں کو تو بتاتے تھے خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

حضرت مالک بن دینارؒ حضرت حسن بصریؒ کے ذریعہ سے حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص بھی وعظ کہتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس سے قیامت کے دن مطالبہ فرمائیں گے کہ اس کا کیا مقصد تھا۔ (یعنی اُس سے کوئی دنیوی غرض تھی، مال ومنفعت، یا جاہ وشہرت، یا خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے کہا تھا) حضرت مالکؒ کے شاگرد کہتے ہیں کہ مالکؒ جب اس حدیث کو بیان کرتے تو اتنا روتے کہ آواز نہ نکلتی پھر یوں فرماتے کہ تم یوں سمجھتے ہو کہ وعظ سے میری آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے (یعنی میرا دل خوش ہوتا ہے) حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ مجھ سے قیامت کے دن اس کا سوال ہوگا کہ اس وعظ کا کیا مقصد تھا (ترغیب)

اس کے باوجود جو کہنے کی مجبوری ہے وہ ابھی گذر چکی ہے یعنی لوگوں کو علم سے روشناس کرنے کی ذمہ داری بھی ہے۔ جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوا اور شعری لوگوں کا قصہ ابھی گذرا۔

حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس کا خوف اور ڈر ہے کہ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے مجھے آواز دی جائے میں عرض کروں، لبیک یا رب۔ میرے رب میں حاضر ہوں۔ وہاں سے مطالبہ ہو کہ اپنے علم میں کیا عمل کیا تھا؟

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سخت عذاب والا وہ عالم ہے جس کے علم سے اس کو نفع نہ ہو۔

حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ قیس کی تعلیم کے لئے بھیجا۔ میں نے جا کر دیکھا کہ وہ وحشی اونٹوں کی طرح سے ہیں۔ ان کا ہر وقت دھیان اپنے اونٹ اور بکری میں لگا رہتا ہے۔ اُن کے سوا کوئی دوسرا فکر ہی ان کو نہیں (وہ ہر وقت بس دنیا کے دھندوں میں لگے رہتے ہیں) میں وہاں سے واپس آگیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا کر کے آئے۔ میں نے حضورؐ سے ان کا حال بیان کر دیا۔ اور دین سے ان کی غفلت کی خبر سنائی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ عمار اس سے زیادہ تعجب کی بات اس قوم کی حالت ہے جو عالم ہونے کے باوجود دین سے ایسے ہی غافل ہو جیسا کہ یہ غافل ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ بعض آدمی جہنم میں ڈالے جائیں گے جن کی بدبو اور تعفن سے جہنمی لوگ بھی پریشان ہو جائیں گے۔ وہ لوگ ان سے کہیں گے کہ تمہارا کیا

عمل ایسا تھا جس کی یہ نحوست ہے ہمیں اپنی ہی مصیبت جس میں ہم مبتلا تھے کیا کم تھی تمہاری اس بدبُو نے اور بھی پریشان کر دیا۔ یہ لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے علم سے نفع نہیں اُٹھاتے تھے (ترغیب)

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ مجھے اس امت پر زیادہ خوف منافق عالم کا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ منافق عالم کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ زبان کا عالم، دل اور عمل کا جاہل یعنی تقریر تو بڑی لچھے دار کرے مگر عمل کے نام صفر۔ حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ تو ایسا نہ بن کہ علماء کے علم کا جمع کرنیوالا ہو، حکیموں کے نادر کلام کا حامل ہو، مگر عمل میں احمق بیوقوفوں کی طرح ہو۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ علم عمل کے لئے آواز دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے تو وہ علم باقی رہتا ہے۔ ورنہ وہ بھی چلا جاتا ہے یعنی علم ضائع ہو جاتا ہے۔

حضرت فضیل رحؒ فرماتے ہیں کہ مجھے تین شخصوں پر بڑا رحم آتا ہے۔ ایک قوم کا سردار جو ذلیل ہو گیا ہو۔ دوسرا وہ غنی جو غنا کے بعد فقیر ہو گیا ہو۔ تیسرا وہ عالم جس سے دنیا کھیلتی ہو یعنی دنیا کا طالب ہو اور جو اس کا طالب ہو گا یہ اس سے کھیلے گی۔

حضرت حسن رحؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا عذاب دل کی موت ہے اور دل کی موت آخرت کے عمل سے دنیا طلب کرنا ہے۔ کسی شاعر کا شعر ہے ؎

عجبت لمبتاع الضلالة بالھدیٰ ۔۔۔ وَمَن یَّشتَرِی دنیاہُ بالدِّین اعجب

وَاعجب من ھذین من باع دینہ ۔۔۔ بدنیا سواہ فھو من ذین اعجب

مجھے اُس شخص پر تعجب آتا ہے جو ہدایت کے بدلہ گمراہی خریدے اور اس سے زیادہ تعجب اُس شخص پر ہے جو دین کے بدلے دنیا خریدے اور ان دونوں سے زیادہ تعجب اس شخص پر ہے جو اپنے دین کو دوسروں کی دنیا کے بدلے فروخت کر دے یعنی دنیا کا فائدہ تو دوسرے کو ہو اور دین ان کا ضائع اور برباد ہو۔

امام غزالی رح فرماتے ہیں جو عالم دنیادار ہو وہ احوال کے اعتبار سے جاہل سے زیادہ کمینہ ہے اور عذاب کے اعتبار سے زیادہ سختی میں مبتلا ہو گا اور کامیاب اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقرب علمائے آخرت ہیں جن کی چند علامتیں ہیں۔

(۱) اپنے علم سے دنیا نہ کماتا ہو۔ عالم کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ دنیا کی حقارت کا،

اس کے کمینہ پن کا، اس کے مکدر ہونے کا، اس کے جلد ختم ہو جانے کا اس کو احساس ہو، آخرت کی عظمت اس کا ہمیشہ رہنا، اس کی نعمتوں کی عمدگی کا احساس ہو اور یہ بات اچھی طرح جانتا ہو کہ دنیا اور آخرت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ دو سوکنوں کی طرح ہیں جونسی ایک کو راضی کرے گا۔ دوسری خفا ہو جائے گی۔ یہ دونوں ترازو کے دو پلڑوں کی طرح سے ہیں۔ جونسا ایک پلڑا جھکے گا دوسرا ہلکا ہو جائے گا۔ دونوں میں مشرق مغرب کا فرق ہے جونسے ایک سے تو قریب ہو گا دوسرے سے دور ہو جائے گا۔ جو شخص دنیا کی حقارت کا اس کے گدلے پن کا اور اس بات کا احساس نہیں کرتا کہ دنیا کی لذتیں دونوں جہان کی تکلیفوں کے ساتھ منضم ہیں۔ وہ فاسد العقل ہے مشاہدہ اور تجربہ ان باتوں کا شاہد ہے کہ دنیا کی لذتوں میں دنیا کی بھی تکلیف ہے اور آخرت کی تکلیف تو ہے ہی پس جس شخص کو عقل ہی نہیں۔ وہ عالم کیسے ہو سکتا ہے۔ بلکہ جو شخص آخرت کی بڑائی اور اس کے ہمیشہ رہنے کو بھی نہیں جانتا ہے وہ تو کافر ہے۔ ایسا شخص کیسے عالم ہو سکتا ہے جس کو ایمان بھی نصیب نہ ہو۔ اور جو شخص دنیا اور آخرت کا ایک دوسرے کی ضد ہونے کو نہیں جانتا اور دونوں کے درمیان جمع کرنے کی طمع میں ہے۔ وہ ایسی چیز میں طمع کر رہا ہے جو طمع کرنے کی چیز نہیں ہے۔ وہ شخص تمام انبیا کی شریعت سے ناواقف ہے اور جو شخص ان سب چیزوں کو جاننے کے باوجود دنیا کو ترجیح دیتا ہے وہ شیطان کا قیدی ہے جس کو شہوتوں نے ہلاک کر رکھا ہے اور بدبختی اس پر غالب ہے جس کی یہ حالت ہو وہ علماء میں کیسے شمار ہو گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو عالم دنیا کی خواہش کو میری محبت پر ترجیح دیتا ہے اُس کے ساتھ ادنیٰ سے ادنیٰ معاملہ میں یہ کرتا ہوں کہ اپنی مناجات کی لذت سے اس کو محروم کر دیتا ہوں (کہ میری یاد میں میری دعا میں اس کو لذت نہیں آتی) اے داؤد ایسے عالم کا حال نہ پوچھ جس کو دنیا کا نشہ سوار ہو کر میری محبت سے تجھ کو دور کر دے ایسے لوگ ڈاکو ہیں اے داؤد جب تو کسی کو میرا طالب دیکھے تو اس کا خادم بن جا اے داؤد جو شخص بھاگ کر میری طرف آتا ہے میں اس کو جہبذ (حاذق سمجھدار) لکھ دیتا ہوں اور جسکو جہبذ لکھ دیتا ہوں اس کو عذاب نہیں کرتا

یحیٰی بن معاذ رحمہ کہتے ہیں کہ علم و حکمت سے جب دنیا طلب کی جائے تو ان کی رونق جاتی رہتی ہے۔ سعید بن المسیب رحمہ کہتے ہیں کہ جب کسی عالم کو دیکھو کہ امراء کے یہاں پڑا رہتا ہے تو اس کو چور سمجھو۔

اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس عالم کو دنیا سے محبت رکھنے والا دیکھو اپنے دین کے بارہ میں اس کو متہم سمجھو۔ اس لئے کہ جس شخص کو جس سے محبت ہوتی ہے اُسی میں گھسا کرتا ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جس کو گناہ میں لذت آتی ہو۔ وہ اللہ کا عارف ہو سکتا ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ مجھے اس میں ذرا تردد نہیں جو شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح دے وہ عارف نہیں ہو سکتا اور گناہ کرنے کا درجہ تو اس سے بہت زیادہ ہے اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ صرف مال کی محبت نہ ہونے سے آخرت کا عالم نہیں ہوتا۔ جاہ کا درجہ اور اس کا نقصان مال سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

یعنی جتنی وعیدیں اوپر دنیا کے ترجیح دینے کی اور اس کی طلب کی گذری ہیں، ان میں صرف مال کمانا ہی داخل نہیں۔ بلکہ جاہ کی طلب مال کی طلب کی بہ نسبت زیادہ داخل ہے اس لئے کہ جاہ طلبی کا نقصان اور اس کی مضرت مال طلبی سے بھی زیادہ سخت ہے۔

(۲) دوسری علامت یہ ہے کہ اس کے قول و فعل میں تعارض نہ ہو۔ دوسروں کو خیر کا حکم کرے اور خود اس پر عمل نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط (بقرہ۔ ع ۵)

"کیا غضب ہے کہ دوسروں کو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی"

دوسری جگہ ارشاد ہے كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (صف ع ۱)

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں"

حاتم اصمؒ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اس عالم سے زیادہ حسرت والا کوئی نہ ہوگا جس کی وجہ سے دوسروں نے علم سیکھا اور اُس پر عمل کیا وہ تو کامیاب ہو گئے اور وہ خود عمل نہ کرنے کی وجہ سے ناکام رہا۔ ابن سماک کہتے ہیں کہ کتنے شخص ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ کو بھولتے ہیں۔ دوسروں کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہیں خود اللہ تعالیٰ پر جرأت کرتے ہیں۔ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بناتے ہیں خود اللہ تعالیٰ سے دور ہیں۔ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں خود اللہ تعالیٰ سے بھاگتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے دس صحابہ کرامؓ نے یہ مضمون بیان کیا کہ ہم لوگ قبا کی مسجد میں بیٹھے ہوئے علم حاصل کر رہے تھے۔ حضورؐ تشریف لائے اور فرمایا جتنا چاہے علم حاصل کر لو۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اجر بغیر عمل کے نہیں ملتا۔

(۳) تیسری علامت یہ ہے کہ ایسے علوم میں مشغول ہے جو آخرت میں کام آنے والے ہوں۔ نیک کاموں میں رغبت پیدا کرنے والے ہوں ایسے علوم سے احتراز کرے جن کا آخرت میں کوئی نفع نہیں ہے یا نفع کم ہے۔ ہم لوگ اپنی نادانی سے ان کو بھی علم کہتے ہیں جن سے صرف دنیا کمانا مقصود ہو۔ حالانکہ وہ جہل مرکب ہے کہ ایسا شخص اپنے کو پڑھا لکھا سمجھنے لگتا ہے۔ پھر اس کو دین کے علوم سیکھنے کا اہتمام بھی نہیں رہتا۔ جو شخص کچھ بھی پڑھا ہوا نہ ہو وہ کم سے کم اپنے آپ کو جاہل تو سمجھتا ہے دین کی باتیں معلوم کرنے کی کوشش تو کرتا ہے مگر جو اپنی جہالت کے باوجود اپنے کو عالم سمجھنے لگے وہ بڑے نقصان میں ہے۔

حاتم اصم جو مشہور بزرگ اور حضرت شقیق بلخیؒ کے خاص شاگرد ہیں ان سے ایک مرتبہ حضرت شیخ نے دریافت کیا کہ حاتم کتنے دن سے تم میرے ساتھ ہو؟ انہوں نے عرض کیا تینتیس ۳۳ برس سے۔ فرمانے لگے کہ اتنے دنوں میں تم نے مجھ سے کیا سیکھا؟ حاتم نے عرض کیا آٹھ مسئلے سیکھے ہیں۔ حضرت شقیقؒ نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اتنی طویل مدت میں صرف آٹھ مسئلے سیکھے میری تو عمر ہی تمہارے ساتھ ضائع ہو گئی۔ حاتم نے عرض کیا حضور صرف آٹھ ہی سیکھے ہیں جھوٹ تو بول نہیں سکتا۔ حضرت شقیق نے فرمایا اچھا بتاؤ وہ آٹھ مسئلے کیا ہیں؟ حاتم نے عرض کیا۔

(الف) میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کو کسی نہ کسی سے محبت ہے (بیوی سے، اولاد سے مال سے، احباب سے وغیرہ وغیرہ) لیکن میں نے دیکھا کہ جب وہ قبر میں جاتا ہے تو اس کا محبوب اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں نے نیکیوں سے محبت کر لی۔ تاکہ جب میں قبر میں جاؤں تو میرا محبوب بھی ساتھ ہی جائے اور مرنے کے بعد بھی مجھ سے جدا نہ ہو، حضرت شقیقؒ نے فرمایا بہت اچھا کیا۔

(ب) میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد قرآن پاک میں دیکھا وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ الآیہ (والنازعات ع ۲) "اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے (آخرت میں) کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا

اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہو گا تو جنت اس کا ٹھکانا ہو گا ''
میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد حق ہے۔ میں نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر جم گیا۔

(ج) میں نے دنیا کو دیکھا کہ ہر شخص کے نزدیک جو چیز بہت قیمتی ہوتی ہے، بہت محبوب ہوتی ہے وہ اس کو اٹھا کر بڑی احتیاط سے رکھتا ہے۔ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ط (نحل ع ۱۳)

''جو کچھ تمہارے پاس دنیا میں ہے وہ ختم ہو جائے گا (خواہ وہ جاتا رہے یا تم مر جاؤ ہر حال میں وہ ختم ہو گیا) اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے ''

اس آیت شریفہ کی وجہ سے جو چیز بھی میرے پاس ایسی کبھی ہوئی جس کی مجھے وقعت زیادہ ہوئی وہ پسند زیادہ آئی وہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجدی تاکہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے

(د) میں نے ساری دنیا کو دیکھا کوئی شخص مال کی طرف (اپنی عزت اور بڑائی میں) لوٹتا ہے، کوئی نسب کی شرافت کی طرف کوئی اور فخر کی چیزوں کی طرف یعنی ان چیزوں کے ذریعہ سے اپنے اندر بڑائی پیدا کرتا ہے اور اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (حجرات ع ۲)

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو''

اس بنا پر میں نے تقویٰ اختیار کر لیا تاکہ اللہ جل شانہ کے نزدیک شریف بنجاؤں۔

(ھ) میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے پر طعن کرتے ہیں، عیب جوئی کرتے ہیں برا بھلا کہتے ہیں اور یہ سب کا سب حسد کی وجہ سے ہوتا ہے کہ ایک کو دوسرے پر حسد آتا ہے میں نے اللہ تعالیٰ شانہ کا ارشاد دیکھا، نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ الآیۃ (زخرف ع)

''دنیوی زندگی میں ان کی روزی ہم نے ہی تقسیم کر رکھی ہے اور (اس تقسیم میں) ہم نے ایک کو دوسرے پر فوقیت دے رکھی ہے۔ تاکہ (اس کی وجہ سے) ایک دوسرے سے ۔۔۔ سب کے سب برابر ایک ہی نمونہ کے بن جائیں۔ تو پھر کوئی

کسی کا کام کیوں کرے کیوں فکر ہی کرے اور اس سے دنیا کا نظام خراب ہو ہی ہو جائیگا

میں نے اس آیت شریفہ کی وجہ سے حسد کرنا چھوڑ دیا۔ ساری مخلوق سے بے تعلق ہو گیا۔ اور میں نے جان لیا کہ روزی کا بانٹنا صرف اللہ ہی کے قبضہ میں ہے وہ جس کے حصہ میں جتنا چاہے لگائے۔ اس لئے لوگوں کی عداوت چھوڑ دی۔ اور یہ سمجھ لیا کہ کسی کے پاس مال کے زیادہ یا کم ہونے میں ان کے فعل کو زیادہ دخل نہیں ہے۔ یہ تو مالک الملک کی طرف سے ہے اس لئے اب کسی پر غصہ ہی نہیں آتا۔

(و) میں نے دنیا میں دیکھا کہ تقریباً ہر شخص کی کسی نہ کسی سے لڑائی ہے کسی نہ کسی سے دشمنی ہے میں نے غور کیا تو دیکھا کہ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا ط (فاطر۔ ع ۱)

"شیطان بے شبہ تمہارا دشمن ہے۔ پس اس کے ساتھ دشمنی ہی رکھو (اس کو دوست نہ بناؤ)"

پس میں نے اپنی دشمنی کے لئے اسی کو چن لیا۔ اور اس سے دور رہنے کی انتہائی کوشش کرتا ہوں۔ اس لئے کہ جب حق تعالیٰ شانہ نے اس کے دشمن ہونے کو فرمادیا تو میں نے اس کے علاوہ سے اپنی دشمنی ہٹالی۔

(ز) میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق روٹی کی طلب میں لگ رہی ہے۔ اسی کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ذلیل کرتی ہے اور ناجائز چیزیں اختیار کرتی ہے پھر میں نے دیکھا تو اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا (ہود۔ ع ۱) "اور کوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو" میں نے دیکھا کہ میں بھی انہی زمین پر چلنے والوں میں ایک ہوں۔ جن کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ پس میں نے اپنے اوقات ان چیزوں میں مشغول کرلئے جو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم ہیں۔ اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے ذمہ تھی اس سے اپنے اوقات کو فارغ کرلیا۔

(ح) میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کا اعتماد اور بھروسہ کسی خاص ایسی چیز پر ہے جو خود مخلوق ہے۔ کوئی اپنی جائداد پر بھروسہ کرتا ہے، کوئی اپنی تجارت پر اعتماد کرتا ہے کوئی اپنی

دستکاری پر نگاہ جمائے ہوئے ہے کوئی اپنے بدن کی صحت اور قوت پر کہ جب چاہے جس طرح چاہے کما لوں گا۔ اور ساری مخلوق ایسی چیزوں پر اعتماد کئے ہوئے ہے جو ان کی طرح خود مخلوق ہیں۔ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (طلاق۔ ع ۱) "جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل (اور اعتماد) کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے" اس لئے میں نے بس اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کر لیا۔

حضرت شقیقؒ نے فرمایا کہ حاتم تمہیں حق تعالیٰ شانہ توفیق عطا فرمائے۔ میں نے توراۃ، انجیل زبور اور قرآن عظیم کے علوم کو دیکھا۔ میں نے سارے خیر کے کام انہی آٹھ کے اندر پائے۔ پس جو ان آٹھوں پر عمل کرلے اس نے اللہ تعالیٰ شانہ کی چاروں کتابوں کے مضامین پر عمل کر لیا۔ اس قسم کے علوم کو علمائے آخرت ہی پا سکتے ہیں۔ اور دنیا دار عالم تو مال اور جاہ کے ہی حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

(۴) چوتھی علامت آخرت کے علماء کی یہ ہے کہ کھانے پینے کی اور لباس کی عمدگیوں اور بہترائیوں کی طرف متوجہ نہ ہو۔ بلکہ ان چیزوں میں درمیانی رفتار اختیار کرے اور بزرگوں کے طرز کو اختیار کرے۔ ان چیزوں میں جتنا کمی کی طرف اس کا میلان بڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ شانہ سے اتنا ہی اس کا قرب بڑھتا جائے گا۔ اور علمائے آخرت میں اتنا ہی اس کا درجہ بلند ہوتا جائیگا۔

انہی شیخ ابو حاتم کا ایک عجیب قصہ جسکو شیخ ابو عبداللہ خواص جو شیخ ابو حاتم کے شاگردوں میں ہیں نقل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت شیخ حاتم کے ساتھ موضع رے میں جو ایک جگہ کا نام ہے، گیا۔ تین سو بیس آدمی ہمارے ساتھ تھے۔ ہم حج کے ارادہ سے جا رہے تھے سب متوکلین کی جماعت تھی۔ ان لوگوں کے پاس توشہ سامان وغیرہ کچھ نہ تھا۔ رستے میں ایک معمولی خشک مزاج تاجر پر ہمارا گذر ہوا۔ اس نے سارے قافلہ کی دعوت کر دی اور ہماری ایک رات مہمانی کی۔ دوسرے دن صبح کو وہ میزبان حضرت حاتم سے کہنے لگا کہ یہاں ایک عالم بیمار ہیں مجھے ان کی عیادت کو اس وقت جانا ہے۔ اگر آپ کی رغبت ہو تو آپ بھی چلیں حضرت حاتم نے فرمایا کہ بیمار کی عیادت تو ثواب ہے اور عالم کی تو زیارت بھی عبادت ہے۔ میں ضرور تمہارے ساتھ چلوں گا۔

یہ بیمار عالم اس موضع کے قاضی شیخ محمد بن مقاتل تھے جب اُن کے مکان پر پہنچے، تو حضرت حاتم سوچ میں پڑ گئے۔ کہ اللہ اکبر، ایک عالم کا مکان اور ایسا اونچا محل، غرض ہم نے حاضری کی اجازت منگائی۔ اور جب اندر داخل ہوئے تو وہ اندر سے بھی نہایت خوش نما نہایت دسلیع پاکیزہ، جگہ جگہ پردے لٹک رہے ہیں۔ حضرت حاتم ان سب چیزوں کو دیکھ رہے تھے اور سوچ میں پڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں ہم قاضی صاحب کے قریب پہنچے۔ تو وہ ایک نہایت نرم بستر پر آرام کر رہے تھے۔ ایک غلام ان کے سرہانے پنکھا جھل رہے تھے۔ وہ تاجر تو سلام کر کے ان کے پاس بیٹھ گئے۔ اور مزاج پرسی کی۔ حاتم کھڑے رہے۔ قاضی صاحب نے ان کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ انھوں نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ قاضی صاحب نے پوچھا۔ آپ کو کچھ کہنا ہے اُنھوں نے فرمایا ہاں ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا۔ کہو۔ اُنھوں نے کہا کہ آپ بیٹھ جائیں (غلاموں نے قاضی صاحب کو سہارا دے کر اٹھایا کہ خود اٹھنا مشکل تھا) وہ بیٹھ گئے۔

حضرت حاتمؒ نے پوچھا کہ آپ نے علم کس سے حاصل کیا؟ اُنھوں نے فرمایا، معتبر علماء سے اُنھوں نے پوچھا کہ ان علماء نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب نے فرمایا کہ انھوں نے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے۔ حضرت حاتم نے پوچھا کہ صحابۂ کرام نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت حاتم ــــــ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب ــــــ حضرت جبرئیل سے۔ حضرت حاتم ــــــ حضرت جبرئیلؑ نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب ــــــ اللہ تعالیٰ شانہ سے۔ حضرت حاتم نے فرمایا، کہ جو علم حضرت جبرئیلؑ نے حق تعالیٰ شانہ سے لیکر حضورؐ تک پہنچایا اور حضورؐ نے صحابہ کو عطا فرمایا۔ اور صحابہ نے معتبر علماء کو اور اُن کے ذریعہ سے آپ تک پہنچا۔ اس میں کہیں یہ بھی وارد ہے کہ جس شخص کا جس قدر مکان اونچا اور بڑا ہوگا اس کا اتنا ہی درجہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں بھی زیادہ ہوگا؟ قاضی صاحب نے فرمایا کہ نہیں۔ یہ اس علم میں نہیں آیا۔ حضرت حاتم نے فرمایا اگر یہ نہیں آیا تو پھر اس علم میں کیا آیا ہے؟ قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس میں یہ آیا ہے کہ جو شخص دنیا سے بے رغبت ہو آخرت میں رغبت رکھتا ہو، فقراء کو محبوب رکھتا ہو، اپنی آخرت کے

لئے اللہ کے یہاں ذخیرہ بھیجتا رہتا ہو، وہ شخص حق تعالیٰ شانہ کے یہاں صاحب مرتبہ ہے حضرت حاتم نے فرمایا کہ پھر آپ نے کس کا اتباع اور پیروی کی ؟ حضورؐ کی، حضورؐ کے صحابہ کی ؟ متقی علماء کی ؟ یا فرعون اور نمرود کی ؟ اے برے عالموں ! تم جیسوں کو جاہل دنیادار جو دنیا کے اوپر اوندھے گرنے والے ہیں دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ جب عالموں کا یہ حال ہے تو ہم ان سے زیادہ برے ہونگے یہ کہہ کر حضرت حاتم تو واپس چلے گئے ۔ اور قاضی صاحب کے مرض میں اس گفتگو اور نصیحت کی وجہ سے اور بھی زیادہ اضافہ ہو گیا تو لوگوں میں اس کا چرچا ہوا تو کسی نے حضرت حاتم سے کہا کہ طنافسی جو قزوین میں رہتے ہیں (قزوین رَیّ سے ستائیس فرسخ یعنی اکیاسی میل ہے) وہاں سے بھی زیادہ رئیسانہ شان سے رہتے ہیں ۔ حضرت حاتم (ان کو نصیحت کرنے کے ارادہ سے چل دیئے) جب ان کے پاس پہنچے تو کہا کہ ایک عجمی آدمی ہے (جو عرب کا رہنے والا نہیں ہے) آپ سے یہ چاہتا ہے کہ آپ اس کو دین کی بالکل ابتدا اسے یعنی نماز کی کنجی وضو سے تعلیم دیں، طنافسی نے کہا بڑے شوق سے ۔ یہ کہہ کر طنافسی نے وضو کا پانی منگایا ۔ اور طنافسی نے وضو کر کے بتایا کہ اس طرح وضو کی جاتی ہے ۔ حضرت حاتم نے ان کی وضو کے بعد کہا کہ میں آپ کے سامنے وضو کرلوں تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے ۔ طنافسی وضو کی جگہ سے اٹھ گئے اور حضرت حاتم نے بیٹھ کر وضو کرنا شروع کیا ۔ اور دونوں ہاتھوں کو چار چار مرتبہ دھویا ۔ طنافسی نے کہا یہ اسراف ہے تین تین مرتبہ دھونا چاہیئے ۔ حضرت حاتم نے کہا ۔ سبحان اللہ العظیم میرے ایک چلو پانی میں تو اسراف ہو گیا ۔ اور یہ سب کچھ جو سازو سامان میں تمہارے پاس دیکھ رہا ہوں اس میں اسراف نہ ہوا ۔ جب طنافسی کو خیال ہوا کہ ان کا مقصد سیکھنا نہیں تھا ۔ بلکہ یہ غرض تھی ۔ اس کے بعد جب بغداد پہنچے اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو ان کے احوال کا علم ہوا تو وہ ان سے ملنے کے لئے تشریف لائے اور ان سے دریافت فرمایا کہ دنیا سے سلامتی کی کیا تدبیر ہے ؟ حاتم نے فرمایا کہ دنیا سے اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتے جب تک تم میں چار چیزیں نہ ہوں :-

لوگوں کی جہالت سے در گذر کرتے رہو ۔ خود ان کے ساتھ کوئی حرکت جہالت کی نہ کرو تمہارے پاس جو چیز ہو ان پر خرچ کر دو ۔ ان کے پاس جو چیز ہو اس کی امید نہ رکھو ۔"

اس کے بعد جب حضرت حاتم مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں کے لوگ خبر سن کر ان کے

پاس ملنے کے لئے جمع ہو گئے۔ انھوں نے دریافت فرمایا کہ یہ کونسا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر ہے۔ کہنے لگے اس میں حضورؐ کا محل کونسا تھا۔ میں بھی وہاں جاکر دوگانہ ادا کروں؟ لوگوں نے کہا کہ حضورؐ کے تو محل نہیں تھا۔ بہت مختصر مکان تھا۔ جو بہت نیچا تھا کہنے لگے کہ صحابۂ کرام کے محل کہاں کہاں ہیں۔ مجھے وہی دکھادو؟ لوگوں نے کہا کہ صحابہؓ کے بھی محل نہیں تھے۔ ان کے بھی چھوٹے چھوٹے مکانات زمین سے لگے ہوئے تھے۔ حاتم نے کہا پھر یہ تو شہر فرعون کا شہر ہے۔ لوگوں نے ان کو پکڑ لیا۔ (کہ یہ شخص مدینۂ منورہ کی توہین کرتا ہے اور حضورؐ کے شہر کو فرعون کا شہر بتاتا ہے) اور پکڑ کر امیر مدینہ کے پاس لے گئے۔ کہ یہ عجمی شخص مدینہ طیبہ کو فرعون کا شہر بتاتا ہے۔ امیر نے ان سے مطالبہ کیا کہ یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ جلدی نہ کریں، پوری بات سن لیں۔ میں ایک عجمی آدمی ہوں میں جب اس شہر میں داخل ہوا تو میں نے پوچھا کہ یہ کس کا شہر ہے؟ پھر پورا قصہ اپنے سوال وجواب کا سنا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں یہ فرمایا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الآیہ) (احزاب، ع ۳) تم لوگوں کے واسطے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو (یعنی کامل مومن ہو) غرض ایسے شخص کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے (یعنی ہر بات میں یہ دیکھنا چاہیئے کہ حضورؐ کا معمول کیا تھا۔ اور اس کا اتباع کرنا چاہیئے)۔

پس اب تم ہی بتاؤ کہ تم نے یہ حضورؐ کا اتباع کر رکھا ہے یا فرعون کا؟ اس پر لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا۔

یہاں ایک بات یہ قابلِ لحاظ ہے کہ مباح چیزوں کے ساتھ لذت حاصل کرنا یا ان کی وسعت حرام یا ناجائز نہیں ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ ان کی کثرت سے ان چیزوں کے ساتھ انس پیدا ہوتا ہے۔ ان چیزوں کی محبت دل میں ہو جاتی ہے اور پھر اس کا چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے اور ان کے فراہم کرنے کے لئے اسباب تلاش کرنا پڑتے ہیں پیداوار اور آمدنی کے بڑھانے کی فکر ہوتی ہے اور جو شخص روپیہ بڑھانے کی فکر میں لگ جاتا ہے اُس کو دین کے بارہ میں مداہنت بھی کرنی پڑتی ہے۔ اس میں بسا اوقات گناہوں کے مرتکب ہونے کی نوبت بھی آجاتی ہے۔ اگر دنیا میں

گھسنے کے بعد اس سے محفوظ رہنا آسان ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اتنے اہتمام سے دنیا سے بے رغبتی پر تنبیہ نہ فرماتے اور اتنی شدت سے اس سے خود نہ بچتے کہ نقشین کرتا بھی بدن مبارک پر سے اتار دیا۔

یحییٰ بن یزید نوفلیؒ نے حضرت امام مالکؒ کو ایک خط لکھا جس میں حمد و صلوٰۃ کے بعد لکھا کہ "مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ باریک کپڑا پہنتے ہیں اور پتلی روٹی استعمال کرتے ہیں اور نرم بستر پر آرام کرتے ہیں۔ دربان بھی آپ نے مقرر کر رکھا ہے۔ حالانکہ آپ اونچے علماء میں ہیں۔ دور دور سے لوگ سفر کرکے آپ کے پاس علم سیکھنے کے لئے آتے ہیں آپ امام ہیں، مقتدا ہیں، لوگ آپ کا اتباع کرتے ہیں۔ آپ کو بہت احتیاط کرنی چاہیئے۔ محض مخلصانہ یہ خط لکھ رہا ہوں۔ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اس خط کی خبر نہیں۔ فقط والسلام"

حضرت امام مالکؒ نے اس کا جواب تحریر فرمایا کہ: "تمہارا خط پہنچا جو میرے لئے نصیحت نامہ شفقت نامہ اور تنبیہ تھی حق تعالیٰ شانہٗ تقویٰ کے ساتھ تمہیں منتفع فرمائے اور اس نصیحت کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور مجھے حق تعالیٰ شانہٗ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ خوبیوں پر عمل اور برائیوں سے بچنا اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہو سکتا ہے۔ جو امور تم نے ذکر کئے ہیں صحیح ہیں۔ ایسا ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے لیکن یہ سب چیزیں جائز ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ (الآیہ اعراف۔ ع ۴) آپ یہ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت (کپڑوں وغیرہ) کو جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کیا اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس نے حرام کیا۔ اس کے بعد تحریر فرمایا کہ یہ میں خوب جانتا ہوں کہ ان امور کا اختیار نہ کرنا اختیار کرنے سے اولیٰ اور بہتر ہے۔ آئندہ بھی اپنے گرامی ناموں سے مجھے مشرف کرتے رہیں میں خط لکھتا رہوں گا۔ فقط والسلام"

کتنی لطیف بات امام مالکؒ نے اختیار فرمائی کہ جواز کا فتویٰ بھی تحریر فرما دیا اور اس کا اقرار بھی فرمالیا کہ واقعی زیادہ بہتر ان امور کا ترک ہی تھا۔

۵۔ پانچویں علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ سلاطین اور حکام سے دور رہیں (بلا ضرورت) کے ان کے پاس ہرگز نہ جائیں۔ بلکہ وہ خود بھی آئیں تو ملاقات کم رکھیں۔ اس لئے

کہ ان کے ساتھ میل جول ان کی خوشنودی اور رضا جوئی میں تکلف برتنے سے خالی نہ ہوگا۔ وہ لوگ اکثر ظالم اور ناجائز امور کا ارتکاب کرنے والے ہوتے ہیں جن پر انکار کرنا ضروری ہے۔ انکے ظلم کا اظہار ان کے ناجائز فعل پر تنبیہ کرنا ضروری ہے۔ اور اس پر سکوت دین میں مداہنت ہے اور اگر ان کی خوشنودی کے لئے ان کی تعریف کرنا پڑے تو یہ صریح جھوٹ ہے اور ان کے مال کیطرف اگر طبیعت کو میلان ہوا اور طمع ہوئی تو ناجائز ہے۔ بہر حال ان کا اختلاط بہت سے مفاسد کی کنجی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص جنگل میں رہتا ہے وہ سخت مزاج ہوتا ہے اور جو شکار کے پیچھے لگ جاتا ہے وہ (سب چیز سے) غافل ہو جاتا ہے۔ اور جو بادشاہ کے پاس آمد و رفت شروع کر دے وہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضؓ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو فتنوں کی جگہ کھڑے ہونے سے بچاؤ۔ کسی نے پوچھا کہ فتنوں کی جگہ کونسی ہیں۔ فرمایا امراء کے دروازے کہ ان کے پاس جا کر ان کی غلط کاریوں کی تصدیق کرنی پڑتی ہے۔ اور ان کی تعریف میں ایسی باتیں کہنی پڑتی ہیں جو ان میں نہیں ہیں، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بدترین علماء وہ ہیں جو حکام کے یہاں حاضری دیں اور بہترین حاکم وہ ہیں جو علماءؒ کے یہاں حاضر ہوں۔

حضرت سمنون (جو حضرت سری سقطی کے اصحاب میں ہیں) کہتے ہیں کہ میں نے یہ سنا تھا کہ جب تم کسی عالم کو سنو کہ وہ دنیا کی محبت رکھتا ہے تو اس شخص کو اپنے دین کے بارہ میں متہم سمجھو میں نے اس کا خود تجربہ کیا۔ جب بھی بادشاہ کے یہاں گیا تو واپسی پر میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو اس پر میں نے ایک وبال پایا۔ حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ میں وہاں سخت گفتگو کرتا ہوں اور ان کی رائے کا سختی سے خلاف کرتا ہوں، وہاں کی کسی چیز سے منتفع نہیں ہوتا حتّٰی کہ وہاں کا پانی بھی نہیں پیتا ہمارے علماء بنواسرائیل کے علماء سے بھی بُرے ہیں کہ وہ حکام کے پاس جا کر ان کو گنجائشیں بتلاتے ہیں ان کی خوشنودی کی فکر کرتے ہیں۔ اگر وہ ان سے ان کی ذمہ داریاں صاف صاف بتائیں تو وہ لوگ ان کا جانا بھی گراں سمجھنے لگیں۔ اور یہ صاف صاف کہنا ان علماء کے لئے حق تعالیٰ شانہ کے یہاں نجات کا سبب بن جاتے علماء کا سلاطین کے یہاں جانا ایک بہت بڑا فتنہ ہے اور شیطان کے اغوا کرنے کا ذریعہ ہے۔ بالخصوص جس کو بولنا اچھا آتا ہو اس کو شیطان یہ سمجھاتا ہے کہ تیرے جانے

سے ان کی اصلاح ہوگی۔ وہ اس کی وجہ سے ظلم سے بچیں گے۔ اور دین کے شعائر کی حفاظت ہوگی حتیٰ کہ آدمی یہ سمجھنے لگتا ہے کہ ان کے پاس جانا کوئی دینی چیز ہے۔ حالانکہ ان کے پاس جانے سے ان کی دلداری میں مداہنت کرنا اور ان کی بے جا تعریفیں کرنا پڑتی ہیں جس میں دین کی ہلاکت ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ نے حضرت حسن بصریؒ کو لکھا کہ مجھے ایسے مناسب لوگوں کا پتہ بتاؤ جن سے میں اپنی اس (خلافت کے) کام میں مدد لوں۔ حضرت حسن رضؓ نے (جواب میں) لکھا کہ اہل دین تو تم تک نہ آئیں گے اور دنیا داروں کو تم اختیار نہ کرو گے اور نہ کرنا چاہیئے۔ یعنی حریص طماع لوگوں کو کہ وہ اپنے لالچ میں کام خراب کر دیں گے) اس لئے شریف النسب لوگوں سے کام لو۔ اس لئے کہ ان کی قومی شرافت ان کو اس بات سے روکے گی کہ وہ اپنی نسبی شرافت کو خیانت سے گندہ کریں۔

یہ جواب حضرت عمر رضؓ کو لکھا جن کا زہد و تقویٰ، عدل و انصاف ضرب المثل ہے حتیٰ کہ وہ عمر ثانی کہلاتے ہیں۔ یہ امام غزالیؒ کا ارشاد ہے لیکن اس ناکارہ کے خیال میں اگر کوئی دینی مجبوری ہو تو اپنے نفس کی حفاظت اور نگرانی کرتے ہوئے جانے میں مضائقہ نہیں۔ بلکہ بسا اوقات دینی مصالح اور ضرورتوں کا تقاضا جانا ہی ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اپنی ذاتی غرض، ذاتی نفع مال وجاہ کمانا مقصود نہ ہو بلکہ صرف مسلمانوں کی ضرورت ہو۔ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ (بقرہ۔ ع ۲۷) اور اللہ تعالیٰ مصلحت کے ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو (الگ الگ) جانتے ہیں۔

چھٹی علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ فتویٰ صادر کر دینے میں جلدی نہ کرے مسئلہ بتانے میں بہت احتیاط کرے حتی الوسع اگر کوئی دوسرا اہل ہو تو اس کا حوالہ کر دے

ابو حفص نیساپوریؒ کہتے ہیں کہ عالم وہ ہے جو مسئلہ کے وقت اس سے خوف کرتا ہو کہ کل کو قیامت میں یہ جواب دہی کرنا پڑے گی کہ کہاں سے بتایا تھا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ صحابہ کرامؓ چار چیزوں سے بہت احتراز کرتے تھے۔

امامت[1] کرنے سے وصی[2] بننے سے (یعنی کسی کی وصیت میں مال وغیرہ تقسیم کرنے سے امانت[3] رکھنے سے فتویٰ[4] دینے سے۔ اور ان کا خصوصی مشغلہ پانچ چیزیں تھیں۔

قرآن[1] پاک کی تلاوت، مساجد[2] کا آباد کرنا، اللہ[3] تعالیٰ کا ذکر، اچھی[4] باتوں کی نصیحت کرنا۔ بُری[5] باتوں سے روکنا۔

ابن حصین ؒ کہتے ہیں کہ بعض آدمی ایسے جلدی فتویٰ صادر کرتے ہیں کہ وہ مسئلہ اگر حضرت عمر رضؓ کے سامنے پیش ہوتا تو سارے بدر والوں کو اکٹھا کر کے مشورہ کرتے۔

حضرت انس رضؓ اتنے جلیل القدر صحابی ہیں کہ دس برس حضورؐ کی خدمت کی جب ان سے مسئلہ دریافت کیا جاتا تو فرماتے کہ مولانا الحسن سے دریافت کرو (یہ حضرت حسن بصریؒ مشہور فقہاء اور مشہور صوفیہ میں ہیں اور تابعی ہیں۔ حضرت انس رضؓ باوجود صحابی ہونے کے ان تابعی کا نام بتلاتے ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ سے جب مسئلہ دریافت کیا جاتا (حالانکہ وہ مشہور صحابی اور رئیس المفسرین ہیں) تو فرماتے کہ جابر بن زید (جو اہل فتویٰ تابعی ہیں) سے دریافت کرو۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ خود بڑے مشہور فقیہ صحابی ہیں حضرت ابن المسیب (تابعی) کا حوالہ فرمادیتے۔

۷۔ ساتویں علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ اس کو باطنی علم یعنی سلوک کا اہتمام بہت زیادہ ہو۔ .... اپنی اصلاحِ باطن اور اصلاحِ قلب میں بہت زیادہ کوشش کرنے والا ہو کہ یہ علوم ظاہر میں بھی ترقی کا ذریعہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو اپنے علم پر عمل کرے حق شانہٗ اس کو ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جو اُس نے نہیں پڑھیں پہلے انبیا کی کتابوں میں ہے کہ اے بنی اسرائیل تم یہ مت کہو کہ علوم آسمان پر ہیں ان کو کون اتار لائے یا وہ زمین کی جڑوں میں ہیں ان کو کون اوپر لائے۔ یا وہ سمندروں کے پار ہیں، کون ان پر گذر کر ان کو لائے۔ علوم تمہارے دلوں کے اندر ہیں تم میرے سامنے روحانی ہستیوں کے آداب کے ساتھ رہو صدیقین کے اخلاق اختیار کرو۔ میں تمہارے دلوں میں سے علوم کو ظاہر کر دونگا یہاں تک کہ وہ علوم تم کو گھیر لیں گے۔ اور تم کو ڈھانک لیں گے۔ اور تجربہ بھی اس کا شاہد ہے کہ اہل اللہ کو حق تعالیٰ شانہٗ وہ علوم اور معارف عطا فرماتا ہے کہ کتابوں میں تلاش سے بھی نہیں ملتے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد جس کو حق تعالیٰ شانہ سے نقل فرماتے ہیں کہ میرا بندہ کسی ایسی چیز کے ساتھ مجھ سے تقرب حاصل نہیں کر سکتا جو مجھے زیادہ محبوب ہو اُن

چیزوں سے جو میں نے اس پر فرض کیں۔ (جیسا کہ نماز، زکوٰۃ، روزہ حج وغیرہ یعنی جتنا تقرب فرائض کے اچھی طرح ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے ایسا تقرب دوسری چیزوں سے نہیں ہوتا اور بندہ نوافل کے ساتھ بھی میرے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں۔ اور جب میں اسکو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو پورا کرتا ہوں۔ اور وہ کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو اس کو پناہ دیتا ہوں (بخاری شریف)

یعنی اس کا چلنا پھرنا دیکھنا سننا سب کام میری رضا کے مطابق ہو جاتے ہیں۔ اور بعض حدیثوں میں اس کے ساتھ یہ مضمون بھی آیا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے وہ مجھ سے اعلان جنگ کرتا ہے، اور چونکہ اولیاء اللہ کا غور و فکر سب حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن پاک کے دقیق علوم ان کے قلوب پر منکشف ہو جاتے ہیں اس کے اسرار ان پر واضح ہو جاتے ہیں۔ بالخصوص ایسے لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر کے ساتھ ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور ہر شخص کو اس میں سے حسب توفیق اتنا حصہ ملتا ہے جتنا کہ عمل میں اس کا اہتمام اور اس کی کوشش ہوتی ہے۔

حضرت علیؓ نے ایک بڑی طویل حدیث میں علمائے آخرت کا حال بیان فرمایا ہے جسکو ابن قیم نے "مفتاح دار السعادۃ" میں اور ابو نعیم نے "حلیہ" میں ذکر فرمایا ہے اس میں فرماتے ہیں کہ قلوب بمنزلہ برتن کے ہیں اور بہترین قلوب وہ ہیں جو خیر کو زیادہ سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہیں۔ علم کا جمع کرنا مال کے جمع کرنے سے بہتر ہے کہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تجھ کو حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے مال کا نفع اس کے زائل ہونے (خرچ کرنے) سے ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن علم کا نفع ہمیشہ ہمیشہ باقی رہتا ہے (عالم کے انتقال سے بھی ختم نہیں ہوتا، کہ اس کے ارشادات باقی رہتے ہیں) پھر حضرت علیؓ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ میرے سینے میں علوم ہیں۔ کاش اس کے اہل ملتے۔ مگر میں

ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو دین کے اسباب کو دنیا طلبی میں خرچ کرتے ہیں۔ یا ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو لذتوں میں منہمک ہیں۔ شہوتوں کی طلب کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، یا مال کے جمع کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔" غرض یہ طویل مضمون ہے جس کے چند فقرے یہاں نقل کئے ہیں۔

۸۔ آٹھویں علامت یہ ہے کہ اس کا یقین اور ایمان اللہ تعالیٰ شانہ کے ساتھ بڑھا ہوا ہو۔ اور اس کا بہت زیادہ اہتمام اس کو ہو۔ یقین ہی اصل رأس المال ہے

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ یقین ہی پورا ایمان ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ یقین کو سیکھو اور اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یقین والوں کے پاس اہتمام سے بیٹھو ان کا اتباع کرو، تاکہ اس کی برکت سے تم میں یقین کی پختگی پیدا ہو۔ اس کو حق تعالیٰ شانہ کی قدرت کاملہ اور صفات کا ایسا ہی یقین ہو جیسا کہ چاند سورج کے وجود کا۔ وہ اس کا ایسا یقین رکھتا ہو کہ ہر چیز کا کرنے والا صرف وہی ایک پاک ذات ہے۔ اور یہ دنیا کے سارے اسباب اس کے ارادہ کے ساتھ مسخر ہیں جیسا کہ مارنے والے کے ہاتھ میں لکڑی کہ اس میں لکڑی کو کوئی شخص بھی دخیل نہیں سمجھتا اور جب یہ پختہ ہو جائے گا تو اس کو توکل رضا اور تسلیم سہل ہو جائے گی۔ نیز اس کو اس کا پختہ یقین ہو کہ روزی کا ذمہ صرف اللہ جل شانہ کا ہے اور اس نے ہر شخص کی روزی کا ذمہ لے رکھا ہے جو اس کے مقدر میں ہے وہ اس کو بہر حال مل کر رہے گا اور جو مقدر میں نہیں ہے۔ وہ کسی حال بھی نہ مل سکے گا اور جب اس کا یقین پختہ ہو جائے گا تو روزی کی طلب میں اعتدال پیدا ہو جائیگا حرص اور طمع جاتی رہے گی۔ جو چیز میسر نہ ہو گی اس پر رنج نہ ہو گا۔ نیز اس کو اس کا یقین ہو کہ اللہ جل شانہ ہر بھلائی اور برائی کا ہر وقت دیکھنے والا ہے ایک ذرہ کے برابر کوئی نیکی یا برائی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اس کا بدلہ نیک یا بد ضرور ملے گا۔ وہ نیک کام کرنے پر ثواب کا ایسا ہی یقین رکھتا ہو جیسا کہ روٹی کھانے سے پیٹ بھرنا۔ اور برے کام پر عذاب کو ایسا ہی یقینی سمجھتا ہو جیسا کہ سانپ کاٹنے سے زہر کا چڑھنا (وہ نیکی کی طرف ایسا ہی مائل ہو جیسا کہ کھانے پینے کی طرف اور گناہ سے ایسا ہی ڈرتا ہو جیسا کہ سانپ بچھو سے) اور جب یہ پختہ ہو جائے گا تو ہر نیکی کمانے کی اس کو پوری رغبت۔ اور ہر برائی سے بچنے کا پورا اہتمام ہو گا۔

۹- نویں علامت یہ ہے کہ اس کی ہر حرکت و سکون سے اللہ جل شانہ کا خوف ٹپکتا ہو، اس کی عظمت و جلال اور ہیبت کا اثر اُس شخص کی ہر ادا سے ظاہر ہوتا ہو۔ اس کے لباس سے اس کی عادات سے، اُس کے بولنے سے، اس کے چپ رہنے سے حتّٰی کہ ہر حرکت اور سکون سے یہ بات ظاہر ہوتی ہو۔ اس کی صورت دیکھنے سے اللہ تعالیٰ شانہ کی یاد تازہ ہو۔ سکون، وقار مسکنت، تواضع اس کی طبیعت بن گیا ہو۔ بیہودہ گوئی، لغو کلامی، تکلّف سے باتیں کرنے سے گریز کرتا ہو کہ یہ چیزیں فخر اور اکڑ کی علامات ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ سے بے خوفی کی دلیل ہیں حضرت عمر رضؓ کا ارشاد ہے "کہ علم سیکھو اور علم کے لئے سکون اور وقار سیکھو جس سے علم حاصل کرو اس کے سامنے نہایت تواضع سے رہو۔ جابر علما میں سے نہ بنو"

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ "میری امت کے بہترین افراد وہ ہیں جو مجمع میں اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت سے خوش رہتے ہوں اور تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے روتے ہوں ان کے بدن زمین پر رہتے ہوں اور ان کے دل آسمان کی طرف لگے رہتے ہوں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ "ناجائز امور سے بچنا، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ شانہ، کے ذکر سے تیری زبان تر و تازہ رہے" کسی نے پوچھا کہ بہترین ساتھی کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ شخص ہے کہ اگر تو نیک کام سے غفلت کرے تو وہ تجھے متنبہ کردے۔ اور اگر تجھے خود یاد ہو تو اس میں تیری اعانت کرے

کسی نے پوچھا کہ بُرا ساتھی کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا وہ شخص ہے کہ اگر تجھے نیک کام غفلت ہو تو وہ متنبہ نہ کرے۔ اور تو خود کرنا چاہے تو اس میں تیری اعانت نہ کرے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا جو شخص سب سے زیادہ اللہ جل شانہٗ سے ڈرنے والا ہو۔ کسی نے پوچھا کہ کن لوگوں کے پاس زیادہ تر اپنی نشست رکھیں؟ حضورؐ نے فرمایا جن کی صورت سے اللہ کی یاد تازہ ہوتی ہو۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آخرت میں زیادہ بے فکر وہ شخص ہوگا جو دنیا میں فکرمند رہا ہو اور آخرت میں زیادہ ہنسنے والا وہ ہوگا جو دنیا میں زیادہ رونے والا ہو۔

(۱۰) دسویں علامت یہ ہے کہ اس کا زیادہ اہتمام ان مسائل سے ہو جو اعمال سے

تعلق رکھتے ہیں، جائز ناجائز سے تعلق رکھتے ہیں۔ فلاں عمل کرنا ضروری، فلاں عمل سے بچنا ضروری ہے۔ اس چیز سے فلاں عمل ضائع ہو جاتا ہے (مثلاً فلاں چیز سے نماز ٹوٹ جاتی ہے مسواک کرنے سے یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ) ایسے علوم سے زیادہ بحث نہ کرتا ہو جو محض دماغی تفریحات اور تفریعات ہوں۔ تاکہ لوگ اس کو محقق سمجھیں حکیم اور فلاسفر سمجھیں

(۱۱) گیارہویں علامت یہ ہے کہ اپنے علوم میں بصیرت کے ساتھ نظر کرنے والا محض لوگوں کی تقلید میں اور اتباع میں اُنکا قائل نہ بن جائے۔ اصل اتباع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات کا ہے۔ اور اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اتباع ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو دیکھنے والے ہیں اور جب اصل اتباع حضورؐ ہی کا ہے تو حضورؐ کے اقوال و افعال کے جمع کرنے میں ان پر غور و فکر میں بہت زیادہ اہتمام کرے۔

۱۲۔ بارہویں علامت۔ بدعات سے بہت شدت اور اہتمام سے بچنا ہے کسی کام پر آدمیوں کی کثرت کا جمع ہو جانا کوئی معتبر چیز نہیں ہے۔ بلکہ اصل اتباع حضورؐ کا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ صحابہ کرام کا کیا معمول رہا ہے۔ اور اس کے لئے ان حضرات کے معمولات اور احوال کا تتبع اور تلاش کرنا اور اس میں منہمک رہنا ضروری ہے

حضرت حسن بصری رہ کا ارشاد ہے کہ دو شخص بدعتی ہیں جنھوں نے اسلام میں دو بدعتیں جاری کیں۔ ایک وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ دین وہ ہے جو اس نے سمجھا ہے اور جو اس کی رائے کی موافقت کرتا ہے وہی ناجی ہے۔ دوسرا شخص وہ جو دنیا کی پرستش کرتا ہے، اسی کا طالب ہے، دنیا کمانے والوں سے خوش ہوتا ہے، اور جو دنیا نہ کماوے اُس سے خفا ہوتا ہے ان ان دونوں آدمیوں کو جہنم کے لئے چھوڑ دو۔ اور جس شخص کو حق تعالیٰ شانہ نے ان دونوں سے محفوظ رکھا ہو وہ پہلے اکابر کا اتباع کرنے والا ہے، ان کے احوال اور طریقہ کی پیروی کرنے والا ہے۔ اس کے لئے انشاء اللہ بہت بڑا اجر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رہ کا ارشاد ہے کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ اس وقت خواہشات علم کے تابع ہیں لیکن عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ علم خواہشات کے تابع ہوگا یعنی جن چیزوں کو اپنا دل چاہے گا وہی علوم سے ثابت کی جائیں گی۔

بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں شیطان نے اپنے لشکروں کو چاروں طرف بھیجا وہ سب کے سب پھر پھرا کر نہایت پریشان حال تھکے ہوئے واپس ہوئے اس نے پوچھا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگے ان لوگوں نے تو ہم کو پریشان کر دیا۔ ہمارا کچھ بھی اثر ان پر نہیں ہوتا۔ ہم ان کی وجہ سے بڑی مشقت میں پڑ گئے۔ اُس نے کہا کہ گھبراؤ نہیں۔ یہ لوگ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحبت یافتہ ہیں، ان پر تمہارا اثر مشکل ہے عنقریب ایسے لوگ آنے والے ہیں جن سے تمہارے مقاصد پورے ہوں گے، اسکے بعد تابعین کے زمانہ میں اس نے اپنے لشکروں کو سب طرف پھیلایا وہ سب کے سب اُس وقت بھی پریشان حال واپس ہوئے۔ اس نے پوچھا کیا حال ہے کہنے لگے کہ ان لوگوں نے تو ہمیں دق کر دیا عجیب قسم کے لوگ ہیں کہ ہماری اغراض اُن سے کچھ پوری ہو جاتی ہیں۔ مگر جب شام ہوتی ہے تو اپنے گناہوں سے ایسی توبہ کرتے ہیں کہ ہمارا سارا کیا کرایا برباد ہو جاتا ہے۔ شیطان نے کہا کہ گھبراؤ نہیں، عنقریب ایسے لوگ آنے والے ہیں جن سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ وہ اپنی خواہشات میں دین سمجھ کر ایسے گرفتار ہوں گے کہ ان کو توبہ کی بھی توفیق نہ ہوگی۔ وہ بددینی کو دین سمجھیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بعد میں شیطان نے ان لوگوں کے لئے ایسی بدعات نکال دیں جن کو وہ دین سمجھنے لگے۔ اس سے ان کو توبہ کیسے نصیب ہو۔

یہ بارہ علامات مختصر طریقہ سے ذکر کی گئی ہیں جن کو علامہ غزالیؒ نے تفصیل سے ذکر کیا ہے اس لئے علما کو اپنے محاسبہ کے دن سے خاص طور سے ڈرنے کی ضرورت ہے کہ ان کا محاسبہ بھی سخت ہے ان کی ذمہ داری بھی بڑھی ہوئی ہے۔ اور قیامت کا دن جس میں یہ محاسبہ ہوگا، بڑا سخت دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ محض اپنے فضل و کرم سے اس کی سختی سے محفوظ رکھے۔

(۷) عن أبی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اِنّ اللّٰہ تعالیٰ یقول ابنِ آدم تفرّغ لعبادتی املاٴ صدرک غنی واسد فقرک وان لا تفعل ملأت یدک شغلا ولم اسد فقرک ... رواہ احمد

حضور اقدس صلی اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ وعم نوالہ کا فرمان ہے کہ اے آدم کی اولاد تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرے سینہ کو غنا سے پُر کر دونگا اور تیرے فقر کو زائل کر دوں گا۔ اور اگر

احمد وابن ماجۃ کذا فی المشکوٰۃ وزاد فی الترغیب الترمذی وابن حبان والحاکم وصححہ وفی الباب عن عمران وغیرہما فی الترغیب

تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تجھے مشاغل میں پھانس دوں گا۔ اور تیرا فقر زائل نہیں کروں گا۔

فائدہ :- متعدد احادیث میں مختلف الفاظ سے یہ مضمون وارد ہوا ہے حضرت عمران بن حصین رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ہمہ تن اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ ہو جائے اسی کا بن جائے تو حق تعالیٰ شانہ اس کی ہر ضرورت کو خود پورا فرماتے ہیں اور ایسی جگہ سے اس کو روزی عطا فرماتے ہیں کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص دنیا کے پیچھے پڑ جاتا ہے اسی کی فکر میں رہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کو دنیا کے حوالے کر دیتے ہیں۔ کہ تو دنیا سے نبٹ لے۔

حضرت انس رضؓ حضور کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کی پوری توجہ اور آخری مقصد دنیا کمانا ہو اسی کے لئے سفر کرتا ہے، اسی کا خیال دل میں رہتا ہے، تو حق تعالیٰ شانہ فقر وفاقہ (کا خوف) اس کی آنکھ کے سامنے کر دیتے ہیں (ہر وقت اس سے ڈرتا رہتا ہے کہ آمدنی تو بہت کم ہے کیا ہوگا۔ کیونکر گذر چلے گا) اور اس کے اوقات کو (اسی فکر و تردد میں) پریشان کر دیتے ہیں، اور ملتا اتنا ہی ہے جتنا کہ مقدر ہوتا ہے اور جس شخص کی توجہ اور حقیقی مقصد آخرت ہوتی ہے اسی کے کاموں کے لئے سفر کرتا ہے، اسی کا خیال دل میں رہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ (دنیا سے بے نیازی اور بے فکری اور) استغنا اس کے سامنے کر دیتے ہیں۔ اور اس کے احوال کو مجتمع کر دیتے ہیں۔ اور دنیا خود بخود ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔ (ترغیب)

خود بخود ذلیل ہو کر آنے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز مقدر ہے وہ تو آکر رہے گی اس لئے کہ بہت سی احادیث میں یہ مضمون گذر چکا ہے کہ روزی خود آدمی کو ایسا تلاش کرتی ہے جیسا کہ موت آدمی کو تلاش کرتی ہے۔ جب وہ خود اس کی تلاش میں ہے، اس کے پاس آنے پر مجبور ہے اور اس کی طرف سے استغنا ہے تو وہ بہرحال اس کے پاس آکر رہے گی۔ اس سے زیادہ ذلت کیا ہوگی کہ وہ خود اس کے پاس آئے اور یہ لاپروائی برتے۔

ایک حدیث میں حضور ؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص اس چیز کی طلب میں لگ جائے جو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے پاس ہے آسمان اس کا سایہ ہو زمین اس کا بستر ہو، دنیا کی کسی چیز کا اس کو فکر نہ ہو، تو ایسا شخص بغیر کھیتی کئے روٹی کھائے گا۔ بغیر باغ لگائے پھل کھائے گا۔ اللہ پر اس کا توکل ہو، اور اس کی رضا کی جستجو میں لگا رہتا ہو اللہ جل شانہٗ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کو اس کی روزی کا ذمہ دار بنا دیتے ہیں۔ وہ سب کے سب اس کو روزی پہنچانے کی کوشاں رہتے ہیں۔ اس کو حلال روزی پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے اور وہ بغیر حساب کے اپنی روزی پوری کر لیتا ہے۔ (در منثور)

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد خیف (منیٰ کی مسجد) میں وعظ فرمایا۔ اس میں حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا مقصد دنیا بن جائے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے احوال کو پریشان اور منتشر کر دیتے ہیں۔ اور فقر کا خوف ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ اور دنیا تو جتنی مقدر ہے اس سے زیادہ ملتی نہیں۔

حضرت ابوذرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دنیا کے پیچھے پڑ جائے اس کا حق تعالیٰ شانہٗ سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور جس کو مسلمانوں کا (انکی بھلائی کا خیر خواہی کا) فکر نہ ہو، اس کو مسلمانوں سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور جو (دنیوی اغراض کے لئے) اپنے آپ کو خوشی سے ذلیل کرے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں (محض چار پیسے کے واسطے یا کسی اور دنیوی غرض کے لئے اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ذلیل کرنا یقیناً اپنی قدر و قیمت کو نہ پہچانتا ہے۔ اور اپنے بزرگوں کے نام کو دھبہ لگاتا ہے جن کی طرف اپنی نسبت ہے اور سب سے اونچی نسبت فخر الرسل کی امت میں ہوتا ہے)

حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں۔

(۱) آنکھوں کا خشک ہونا (کہ اللہ کے خوف سے کسی وقت بھی آنسو نہ ٹپکے) (۲) دل کا سخت ہونا (کہ اپنی آخرت کے لئے یا کسی دوسرے کے لئے کسی وقت بھی نرم نہ پڑے) (۳) آرزوؤں کا لمبا ہونا اور (۴) دنیا کی حرص۔ (ترغیب)

حضرت ابو درداءؓ نے ایک مرتبہ تنبیہ فرمائی۔ لوگو تمہیں کیا ہو رہا ہے۔ میں دیکھتا ہوں

کہ تمہارے علماء دن بدن (موت کی وجہ سے) کم ہوتے جارہے ہیں اور تمہارے جاہل لوگ علم سیکھتے نہیں اس سے پہلے پہلے علم سیکھ لو کہ علماء انتقال کر جائیں۔ اور ان کے انتقال سے علم جاتا رہے (پھر کوئی پڑھانے والا بھی صحیح نہ ملے گا) میں تم کو دیکھتا ہوں کہ اس چیز کے جمع کرنے پر تو بڑا لالچ کرتے ہو جس کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے (یعنی روزی) اور اس چیز کو ضائع کر رہے ہو جس کے تم خود ذمہ دار ہو (یعنی علم و عمل) میں تمہارے بدترین آدمیوں کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کو تاوان سمجھتے ہیں، اور نماز کو ٹال کر پڑھتے ہیں، اور قرآن پاک کے پڑھنے میں بھی بے التفاتی کرتے ہیں۔ (تنبیہ الغافلین)

(۸) عن ابی موسیٰؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب دنیاہ اضر باخرتہ ومن احب اخرتہ اضر بدنیاہ فاثروا ما یبقی علی ما یفنی رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا سے محبت رکھتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو اپنی آخرت سے محبت رکھتا ہے وہ صورت کے اعتبار سے دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے پس جب یہ ضابطہ ہے تو جو چیز ہمیشہ رہنے والی ہے یعنی آخرت اسکو ترجیح دو اس چیز پر جو بہرحال فنا ہو جانے والی ہے۔

فائدہ:۔ دنیا کی زندگی چاہے کتنی ہی زیادہ ہو جائے بہرحال ختم ہونے والی ہے اور اس کا مال متاع چاہے کتنا ہی زیادہ سے زیادہ ہو جائے ایک دن چھوٹنے والا ہے۔ موت سے چھوٹ جائے چاہے ضائع ہو جانے سے چھوٹ جائے۔ اور آخرت کی زندگی کبھی بھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔ اس کی نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ ایسی حالت میں کھلی ہوئی بات ہے کہ آدمی میں اگر ذرا سی بھی عقل ہو تو ایسی چیز کو اختیار کرنا چاہیئے جو ہمیشہ اپنے پاس رہے گی۔ ایسی چیز کے پیچھے پڑنا جو کسی طرح بھی اپنے پاس ہمیشہ نہیں رہ سکتی بیوقوفی کی انتہا ہے مگر ہم لوگوں کی عقل پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس اسٹیشن کے ویٹنگ روم کی زیب و زینت پر دل لگائے بیٹھے ہیں۔ اور قیام صرف اتنا ہی کہ جب ریل گاڑی آجائے اس پر سوار ہو جانا ہے اتنے ذرا سے وقت میں اگر آدمی اپنے سفر کی تیاری میں مصروف رہے اپنے سامانِ سفر کو تیار کرلے جو چیزیں وطن میں پہنچکر کام آنے والی ہیں ان کو فراہم کرے ... کے لئے کارآمد ہیں۔ وہ اپنا یہ قیمتی وقت اور تھوڑی سی فرصت دو

کے سیر سپاٹے میں خرچ کر دے، اپنا سامان بکھرا پڑا ہے، اور خود ویٹنگ روم کی صفائی اور اس کے فرنیچر کو قرینہ سے رکھنے میں لگ جاوے، یا اس سے بڑھ کر حماقت یہ کرے کہ اس میں لٹکانے کے واسطے آئینے اور نقشے خریدنے میں لگ جائے تو اپنا سامان بھی کھوئے گا اور اپنی متاع بھی ضائع کریگا

اس حدیث پاک میں دنیا سے محبت نہ کرنے پر تنبیہ ہے کہ محبت ایسی سخت چیز ہے کہ جس کے ساتھ بھی لگ جائے رفتہ رفتہ آدمی کو اسی کا بنا دیتی ہے۔ اسی لئے آخرت کے ساتھ محبت پیدا کرنے کی ترغیب فرمائی ہے اور دنیا سے ترک محبت پر تنبیہ ہے کہ دنیا سے محبت رکھنے والا اگرچہ آخرت کے اعمال اس وقت کرتا ہو لیکن اس ناپاک دنیا کی محبت رنگ لائے بغیر نہ رہے گی اور آہستہ آہستہ آخرت کے کاموں میں تساہل اور حرج اور نقصان پیدا کر دے گی۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا کو محبوب رکھتا ہے سارے پیر و مرشد مل کر بھی اس کو ہدایت نہیں کر سکتے۔ اور جو شخص دنیا کو ترک کر دیتا ہے (اس سے نفرت کرتا ہے) اس کو سارے مفسد مل کر بھی گمراہ نہیں کر سکتے (مظاہر حق)

حضرت براءؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دنیا میں اپنی شہوتوں کو پورا کرتا ہے وہ آخرت میں اپنی خواہشات کے پورا کرنے سے محروم ہوتا ہے۔ اور جو شخص دنیا میں نازبہ وردہ (رئیس) لوگوں کی زیب و زینت کی طرف (للچائی ہوئی) آنکھوں سے دیکھتا ہے وہ آسمانوں کی بادشاہت میں ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ اور جو شخص کم سے کم روزی پر صبر و تحمل کرتا ہے وہ جنت میں فردوس اعلیٰ میں ٹھکانا پکڑتا ہے۔ (درمنثور)

حضرت لقمان مشہور حکیم ہیں۔ قرآن پاک میں بھی ان کی نصائح کا ذکر فرمایا گیا۔ یہ ایک حبشی غلام سیاہ فام تھے۔ اللہ جل شانہ نے نوازا کہ حکیم لقمان بن گئے۔ بعض روایات میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ان کو اختیار دیا تھا کہ حکمت اور بادشاہت میں سے جس کو چاہیں پسند کر لیں، تو انھوں نے حکمت کو پسند فرمایا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ان سے ارشاد فرمایا کیا تم اس کو پسند کرتے ہو کہ تم کو بادشاہ بنا دیا جائے اور تم حق کے موافق حکومت کرو۔ انھوں نے عرض کیا کہ اگر میرے رب کی طرف سے یہ حکم ہے تو مجھے عذر نہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے

میری اعانت نہ ہوگی۔ اور اگر مجھے اس کا اختیار ہے کہ میں قبول کروں یا نہ کروں تو میں معافی خواستگار ہوں۔ میں اپنے ذمہ مصیبت رکھنا نہیں چاہتا۔ فرشتوں نے پوچھا کہ لقمان یہ کیا بات ہے، انھوں نے جواب دیا کہ حاکم بڑی سخت جگہ میں ہوتا ہے۔ ناگوار چیزیں اور ظلم ہر طرف سے اس کو گھیر لیتا ہے۔ اس میں اس کی مدد ہو سکے یا نہ ہو سکے۔ اگر حق کے موافق فیصلہ کرے تب تو نجات ہو سکتی ہے ورنہ جنت کے راستے سے بھٹک جائے گا۔ اور کوئی شخص دنیا میں ذلیل بن کر دن گذارے یہ اس سے بہتر ہے کہ دنیا میں شریفانہ زندگی گذار کر (آخرت کے اعتبار سے) ضائع ہو جائے۔ اور جو شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے دنیا تو اس سے چھوٹ جاتی ہے اور آخرت کے کام کا رہتا نہیں۔ فرشتوں کو اُن کے جواب سے بڑی حیرت ہوئی۔ اس کے بعد وہ سو گئے تو حق تعالیٰ شانہٗ نے اُن پر حکمت کو ڈھانک دیا۔ (درمنثور)

ان سے جو حکمتیں اور اپنے صاحبزادہ کو نصیحتیں نقل کی گئی ہیں بڑی عجیب ہیں وہ بہت کثرت سے روایات میں آئی ہیں، منجملہ اُن کے یہ بھی ہے کہ بیٹا علماء کی مجلس میں کثرت سے بیٹھا کرو۔ اور حکماء کی بات اہتمام سے سُنا کرو۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ حکمت کے نور سے مُردہ دل کو ایسا زندہ فرماتے ہیں جیسا کہ مُردہ زمین زور دار بارش سے زندہ ہوتی ہے۔ ایک شخص اُن کے پاس کو گذرا اُن کے پاس اس وقت مجمع بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ تو فلاں قوم کا غلام نہیں ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ ہاں میں اُن کا غلام تھا۔ اس نے پوچھا کہ کیا تو وہی نہیں ہے جو فلاں پہاڑ کے قریب بکریاں چرایا کرتا تھا؟ انھوں نے فرمایا کہ ہاں میں وہی شخص ہوں۔ اُس نے پوچھا کہ پھر تو اس مرتبہ تک کیسے پہنچ گیا؟ انھوں نے فرمایا کہ چند چیزوں کی پابندی اور اہتمام کرنے سے۔ وہ چیزیں یہ ہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ کا خوف، اور بات میں سچائی، اور امانت کا پورا پورا ادا کرنا، اور بیکار گفتگو سے احتراز۔

اُن کا ارشاد ہے کہ بیٹا اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ایسی طرح اُمید رکھو کہ اس کے عذاب سے بے خوف نہ ہو جاؤ۔ اور ایسی طرح اس کے عذاب سے خوف کرو کہ اُس کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو جاؤ۔ صاحبزادہ نے عرض کیا کہ دل تو ایک ہی ہے اس میں خوف اور امید دونوں کس طرح جمع ہوں؟ انھوں نے فرمایا کہ مومن ایسا ہی ہوتا ہے کہ اُس کے لئے گویا دو دل ہوتے ہیں۔ ایک میں پوری امید ایک میں پورا خوف۔ اُن کا یہ بھی ارشاد ہے کہ بیٹا ربِّ اغفرلی بہت کثرت سے پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ

کے الطاف میں بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں جو کچھ آدمی مانگتا ہے وہ مل جاتا ہے۔

اُن کا ارشاد ہے کہ بیٹا نیک عمل اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ یقین بغیر نہیں ہو سکتا جس کا یقین ضعیف ہوگا اس کا عمل بھی سست ہوگا۔ بیٹا جب شیطان تجھے کسی شک میں مبتلا کرے تو اس کو یقین کے ساتھ مغلوب کر اور جب وہ تجھے عمل میں سستی کرنے کی طرف لے جائے تو قبر اور قیامت کی یاد سے اس پر غلبہ حاصل کر اور جب دنیا میں رغبت یا (یہاں کی تکلیف کے) خوف کے راستہ سے وہ تیرے پاس آئے تو اس سے کہدے کہ دنیا ہر حال میں چھوٹنے والی چیز ہے (نہ یہاں کی راحت دوامی ہے نہ یہاں کی تکلیف ہمیشہ رہنے والی ہے)

اُن کا ارشاد ہے کہ بیٹا جو شخص جھوٹ بولتا ہے اس کے مُنھ کی رونق جاتی رہتی ہے اور جس شخص کی عادتیں خراب ہوں گی اس پر غم سوار ہوگا۔ اور پہاڑ کی چٹانوں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا احمقوں کے سمجھانے سے زیادہ آسان ہے۔

اُن کا ارشاد ہے کہ بیٹا جھوٹ سے اپنے کو بہت محفوظ رکھ۔ جھوٹ بولنا چڑیا (پرندہ) کے گوشت کی طرح سے لذیذ تو معلوم ہوتا ہے لیکن بہت جلد جھوٹ بولنے والے شخص کے لئے دشمنی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ بیٹا جنازہ میں اہتمام سے شرکت کیا کرو اور تقریبات میں شرکت سے گریز کیا کرو۔ اس لئے کہ جنازہ آخرت کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور شادیاں تقریبات دنیا کی طرف مشغول کرتی ہیں۔

بیٹا جب پیٹ بھرا ہوا ہو اس وقت نہ کھاؤ۔ پیٹ بھرے پر کھانے سے کُتے کو ڈال دینا بہتر ہے۔ بیٹا نہ تو تم اتنا میٹھا ہو کہ لوگ تمہیں نگل جائیں۔ نہ اتنا کڑوا ہو کہ لوگ تھوک دیں بیٹا تم مُرغ سے زیادہ عاجز نہ ہو کہ وہ تو سحر کے وقت جاگ کر چلانا شروع کردے اور تم اپنے بستر پر پڑے سوتے رہو۔ بیٹا توبہ میں دیر نہ کرو کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں وہ دفعتاً آجاتی ہے۔

بیٹا جاہل سے دوستی نہ کرو ایسا نہ ہو کہ اس کی جہالت کی باتیں تمہیں اچھی معلوم ہونے لگیں اور حکیم سے دشمنی مول نہ لو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے اعراض کرنے لگے (اور پھر اس کی حکمتوں سے تم محروم ہو جاؤ) بیٹا اپنا کھانا متقی لوگوں کے سوا کسی کو نہ کھلاؤ اور اپنے کاموں میں علماء سے مشورہ لیا کرو۔ کسی نے اُن سے پوچھا کہ بدترین شخص کون ہے؟ انھوں نے فرمایا جو اس کی پروا

نہ کرتا ہو کہ کوئی شخص اس کو برائی کرتے ہوئے دیکھ لے۔

ان کا ارشاد ہے کہ بیٹا نیک لوگوں کے پاس اپنی نشست کثرت سے رکھا کرو کہ ان کے پاس بیٹھنے سے نیکی حاصل کر سکو گے۔ اور اگر ان پر کسی وقت اللہ کی رحمت خاصہ نازل ہوئی تو اس میں سے تم کو بھی کچھ نہ کچھ ضرور ملے گا (کہ جب بارش اترتی ہے تو اس مکان کے سب حصوں میں پہنچتی ہے) اور اپنے آپ کو برے لوگوں کی صحبت سے دور رکھو۔ کہ ان کے پاس بیٹھنے سے کسی خیر کی تو امید نہیں۔ اور ان پر کسی وقت عذاب ہوا تو اس کا اثر تم تک پہنچ جائے گا۔

ان کا ارشاد ہے کہ باپ کی مار اولاد کے لئے ایسی مفید ہے جیسا کہ پانی کھیتی کے لئے۔ انکا ارشاد ہے کہ بیٹا تم جس دن سے دنیا میں آئے ہو ہر دن آخرت کے قریب ہوتے جارہے ہو (اور دنیا سے ہر دن پشت پھیرتے جارہے ہو پس وہ گھر جس کی طرف تم روزانہ چل رہے ہو وہ بہت قریب ہے اس گھر سے جس سے ہر دن دور ہوتے جارہے ہو۔

بیٹا قرض سے اپنے کو محفوظ رکھو کہ یہ دن کی ذلت اور رات کا غم ہے (یعنی قرض خواہ کے تقاضے سے دن میں ذلت اٹھانا پڑتی ہے اور رات بھر قرض کے فکر میں گذرتی ہے) بیٹا اللہ کی رحمت کی ایسی امید رکھو جس سے گناہوں پر جرأت نہ ہونے پائے۔ اور اس کے خوف سے ایسا ڈرو کہ اس کی رحمت سے ناامیدی نہ ہو جائے۔ بیٹا جب تم سے کوئی شخص آکر کسی کی شکایت کرے کہ فلاں نے میری دونوں آنکھیں نکال دیں اور واقعہ میں بھی اس کی دونوں آنکھیں نکلی ہوئی ہیں تو اس وقت تک اس کے متعلق کوئی رائے قائم نہ کر جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو۔ کیا خبر ہے کہ اس نے خود پہل کی ہو اور اس نے اس سے پہلے چار آنکھیں نکال دی ہوں (در منثور)

فقیہ ابواللیث نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت لقمان کا انتقال ہونے لگا تو انھوں نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا کہ بیٹا میں نے تم کو اس مدت زندگی میں بہت سی نصیحتیں کیں۔ اس وقت (آخری وقت ہے) چھ نصیحتیں تم کو کرتا ہوں:۔

(۱) دنیا میں اپنے آپ کو فقط اتنا ہی مشغول رکھنا جتنی زندگی باقی ہے (اور وہ آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں) (۲) حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف جتنی تمہیں احتیاج ہے اتنی ہی اس کی عبادت کرنا (اور ظاہر ہے کہ آدمی ہر چیز میں اس کا محتاج ہے (۳) آخرت کے لئے اس

مقدار کے موافق تیاری کرنا جتنی مقدار وہاں قیام کا ارادہ ہو (اور ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد تو وہاں کے علاوہ کوئی مقام ہی نہیں (۴) جب تک تمہیں جہنم سے خلاصی کا یقین نہ ہو جائے اُس وقت تک اس سے خلاصی کی کوشش کرتے رہنا (ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی سنگین مقدمہ میں ماخوذ ہو تو جب تک اس کو مقدمہ کے خارج ہو جانے کا یقین نہ ہو ہر وقت کوشش میں لگا رہتا ہے۔ (۵) گناہوں پر اتنی جرأت کرنا جتنا جہنم کی آگ میں جلنے کا حوصلہ اور ہمت ہو (کہ گناہوں کی سزا ضابطہ کی چیز ہے اور مراحم خسروانہ کی خبر نہیں (۶) جب کوئی گناہ کرنا چاہو ایسی جگہ تلاش کر لینا جہاں حق تعالیٰ شانہٗ اور اس کے فرشتے نہ دیکھیں (کہ خود حاکم کے سامنے سی آئی ڈی کے عملہ کے سامنے بغاوت کا انجام معلوم ہے (تنبیہ الغافلین)

یہ چند نصائح حضرت لقمان کی تبعاً ذکر کر دی گئیں۔ مقصود ان کی نصائح سے بھی وہی مضمون ہے جو پہلے سے میں لکھ رہا تھا۔ کہ جو شخص دنیا سے محبت رکھتا ہے وہ آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے۔

عرفجہ ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سَبِّحِ اسْمَ پڑھنے کی درخواست کی۔ انہوں نے پڑھنا شروع کیا۔ اور جب بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی پر پہنچے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت زیادہ بہتر اور ہمیشہ رہنے والی چیز ہے"۔ تو حضرت ابن مسعودؓ نے تلاوت کو بند کر کے فرمایا کہ بے شک ہم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دیدی۔ سب حاضرین خاموش تھے۔ پھر دوبارہ فرمایا کہ ہم نے دنیا کو ترجیح دیدی۔ اس لئے کہ ہم نے اس کی زیب و زینت کو دیکھا، اس کی عورتوں کو دیکھا، اس کے کھانے پینے کو دیکھا اور آخرت کی یہ سب چیزیں ہم سے مخفی تھیں۔ اس لئے دنیا کو ترجیح دے بیٹھے اور آخرت کو چھوڑ دیا۔

حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ اللہ کی ناراضی سے بندوں کو محفوظ رکھتا ہے جب تک کہ دنیا کی تجارت کو آخرت کی تجارت پر ترجیح نہ دیں۔ اور جب دنیا کی تجارت کو آخرت کی تجارت پر ترجیح دینے لگیں پھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہیں تو وہ کلمہ اُن پر یہ کہہ کر لوٹا دیا جاتا ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو (یعنی تمہارا اقرار جھوٹا ہے

محض زبانی جمع خرچ ہے)

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کی گواہی کے ساتھ اللہ جل شانہٗ سے ملتا ہے وہ (سیدھا) جنت میں داخل ہوتا ہے جب تک کہ اس کے ساتھ دوسری چیز کو خلط نہ کرے۔ تین مرتبہ حضورؐ نے اپنا یہ ارشاد فرمایا۔ مجمع میں سے ایک شخص نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان، دوسری چیز غلط کرنے کا کیا مطلب ہے؟ حضورؐ نے فرمایا دنیا کی محبت، اور اس کی ترجیح اس کے لئے مال کا جمع کرنا، اور دنیا کی چیز ولے سے خوش ہونا اور متکبر لوگوں کا سا عمل۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) گھر نہیں۔ اور دنیا اس شخص کا مال ہے جس کا (آخرت میں) مال نہیں۔ اور دنیا کے لئے وہ شخص مال جمع کرتا ہے جس کو بالکل عقل نہیں ہے (در منثور)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دنیا خود ملعون ہے۔ اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب ملعون ہے بجز اس کے کہ جو حق تعالیٰ شانہ کے لئے ہو (جامع الصغیر)

امام غزالیؒ مذمت دنیا کی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ تمام تعریفیں اور حمد اسی پاک ذات کے لئے ہیں جس نے اپنے دوستوں کو دنیا کے مہلکات اور اس کی آفات سے واقف کر دیا اور دنیا کے عیوب اور اس کے رازوں کو اپنے دوستوں پر روشن کر دیا۔ یہاں تک کہ ان حضرات نے دنیا کے احوال کو پہچان لیا اور اس کی بھلائی اور برائی کا موازنہ کر کے یہ جان لیا کہ اس کی برائیاں اس کی بھلائی پر غالب ہیں اور جو امیدیں دنیا سے وابستہ ہیں وہ ان اندیشہ ناک چیزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جو اس پر مرتب ہیں۔ دنیا ایک چٹ پٹی عورت کی طرح سے لوگوں کو اپنے حسن و جمال سے گرفتار کرتی ہے اور اپنی بد کرداری سے اپنے وصال کے خواہشمندوں کو ہلاک کرتی ہے۔ یہ اپنے چاہنے والوں سے بھاگتی ہے ان کی طرف توجہ کرنے میں بڑی بخیل ہے۔ اور اگر متوجہ بھی ہوتی ہے تو اس کی توجہ میں بھی آفت اور مصیبت سے امن نہیں ہے۔ اگر ایک دفعہ احسان کرتی ہے تو ایک سال تک برائیاں کرتی رہتی ہے۔ جو اس کے دھوکہ میں آجاتا ہے اس کا انجام ذلت ہے اور جو اس کی وجہ سے تکبر کرتا ہے وہ آخر کار حسرت و افسوس کی طرف چلتا ہے۔ اس کی عادت اپنے

عُشاق سے بھاگتا ہے اور جو اُس سے بھاگے اُس کے پیچھے پڑتا ہے۔ جو اُس کی خدمت کرے اس سے علیحدہ رہتی ہے۔ اور جو اس سے اعراض کرے اُس کی ملاقات کی کوشش کرتی ہے۔ اس کی صفائی میں بھی تکدر ہے اس کی خوشی میں بھی رنج وغم لازم ہیں۔ اس کی نعمتوں کا پھل حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں، یہ بڑی دھوکہ دینے والی مکار عورت ہے، بڑی بھگوڑی اور ایک دم اُڑ جانیوالی والی ہے۔ یہ اپنے چاہنے والوں کے لئے نہایت زیب وزینت اختیار کرتی ہے اور جب وہ اچھی طرح اس میں پھنس جاتے ہیں تو دانت دکھانے لگتی ہے۔ اور ان کے منظم احوال کو پریشان کر دیتی ہے اور اپنی نیرنگیاں اُن کو دکھاتی ہے۔ پھر اپنا زہر قاتل اُن کو چکھاتی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی دشمن ہے۔ اُس کے دوستوں کی دشمن ہے، اُس کے دشمنوں کی دشمن ہے اللہ تعالیٰ کی دشمنی اس طرح سے کہ اس کی طرف چلنے والوں کی رہزنی کرتی ہے۔ اس کے دوستوں کے ساتھ دشمنی اس طرح کرتی ہے کہ اُن کے دل لبھانے کے لئے طرح طرح کی زینتیں اپنے اوپر لادتی ہے جس سے وہ اس طرف ملتفت ہو کر اس سے قطع تعلق پر صبر کا کڑوا گھونٹ پیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دشمنی اس طرح کرتی ہے کہ اپنے مکروفریب سے ان کو شکار کرتی ہے اور جب وہ اس کی دوستی پر بھروسہ کرنے لگتے ہیں تو ایسے وقت ان کو ایک دم ادھر میں چھوڑ دیتی ہے۔ جس وقت کہ وہ اس کے سخت محتاج ہوں جس سے وہ دائمی حسرت اور دائمی عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

قرآن پاک کی آیات کریمہ اور احادیث شریفہ میں کثرت سے اُس کی مذمت وارد ہوئی ہے بلکہ تمام انبیائے کرام علیٰ نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اسی پر تنبیہ کے لئے ہوئی ہے کہ اس سے دل نہ لگایا جائے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مُردہ بکری کے پاس سے گذرے۔ حضورؐ نے صحابہؓ سے خطاب فرما کر ارشاد فرمایا کیا تمہارا خیال ہے کہ اس مری ہوئی بکری کی کوئی وقعت اُس کے مالک کے یہاں ہوگی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کی بے وقعتی ہی سے معلوم ہوتی ہے کہ اس کو پھینکدیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل اور بے وقعت ہے۔ جتنی یہ مُردہ بکری اپنے مالک کے نزدیک ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک دنیا کی وقعت ایک مچھر کے پر کی برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو اس میں سے ایک

گھونٹ پانی کا بھی نہ ملتا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دنیا کی محبت ہر خطا کی اساس اور بنیاد ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپؓ نے کچھ پینے کو مانگا تو شہد کا شربت خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس کو مُنہ کے قریب فرماکر حضرت ابوبکر صدیقؓ رونے لگے اور اتنا روئے کہ پاس بیٹھنے والے بھی متاثر ہو کر رونے لگے اور خوب روئے، اس کے بعد پھر دوبارہ مُنھ کے قریب کیا پھر رونے لگے، اس کے بعد اپنی آنکھوں کے آنسو پونچھے۔ اور ارشاد فرمایا کہ میں ایک مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھا میں نے دیکھا کہ حضورؐ اپنے دونوں ہاتھوں سے کسی چیز کو دفع فرما رہے ہیں اور کوئی چیز حضورؐ کے سامنے مجھے نظر نہ آئی۔ تو میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ حضورؐ کس چیز کو اپنے سے ہٹا رہے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ دنیا میرے سامنے حاضر ہوئی تھی۔ میں نے اس کو اپنے سے ہٹا دیا۔ اس کے بعد پھر دوبارہ دنیا میرے (یعنی حضورؐ کے) پاس آئی اور کہنے لگی کہ اگر آپؐ مجھ سے بچ گئے تو (کچھ قلق نہیں اس لئے کہ) آپ کے بعد آنے والے مجھ سے نہیں بچ سکتے۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ بہت زیادہ تعجب اُس شخص پر ہے جو اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ آخرت دائمی اور ہمیشہ رہنے والی ہے اور اس کے بعد بھی وہ اس دھوکے گھر دنیا کے لئے کوشش کرتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک کوڑے پر کو گزرے۔ جہاں کچھ بوسیدہ ہڈیاں اور پرانے پھٹے ہوئے چیتھڑے پڑے ہوئے تھے۔ حضورؐ وہاں کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہ آؤ لو دیکھو یہ ہے دنیا کا منتہیٰ۔ اور اس کی ساری زیب و زینت۔

ایک اور حدیث میں اس مجمل ارشاد کی تفصیل بھی آئی ہے۔ لیکن علامہ عراقی وغیرہ حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ ہمیں وہ روایت نہیں ملی کہ کہاں ہے۔ تاہم امام غزالیؒ نے اس کو نقل کیا ہے اور صاحب قوت نے اس کو حضرت حسن بصریؒ سے مرسلاً نقل کیا ہے وہ یہ ہے:۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں دنیا کی حقیقت دکھاؤں۔ میں نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ حضورؐ مجھے ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے باہر ایک کوڑی پر تشریف لے گئے۔ جہاں آدمیوں کی کھوپڑیاں، پاخانے اور پھٹے ہوئے چیتھڑے اور ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں

حضورؐ نے ارشاد فرمایا ابوہریرہ! یہ آدمیوں کی کھوپڑیاں ہیں۔ یہ دماغ اسی طرح دنیا کی حرص کرتے تھے جس طرح تم سب زندہ آجکل کر رہے ہو۔ یہ بھی اسی طرح امیدیں باندھا کرتے تھے جس طرح تم لوگ امیدیں لگائے ہوئے ہو۔ آج یہ بغیر کھال کے پڑی ہوئی ہیں اور چند روز اور .... گذر جانے کے بعد مٹی ہو جائیں گی۔ یہ پاخانے وہ رنگ برنگے کھانے ہیں جن کو بڑی محنت سے کمایا، حاصل کیا، پھر ان کو تیار کیا اور کھایا۔ اب یہ اس حال میں پڑے ہیں کہ لوگ اس سے (نفرت کر کے) بھاگتے ہیں (وہ لذیذ کھانا جس کی خوشبو دور سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی آج اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کی بدبو دور سے لوگوں کو اپنے سے متنفر کرتی ہے) یہ چیتھڑے وہ زینت کا لباس (تھا جس کو پہن کر آدمی اکڑتا تھا۔ آج یہ اس حال میں) ہے کہ ہوائیں اس کو ادھر سے اُدھر پھینکتی ہیں۔ یہ ہڈیاں اُن جانوروں کی ہڈیاں ہیں جن پر لوگ سواریاں کیا کرتے تھے (گھوڑوں پر بیٹھ کر مٹکتے تھے) اور دنیا میں گھومتے تھے۔ بس جسے ان احوال پر (اور ان کے عبرتناک انجام پر) رونا ہو وہ ان کو دیکھ کر روئے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم سب بہت روئے۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دنیا (ظاہر کے اعتبار سے) میٹھی اور سرسبز ہے اور حق تعالیٰ شانہ نے تم کو اس میں اپنے اسلاف کا جانشین اس لئے بنایا ہے تاکہ وہ یہ دیکھے کہ تم اس میں کیا عمل کرتے ہو۔ بنی اسرائیل پر جب دنیا کی فتوحات ہونے لگیں تو وہ اس کی زیب و زینت اور عورتوں اور زیوروں کے چکر میں پڑ گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ دنیا کو اپنا سردار نہ بناؤ وہ تمہیں اپنا غلام بنا لے گی۔ اپنا خزانہ ایسی پاک ذات کے پاس محفوظ کر دو جہاں ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔ دنیا کے خزانوں میں اضاعت کا اندیشہ ہر وقت ہے اور اللہ تعالیٰ شانہ کے خزانے پر کوئی آفت نہیں ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ دنیا کی خباثت کے آثار میں سے یہ بات بھی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جاتی ہے اور اس کی خباثت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ آخرت اس کو چھوڑے بغیر نہیں ملتی۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے اور تھوڑی دیر کی خواہش بہت طویل زمانہ کے رنج و عذاب کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ دنیا بعضوں کی طالب ہوتی ہے، بعضوں کی مطلوب ہوتی ہے،

جو آخرت کے طالب ہیں اُن کی تو یہ خود طالب ہوتی ہے۔ کہ جھک مار کر اُن کی روزی اُن کو پہنچاتی ہے اور جو اس کی طلب میں لگ جاتے ہیں آخرت اُن کو خود طلب نہیں کرتی حتیٰ کہ موت آکر اُن کی گردن دبا لیتی ہے۔

حضرت سلیمان علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مرتبہ اپنے لشکر کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے۔ پرند اُن پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ اور جن و انس دائیں بائیں تھے۔ ایک عابد برگزیدے اس نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے بہت بڑی سلطنت آپ کو عطا فرما رکھی ہے (کہ جن و انس، چرند و پرند سب پر آپ کی حکومت ہے) حضرت سلیمان علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مسلمان کے اعمال نامہ میں ایک مرتبہ سُبحان اللہ سلیمان کے سارے ملک سے زیادہ افضل ہے۔ اس لئے کہ یہ ساری سلطنت بہت جلد ختم ہو جائے گی۔ اور سُبحان اللہ کا ثواب ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کا منتہائے مقصد دنیا ہو جاتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ شانہٗ سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور اس کو حق تعالیٰ شانہٗ چار چیزوں میں مبتلا فرما دیتے ہیں (۱) ایک ایسا غم جو کبھی بھی ختم نہ ہو (کہ ہر وقت آمدنی کے بڑھانے کے فکر میں لگا رہے گا (۲) ایک ایسا شغل جس سے کسی وقت بھی فراغت نہ ہو۔ (۳) ایک ایسا فقر جو کبھی بھی مستغنی نہ بنائے (کہ جتنی آمدنی بڑھتی جائے اتنا ہی خرچ زیادہ ہو کر آمدنی کم ہی معلوم ہو) (۴) اور ایسی لمبی لمبی اُمیدیں جو کبھی بھی پوری نہ ہوں۔

حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفے میں ہے کہ "اے دنیا" تو کس قدر ذلیل ہے کہ ان نیک بندوں کی نگاہ میں جن کے لئے تو اپنے کو آراستہ کرتی ہے۔ میں نے ان کے دلوں میں تیری عداوت ڈالدی ہے اور تیرے سے اعراض ان میں پیدا کر دیا ہے۔ میں نے کوئی مخلوق تجھ سے زیادہ ذلیل پیدا نہیں کی۔ تیری ساری رفعت نہایت ناچیز ہے اور ختم ہو جانے والی ہے۔ میں نے تیرے متعلق تیری پیدائش کے دن یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ نہ تو ہمیشہ کسی کے پاس رہے گی اور نہ تیرے ساتھ ہمیشہ کوئی رہے گا۔ چاہے تیرا مالک کتنا ہی تیرے ساتھ بخل کرے مبارک ہیں وہ نیک بندے جو دل سے راضی برضا رہنے کی مجھے اطلاع دیتے ہیں اور اپنے ضمیر سے سچائی اور

ہمیشگی کی مجھے خبر دیتے ہیں۔ ان کے لئے سرسبزی ہے جب وہ اپنی قبروں سے اُٹھ کر میرے پاس آئیں گے تو میرے پاس ان کے لئے ایک نور ہے جو اُس وقت اُن کے سامنے ہوگا اور فرشتے دائیں بائیں جانب ہونگے۔ حتیٰ کہ میں اُن کی ان سب امیدوں کو پورا کر دوں جو انھوں نے میرے ساتھ باندھ رکھی ہیں۔"

حضور ؐ کا ارشاد ہے کہ بعض لوگ قیامت کے دن اتنے زیادہ اعمال لے کر آئیں گے جیسا کہ ملک عرب کے پہاڑ۔ لیکن وہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ؐ کیا یہ لوگ نمازی ہونگے؟ حضور ؐ نے فرمایا نمازی بھی ہونگے، روزہ دار بھی ہونگے۔ بلکہ تہجد گذار ہونگے۔ لیکن جب دنیا کی کوئی چیز (دولت عزت وغیرہ) اُن کے سامنے آجائے تو ایکدم اس پر کود پڑتے ہیں (جائز ناجائز کی بھی پرواہ نہیں کرتے)

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ دنیا اور آخرت کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی جیسا کہ آگ اور پانی ایک برتن میں جمع نہیں ہو سکتے۔

حضور ؐ کا ارشاد ہے کہ دنیا سے بچتے رہو۔ یہ ہاروت وماروت سے بھی زیادہ جادو کرنے والی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کون شخص ایسا ہے جو یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کے (دل کے) اندھے پن کو دور کر دے اور اس کی (عبرت کی) آنکھیں کھول دے (جو یہ چاہتا ہو وہ غور سے سن لے کہ) جو شخص دنیا میں جتنی رغبت کرتا ہے اور جیسی لمبی لمبی امیدیں باندھتا ہے اسی کے بقدر حق تعالیٰ شانہٗ اس کے دل کو اندھا کر دیتے ہیں۔ اور جو شخص دنیا سے بے رغبتی کرتا ہے اپنی آرزؤں کو مختصر کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کو بغیر سیکھے علم عطا فرماتے ہیں۔ اور بغیر کسی کے دکھلائے راستہ بتاتے ہیں۔ عنقریب ایسے لوگ آنے والے ہیں جن کے لئے سلطنت قتل اور جبر سے قائم ہوگی، بخل وفخر سے اُن کو غنا حاصل ہوگا خواہشات کے اتباع سے لوگوں کے دلوں میں اُن کی محبت ہوگی۔ تم میں سے جو شخص ایسے زمانہ کو پائے اور اس وقت فقر پر صبر کرے حالانکہ وہ غنی ہو سکتا ہے، وہ لوگوں کی دشمنی کو برداشت کرے، حالانکہ وہ اُن کی خواہشات کے تابع ہو کر ان کے دلوں میں محبت پیدا کر سکتا ہے، وہ ذلت پر قناعت کرے حالانکہ وہ (لوگوں کی موافقت کر کے) عزت پا سکتا ہے لیکن وہ شخص ان چیزوں کو صرف اللہ تعالیٰ شانہٗ کے لئے برداشت کرتا ہے تو اس کو پچاس

صدیقین کا ثواب ہوگا۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بحرین کا بہت سا مال آیا (اہلِ ضرورت) انصاری صحابہؓ نے جب یہ خبر سُنی تو کثرت سے صبح کی نماز میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے نماز کے بعد مجمع کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ میرے خیال میں اس مال کی خبر سُن کر تم آئے ہو۔ انھوں نے عرض کیا بے شک یا رسول اللہؐ اسی لئے حاضر ہوئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تمہیں (کثرتِ مال) کی خوش خبری دیتا ہوں کہ عنقریب مال بہت زیادہ ہونے والا ہے اور جس چیز سے تم خوش ہوتے ہو (یعنی مال) اُس کی اُمید رکھو کہ وہ تمہارے پاس بہت زیادہ آنیوالا ہے۔ میں تمہارے فقر و فاقہ سے خائف نہیں ہوں۔ لیکن مجھے اس کا ڈر ہے کہ تمہارے اوپر دنیا پھیل پڑے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر وہ پھیل چکی ہے اور پھر تم اس میں دل لگا بیٹھو جس کی وجہ سے وہ تم کو بھی اسی طرح ہلاک کردے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کرچکی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے تم لوگوں پر زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تم پر زمین کی برکات نکالدے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ زمین کی برکات کیا چیز ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ دنیا کی رونق۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ جو کچھ مجھے معلوم ہے اگر تم کو معلوم ہوجائے تو ہنسنا کم کردو اور بہت کثرت سے رونے لگو اور دنیا تمہارے نزدیک بہت ذلیل بن جائے اور آخرت کو اس پر ترجیح دینے لگو۔ اس کے بعد ابوالدرداءؓ نے اپنی طرف سے فرمایا کہ جو کچھ مجھے معلوم ہے اگر تم کو معلوم ہوجائے تو تم جنگلوں کو روتے ہوئے اور چلاتے ہوئے نکل جاؤ اور اپنے مالوں کو بغیر محافظ کے چھوڑ جاؤ لیکن تمہارے دلوں سے آخرت کا ذکر غائب ہے اور دنیا کی امیدیں تمہارے سامنے ہیں۔ اس لئے دنیا تمہارے اعمال کی مالک بن رہی ہے اور تم ایسے بن گئے گویا کچھ جانتے ہی نہیں۔ اس لئے تم میں سے بعض تو ان جانوروں سے بھی بدتر ہوگئے جو انجام کے خوف سے اپنی شہوتوں کو نہیں چھوڑتے۔ تمہیں کیا ہوگیا کہ تم آپس میں محبتیں نہیں رکھتے۔ ایک دوسرے کو نصیحت نہیں کرتے۔ حالانکہ تم آپس میں دینی بھائی ہو۔ تمہاری خواہشات میں صرف تمہارے باطنی خبث نے تفریق کر رکھی ہے۔ اگر تم سب دین پر اور دینی امور پر مجتمع ہوجاؤ تو آپس میں تعلقات

بھی زیادہ ہو جائیں۔ آخر تمہیں یہ کیا ہو گیا کہ دنیا کے کاموں میں تو ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہو لیکن آخرت کے کاموں میں ایک دوسرے کو نصیحت نہیں کرتے تم جس سے محبت کرتے ہو اس کو آخرت کے امور پر نصیحت کی قدرت تمہیں نہیں ہے یا آخرت کے امور پر اس کو نصیحت نہیں کر سکتے۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ تمہارے دلوں میں ایمان کی کمی ہے۔ اگر تم آخرت کی بھلائی اور برائی پر ایسا یقین رکھتے جیسا کہ دنیا کی بھلائی اور برائی پر یقین رکھتے ہو تو ضرور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے۔ اس لئے کہ آخرت تمہارے کاموں کی دنیا سے زیادہ مالک ہے اگر تم یہ کہو کہ دنیا کی ضرورت فوری ہے اس وقت درپیش ہے۔ آخرت کی ضرورت بعد میں ہوگی۔ تو تم خود سوچو کہ دنیا میں بعد میں آنے والے اور حاصل ہونے والے کاموں کے لئے تم کتنی مشقت اٹھاتے ہو (کھیتی کی مشقت برداشت کرتے ہو کہ بعد میں پیداوار ہوگی۔ باغ لگانے میں کتنی جاں فشانی کرتے ہو کہ کئی سال بعد پھل آئے گا۔ وغیرہ وغیرہ) تم کس قدر بری قوم ہو کہ اپنے ایمان کی جانچ ان چیزوں کے ساتھ نہیں کرتے جس سے تمہارے ایمان کی مقدار تمہیں معلوم ہو جائے کہ ایمان کس درجہ تک تم میں موجود ہے۔ اگر تم لوگوں کو اس چیز میں شک ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ تو آؤ ہمارے پاس آؤ۔ ہم تمہیں واضح طریق سے بتائیں اور وہ نور دکھائیں جس سے تمہیں اطمینان ہو جائے کہ حضورؐ نے جو فرمایا وہ حق ہے، تم کم عقل بیوقوف نہیں ہو جس کی وجہ سے ہم تم کو معذور سمجھ لیں۔ دنیا کے کاموں میں تو تم بڑی اچھی رائے رکھتے ہو اور اس میں بڑی احتیاط پر عمل کرتے ہو۔ (پھر کیا مصیبت ہے کہ آخرت کے کاموں میں نہ تم سمجھ سے کام لیتے ہو، نہ احتیاط پر عمل کرتے ہو) آخر یہ کیا بات ہے تمہیں یہ کیا ہو گیا کہ دنیا کے ذرا سے فائدے سے بڑے خوش ہوتے ہو، ذرا سے نقصان سے رنجیدہ ہو جاتے ہو جس کا اثر تمہارے چہروں تک پر معلوم ہونے لگتا ہے (کہ خوشی میں پھول جاتا ہے، رنج میں ذرا سا منہ نکل آتا ہے) مصیبتیں زبان پر آنے لگتی ہیں۔ ذرا سی بات کو مصائب کہنے لگتے ہو، ماتم کی مجلسیں قائم کرتے ہو، لیکن دین کی بڑی سے بڑی بات بھی چھوٹ جائے تو نہ اس کا رنج و غم ہے نہ چہرہ پر کوئی تغیر ہے۔ میں تمہاری بد دینی کی حالت دیکھ کر یہ خیال کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ ہی تم سے بیزار ہو گئے ہیں۔

تم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے خوشی خوشی ملتے ہو۔ اور ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ دوسرے

کے سامنے کوئی ایسی (حق) بات نہ کہے جو اس کو ناگوار ہو۔ تاکہ وہ بھی اس کے متعلق کوئی ناپسند بات نہ کہہ دے۔ پس دلوں کے اندر ہی اندر ایسی باتیں رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہو اور باطن کی گندگیوں پر تمہارے ظاہر کے چمن کھل رہے ہیں۔ اور موت کی یاد کے چھوڑ دینے پر سب جمع ہو گئے ہو۔ کاش حق تعالیٰ شانہ مجھے موت دے کر تم لوگوں سے راحت عطا کرتا اور مجھے ان حضرات (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ) کے ساتھ ملا دیتا جن کے دیکھنے کا میں مشتاق ہوں۔ اگر یہ حضرات زندہ ہوتے تو تمہارے ساتھ رہنا ذرا بھی پسند نہ کرتے۔

پس اگر تم میں کوئی شمہ خیر کا باقی ہے تو میں تمہیں صاف صاف کہہ چکا ہوں اور حق کی بات سنا چکا ہوں۔ اگر تم اس چیز کو (یعنی آخرت کو) جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے طلب کرنا چاہو تو وہ بہت آسان ہے۔ اور میں صرف اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں تمہارے حق میں بھی اور اپنے حق میں بھی۔

(فقط حضرت ابوالدرداءؓ کا ارشاد ختم ہو گیا)

حضرت ابوالدرداءؓ کی یہ ڈانٹ بڑے غور سے پڑھنے کی ہے، یہ ان حضرات پر خفا ہو رہے ہیں جن کے متعلق ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان جیسے دیندار بھی نہیں بن سکتے۔ ان کے احوال، ان کے کارنامے، ہمارے سامنے ہیں۔ اگر یہ حضرت ابوالدرداء ہم لوگوں کو دیکھتے تو یقیناً رنج سے ہلاک ہو جاتے یقیناً یہ حضرات ہمارے احوال کو دیکھ بھی نہ سکتے، ان کا کسی طرح تحمل نہ کر سکتے۔

حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ان لوگوں پر رحم کرے جن کے پاس دنیا امانت تھی۔ وہ اس امانت کو دوسروں کے حوالے کر گئے اور خود بے فکر چل دیئے آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص دین کے بارہ میں تیری مزاحمت کرے اس سے مزاحمت کر اور جو دنیا کے بارے میں تیری مزاحمت کرے۔ اس دنیا کو اس کے منہ پر مار اور بے فکر ہو جا۔

حضرت ابوحازمؒ کا ارشاد ہے کہ دنیا سے بچتے رہو، قیامت کے دن آدمی کو میدان حشر میں کھڑا کر کے کہا جائے گا یہ وہ شخص ہے جس نے ایسی چیز کو بڑا سمجھا جس کو اللہ تعالیٰ شانہ نے حقیر بتایا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ ہر شخص اپنے گھر میں چند روزہ مہمان ہے اور اس کا مال مستعار مانگی ہوئی چیز ہے۔ مہمان کو بہرحال چند دن میں اپنے گھر (یعنی آخرت کو) چلا جانا ہے اور مانگی ہوئی چیز بہرحال واپس ہونے والی ہے۔

حضرت رابعہ بصریہؒ ایک مجمع میں تشریف رکھتی تھیں۔ لوگ کچھ دنیا کی بُرائی کر رہے تھے۔ وہ کہنے لگیں کہ اس کا ذکر بُرائی سے بھی نہ کرو۔ اس کے ذکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تمہارے دلوں میں وقعت ہے۔ اگر یہ نہ ہوتی تو اس کا بار بار ذکر بھی زبان پر نہ آتا (پاخانہ کی گندگی اور بُرائی کا بار بار کون ذکر کرتا ہے)

حضرت لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو وصیت ہے کہ اپنی دنیا کو دین کے بدلے میں بیچ دو دونوں جہاں میں نفع ملے گا۔ اور دین کو دنیا کے بدلے میں نہ بیچو۔ دونوں جہاں میں خسارہ رہے گا۔

حضرت مطرف بن شخیرؒ کا ارشاد ہے کہ بادشاہوں کے عیش و عشرت اور ان کے عمدہ لباس پر نظر نہ کرو بلکہ یہ سوچو کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔

حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو شیطان نے اپنے لشکروں کو حالات کی تحقیق کے لئے بھیجا انھوں نے بتایا کہ ایک نبی کی بعثت ہوئی ہے۔ اور اُن کی بہت بڑی اُمت ہے تو اس نے تحقیق کیا کہ ان لوگوں میں دنیا کی محبت بھی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہاں ہاں ہے شیطان نے کہا کہ پھر مجھے اس کا رنج نہیں ہے۔ کہ وہ بُت پرستی نہ کریں۔ میں تین چیزیں اُن پر مُسلط کردوں گا۔ (۱) ناجائز طریقہ سے کمانا۔ (۲) ناجائز طریقہ پر خرچ کرنا۔ (۳) اور جہاں خرچ کا واقعی محل ہو اُس میں خرچ نہ کرنا۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ دنیا کے حلال مال کا حساب ہے اور اس کے حرام میں عذاب ہے

حضرت مالک بن دینارؒ کا ارشاد ہے کہ اس جادوگر سے بچتے رہو یہ علماء کے دلوں پر بھی جادو کر دیتی ہے

حضرت ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ جس دل میں آخرت ہوتی ہے دنیا اس سے جھگڑا کرتی رہتی ہے اور اس دل پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ اور جس دل میں دنیا ہوتی ہے آخرت اس سے مزاحمت نہیں کرتی۔ اس لئے کہ آخرت کریم ہے۔ دوسرے کے گھر پر قبضہ کرنا نہیں چاہتی۔ اور دنیا کمینہ ہے وہ ہر ایک کے گھر پر زبردستی قبضہ کرنا چاہتی ہے۔

مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ تو جس قدر دنیا کا غم کرے گا اتنا ہی آخرت کا غم تیرے دل سے نکل جائیگا اور جتنا تو آخرت کا غم کرے گا اتنا ہی دنیا کا غم تیرے دل سے نکل جائے گا۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے آدمیوں کو پایا ہے جن کے نزدیک دنیا اس

مٹی سے زیادہ ذلیل تھی جس پر تم چلتے ہو۔ ان کو اس کی پرواہ نہ تھی کہ دنیا ہے یا جاتی رہی اس کے پاس چلی گئی یا اُس کے پاس چلی گئی۔ ایک آدمی نے حضرت حسن بصریؒ سے دریافت کیا آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے مال و دولت عطا کیا ہو وہ اس میں سے صدقات بھی کرتا ہے صلہ رحمی بھی کرتا ہے۔ کیا اس کے لئے یہ موزوں اور مناسب ہے کہ خود بھی اچھے اچھے کھانے کھائے اور نعمتوں میں زندگی گذارے؟ انھوں نے فرمایا نہیں۔ اگر ساری دنیا بھی اس کو مل جائے تو اس کو اپنے اوپر بقدر ضرورت ہی خرچ کرنا چاہیے۔ اور اس سے زیادہ کو اس دن (یعنی آخرت کے دن) کے لئے بھیجدینا چاہیے جو دن اس کی سخت احتیاج کا ہوگا۔

حضرت فضیلؒ کا ارشاد ہے کہ اگر دنیا ساری کی ساری مجھے مل جائے اور مجھ سے اس کا حساب بھی نہ لیا جائے تب بھی میں اس سے ایسی گھن اور کراہت کروں جیسی کہ تم لوگ مردار جانور سے کرتے ہو کہ کہیں کپڑے کو نہ لگ جائے۔

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ بنو اسرائیل کو حق تعالیٰ شانہٗ کی بندگی کرنے کے باوجود صرف دنیا کی محبت نے بت پرستی تک پہنچا دیا تھا، اُن کا یہ بھی ارشاد ہے کہ آدمی اپنے مال کو تو ہمیشہ کم سمجھتا ہے مگر اپنے عمل کو کبھی کم نہیں سمجھتا۔ دین میں کوئی مصیبت آجائے تو خوش رہتا ہے دنیا میں کوئی مصیبت آجائے تو گھبرا جاتا ہے۔

حضرت فضیلؒ کا ارشاد ہے کہ دنیا میں داخل ہونا تو بہت آسان ہے لیکن اس سے نکلنا بہت مشکل ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں تعجب ہے اس شخص پر جس کو موت کا یقین ہو کہ وہ بہر حال آنے والی ہے۔ نہ معلوم کب آجائے۔ پھر بھی کسی بات سے کیوں کر خوش ہوتا ہے تعجب ہے اس شخص پر جس کو اس کا یقین ہو کہ جہنم حق ہے (اور اپنا حشر معلوم نہیں) پھر کس طرح وہ کسی بات پر ہنستا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا کے ہر وقت کے انقلابات دیکھتا ہے پھر کیسے دنیا کی کسی بات پر مطمئن ہوتا ہے تعجب ہے اس شخص پر جس کو یقین ہے کہ تقدیر برحق ہے (جو کچھ مقدر میں ہے وہ مل کر رہے گا) پھر کیوں مصیبتیں اٹھاتا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے پاس نجران کے ایک بزرگ آئے۔ جن کی عمر دو سو برس تھی امیر معاویہؓ نے اُن سے پوچھا دنیا کو تم نے بہت دیکھا۔ کیسا پایا؟ کہنے لگے چند ایک سال راحت کے چند ایک سال

تکلیف کے۔ ہر دن رات میں کوئی نہ کوئی پیدا ہوتا ہے۔ کوئی نہ کوئی مرجاتا ہے اگر پیدا ہونا بند ہوجائے تو دنیا ایک دن ختم ہوجائے (کہ مرنے کا سلسلہ بھی ہے) اگر مرنا بند ہوجائے تو دنیا میں رہنے کو جگہ بھی نہ ملے (اس لئے معتدل نظام یہی ہے کہ پیدا بھی ہوتے رہیں، مرتے بھی رہیں) حضرت معاویہؓ نے فرمایا مجھ سے کوئی چیز مطلوب ہو میرے قابل کوئی خدمت ہو تو بتاؤ میں اس کو پورا کردوں۔ وہ کہنے لگے کہ جو عمر میری ختم ہوچکی ہے وہ مجھے واپس مل جائے یا آئندہ کو موت نہ آئے امیر معاویہؓ نے کہا کہ یہ تو میں نہیں کرسکتا۔ کہنے لگے پھر مجھے آپ سے کچھ مانگنا بھی نہیں ہے۔

ابوسلیمان فرماتے ہیں کہ دنیا کی شہوتوں سے وہی شخص صبر کرسکتا ہے جس کے دل میں آخرت کی چیزوں کے ساتھ کوئی مشغولی ہو۔

مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ ہم سب نے دنیا کے ساتھ محبت کرلینے پر صلح کرلی ہے جس کی وجہ سے کوئی شخص کسی کو نہ اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے نہ بری باتوں سے روکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس حال پر ہمیشہ ہمیں چھوڑے رکھیں یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، نہ معلوم کس وقت کیا عذاب ہم پر نازل ہوجائے۔ حضرت حسنؓ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جس بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو تھوڑی سی دنیا مرحمت فرماکر روک لیتے ہیں۔ جب وہ مال اس کے پاس ختم ہوجاتا ہے تو پھر تھوڑا سا اور دیدیتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہوتا ہے اس پر دنیا کو پھیلا دیتے ہیں۔

ایک بزرگ کی دعا کے الفاظ ہیں "اے وہ پاک ذات جو اس پر قادر ہے کہ آسمان کو زمین پر گرنے سے روک دے۔ دنیا کو میرے پاس آنے سے روک دے"۔

محمد بن منکدرؒ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ہمیشہ روزے رکھے کبھی افطار نہ کرے رات بھر تہجد پڑھے بالکل نہ سوئے۔ اپنے مال کو خوب خیرات کرتا ہو، اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہو اور گناہوں سے بچتا ہو۔ لیکن قیامت کے دن اُس کو کھڑا کرکے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ اس کی نگاہ میں وہ چیز وقیع تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل بتایا (یعنی دنیا) اور وہ چیز غیر وقیع تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے وقیع بتلایا (یعنی آخرت) تم ہی بتاؤ کہ اس پر کیا گذرے گی۔ پھر ہم لوگوں کا کیا حال ہے اس مرض میں یعنی دنیا کی وقعت میں مبتلا ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ گناہوں میں بھی

مبتلا ہیں۔

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت نے اور گناہوں نے دلوں کو وحشی بنا رکھا ہے اس لئے خیر کی بات دلوں تک پہنچتی نہیں۔ یعنی اثر نہیں کرتی۔

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ جو شخص دنیا کی کسی چیز سے خوش ہوتا ہے وہ حکمت کے خلاف کرتا ہے۔ اور جو شخص شہوتوں کو اپنے قدم کے نیچے دبا لیتا ہے کہ ان کو سر بھی نہیں اٹھانے دیتا شیطان ایسے شخص کے سایہ سے ڈرتا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ نے اپنے ایک دینی بھائی کو نصیحت فرمائی کہ دنیا ایسا کیچڑ ہے جس میں پاؤں پھسل جاتے ہیں (لہٰذا بچ بچ کر قدم رکھنا چاہیئے اور پاؤں کی لغزش سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیئے) دنیا ذلت کا گھر ہے۔ اس کی آبادی کا منتہا بربادی ہے۔ اس میں رہنے والوں کو تنہا قبروں تک جانا ہے۔ اس کا اجتماع افتراق پر موقوف ہے۔ اس کی وسعت فقر کی طرف لوٹادی گئی۔ اس کی کثرت مشقت میں پڑنا اور اس کی تنگی سہولت میں پہنچنا ہی پس ہمہ تن اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ رہو۔ اور اللہ جل شانہٗ نے جتنا رزق عطا فرمادیا اس پر راضی رہو۔ اپنی آخرت میں سے دنیا کے لئے قرض نہ لو۔ (یعنی ایسی چیزیں اختیار نہ کرو جن کا بدلہ آخرت میں ادا کرنا پڑ جائے اور وہاں ضرورت کے موقع پر کمی پڑ جائے) اس لئے کہ یہاں کی زندگی بمنزلہ ایک سایہ کے ہے، جو عنقریب ختم ہونے والا ہے اور بمنزلہ ایک دیوار کے ہے جو جھک گئی عنقریب گرنیوالی ہے۔ نیک عمل کثرت سے کرتے رہو اور امیدیں بہت کم باندھو۔

حضرت بن ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ تمہیں اگر خواب میں کوئی شخص ایک درہم (ساڑھے تین آنے) دے وہ تمہیں زیادہ پسند ہے یا کوئی شخص تمہیں جاگنے کی حالت میں ایک دینار (اشرفی) دے وہ زیادہ پسند ہے۔ اس نے عرض کیا کہ (یہ تو کھلی بات ہے) جاگتے ہوئے دینار زیادہ محبوب ہے۔ حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اس لئے کہ جس چیز کو تم دنیا میں محبوب رکھتے ہو اس کو گویا خواب میں پسند کر رہے ہو اور جس چیز کو آخرت کی پسند نہیں کر رہے ہو اس سے گویا جاگنے میں اعراض کر رہے ہو۔

یحییٰ بن معاذؒ کہتے ہیں کہ تین آدمی عقلمند ہیں۔ ایک وہ شخص جو دنیا کو اس سے پہلے خود

چھوڑ دے کہ دنیا اس کو چھوڑے۔ دوسرا وہ شخص جو اپنی قبر کی تیاری اس سے پہلے کرلے کہ اُس میں داخل ہونے کا وقت آجائے۔ تیسرے وہ شخص جو اپنے مولیٰ کو اس سے پہلے پہلے راضی کرلے کہ اُس سے ملاقات کرے۔

اُن کا یہ بھی ارشاد ہے کہ دنیا کی بدبختی اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ اس کی تمنا تجھے حق تعالیٰ شانہٗ کی اطاعت سے اپنے اندر مشغول کردیتی ہے جب اُس کی تمنا کا یہ حال ہے تو اگر تو دنیا میں پھنس جائے گا تو کیا حال ہوگا۔

بکر بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ جو شخص دنیا کو حاصل کرکے اس سے بے فکر ہوجانا چاہتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کوئی شخص آگ کو بجھانے کے لئے اُس پر خشک گھاس ڈالے۔

بندارؒ کہتے ہیں کہ جب دُنیادار زہد کی باتیں کرتے ہیں۔ تو سمجھ لے کہ شیطان اُن کے ساتھ مذاق کررہا ہے۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ لوگو فرصت کے ان ایام میں نیک عمل کرو اور حق تعالیٰ شانہٗ سے ڈرتے رہو اور اپنی لمبی لمبی اُمیدوں سے اور موت کو بھول جانے سے دھوکہ میں نہ پڑو اور دنیا کی طرف ذرا بھی متوجہ نہ ہو۔ یہ کمبخت بڑی بے وفا بڑی دھوکہ باز ہے اپنے دھوکہ سے تمہارے لئے بنتی اور سنورتی ہے۔ اور اپنی آرزوؤں کے ساتھ تم کو فتنہ میں ڈالتی ہے وہ اپنے خاوندوں کے لئے زینت اختیار کرتی ہے اور بالکل نئی دُلہن کی طرح سے بن جاتی ہے جیسا کہ وہ شادی کے دن ہوتی ہے کہ آنکھیں اس کی طرف لگ جاتی ہیں اور دل اس پر جم جاتے ہیں اور آدمی اس کے عاشق بن جاتے ہیں۔ لیکن اس کم بخت نے اپنے کتنے عاشقوں کو قتل کرڈالا اور کتنے آدمیوں کو جو اس پر اطمینان کئے ہوئے بیٹھے تھے بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ اس کو حقیقت کی نگاہ سے غور سے دیکھو۔ یہ ایسا گھر ہے جس میں مہلکات بہت زیادہ ہیں اور خود اس کے پیدا کرنے والے نے اُس کی بُرائی بتائی ہے (ایک حکیم کوئی دوائی تیار کرتا ہے اور وہ خود کہتا ہے کہ اس میں زہر ہے صرف ایک رتی اس کی احتیاج کے وقت استعمال کی جاسکتی ہے اگر کوئی بیوقوف ایک تولہ یا ۲ تولہ اس میں سے کھالے گا تو لامحالہ مرے گا اور بتانے والے حکیم کے خبر کردینے کے بعد ایسا کرنا حماقت کی انتہا ہے) اس کی ہر نئی چیز پُرانی ہوجائے گی۔ اس کا ملک خود ہی فنا ہوجائے گا۔ اس کا عزیز آخر کار ذلیل ہوگا۔ اس کی کثرت بالآخر قلت کی طرف پہنچتی ہے، اس کی دوستی

فنا ہونے والی ہے۔ اس کی بھلائی ختم ہو جانے والی ہے۔ تم لوگوں پر اللہ تعالیٰ شانہٗ رحم کرے اپنی غفلت سے ہوشیار ہو جاؤ، اپنی نیند سے جاگ جاؤ۔ اس سے پہلے کہ یہ شور ہو جائے فلاں شخص بیمار ہو گیا ہے۔ مایوسی کی حالت ہے کوئی اچھا حکیم بتاؤ۔ کسی اچھے ڈاکٹر کو لاؤ۔ پھر تمہارے لئے حکیم اور ڈاکٹر بار بار بلائے جائیں۔ اور زندگی کی کوئی بھی اُمید نہ دلائے۔ پھر یہ آواز آنے لگے کہ اس نے وصیتیں شروع کر دیں۔ لے لو اس کی تو زبان بھی بھاری ہو گئی اب تو آواز بھی اچھی طرح نہیں نکلتی۔ اب تو وہ کسی کو پہچانتا بھی نہیں۔ لمبے لمبے سانس بھی آنے لگے کراہ بھی بڑھ گئی۔ پلکیں بھی جھکنے لگیں اس وقت تجھے آخرت کے احوال محسوس ہونے لگیں گے۔ لیکن زبان تتلا گئی۔ اب کوئی بات کہہ بھی نہیں سکتا بھائی بند، رشتہ دار رو رہے ہیں۔ کہیں بیٹا سامنے آتا ہے، بھائی سامنے آتا ہے، بیوی سامنے آتی ہے مگر زبان کچھ نہیں بولتی۔ اتنے میں بدن کے اجزاء سے رُوح نکلنا شروع ہو جاتی ہے۔ اور آخر وہ نکل کر آسمان پر چلی جاتی ہے۔ عزیز و اقارب جلدی جلدی دفنانے کی تیاریاں شروع کر دیتے ہیں عیادت کرنے والے رو دھو کر چُپ ہو جاتے ہیں۔ دشمن خوشیاں مناتے ہیں۔ عزیز، رشتہ دار مال بانٹنے میں لگ جاتے ہیں اور مرنے والا اپنے اعمال میں پھنس جاتا ہے (یہ حقیقت ہے اس زندگی کی)

حضرت حسن بصریؒ نے حضرت امیر المومنین عمر بن عبد العزیزؒ کو ایک خط لکھا جس میں حمد و صلوٰۃ کے بعد تحریر فرمایا کہ دنیا کوچ کا گھر ہے۔ یہ رہنے کا گھر نہیں ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس میں سزا کے طور پر بھیجا گیا تھا۔ کہ جنت میں ان سے ایک لغزش ہو گئی تھی (تو بطور جیل خانہ کے یہاں بھیجا گیا تھا) اس لئے اس سے ڈرتے رہیں۔ اس کا توشہ اس کو چھوڑ دینا ہے اس کا غنی اس کا فقر ہے (یعنی اس میں غنی وہی شخص ہے جو ظاہر میں فقیر ہے) یہ ہر وقت کسی نہ کسی کو ہلاک کرتی رہتی ہے جو اس کو عزیز سمجھے اس کو یہ ذلیل کرتی ہے۔ جو اس کو جمع کرنے کا ارادہ کرے۔ اس کو یہ (دوسروں) کا محتاج بناتی ہے۔ یہ ایک زہر ہے جس کو انجان لوگ کھا جاتے ہیں۔ پھر وہ مر جاتے ہیں۔ اس میں ایسی طرح زندگی گذار دیں جیسا کہ زخمی بیمار ہر چیز سے احتیاط کرتا ہے تاکہ صحت نصیب ہو جائے اور کڑوی دوا اس لئے استعمال کرتا ہے تاکہ مرض طول نہ پکڑے آپ اس مکار، دغاباز، فریبی سے احتیاط رکھیں جو محض دھوکہ دینے کی وجہ سے بنتی سنورتی ہے اور دھوکہ سے لوگوں کو مصیبت میں پھنساتی ہے اور اپنی امیدوں کے ساتھ لوگوں کے یہاں

آتی ہے اور اپنے منگنی کرنے والوں کو آج کل پر ٹالتی رہتی ہے۔ پس یہ ان کے لئے ایسی بنی ٹھنی دلہن بنجاتی ہے کہ آنکھیں اس پر ٹکٹکی لگا لیتی ہیں اور دل اس کے فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ اور آدمی اس کے جاں نثار بن جاتے ہیں۔ لیکن یہ کمبخت سب کے ساتھ دشمنی کرتی ہے، حیرت ہے کہ نہ تو رہنے والے جانے والوں سے عبرت پکڑتے ہیں، نہ بعد کے آنے والے پہلوں کا حال سن کر اس سے احتراز کرتے ہیں۔ اور نہ اللہ تعالیٰ شانہ کے ارشادات کو جاننے والے اس کے ارشادات سے نصیحت پکڑتے ہیں اس کے عاشق اپنی حاجت پوری ہوتی دیکھ کر دھوکہ میں پڑ جاتے ہیں اور سرکشی میں مبتلا ہو کر آخرت کو بھول جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کا دل اس میں مشغول ہو جاتا ہے اور قدم آخرت کے راستہ سے پھسل جاتا ہے۔ پھر ندامت اور حسرت کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ موت کی اور نزع کی کرب اور بے چینی ان کو گھیر لیتی ہے اور اس سب کے چھوٹ جانے کی حسرتیں اس پر مسلط ہو جاتی ہیں اس میں رغبت کرنے والا اپنے مقاصد کو کبھی بھی پورا نہیں کر سکتا اور مشقت سے کبھی بھی راحت نہیں پاتا۔ یہاں تک کہ بغیر توشہ لئے اس عالم سے چلا جاتا ہے اور بغیر تیاری کے آخرت میں پہنچ جاتا ہے۔ امیر المومنین اس سے بہت بچتے رہیں اور اس کی نہایت خوشی کے اوقات میں بھی بہت زیادہ ڈرتے رہیں۔ اس پر اعتماد کرنے والا جب بھی کچھ خوش ہوتا ہے تو یہ کسی نہ کسی مصیبت میں اس کو مبتلا کر دیتی ہے۔ اس میں خوش رہنے والا دھوکہ میں پڑا ہوا ہے اور اس میں (ضرورت سے زیادہ) نفع اٹھانے والا نقصان میں پڑا ہوا ہے۔

اس کی راحت تکلیفوں کے ساتھ وابستہ ہے اور اس میں رہنے کا منتہا فنا ہے۔ اس کی خوشی رنج کے ساتھ مخلوط ہے۔ جو کچھ گذر چکا ہے وہ واپس آنے والا نہیں ہے۔ اور جو آنے والا ہے اس کا حال معلوم نہیں کہ کیا ہو۔ اس کی آرزوئیں جھوٹی۔ اس کی امیدیں سب باطل۔ اس کی صفائی میں گدلا پن ہے۔ اس کے عیش میں مشقت ہے۔ اور آدمی اس میں ہر وقت خطرہ کی حالت میں ہے۔ اگر اس کو عقل ہو اور وہ غور کرے تو اس کی نعمتیں خطرناک ہیں اور اس کی بلاؤں کا ہر وقت خوف ہے۔

اگر حق تعالیٰ شانہ جو اس کے خالق ہیں وہ اس کی برائیوں کی اطلاع نہ فرماتے تب بھی اس مکار کی اپنی حالت ہی سوتوں کو جگانے کے واسطے اور غافلوں کو ہوشیار کرنے کے واسطے

کافی تھی۔ چہ جائے کہ حق تعالیٰ شانہ نے خود اس پر تنبیہیں فرمائیں اور اس کے بارے میں نصیحتیں فرمائیں کہ اللہ جل شانہ کے یہاں اس کی کوئی قدر نہیں اور اس کو پیدا فرما کر کبھی بھی اس کی طرف نظرِ التفات نہیں فرمائی۔

یہ اپنے سارے خزانوں کے ساتھ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضورؐ نے اس کو قبول نہیں فرمایا۔ منہ نہیں لگایا۔ اس لئے کہ حضورؐ نے حق تعالیٰ شانہٗ کی منشاء کے خلاف کو پسند نہیں کیا۔ اور جس چیز سے اس کے خالق نے بغض رکھا اس سے آپؐ نے محبت نہیں کی اور جس چیز کی اللہ نے قیمت گرادی آپؐ نے اس کو پسند کر کے اس کا درجہ بلند نہیں کیا۔ اس لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے نیک بندوں سے اس کو قصداً ہٹا دیا۔ اور اپنے دشمنوں پر اس کی وسعت کر دی۔ بعض دھوکہ میں پڑے ہوئے لوگ جو اس کو وقعت سے دیکھتے ہیں وہ اس کی وسعت کو دیکھ کر سمجھنے لگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان پر اکرام کیا اور وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ (سید الرسل فخر الاولین والآخرین) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اس بارہ میں کیا معاملہ رکھا کہ پیٹ پر پتھر باندھنے پڑے۔

ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد حضرت موسیٰؑ سے ہے کہ جب تم وسعت کو آتے دیکھو تو سمجھو کہ کسی گناہ کی سزا میں یہ آرہی ہے اور جب فقر و فاقہ کو آتا دیکھو تو کہو کہ صالحین کا شعار آرہا ہے۔ اور اگر کوئی حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کرنا چاہتا ہے تو ان کا ارشاد یہ ہے کہ میرا سالن بھوک ہے (یعنی بھوک میں فقط روٹی بھی ایسی لذیذ معلوم ہوتی ہے جیسی سالن سے) اور میرا شعار اللہ تعالیٰ شانہٗ کا خوف ہے اور میرا لباس صوف ہے (بھیڑ بکری کے بال) اور میرا سردی میں سینکنا دھوپ ہے۔ اور میرا چراغ چاند کی روشنی ہے اور میری سواری میرے پاؤں ہیں اور میرا کھانا اور میوے زمین کا گھاس ہے۔ میں صبح اس حال میں کرتا ہوں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ شام اس حال میں کرتا ہوں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہوتا اور ساری دنیا میں مجھ سے زیادہ غنی (بے پرواہ جو کسی کا محتاج نہ ہو) کوئی بھی نہیں ہے۔

اس قسم کے ارشادات ان حضرات کرام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام اور اولیاء عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بہت کثرت سے کتابوں میں موجود ہیں۔ یہاں غور سے ایک

بات سمجھ لینا چاہیئے وہ یہ ہے کہ اصل زندگی اور محمود و مرغوب زندگی یہی ہے جو اُن حضرات کے ارشادات اور حالات سے معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اپنے اعضاء اور اپنے قویٰ کے تحمل کی رعایت بھی ضروری ہے۔ جہاں تک اپنے قویٰ تحمل کریں وہاں تک اتباع کی سعی ہونا چاہیئے اور جہاں اپنا ضعف متحمل نہ ہو وہاں مجبوراً اپنے ضعف کی رعایت ضروری ہے۔ ان احوال کے نقل سے مقصود یہ ہو کہ کم از کم اتنا ذہن نشین ہو جائے کہ دنیا کی اصل زندگی یہ ہے اور اس سے زائد جہاں تک ہم اپنے امراض اور اعذار سے مجبور ہیں وہاں مجبوری کے درجہ میں اپنے ضعف اور عذروں کی رعایت کرنی ضروری ہے۔ اس کی مثال بیمار کا روزہ کھولنا ہے کہ اصل تو یہی ہے کہ ماہ مبارک میں روزہ رکھا جائے۔ لیکن اگر کوئی بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا۔ یا طبیب روزہ کو صحت کے لئے مضر بتاتا ہو تو مجبوراً روزہ کھولنا پڑے گا۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ اصل ماہ مبارک میں روزہ ہی تھا۔ وہی اصل مقصود ہے وہی مرغوب ہے۔ مگر بیمار غریب مجبور ہے کہ نہیں رکھ سکتا البتہ اس کی رغبت، اس کی سعی، ہر سچا مسلمان کرتا ہے اسی طرح ہم لوگ اپنی ہمتوں اور قویٰ کے ضعف کی وجہ سے اس طرز زندگی کے متحمل نہیں ہیں۔ اسی لئے بدرجہ مجبوری جس قدر حاجت ہو اُس قدر دنیا سے تلبس ضروری ہے۔ مگر اپنے ضعف کی مجبوری کا احساس بھی رہے۔ اور اصل زندگی دل سے اسی کو سمجھتا رہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی تھی جن میں سے چند کے اقوال گذرے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ دنیا کا بے حقیقت ہونا، اس کا دل نہ لگانے کے قابل ہونا، اس کا فانی اور محض دھوکہ ہونا۔ یہ امور ایسے ضروری ہیں کہ اپنے ضعف اور مجبوری کی حالت میں بھی دل میں جتنے زیادہ سے زیادہ جمائے جا سکتے ہوں ان کو جمائے زبان سے نہیں دل سے دنیا کو حقیقۃً ایسا ہی سمجھے۔ اس کے سمجھنے میں کوئی چیز مانع نہیں۔ ہمارے پاس کوئی عذر ایسا نہیں جو کسی درجہ میں بھی اس بدبخت کو دلوں میں وقیع بنا دے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا بہت جلد فنا ہو جانے والی ہے۔ جلد ہی ختم ہونے والی ہے یہ اپنے باقی رہنے کے وعدے تو کرتی ہے۔ مگر ان وعدوں کو پورا نہیں کرتی۔ تو جب اس کو دیکھے تو تجھے ایک جگہ ٹھیری ہوئی معلوم ہوگی۔ لیکن واقعہ میں یہ بہت سرعت سے چل رہی ہے مگر دیکھنے والے کو اس کی حرکت محسوس نہیں ہوتی۔ اس کو جب ہی پتہ چلتا ہے جب یہ ختم ہو جاتی ہے

اس کی مثال سایہ کی سی ہے کہ وہ ہر وقت چلتا رہتا ہے۔ لیکن اس کی حرکت معلوم نہیں ہوتی۔

حضرت حسن بصریؒ کے سامنے ایک مرتبہ دنیا کا ذکر آیا تو انھوں نے فرمایا ؎

احلام نوم او کظل زائل　　　ان اللبیب بمثلها لایخدع

اس کی مثال سونیوالوں کے خواب کی ہے۔ یا چلنے والے سایہ کی ہے۔ عقلمند آدمی کو اس جیسی چیز کے ساتھ دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ حضرت امام حسنؓ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

یا اهل لذات دنیا لا بقاء لها　　　ان اغترارا بظل زائل حمق

"اے دنیا کی لذت والو! اس کو دوام بالکل نہیں ہے۔ ملایسے سایہ کے ساتھ دھوکہ کھانا جو چل رہا ہو حماقت ہی ہے۔"

یونس بن عبیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل کو دنیا کی یہ مثال سمجھائی کہ ایک آدمی مثلاً سو رہا ہے وہ خواب میں بہت سی اچھی اور بری باتیں دیکھتا ہے۔ ایک دم اس کی آنکھ کھل گئی اور وہ سارا خواب ختم ہو گیا۔ اسی طرح آدمی سب سو رہے ہیں۔ اور یہ سب کچھ خواب میں دیکھ رہے ہیں جب موت سے ایک دم آنکھ کھل جائے گی تو یہاں کی نہ خوشی رہے گی نہ غم رہے گا۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا کی حقیقت کا کشف ہوا۔ دیکھا کہ وہ ایک نہایت بوڑھی عورت ہے۔ جس کے بڑھاپے کی وجہ سے دانت بھی ٹوٹ گئے۔ اور نہایت زرق برق کا فاخرہ لباس پہن رہی ہے۔ ہر قسم کی زینت کا سامان اس پر ہے۔ بالکل دُلہن بن رہی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس سے پوچھا کہ اب تک کتنے نکاح کر چکی ہے (کہ اب پھر نکاح کے شوق میں دُلہن بن رہی ہے) اس نے جواب دیا کہ اُن کی کوئی شمار نہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے دریافت فرمایا کہ وہ سب مر گئے یا انھوں نے تجھ کو طلاق دے دی؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے سب کو قتل کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں تیرے باقی خاوندوں کا ناس ہو، وہ تیرے گزشتہ خاوندوں سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ تو نے کس طرح ایک ایک کر کے سب کو ہلاک کر دیا۔

حقیقی بات یہی ہے کہ یہ بالکل ایک بڑی عمر کی بڑھیا ہے جس نے اپنے اوپر زینت

کالباس پہن رکھا ہے۔ لوگ اس کی ظاہری زینت کو دیکھ کر دھوکہ کھاجاتے ہیں۔ جب اس کی حقیقت پر مطلع ہوتے ہیں اور اس کے چہرہ سے پردہ ہٹاتے ہیں تو اس کی اصلی صورت نظر آتی ہے۔

علاء بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک بڑھیا کو دیکھا جو بہت بوڑھی تھی اور بہت عمدہ لباس، زیور وغیرہ پہن رہی تھی۔ دنیا کی ہر قسم کی زیب و زینت اس پر موجود تھی اور لوگ بہت کثرت سے اس کے گرد جمع ہیں۔ بڑے شوق سے اس کو دیکھ رہے ہیں۔ میں اس کے قریب گیا۔ اور اس کو دیکھ کر مجھے ان سب دیکھنے والوں پر بڑا تعجب ہوا۔ میں نے خواب میں اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہنے لگی تو مجھے نہیں جانتا؟ میں نے کہا نہیں۔ میں تو نہیں جانتا۔ اس نے کہا میں دنیا ہوں۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ شانہٗ تجھ سے مجھے اپنی پناہ میں رکھے کہنے لگی اگر تو مجھ سے پناہ میں رہنا پسند کرتا ہے تو درہم (روپیہ) سے بغض پیدا کرلے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں دنیا ایسی حالت میں لائی جائے گی کہ بہت بوڑھی عورت، بدصورت، کیری آنکھیں، دانت آگے کو نکلے ہوئے لوگوں کے سامنے لاکر کھڑی کی جائے گی۔ اور ان سے پوچھا جائے گا کہ اس کو پہچانتے ہو وہ کہیں گے خدا کی پناہ یہ کیا بلا ہے۔ ان سے کہا جائے گا یہ وہی دنیا ہے جس کی بدولت ایک نے دوسرے کو قتل کیا۔ آپس میں قطع رحمی کی۔ اسی کی وجہ سے تم آپس میں ایک دوسرے سے حسد رکھتے تھے، بغض رکھتے تھے اور اس کے دھوکہ میں پڑے رہے۔ اس کے بعد اس بڑھیا کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا وہ چلائے گی کہ میرے ساتھ ان کو بھی تو لاؤ میرے پیچھے لگنے والوں کو بھی تو میرے ساتھ کرو حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہوگا کہ اس کے پیچھے چلنے والوں کو بھی اس کے ساتھ کردو۔

درحقیقت آدمی کے غور کرنے کی بات ہے کہ اس کے تین زمانے ہیں۔ ایک علم کی ابتداء سے اس کی پیدائش تک کا زمانہ ہے۔ دوسرا آدمی کے مرنے کے بعد سے ہمیشہ ہمیشہ کا زمانہ۔ ان دونوں کے درمیان میں تیسرا زمانہ یہ ہے جو اس کی پیدائش سے لے کر اس کی موت تک کا وقت ہے۔ اس مدت کو اگر ابتداء اور انتہا دونوں کے مجموعہ کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہو کہ کتنا قلیل وقت ہے۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ مجھے دنیا سے کیا لینا ہے میری مثال تو اس سوار کی سی ہے جو سخت گرمی میں سفر کررہا ہو۔ گرمی کی شدت میں کوئی سایہ دار

درخت نظر پڑ جائے تو اس کے سایہ میں تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے دوپہر میں ٹھیر جائے پھر اس درخت کو وہیں چھوڑ کر آگے چلا جائے اور واقعی بات یہ ہے کہ جو شخص دنیا کو اس نگاہ سے دیکھے جو حضورؐ نے فرمایا تو کبھی بھی اس کی طرف نہ جھکے۔ اور ذرا بھی اس کی پرواہ نہ کرے کہ یہ تھوڑا سا وقت راحت اور خوشی میں گذر گیا یا رنج و تکلیف میں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو دیکھا کہ چونے سے مکان کی تعمیر کر رہے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ موت اس سے زیادہ قریب ہے۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد آیا ہے کہ دنیا دار کی مثال اس شخص کی سی ہے جو پانی میں چل رہا ہو کیا کوئی شخص اس کی طاقت رکھتا ہو کہ پانی میں چلے اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں، حضورؐ کے اس ارشاد سے تمہیں ان لوگوں کی جہالت کا اندازہ ہو گیا ہو گا جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے بدن تو دنیاوی لذتوں سے منتفع ہو رہے ہیں لیکن ہمارے دل دنیا سے پاک ہیں۔ اور ہمارے قلبی تعلقات دنیا سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ یہ تخیل شیطان کا ان لوگوں کے ساتھ ایک مکر ہے۔ بلکہ ان لوگوں کے پاس سے اگر دنیا کو چھین لیا جائے تو اس کے فراق میں ایک دم بے چین ہو جائیں۔ پس جس طرح پانی میں چلنے سے پاؤں لامحالہ بھیگتے ہیں اسی طرح دنیا کے ساتھ تعلق اور اختلاط دل میں ظلمت ضرور پیدا کرتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ایک حقیقی بات تم سے کہتا ہوں کہ جیسے بیمار آدمی کو تکلیف کی شدت کی وجہ سے کھانے میں لذت نہیں آتی۔ اسی طرح دنیا دار کو عبادت میں لذت نہیں آتی۔ اور جس طرح جانور پر اگر سواری کرنا چھوڑ دیا جائے تو اس سے اس کا مزاج سخت ہو جاتا ہے اور سواری کی عادت اس کو نہیں رہتی۔ اسی طرح اگر موت کے ذکر اور عبادت کی مشقت کے ساتھ دلوں کو نرم نہ کیا جائے تو وہ سخت ہو جاتے ہیں۔ ان میں قساوت پیدا ہو جاتی ہے اور ایک حق بات کہتا ہوں کہ مشکیزہ جب تک پھٹے نہیں وہ شہد (پانی وغیرہ) کا برتن بنتا ہے۔ لیکن جب وہ پھٹ جاتا ہے تو پھر شہد اس میں نہیں رکھا جاتا۔ اسی طرح دلوں کو جب تک شہوتوں سے پھاڑا نہ جائے یا طمع سے اس کو خراب نہ کیا جائے یا نعمتوں سے اس کو سخت نہ کیا جائے تو وہ حکمت کا برتن بنتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ دنیا کی شہوتیں

اس وقت بڑی سی لذیذ معلوم ہوتی ہیں لیکن منتہا کے اعتبار سے موت کے وقت اتنی ہی مکروہ اور ناگوار ہوں گی۔

علماء نے لکھا ہے کہ ان لذات سے دنیا کی زندگی میں جتنا زیادہ شغف اور محبت ہو گی موت کے وقت اتنی ہی زیادہ کراہت ان سے ہو گی۔ اس کی مثال کھانے کے ساتھ دیجاتی ہے کہ جو کھانا جتنا زیادہ لذیذ اور زیادہ چکنائی اور گھی والا ہوتا ہے اس کا پاخانہ اتنا ہی زیادہ گندہ اور بدبودار ہوتا ہے اور جتنا زیادہ کھانا سادہ ہوتا ہے اتنی ہی اس کے پاخانہ میں بدبو بھی کم ہوتی ہے۔

اس سب کے بعد یہ بات ضرور قابل لحاظ ہے کہ دنیا کیا چیز ہے جس کی اتنی مذمتیں قرآن پاک اور احادیث وغیرہ میں آئی ہیں۔ اس کو غور سے سمجھ لینا چاہیے کہ آدمی کی موت سے پہلے پہلے (یعنی زندگی میں) جو کچھ احوال پیش آتے ہیں، جو امور اس کو لاحق ہوتے ہیں وہ سب دنیا کہلاتے ہیں اور موت کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ سب آخرت کہلاتا ہے۔ موت سے پہلے امور تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ چیزیں ہیں جو آدمی کے ساتھ اس عالم میں چلی جاتی ہیں، وہ علم دین اور نیک عمل ہے جو خالص حق تعالیٰ شانہٗ کے واسطے کیا گیا ہو۔ یہ دونوں چیزیں خالص آخرت اور دین ہیں دنیا نہیں ہیں۔ اگرچہ آدمی کو ان میں لذت آتی ہے اور جن لوگوں کو ان میں لذتیں آجاتی ہیں وہ ان کی وجہ سے کھانا، پینا، سونا، شادی وغیرہ تک چھوڑ دیتے ہیں لیکن اس سب کے باوجود یہ دونوں چیزیں آخرت ہی کی چیزیں ہیں۔

دوسری قسم ان کے بالمقابل گناہوں کی لذتیں اور جائز چیزوں کی وہ مقداریں جو محض فضول اور زائد ہیں جیسا کہ سونے چاندی کے ڈھیر اور فاخرہ لباس، خوش نما جانوروں کا شوق اونچے اونچے محل، لذیذ کھانے، یہ سب دنیا ہے۔ جن کی مذمت پہلے گذری ہے۔

تیسری قسم ان دونوں کے درمیان وہ ضروری چیزیں جو آخرت کے کاموں کے لئے معین اور مددگار ہوں۔ جیسا کہ بقدر ضرورت کھانا، سونا اور ضرورت کے موافق معمولی لباس گرمی کا سردی کا، اور ہر وہ چیز جس کی آدمی کو اپنی صحت اور بقا کے لئے ضرورت ہے۔ اور ان کی وجہ سے پہلی قسم میں اعانت حاصل ہوتی ہے۔ یہ چیزیں بھی دنیا نہیں ہیں۔ یہ آخرت ہی ہیں۔

بشرطیکہ واقعی ضرورت کے درجہ میں ہوں۔ ان سے مقصد دینی امور پر تقویت ہو۔ اور اگر ان کا مقصد محض حظِ نفس اور دل کی خواہش کا پورا کرنا ہوگا تو یہی چیزیں دنیا ہو جائیں گی (احیاء)

میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے ایک قصہ اکثر سُنا وہ فرماتے تھے کہ ایک شخص کو پانی پت ایک ضرورت سے جانا تھا۔ راستہ میں جمنا پڑتی تھی جس میں اتفاق سے طغیانی کی صورت تھی کہ کشتی بھی اس وقت نہ چل سکتی تھی۔ یہ شخص بہت پریشان تھا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ فلاں جنگل میں ایک بزرگ رہتے ہیں ان سے جاکر اپنی ضرورت کا اظہار کرو اگر وہ کوئی صورت تجویز کر دیں تو شاید کام چل جائے ویسے کوئی صورت نہیں ہے لیکن وہ بزرگ اوّل اوّل بہت خفا ہوں گے انکار کریں گے اس سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ یہ شخص وہاں گیا۔ اس جنگل میں ایک جھونپڑی پڑی ہوئی تھی۔ اسی میں اُن کے اہل وعیال بھی رہتے تھے۔ اس شخص نے بہت رو کر اپنی ضرورت کا اظہار کیا کہ مقدمہ کی کل کو تاریخ ہے جانے کی کوئی صورت نہیں۔ اوّل تو انھوں نے حسب عادت خوب ڈانٹا کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ میرے قبضہ میں کیا ہے۔ اس کے بعد جب اس نے بہت زیادہ عاجزی کی تو انھوں نے فرمایا کہ جمنا سے جاکر کہہ دو کہ ایسے شخص نے مجھے بھیجا ہے جس نے عمر بھر نہ کبھی کچھ کھایا نہ بیوی سے صحبت کی۔ یہ شخص واپس ہوا اور ان کے کہنے کے موافق عمل کیا جمنا کا پانی ایک دم رُک گیا اور یہ شخص پار ہو گیا۔ جمنا پھر حسب معمول چلنے لگی۔ لیکن اس شخص کے واپس ہونے کے بعد ان بزرگ کی بیوی نے رونا شروع کر دیا کہ تو نے مجھے ذلیل اور رسوا کیا۔ بغیر کھائے تو خود پھول کر ہاتھی بن گیا اس کا تو تجھے اختیار ہے اپنے متعلق جو چاہے جھوٹ بول دے۔ لیکن یہ بات کہ تو کبھی بیوی کے پاس نہیں گیا۔ اس بات نے مجھے رُسوا کر دیا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ اولاد جو پھر رہی ہے یہ سب حرام کی اولاد ہوئی۔ ان بزرگ نے اوّل تو عورت سے یہ کہا کہ تجھ سے اس کا کوئی تعلق نہیں جب میں اولاد کو اپنی اولاد بتاتا ہوں پھر کیا اعتراض ہے۔ مگر وہ بے تحاشا روتی رہی۔ کہ تو نے مجھے زنا کرنے والی بنا دیا۔ اس پر ان بزرگ نے کہا کہ غور سے سن۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے کبھی اپنی خواہش نفس کے لئے کوئی چیز نہیں کھائی۔ ہمیشہ جو کھایا محض اس ارادہ اور نیت سے کھایا کہ اس سے اللہ کی اطاعت کے لئے بدن کو قوت پہنچے اور جب بھی تیرے پاس گیا ہمیشہ تیرا حق ادا کرنے کا ارادہ رہا۔ کبھی اپنی خواہش کے تقاضے سے صحبت نہیں کی۔

قصہ تو ختم ہوا۔ اب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پاک ارشاد میں غور کرنے سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی کے اندر تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اس کے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے (اس کی سلامتی کے شکرانہ میں) روزانہ ایک صدقہ ادا کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اتنے صدقات (یعنی تین سو ساٹھ) روزانہ ادا کرنے کی کس کو طاقت ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں تھوک وغیرہ پڑا ہو اس پر مٹی ڈال دینا صدقہ (کا ثواب رکھتا) ہے۔ راستہ سے کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے اور چاشت کی نماز ان سب صدقوں کے برابر ہو سکتی ہے (مشکوٰۃ) چونکہ نماز میں بدن کا ہر جوڑ عبادت میں مشغول رہتا ہے۔ اس لئے ہر جوڑ کی طرف سے گویا صدقہ ہو گیا۔

دوسری حدیث میں ان چیزوں کی اور بھی مثالیں ذکر فرمائی ہیں جس میں ارشاد ہے کہ کسی کو سلام کرنا بھی صدقہ ہے۔ اچھے کام کا حکم کرنا بُرے کام سے منع کرنا بھی صدقہ ہے اور بیوی سے صحبت کرنا بھی صدقہ ہے اور ان سب کے قائم مقام دو رکعت چاشت کی نماز ہے کہ وہ سارے جوڑوں کی طرف سے صدقہ ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ایک شخص اپنی شہوت پوری کرتا ہے یہ بھی صدقہ ہو جائے گا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اگر وہ اس کو ناجائز جگہ پوری کرتا تو کیا گناہ نہ ہوتا (ابو داؤد) یعنی جب حرامکاری گناہ ہے تو اُس سے بچنے کی نیت سے بیوی سے صحبت یقیناً ثواب کی چیز ہے۔ اسی طرح کھانا پینا سونا پہننا سب چیزیں عبادتیں ہیں بشرطیکہ واقعی اللہ کی اطاعت کے ارادہ سے ہوں۔ امام غزالیؒ ایک جگہ تحریر کرتے ہیں کہ دنیا فی نفسہٖ ممنوع اور ناجائز نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ممنوع ہے کہ وہ حق تعالیٰ شانہٗ تک پہنچنے میں مانع بنتی ہے۔ اسی طرح فقر فی نفسہٖ مطلوب نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس لئے مطلوب ہے کہ اُس میں حق تعالیٰ شانہٗ سے ہٹانے والی کوئی چیز نہیں (بلکہ وہ حق تعالیٰ شانہٗ تک پہنچانے میں معین ہے) لیکن بہت سے غنی ایسے بھی ہیں کہ غنا ان کو حق تعالیٰ شانہٗ تک پہنچنے میں مانع نہیں ہوا جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ وغیرہ حضرات۔ اور بعض فقراء ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا فقر بھی اللہ تعالیٰ شانہٗ تک پہنچنے سے مانع بن جاتا ہے کہ ناداری کے ساتھ مال کی محبت اس کو راستہ سے ہٹا دیتی

ہے۔ لہٰذا اصل ممنوع اور ناجائز مال کی محبت ہے چاہے اس کے وصال سے ہو جیسا غنی یا فراق سے ہو جیسا کہ دنیا دار فقیر۔ دنیا حقیقت میں اللہ تعالیٰ شانہٗ سے غافل لوگوں کی معشوقہ ہے جو اس کا عاشق یعنی دنیادار فقیر اس سے محروم ہے وہ اس کی طلب میں مر رہا ہے اور جس عاشق کو اس کا وصال حاصل ہے جیسا کہ غنی وہ اس کی حفاظت اور اس سے لذتیں حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ شانہٗ سے غافل ہے۔ لیکن اکثر قاعدہ یہ ہے کہ جو اس سے محروم ہے وہ اس کے فتنوں سے بہت زیادہ محفوظ ہے۔ اور جو اس میں پھنسا ہوا ہے وہ فتنوں میں مبتلا ہے۔

اسی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ارشاد ہے کہ ہم ناداری کے امتحان میں مبتلا کئے گئے تو ہم نے صبر کیا (یعنی کامیاب رہے) پھر ہم ثروت اور دولت کے فتنہ (اور امتحان) میں مبتلا ہوتے تو ہم صبر نہ کر سکے (یعنی اس حال میں بھی اس مال سے بالکل علیحدہ رہتے یہ نہ ہو سکا) اور اکثر لوگوں کا یہی حال ہے کہ مال کے ہونے کی صورت میں اس کی مضرتوں سے کوئی برسہابرس میں ہی ایسا نکلتا ہو جو اس سے محفوظ رہ سکے۔ اسی وجہ سے قرآن پاک اور احادیث میں کثرت سے اس سے بچنے کی ترغیب اور اس میں پھنس جانے کی مضرتوں پر تنبیہ کی ہے۔ اس لئے کہ اس سے بچنا تو ہر شخص کے لئے مفید ہی ہے۔ اسی وجہ سے علماء کا ارشاد ہے کہ (ہاتھ سے روپیہ پیسہ وغیرہ) مال کا الٹنا پلٹنا بھی ایمان کی حلاوت کو چوس لیتا ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ہر امت کے لئے کوئی بچھڑا (گئو ماتا وغیرہ) ہے جس کی وہ پرستش کرتے ہیں۔ میری امت کا بچھڑا روپیہ اور اشرفی ہے (کہ اس کے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں جیسا کہ پرستش کا ہوتا ہے) اور حضرت موسیٰؑ کی قوم کا بچھڑا بھی تو سونے چاندی کا زیور ہی تھا (احیاء)

اور یہ بات انبیاء کرام اور اولیاء عظام ہی کے لئے ہوتی ہے کہ ان کی نگاہ میں سونا چاندی پانی پتھر ایک ہی درجہ رکھتے ہیں۔ پھر اس کے بعد مجاہدات کی کثرت ان حضرات کے لئے اور بھی زیادہ اس چیز کو پورا کر دیتی ہے۔ اسی وجہ سے جب دنیا اپنی زیب و زینت کے ساتھ حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو حضورؐ نے اس سے فرمایا کہ مجھ سے دور ہی رہ۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ اے زرد و سفید (سونے چاندی) میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ میں ڈال (میں تیرے دھوکہ میں نہیں آؤں گا) اور یہی اصل غنا ہے کہ دل کو اس کے ساتھ تعلق نہ رہے۔ اسی وجہ سے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ غنا، مال کی کثرت سے نہیں ہوتا بلکہ اصل غنا دل کا غنی ہونا ہے۔ اور یہ بات ہر شخص کو نصیب ہونا مشکل ہے۔ اس لئے اسلم طریقہ اس سے دور ہی رہنا ہے۔ اس لئے کہ مال پر قدرت اور قبضہ کی صورت میں چاہے صدقہ خیرات بھی کرتا ہو لیکن دل میں اس کے ساتھ اُنس پیدا ہو ہی جاتا ہے اور یہی مہلک چیز ہے کہ جس درجہ میں اس سے اُنس ہوگا اتنا ہی حق تعالیٰ شانہٗ سے بُعد ہوگا۔ اور وحشت ہوگی اور جب تنگدستی کی وجہ سے اس سے اُنس کم ہوگا تو مسلمان ہونے کی صورت میں لامحالہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ وابستہ ہوگا۔ اس لئے کہ دل فارغ نہیں رہتا کسی نہ کسی سے اس کو لگاؤ ضرور ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے غیر سے منقطع ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ ہی لگے گا۔

مال دار آدمی کو اکثر یہ دھوکہ لگتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو یہ سمجھنے لگتا ہے کہ مجھے مال سے محبت نہیں ہے۔ لیکن یہ بڑی لغزش اور محض دھوکہ ہے۔ درحقیقت اُس کے دل میں محبت مرکوز ہوتی ہے جو اس کو محسوس نہیں ہوتی۔ اور اس کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب وہ مال ضائع ہو جائے یا چوری ہو جائے۔ اور جو شخص اس کا تجربہ کرنا چاہے وہ اپنے مال کو تقسیم کر کے تجربہ کر لے۔ اگر دل کو اس کے بعد سے اس کی طرف التفات ہو تو معلوم ہوگا کہ محبت تھی، اور دل کو اس کا خیال بھی نہ آئے تو معلوم ہوگا کہ محبت نہ تھی۔ اور جتنی بھی دنیا سے محبت کم ہوگی اُتنا ہی اس شخص کی عبادت میں ثواب زیادہ ہوگا۔ اس لئے کہ عبادات اور تسبیحات میں زبان کی محض حرکت اصل مقصود نہیں، بلکہ ان کا مقصود دل پر اثر ہے اور دل جتنا فارغ ہوگا اتنا ہی اس پر اثر قوی ہوگا۔

ضحاکؒ کہتے ہیں کہ جو شخص بازار جائے اور کسی چیز کو دیکھ کر اس کے خریدنے کی رغبت ہو اور ناداری کی وجہ سے اس پر صبر کرے وہ ایک ہزار اشرفیاں اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے افضل ہے۔

ایک شخص نے حضرت بشر بن حارثؒ سے کہا میرے لئے دعا کیجئے کنبہ زیادہ ہے جس کی وجہ سے خرچ کی تنگی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ جب گھر والے کہتے ہیں کہ آٹا نہیں ہے اور گھی نہیں

سے پریشان ہو) اس وقت تو اللہ سے دعا کر۔ تیری اس وقت کی دعا میری دعا سے افضل ہوگی۔

اس کے علاوہ مال کی کثرت میں قیامت کے دن کے حساب کا طویل ہونا تو بہر حال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو جنت کے داخلہ میں دیر ہوئی جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد پہلے گذر چکا۔

اسی وجہ سے حضرت ابوالدرداءؓ کا ارشاد ہے کہ مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میری کوئی دوکان مسجد کے دروازہ پر ہو جس کی وجہ سے ہر وقت کی جماعت مجھے ملتی رہے اور ذکر و شغل میں مشغول رہوں۔ اور دکان سے پچاس اشرفیاں روزانہ میں کماتا رہوں اور صدقہ کرتا رہوں کسی نے پوچھا اس میں کیا برائی ہو گئی۔ فرمانے لگے کہ حساب تو لمبا ہو ہی جائے گا۔

حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ فقراء نے تین چیزیں پسند کیں اور مالداروں نے تین چیزیں پسند کیں۔ فقراء نے تو نفس کی راحت، دل کا فارغ ہونا اور حساب کی تخفیف پسند کی، اور مالداروں نے نفس کی مشقت، دل کی مشغولی اور حساب کا لمبا ہونا پسند کیا (احیاء)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے کہ آدمی اسی کے ساتھ (قیامت میں) ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اسلام کے بعد کسی دوسری چیز کی اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی کہ اس حدیث کی ہوئی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان حضرات کی محبت ضرب المثل اور آفتاب سے زیادہ روشن تھی۔ پھر ان کو خوشی نہ ہوتی۔

اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ شانہ، اپنی محبت کا ذرا سا ذائقہ بھی چکھا دیتے ہیں وہ دنیا کی طلب سے فارغ ہو جاتا ہے اور لوگوں سے اس کو وحشت ہونے لگتی ہے۔

ابوسلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کی ایسی بھی مخلوق ہے جن کو جنت اپنی ساری نعمتوں اور دائمی راحتوں کے باوجود اپنی طرف نہیں کھینچ سکتی۔ وہ صرف حق سبحانہ،

وتقدس ہی سے وابستہ ہیں۔ ایسے لوگوں کو دنیا اپنی طرف کیا کھینچ سکتی ہے۔

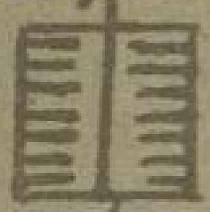
حضرت عیسیٰ ؑ ایک جماعت پر گذرے جن کے بدن دُبلے تھے چہرے زرد تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تمہیں یہ کیا ہوگیا؟ انھوں نے کہا جہنم کے خوف نے یہ حال کردیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے (فضل سے اس کے) ذمہ ہے کہ جس شخص کو جہنم کا خوف ہو اس کو جہنم سے محفوظ رکھے۔ آگے چلے تو چند آدمی اور ملے ان کا حال اُن پہلے لوگوں سے بھی زیادہ سخت تھا۔ بہت دُبلے، چہروں پر بہت زیادہ پریشانی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن سے پوچھا یہ تمہیں کیا ہوگیا؟ انھوں نے عرض کیا جنت کے شوق (وعشق) نے یہ حال کردیا حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ذمہ ہے کہ تم جس چیز کی امید اس سے لگائے ہوئے ہو وہ تم کو عطا کرے۔ آگے چلے تو ایک اور جماعت ملی جوان دوسروں سے بھی زیادہ ضعیف ونحیف۔ مگر اُن کے چہرے نور سے آئینہ کی طرح چمک رہے تھے۔ ان سے بھی حضرت عیسیٰ ؑ نے یہی سوال کیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے عشق نے یہ حال کردیا حضرت عیسیٰ ؑ نے فرمایا تم ہی لوگ اہل مقرب ہو، تم ہی مقرب ہو، تم ہی مقرب ہو۔ تین مرتبہ یہی فرمایا۔

یحییٰ بن معاذؒ کہتے ہیں کہ ایک رائی کے دانہ کے برابر اللہ تعالیٰ شانہٗ کی محبت مجھے بغیر محبت کی ستر برس کی عبادت سے زیادہ محبوب ہے (احیاء)

(۹) عن ابی هریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لایزال قلب الکبیر شابا فی اثنتین فی حب الدنیا وطول الامل متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ۔	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بوڑھے کا دل ہمیشہ دو چیزوں میں جوان رہتا ہے۔ ایک دنیا کی محبت میں۔ دوسرے آرزوؤں اور امیدوں کے طویل ہونے میں۔

فائدہ: سب پہلی حدیث شریف کے ذیل میں یہ مضمون تفصیل سے گذر چکا ہے کہ اہل دنیا جس کی بُرائی قرآن پاک اور احادیث وغیرہ میں بہت کثرت سے آئی ہے وہ مال کی محبت ہے۔ اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سلسلہ کی ایک

خاص چیز پر تنبیہ فرمائی ہے۔ جو تجربہ میں بھی بہت زیادہ صحیح ثابت ہوتی ہے کہ بڑھاپے میں دنیا کی محبت اور لمبی لمبی امیدیں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ اور جتنا بھی مرنے کا زمانہ بڑھاپے کے لحاظ سے قریب آتا جاتا ہے اتنی ہی اولاد کی شادیوں کی اُمنگیں، اچھے اچھے مکانات تعمیر کرنے کا ولولہ، جائداد کے بڑھانے کا جذبہ وغیرہ وغیرہ زیادہ ہوتے چلے جاتے ہیں اس لئے ایسی حالت میں آدمی کو اپنے نفس کی خاص طور سے نگہداشت کرنے کی ضرورت ہے۔

۲ ایک اور حدیث میں حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ آدمی بوڑھا ہوتا رہتا ہے۔ اور دو چیزیں اس میں جوان ہوتی رہتی ہیں۔ ایک مال کی حرص، دوسری زیادہ عمر ہونے کی حرص۔ (مشکوٰۃ) زیادہ عمر ہونے کی حرص بھی وہی امیدوں کا طویل ہونا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہوتا جا رہا ہے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال دے کر سمجھانے کے طور پر ایک مربع (چار لکیروں والی) شکل کھینچی اور اس کے درمیان میں ایک دوسری لکیر کھینچی۔ جو اس مربع شکل سے آگے نکلی چلی گئی۔ پھر اس مربع شکل کے اندر چھوٹی چھوٹی لکیریں بنائیں۔ جنکی صورت علماء نے (مختلف) لکھی ہے۔ منجملہ ان کے یہ صورت  واضح ہے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ درمیانی لکیر تو آدمی ہے۔ اور جو لکیر (مربع) اس کو چاروں طرف سے گھیر رہی ہے وہ اس کی موت ہے کہ آدمی اس سے نکل ہی نہیں سکتا اور جو لکیر باہر نکل رہی ہے وہ اس کی امیدیں ہیں کہ اپنی زندگی سے بھی آگے کی لگائے بیٹھا ہے۔ اور یہ چھوٹی چھوٹی لکیریں جو اس کے دونوں طرف ہیں وہ اسکی بیماریاں حوادث وغیرہ ہیں۔ جو اس کی طرف متوجہ ہیں۔ ہر ایک چھوٹی لکیر ایک آفت ہے۔ اگر ایک سے بچ جائے تو دوسری مسلط ہے۔ اور موت کے اندر تو گھرا ہوا ہے۔ کہ وہ تو چاروں طرف سے اس کو گھیرے ہوئے ہے لیکن امید کی لکیر موت سے بھی آگے نکلی ہوئی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کے پچھلے حصہ پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا کہ یہ تو آدمی کی موت ہے جو اس کے سر پر ہر وقت سوار ہے اور دوسرے ہاتھ کو دور تک پھیلا کر ارشاد فرمایا کہ یہ دور تک اس کی امیدیں جا رہی ہیں۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ اس امت کی بھلائی کی ابتدا آخرت کے یقین اور دنیا سے بے رغبتی کے ساتھ ہوئی ہے اور اس کے فساد کی ابتدا مال کے بخل اور امیدوں کی لمبائی سے ہوگی (مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اس امت کے ابتدائی حصے نے اللہ کے ساتھ یقین اور دنیا سے بے رغبتی کے ساتھ نجات پائی اور اس کے آخری حصہ کی ہلاکت بخل اور امیدوں کی وجہ سے ہے (ترغیب)

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ تمہارے (مسلمانوں کے) کھا جانے کے واسطے ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں گے جیسا کہ دسترخوان پر بیٹھنے والا دوسرے کی تواضع کرتا ہے (کہ ہر قوم دوسروں کو اس کی ترغیب اور دعوت دے گی کہ ان مسلمانوں کو کسی طرح پہلے ہلاک کردو) صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا اُس وقت ہماری تعداد بہت ہی کم ہوگی (جس کی وجہ سے کافروں کے یہ حوصلے ہونگے) حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ تمہاری تعداد اس زمانہ میں بہت زیادہ ہوگی۔ لیکن تم لوگ اس زمانہ میں سیلاب کے جھاگ کی طرح سے (بالکل بے جان) ہوگے اور تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا خوف جاتا رہے گا۔ اور تمہارے اپنے دلوں میں وھن پیدا ہو جائے گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ وھن کیا چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور موت سے ڈرنا۔ (مشکوٰۃ)

اُمِّ ولیدؓ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت اندر سے باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تم لوگوں کو شرم نہیں آتی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا بات ہوئی؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اتنی مقدار جمع کرتے ہو جتنا کھاتے نہیں ہو۔ اور اتنے مکانات بنا لیتے ہو جن میں رہتے بھی نہیں ہو اور ایسی امیدیں باندھ لیتے ہو جن کو پوری بھی نہیں کر سکتے۔ کیا ان باتوں سے تم شرماتے نہیں ہو یعنی ضرورت سے زائد مکان بنا لیتے ہو، مکان اتنا ہی بنانا چاہیے جتنے کی ضرورت ہو۔ اسی طرح خزانہ جمع کرتے جاتے ہو جو اپنی حاجت سے زائد ہے وہ جمع کرنے کے لیے نہیں ہے

وہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ منبر پر تشریف رکھتے تھے اور مجمع سامنے حلقہ بنائے ہوئے تھا۔ حضورؐ نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ایسی شرم کرو جیسا کہ اس سے شرم کرنے کا حق ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ حق تعالیٰ شانہٗ سے تو ہم حیا کرتے ہی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے حق تعالیٰ شانہٗ سے حیا کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ کوئی رات اس پر ایسی نہ گزرے کہ اس کی موت اس کی آنکھوں کے سامنے نہ ہو۔ اور اس کے لئے ضروری ہو کہ حفاظت کرے پیٹ کی اور اس چیز کو جس کو پیٹ نے گھیر رکھا ہے اور حفاظت کرے سر کی اور اس چیز کی جس کو سر نے گھیر رکھا ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ موت کو یاد رکھے اور اپنی بوسیدگی کو (کہ مرنے کے بعد یہ بدن سارا کا سارا شکستہ ہو کر خاک ہو جائے گا) اور ضروری ہو کہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دے (ترغیب)

علماء نے لکھا ہے کہ سر کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے علاوہ کسی کے سامنے نہ جھکے۔ نہ عبادت کے لئے نہ تعظیم کے لئے حتیٰ کہ جھک کر سلام بھی نہ کرے اور جن چیزوں کو سر نے گھیر رکھا ہے کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ، کان، زبان یہ سب چیزیں سر کے تحت میں داخل ہیں، ان سب کی حفاظت کرے۔ اسی طرح پیٹ کی حفاظت کا مطلب یہ ہو کہ مشتبہ مال سے حفاظت کرے اور جس چیز کو پیٹ نے گھیر رکھا ہے سے مراد وہ چیزیں ہیں جو پیٹ کے قریب ہیں جیسے شرمگاہ ہاتھ پاؤں اور دل کہ ان سب چیزوں کی حفاظت کرے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو کثرت سے پڑھنا مستحب ہو (مظاہر حق)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ لوگو اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ایسی حیا کرو جیسا کہ اس کا حق ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم لوگ حق تعالیٰ شانہٗ سے سب کے سب حیا کرتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ نہیں۔ یہ معمولی حیا نہیں۔ بلکہ حق تعالیٰ شانہٗ سے حیا کا حق یہ ہے کہ آدمی سر کی حفاظت کرے اور اس چیز کی جس کو سر نے گھیر رکھا ہے اور پیٹ کی حفاظت کرے اور ان چیزوں کی

کی حفاظت کرے جن پر پیٹ حاوی ہو رہا ہے (شرمگاہ وغیرہ) اور ضروری ہے کہ موت کو کثرت سے یاد رکھا کرے اور شکستگی (مرنے کے بعد سب ٹوٹ پھوٹ کر خاک ہو جانے) کو یاد رکھا کرے اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دیتا ہے (ترغیب)

چونکہ موت کو کثرت سے یاد کرنے کو دنیا سے بے رغبتی میں اور امیدوں کے اختصار میں بہت زیادہ دخل ہے۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! سب سے بڑا زاہد کون شخص ہے؟ حضورؐ نے فرمایا جو موت کو اور اپنے مر گل کر پرانا ہو جانے کو نہ بھولے اور دنیا کی زینتوں کو چھوڑ دے اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دے اور آنیوالی کل کو اپنی زندگی یقینی نہ سمجھے اور اپنے آپ کو مُردوں میں سمجھتا ہے (ترغیب) کہ عنقریب مر کر اُن میں شامل ہو جاونگا

حضرت ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ان لذتوں کے توڑنے والی چیز یعنی موت کو بہت کثرت سے یاد کیا کرو جو شخص تنگی کی حالت میں اس کو یاد کرتا ہے تو یہ اُس پر وسعت اور سہولت کا سبب ہوتی ہے (یہ اطمینان ہوتا ہے کہ موت بہرحال آنے والی ہے جس سے ساری تکلیفوں کا خاتمہ ہے) اور جو شخص فراخ دستی میں اس کو یاد کرتا ہے اس کے لئے اخراجات میں تنگی کا سبب ہوتا ہے (کہ موت کے فکر سے زیادہ عیش و عشرت کو دل نہیں چاہتا)

حضرت ابن عمرؓ بھی حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لذتوں کے توڑنے والی چیز یعنی موت کا تذکرہ کثرت سے رکھا کرو۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ تشریف لائے تو صحابہ کرام ہنس رہے تھے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ لذتوں کے توڑدینے والی چیز کو کثرت سے یاد رکھا کرو۔ اس کو جو شخص فراخی میں یاد کرتا ہے اُس پر یہ تنگی کرتی ہے۔ اور جو تنگی میں اس کو یاد کرتا ہے اُس پر فراخی کرتی ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ مسجد میں تشریف لائے تو

بعض لوگوں کے ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لذتوں کے توڑنے والی موت کو کثرت سے یاد کرتے تو وہ ان چیزوں میں مشغول ہونے سے روک دیتی جن سے ہنسی آئی۔ ہر شخص کی قبر روزانہ اعلان کرتی ہے کہ میں بالکل تنہائی کا گھر ہوں، میں سب سے علیحدہ رہنے کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں۔ جب نیک مومن دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے کہ تیرا آنا بڑا مبارک ہے، تیرے آنے سے بڑی خوشی ہوئی جتنے لوگ میری پشت پر چلتے تھے ان میں تو مجھے بہت پسند تھا۔ آج تو میری ماتحتی میں آیا ہے۔ تو میں اپنا طرز عمل تجھے دکھاؤں گی۔ اس کے بعد وہ اتنی وسیع ہو جاتی ہے کہ جہاں تک مُردہ کی نظر جائے وہاں تک زمین کھل جاتی ہے۔ اور ایک کھڑکی جنت میں کھل جاتی ہے۔ (جس سے وہاں کی خوشبوئیں، ہوائیں وغیرہ آتی رہتی ہیں)

اور جب کوئی بدکار یا کافر دفن ہوتا ہے تو زمین اس سے کہتی ہے کہ تیرا آنا بڑا نامبارک ہے۔ تیرے آنے سے بہت جی بُرا ہوا جتنے لوگ میری پشت پر چلتے تھے تو اُن میں مجھے بہت ہی بُرا لگتا تھا۔ آج تو میری ماتحتی میں آیا ہے تو میں اپنا طرز عمل تجھے دکھاؤں گی۔ یہ کہہ کر وہ ایسی ملتی ہے (یعنی اس کو بھینچتی ہے) کہ مُردہ کی ہڈیاں پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر بتایا کہ اس طرح ہڈیاں پسلیاں ایک جانب کی دوسری جانب میں گھس جاتی ہیں۔ اور ستر اژدھا اس کو ڈسنا شروع کر دیتے ہیں اور وہ ایسے زہریلے ہوتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی زمین کے اوپر پھونک مار دے تو قیامت تک زمین پر گھاس اُگنا بند ہو جائے۔ یہ سب کے سب قیامت تک اس کو کاٹتے رہیں گے اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سمجھدار اور سب سے زیادہ محتاط آدمی کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد رکھتا ہے اور موت کے لئے ہر وقت تیاری میں مشغول رہتا ہو۔ یہی لوگ ہیں جو دنیا کی شرافت اور آخرت کا اکرام حاصل کرنے والے ہیں (ترغیب)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ ایک مرتبہ ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور قبرستان میں پہنچکر علیحدہ ایک جگہ بیٹھ کر کچھ سوچنے لگے۔ کسی نے عرض کیا امیر المؤمنین آپ اس جنازہ کے ولی تھے آپ ہی علیحدہ بیٹھ گئے۔ فرمایا ہاں مجھے ایک قبر نے آواز دیدی اور مجھ سے یوں کہا کہ اے عمر بن عبد العزیز! تو مجھ سے یہ نہیں پوچھتا کہ میں ان آنے والوں کے ساتھ کیا کرتی ہوں۔ میں نے کہا ضرور بتا۔ اس نے کہا ان کے کفن پھاڑ دیتی ہوں، بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہوں۔ خون سارا چوس لیتی ہوں۔ گوشت کھا لیتی ہوں، اور بتاؤں کہ آدمی کے جوڑوں کے ساتھ کیا کرتی ہوں۔ مونڈھوں کو بانہوں سے جدا کر دیتی ہوں، اور بانہوں کو پہنچوں سے جدا کر دیتی ہوں اور سُرینوں کو بدن سے جُدا کر دیتی ہوں اور سُرینوں سے رانوں کو جُدا کر دیتی ہوں، اور رانوں کو گھٹنوں سے اور گھٹنوں کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو پاؤں سے جُدا جُدا کر دیتی ہوں۔ یہ فرما کر عمر بن عبد العزیز رض رونے لگے اور فرمایا کہ دنیا کا قیام بہت ہی تھوڑا ہے۔ اور اس کا دھوکا بہت زیادہ ہے۔ اس میں جو عزیز ہے وہ آخرت میں ذلیل ہے۔ اس میں جو دولت والا ہے وہ آخرت میں فقیر ہے اس کا جوان بہت جلد بوڑھا ہو جائے گا اس کا زندہ بہت جلد مر جائے گا۔ اس کا تمہاری طرف متوجہ ہونا دھوکہ میں نہ ڈالدے۔ حالانکہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ کتنی جلدی مُنہ پھیر لیتی ہے اور بیوقوف وہ ہے جو اس کے دھوکہ میں پھنس جائے۔ کہاں گئے اس کے وہ دلدادہ جنھوں نے بڑے بڑے شہر آباد کئے۔ بڑی بڑی نہریں نکالیں۔ بڑے بڑے باغ لگائے اور بہت تھوڑے دن رہ کر سب کو چھوڑ کر چل دیئے وہ اپنی صحت اور تندرستی سے دھوکہ میں پڑے کہ صحت کے بہتر ہونے سے ان میں نشاط پیدا ہوا اور اس سے گناہوں میں مبتلا ہوئے۔ وہ لوگ خدا کی قسم دنیا میں مال کی کثرت کی وجہ سے قابل رشک تھے، باوجود یکہ مال کے کمانے میں ان کو رکاوٹیں پیش آتی تھیں، مگر پھر بھی خوب کماتے تھے۔ ان پر لوگ حسد کرتے تھے لیکن وہ بے فکر مال کو جمع کرتے رہتے تھے اور اس کے جمع کرنے میں ہر قسم کی تکلیف کو خوشی سے برداشت کرتے تھے لیکن اب دیکھ لو کہ مٹی نے ان کے بدنوں کا کیا حال کر دیا۔ اور خاک نے اُن کے بدنوں کو کیا بنا دیا۔ کیڑوں نے ان کے جوڑوں اور ان

کی ہڈیوں کا کیا حال بنایا۔ وہ لوگ دنیا میں اونچی اونچی مسہریوں اور اونچے اونچے اور نرم نرم گدوں پر نوکروں ـــ اور خادموں کے درمیان آرام کرتے تھے، عزیز واقارب، رشتہ دار اور پڑوسی ہر وقت دل داری کو تیار رہتے تھے، لیکن اب کیا ہو رہا ہے۔ آواز دے کر ان سے پوچھ۔ کہ کیا گزر رہی ہے، غریب، امیر سب ایک میدان میں پڑے ہوئے ہیں، ان کے مالدار سے پوچھ کہ اس کے مال نے کیا کام دیا۔ ان کے فقیر سے پوچھ کہ اس کے فقر نے کیا نقصان دیا۔ ان کی زبان کا حال پوچھ جو بہت چہکتی تھی۔ ان کی آنکھوں کو دیکھ جو ہر طرف دیکھتی تھیں۔ اُن کی نرم نرم کھالوں کا حال دریافت کر ان کے خوب صورت اور دلربا چہروں کا حال پوچھ کیا ہوا۔ انکے نازک بدن کو معلوم کر کہاں گیا، اور کیڑوں نے ان سب کا حشر کیا بنایا انکے رنگ کالے کر دیئے ان کا گوشت کھا لیا۔ اُن کے مُنہ پر مٹی ڈالدی۔ اعضاء کو الگ الگ کر دیا جوڑوں کو توڑ دیا۔

آہ! کہاں ہیں اُن کے وہ خدام جو ہر وقت حاضر ہوں جی کہتے تھے۔ کہاں ہیں انکے وہ خیمے اور کمرے جن میں آرام کرتے تھے۔ کہاں ہیں انکے وہ مال اور خزانے جن کو جوڑ جوڑ کر رکھتے تھے۔ ان حشم وخدم نے اس کو قبر میں کھانے کے لئے کوئی توشہ بھی نہ دیا اور اس کی قبر میں کوئی بستر بھی نہ بچھا دیا۔ کوئی تکیہ بھی نہ رکھدیا۔ زمین ہی پر ڈال دیا۔ کوئی درخت پھول پھلواری بھی نہ لگا دی۔

آہ! اب وہ بالکل اکیلے پڑے ہیں، اندھیرے میں پڑے ہیں، اُن کے لئے اب رات دن برابر ہے، دوستوں سے مل نہیں سکتے، کسی کو اپنے پاس بُلا نہیں سکتے۔ کتنے نازک بدن مرد، نازک بدن عورتیں، آج اُن کے بدن بوسیدہ ہیں۔ اُن کے اعضاء ایک دوسرے سے جُدا ہیں، آنکھیں نکل کر مُنہ پر گر گئیں۔ گردن جدا ہوئی پڑی ہے۔ مُنھ میں پانی پیپ وغیرہ بھرا ہوا ہے اور سارے بدن میں کیڑے چل رہے ہیں۔ وہ اس حال میں پڑے ہیں اور اُن کی جوروؤں نے دوسرے نکاح کر لئے، وہ مزے اُڑا رہی ہیں۔ بیٹوں نے مکانوں پر قبضہ کر لیا۔ وارثوں نے مال تقسیم کر لیا۔ مگر بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں جو اپنی قبروں میں بھی لذتیں اُڑا رہے ہیں، تر و تازہ چہروں کے ساتھ راحت و آرام میں

ہیں۔ (لیکن یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اس دھوکہ کے گھر میں اُس کو یاد رکھا۔ اس کی اُمیدوں سے اُس کی امیدوں کو مقدم کیا۔ اور اپنے لئے توشہ جمع کردیا۔ اور اپنے پہنچنے سے پہلے اپنے جانے کا سامان کردیا)

اے وہ شخص جو کل کو قبر میں ضرور جائے گا! تجھے اس دنیا کے ساتھ آخر کس چیز نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے؟ کیا تجھے یہ امید ہے کہ یہ کم بخت دنیا تیرے ساتھ رہے گی؟ کیا تجھے یہ اُمید ہے کہ تو اس کوچ کے گھر میں ہمیشہ رہے گا؟ تیرے یہ وسیع مکان، تیرے باغوں کے پکے ہوئے پھل، تیرے نرم بستر، تیرے گرمی سردی کے جوڑے، یہ سب کے سب ایک دم رکھے رہ جائیں گے۔ جب ملک الموت آکر مسلط ہو جائے گا کوئی چیز اس کو نہ ہٹا سکے گی۔ پسینوں پر پسینے آنے لگیں گے، پیاس کی شدت بڑھ جائے گی۔ اور جانکنی کی سختی میں کروٹیں بدلتا رہ جائے گا۔ افسوس صد افسوس اے وہ شخص جو آج مرتے وقت اپنے بھائی کی آنکھ بند کر رہا ہے اپنے بیٹے کی آنکھ بند کر رہا ہے اپنے باپ کی آنکھ بند کر رہا ہے ان میں سے کسی کو نہلا رہا ہے، کسی کو کفن دے رہا ہے، کسی کے جنازہ کے ساتھ جا رہا ہے کسی کو قبر کے گڑھے میں ڈال رہا ہے۔ کل کو تجھے بھی یہ سب کچھ پیش آنا ہے۔"

اور بھی اس قسم کی باتیں فرمائیں۔ پھر دو شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے کہ:۔

"آدمی ایسی چیز کے ساتھ خوش ہوتا ہے جو عنقریب
فنا ہونے والی ہے اور لمبی لمبی آرزوؤں اور
دنیا کی امیدوں میں مشغول رہتا ہے۔ اے
بیوقوف! خواب کی لذتوں سے دھوکہ میں نہیں
پڑا کرتے۔ تیرا دن سارا غفلت میں گذرتا ہے اور
تیری رات سونے میں گذرتی ہے اور موت
تیرے اوپر سوار ہے، آج تو وہ کام کر رہا ہے کہ کل
کو ان پر رنج کرے گا، دنیا میں چوپائے اسی طرح
زندگی گذارتے ہیں جس طرح تو گذار رہا ہے۔"

کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا وصال ہوگیا رضی اللہ عنہ وارضاہ (مسامرات)

حضور کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں بد بختی کی علامت ہیں۔ (۱) آنکھ کا خشک ہونا کہ اپنے گناہ اور آخرت کی کسی بات پر رونا ہی نہ آئے (۲) دل کا سخت ہونا اور (۳) امیدوں کا طویل ہونا اور (۴) دنیا کی حرص۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہؓ نے ایک باندی قرض خریدی اور ایک مہینہ کا وعدہ قیمت ادا کرنے کا کرلیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو ارشاد فرمایا کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اسامہؓ نے ایک مہینہ کے وعدے پر قرض خریدا۔ اسامہ کو بھی (اپنی زندگی کی) بڑی لمبی امید ہے۔ (گویا اس کو یہ یقین ہوگیا کہ ایک مہینہ تو وہ زندہ ہی رہیگا) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے آنکھ کے پلک جھپکنے تک بھی اپنی زندگی کا یقین نہیں ہوتا۔ اور پانی پینے کا پیالہ جب میں اٹھاتا ہوں تو اس کے رکھنے تک بھی مجھے اپنی زندگی کا یقین نہیں ہوتا اور جب کوئی لقمہ کھاتا ہوں تو اس کے نگلنے کا بھی موت سے پہلے پہلے یقین نہیں ہوتا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جن چیزوں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (موت، قیامت، حساب وغیرہ) سب چیزیں ضرور آنے والی ہیں۔ اور تم لوگ حق تعالیٰ شانہٗ کو عاجز نہیں کرسکتے کہ وہ کسی کام کا ارادہ فرمائے اور کوئی اس میں رکاوٹ ڈالدے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے میرا مونڈھا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اس طرح زندگی گذارو جیسا کہ کوئی مسافر کوئی راستہ چلنے والا ہے اور ہر وقت اپنے آپ کو قبرستان والوں میں سمجھا کرو۔ اس کے بعد حضورؐ نے مجھ سے فرمایا لے ابن عمرؓ اور بعض روایات میں ہے کہ یہ مقولہ ابن عمرؓ کا ہے) جب صبح ہوجائے تو شام تک کی زندگی کا یقین نہ کرو اور جب شام ہوجائے تو صبح تک کی زندگی کی امید نہ باندھو۔ اپنی صحت کی حالت میں بیماری کے زمانہ کے لئے نیک عمل کر رکھو (کہ بیماری کے زمانہ میں جو کوتاہی ہو اس کا جبر پہلے سے ہوجائے یا صحت میں جن اعمال کا عادی ہوگا بیماری کی وجہ سے

اُن کے نہ ہوسکنے پر بھی ان کا ثواب ملتا رہے گا۔ اور اپنی موت کے لئے اپنی زندگی میں ہی تیاری کرلو، کل کو معلوم نہیں کہ تمہارا نام کیا ہوجائے (یعنی کن لوگوں میں شمار ہوجائے نیک لوگوں میں یا بد لوگوں میں منتخب عن الشعب والسعیل)

حضرت معاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ نصیحت فرما دیجئے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی عبادت اس طرح کیا کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ وہ تمہارے سامنے ہے۔ اور اپنے آپ کو ہر وقت مُردوں کی فہرست میں شمار کیا کرو اور ہر پتھر اور درخت کے قریب اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ذکر کیا کرو (تاکہ قیامت میں اس کی گواہی دینے والے بہت کثرت سے ہوجائیں) اور جب کوئی بُری حرکت ہوجائے تو اس کی تلافی کے لئے کوئی نیک عمل کرو۔ اگر بُرائی چھپ کر کی ہے تو اس کی تلافی میں نیک عمل بھی چھپ کر کرو اور برائی علانیہ ہوئی ہے تو اس کی توبہ اور تلافی بھی علانیہ کی جائے۔

حضرت ابن مسعودؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت تو قریب آتی جارہی ہے اور لوگ دنیا کی حرص میں اور حق تعالیٰ شانہٗ سے بعید ہونے میں بڑھتے چلے جارہے ہیں (ترغیب)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص تم میں سے یہ چاہتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کو بغیر سیکھے علم عطا فرمائیں، اور بغیر کسی کے راستہ بتائے ہدایت عطا فرمائیں، کوئی تم میں سے ایسا ہے جو یہ چاہتا ہو کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اندھے پن کو دُور فرما کر اس کی (دل کی) نگاہ کو کھول دیں۔ اگر ایسا چاہتے ہو تو سمجھ لو کہ جو شخص دنیا سے بے رغبتی کرے اور اپنی امیدوں کو مختصر رکھے، حق تعالیٰ شانہٗ اس کو بغیر سیکھے علم عطا فرماتے ہیں۔ اور بغیر کسی کے راستہ دکھائے خود ہدایت فرماتے ہیں (درمنثور)

پہلے بھی یہ روایت مفصّل گذر چکی ہے۔

حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھے اپنی اُمّت پر سب سے زیادہ خواہشات کی کثرت اور امیدوں کے بڑھ جانے کا خوف ہے خواہشات حق سے ہٹا دیتی ہیں، اور امیدوں کا طویل ہونا آخرت کو بھلا دیتا ہے، یہ دنیا بھی چل رہی ہے

اور ہر دن دُور ہوتی جا رہی ہے، اور آخرت بھی چل رہی ہے اور ہر دن قریب ہوتی جا رہی ہے یعنی ہر وقت ہر آن زندگی کم ہوتی جا رہی ہے اور موت قریب آتی جا رہی ہے ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اور ایک گھٹا دی

اگر گھنٹہ کی آواز کو غور سے سُنا جائے تو واقعی گھٹادی گھٹادی کا نعرہ پیدا ہوتا ہے اس کے بعد حضورؐ کا ارشاد ہے کہ) دنیا اور آخرت ہر ایک کے اس دنیا میں کچھ سپوت ہیں اگر تم سے ہو سکے تو اس کی کوشش کرو کہ دنیا کے سپوت نہ بنو (آخرت کے سپوت بنو) آج عمل کا (اور کھیتی کے بونے کا) دن ہے حساب آج نہیں ہے کل کو تم آخرت کے گھر میں ہو گے۔ جہاں عمل نہیں (بلکہ کھیتی کاٹنے کا اور بدلہ کا دن ہے) (مشکوٰۃ)

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں تین آدمی ایسے ہیں کہ جب مجھے ان کا خیال آتا ہے تو اس قدر تعجب ہوتا ہے کہ مجھے ہنسی آنے لگتی ہے۔ ایک وہ شخص جو دنیا میں امیدیں لگائے بیٹھا ہے اور موت اس کی فکر میں ہے۔ دوسرا وہ شخص جو (اللہ تعالیٰ سے) غافل ہے۔ اور (اللہ تعالیٰ شانہٗ) اس سے غافل نہیں۔ تیسرے وہ شخص جو مُنہ بھر کر (کھلکھلا کر) ہنستا ہے اور اس کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اس سے خوش ہیں یا ناراض ہیں (حالانکہ یہ فکر ایسی چیز ہے کہ کسی وقت بھی ہنسی نہ آنا چاہیے) اور تین چیزیں ایسی ہیں جو مجھے ہر وقت غمگین رکھتی ہیں۔ یہاں تک کہ رونے لگتا ہوں۔ ایک دوستوں کا فراق۔ یعنی حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کا۔ دوسرے موت کی فکر۔ تیسرے حشر میں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ میرے لئے جنت کا حکم ہو یا دوزخ کا۔

ایک شخص کہتے ہیں کہ میں نے زرارہ بن اوفیؒ کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ سب سے بڑھا ہوا عمل کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ توکّل اور امیدوں کا مختصر رکھنا۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ زہد امیدوں کے مختصر کرنے کا نام ہے موٹا کھانے اور جبّہ پہننے کا نام نہیں ہے۔

حضرت داؤد طائیؒ فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ امید رکھوں کہ میں ایک مہینہ زندہ رہوں گا تو میں اپنے کو بڑا مجرم سمجھوں۔ اور اس کی کس طرح امید کر سکتا ہوں ایسی حالت میں کہ میں دیکھتا ہوں کہ آئے دن لوگوں کو حوادث کبھی رات میں پکڑ لیتے ہیں، کبھی دن میں پکڑ لیتے ہیں۔

حضرت شقیق بلخیؒ اپنے استاد ابو ہاشم رُمانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی چادر کے کونے میں کچھ بندھ رہا تھا۔ ابو ہاشم نے پوچھا یہ کیا ہے۔ عرض کیا کہ میرے ایک دوست نے چند نور دیئے تھے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آج شام کو آپ ان سے افطار کریں، ابو ہاشم نے کہا شقیق تمہیں یہ اُمید ہے کہ تم رات تک زندہ رہو گے؟ (میں تم کو ایسا نہیں سمجھتا تھا اب) میں تم سے کبھی نہ بولوں گا۔ یہ کہہ کر اندر چلے گئے اور کواڑ بند کر لئے۔

قعقاع بن حکیم کہتے ہیں کہ میں تیس برس سے ہر وقت موت کے لئے تیار رہوں اگر وہ آجائے تو مجھے ذرا بھی اس کی تاخیر کی خواہش نہ ہو۔

سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ میں نے کوفہ کی مسجد میں ایک بزرگ کو دیکھا وہ فرماتے تھے کہ میں تیس برس سے اس مسجد میں ہر وقت موت کا انتظار کرتا ہوں اگر وہ آجائے تو مجھے نہ کسی سے کچھ کہنا نہ سننا، نہ میرا کسی کے پاس کچھ چاہیئے نہ کسی کا میرے پاس۔

ابو محمد زاہدؒ کہتے ہیں میں ایک جنازہ کے ساتھ چلا۔ حضرت داؤد طائی بھی ساتھ تھے۔ قبرستان پہنچ کر وہ ایک جگہ علیحدہ کو بیٹھ گئے۔ میں بھی انکے پاس بیٹھ گیا۔ وہ فرمانے لگے جو شخص اللہ تعالیٰ کی وعید سے ڈرتا ہو اس کے لئے دور کا سفر (یعنی آخرت کا) آسان ہے۔ اور جس شخص کی امیدیں لمبی ہوتی ہیں اس کا عمل سست ہو جاتا ہے۔ اور جو چیز آنے والی ہے (یعنی موت) وہ قریب ہے۔ بھائی ایک بات سمجھ لے کہ جو چیز بھی تجھے تیرے رب سے اپنی طرف مشغول کرلے وہ منحوس ہے۔ ایک بات سنو جتنے آدمی دنیا میں ہیں سب ہی کو قبر میں جانا ہے اس وقت ان کو اس چیز کی ندامت ہو گی جو یہاں چھوڑ دی اور اس چیز کی خوشی ہو گی جو آگے بھیج دی اور جس چیز پر مرنے والے کو ندامت ہے اس پر یہ رہنے والے (وارث) لڑتے جھگڑتے ہیں، مقدمہ بازی کرتے ہیں۔ (احیاء)

فقیہ ابو اللیث سمرقندی ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص امیدوں کو مختصر رکھے حق تعالیٰ

شانہٗ چار قسم کے اکرام اس پر کرتے ہیں (۱) اپنی اطاعت پر اس کو قوت عطا فرماتے ہیں اور جب اس کو عنقریب موت کا یقین ہوتا ہے تو عمل میں خوب کوشش کرتا ہے اور ناگوار چیزوں سے متاثر نہیں ہوتا (۲) اس کو غم کم ہو جاتا ہے (۳) روزی کی تھوڑی مقدار پر راضی ہو جاتا ہے (۴) اس کے دل کو منور کر دیتے ہیں۔

علماء نے کہا ہے کہ دل کا نور چار چیزوں سے پیدا ہوتا ہے (۱) خالی پیٹ رہنے سے (۲) نیک آدمی کے پاس رہنے سے (۳) گذرے ہوئے گناہوں کو یاد کرنے (اور ان پر ندامت) سے (۴) اور امیدوں کے مختصر کرنے سے۔

اور جس شخص کی امیدیں لمبی لمبی ہوتی ہیں اس کو حق تعالیٰ شانہٗ چار قسم کے عذابوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ (۱) عبادت میں کاہلی پیدا ہو جاتی ہے (۲) دنیا کا غم زیادہ سوار ہو جاتا ہے (۳) مال کے جمع کرنے اور بڑھانے کا فکر ہر وقت مسلط رہتا ہے (۴) دل سخت ہو جاتا ہے۔

اور علماء نے لکھا ہے کہ دل کی سختی چار چیزوں سے پیدا ہوتی ہے (۱) زیادہ شکم سیری سے (۲) بری صحبت سے (۳) گناہوں کو یاد نہ کرنے سے (۴) امیدوں کے لمبی ہونے سے۔

اس لئے ضروری ہے کہ آدمی لمبی لمبی امیدیں ہرگز نہ باندھے۔ ہر وقت یہ فکر رہنا چاہیئے کہ نہ معلوم کونسا سانس زندگی کا آخری سانس ہو (کس وقت قلب کی حرکت بند ہو جائے)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے ارشاد فرمایا کہ اگر تو قیامت میں میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو دنیا میں ایسے گذار دینا جیسا کہ مسافر سواری پر جاتا جاتا کہیں ذرا ٹھہر جاتا ہے، اور مالداروں کے پاس بیٹھنے سے احتراز کرنا اور کپڑے کو اس وقت تک بیکار کر کے نہ چھوڑنا جب تک کہ اس میں پیوند نہ لگ جائیں۔

ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کے کرتے میں بارہ پیوند لگ رہے تھے (تنبیہ الغافلین)

(۱۰) عن سهل بن سعد قال جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال دلني على عمل اذا عملته احبني الله واحبني الناس قال ازهد في الدنيا يحبك الله وازهد فيما عند الناس يحبك الناس رواه الترمذي وابن ماجة كذا في المشكوة۔ ص ۴۳۲

ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس سے اللہ جل شانہ بھی مجھ سے محبت فرماویں اور آدمی بھی مجھ سے محبت کرنے لگیں، حضور نے ارشاد فرمایا کہ دنیا سے بے رغبتی پیدا کرلو حق تعالیٰ شانہ تم کو محبوب رکھیں گے اور لوگوں کے پاس جو چیزیں ہیں (مال وغیرہ) ان سے بے رغبتی پیدا کرلو وہ بھی تم سے محبت کرنے لگیں گے

فائدہ :- دنیا سے بے رغبتی پر حق تعالیٰ شانہ کی محبت، آخرت کا اعزاز واکرام وغیرہ امور تو پہلی روایات میں بہت کثرت سے گذر ہی چکے ہیں، دوسرا مضمون کہ لوگوں کے اموال پر نگاہ نہ رکھی جائے اس سے انکے دلوں میں بھی محبت پیدا ہوتی ہے۔ بڑے تجربہ کی بات ہے ہر شخص کو ہر وقت اس کا تجربہ ہوتا رہتا ہے۔ کہ جتنے بھی آپس میں بہترین تعلقات ہوں، لیکن جہاں کسی چیز کے سوال کا ذکر آجاتا ہے سارے ہی تعلقات اور عقیدتیں ختم ہو جاتی ہیں

حضرت جبرئیل ؑ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ جتنے دن بھی زندہ رہیں موت بہرحال ایک دن آنے والی چیز ہے، اور جو عمل بھی آپ کریں گے (بھلا یا برا) اس کا بدلہ ملے گا اور جس سے بھی آپ (دنیا میں) تعلقات پیدا کریں اس سے ایک دن جدا ہونا پڑے گا (اس کی موت سے ہو یا اپنی موت سے ہو) یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ آدمی کا شرف (بزرگی) تہجد کی نماز ہے اور آدمی کی عزت لوگوں سے استغناء ہے (ترغیب) یعنی آدمی کی عزت اسی وقت تک ہے جب تک لوگوں کی اشیاء پر نگاہ نہ ہو اور جہاں کہیں دوسروں کے مال پر نگاہ پڑی ساری عزت خاک میں مل جاتی ہے۔

حضرت عروہ ؓ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص دنیا کی زینت اور اسکی رونق کو دیکھے (اور وہ اچھی لگے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے گھر جا کر گھر والوں کو نماز میں مشغول کردے اس لئے

کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا ہے لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ الآیہ (طٰہٰ ۔ ع ۸) اور ہرگز آپ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں ان چیزوں کی طرف جو ہم نے ان دنیا داروں کو دے رکھی ہیں تاکہ ان چیزوں سے ان کا امتحان لیں یہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ جو آخرت میں ملے گا اس سے بدرجہا بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے اور اپنے متعلقین کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے۔ (درمنثور)

دوسری جگہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ الآیۃ (حجر ۔ ع ۶)
"آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں اُس (زیب و زینت) کو جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھا ہے"۔

اس آیت شریفہ کی تفسیر میں حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن پاک کی دولت سے نوازا ہو پھر وہ دنیا کی کسی چیز کی طرف بھی نگاہ اٹھا کر دیکھے اس نے قرآن پاک کو بہت کم سمجھا۔ (یعنی اُس کی قدر نہ کی)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ فقر بہت محمود چیز ہے۔ لیکن یہ ضروری ہو کہ وہ شخص قناعت کرنے والا ہو۔ لوگوں کے پاس جو اموال ہیں ان میں طمع نہ رکھتا ہو، ان کی طرف ذرا بھی التفات نہ کرتا ہو، اور نہ مال کے کمانے کی اس میں حرص ہو۔ اور یہ سب چیزیں جب ہی ہو سکتی ہیں جب کہ آدمی اپنے اخراجات میں نہایت کمی کرنے والا ہو، کھانے میں، لباس میں، مکان میں کم سے کم، اور مجبوری کے درجہ پر کفایت کرنے والا ہو، اور گھٹیا سے گھٹیا چیز پر قناعت کرنے والا، اگر کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو تو ایک مہینہ کے اندر اندر کی ضرورت کا تو خیال ہو اس سے آگے کی چیز کی طرف اپنے خیال اور دھیان کو نہ لگائے۔ اگر اس سے آگے کی سوچ میں پڑ جائے گا تو قناعت کی عزت سے محروم ہو کر حرص و طمع کی ذلت میں پھنس جائے گا۔ اور اس کی وجہ سے بُری عادتیں پیدا ہو جائیں گی، مکروہ چیزیں اختیار کرنا پڑ جائیں گی، اس لئے کہ آدمی بالطبع حریص ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہو کہ اگر آدمی کے لئے دو جنگل سونے کے ہو جائیں تب بھی وہ تیسرے

کی فکر میں لگ جائے گا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ایک سورت اتنی بڑی جتنی کہ سورۂ برآۃ ہے نازل ہوئی تھی پھر وہ منسوخ ہو گئی، اس میں سے یہ مضمون یاد ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اس دین کی مدد ایسے (فاسق اور کافر) لوگوں سے بھی کر دیتے ہیں جن کا کوئی حصہ دین میں نہ ہو۔ اور اگر آدمی کے لئے دو جنگل مال کے ہو جائیں تو وہ تیسرے کی تمنا کرتا ہے۔ آدمی کا پیٹ (قبر کی) مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص توبہ کر لے تو حق تعالیٰ شانہٗ توبہ کو قبول کرتے ہیں۔

اور حضور ؐ کا ارشاد ہے کہ دو حریص آدمیوں کا کبھی پیٹ نہیں بھرتا۔ ایک وہ شخص جو علم کا حریص ہو (اس کو علمی چسکہ لگ گیا ہو۔ کسی وقت اس کا دل نہیں بھرتا) دوسرا وہ شخص جو مال کا حریص ہو۔ اور چونکہ آدمی کی جبلت میں یہ مہلک چیز ہے اسی بناء پر حق تعالیٰ شانہٗ نے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قناعت کی بڑی تعریف فرمائی ہے۔ حضور ؐ کا ارشاد ہے کہ مبارک ہے وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اسلام کی دولت سے نوازا ہو اور صرف ضرورت کے بقدر اس کی روزی ہو اور وہ اس پر قانع ہو۔ حضور ؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ قیامت کے دن کوئی شخص غریب ہو یا امیر ایسا نہ ہوگا جو اس کی تمنا نہ کرتا ہو کہ کاش دنیا میں اس کو صرف ضرورت کے درجہ کی روزی ملتی اس سے زیادہ نہ ملتی۔ اسی وجہ سے حضور ؐ نے طمع سے اور مال کمانے میں زیادہ کوشش کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضور ؐ کا ارشاد ہے کہ لوگو! مال کے حاصل کرنے میں اچھا طریقہ اختیار کیا کرو (برے طریقوں سے نہ کماؤ) اس لئے کہ آدمی کو مقدّر سے زیادہ تو ملتا نہیں، اور جو مقدّر ہے وہ بہر حال مل کر رہے گا۔ آدمی اس وقت تک مر ہی نہیں سکتا جب تک اس کا جو مقدر حصہ ہے وہ ذلیل اور مجبور ہو کر اس تک نہ پہنچ جائے۔

حضور ؐ کا ارشاد ہے کہ تو متقی بن جا، سب سے بڑا عبادت کرنے والا ہو جائیگا اور (کم سے کم مقدار پر) قناعت کرنے والا بن جا، تو سب سے زیادہ شکر گذار ہو جائے گا اور اپنے بھائی کے لئے بھی اس چیز کو پسند کر جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے، تو کامل مومن

بن جائے گا۔

حضرت ابو ایوبؓ فرماتے ہیں، ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے مختصر سی نصیحت کر دیجئے۔ (تاکہ میں اس کو مضبوط پکڑ لوں) حضورؐ نے فرمایا جب نماز پڑھو تو ایسی پڑھو جیسا کہ عمر کی آخری نماز یہی ہو (جب آدمی کو یہ خیال ہو جائے کہ یہ بالکل آخری نماز ہے تو پھر جس قدر زیادہ اہتمام اور خشوع و خضوع سے پڑھے گا وہ ظاہر ہے) اور کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالو جس کی معذرت کرنا اور معافی چاہنا پڑے اور اپنے دل کو پکے طور سے اس چیز سے مایوس کر لو جو دوسرے کے پاس ہو (کہ اس کی طرف ذرا سا بھی تمہیں التفات نہ ہو)

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ طمع کرنا فقر (اور محتاجگی) ہے اور نا امیدی غنا ہے۔ جو شخص ایسی چیزوں سے نا امید ہو جائے جو دوسروں کے قبضہ میں ہیں وہ ان سے مستغنی رہتا ہے۔ ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ غناء کیا چیز ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ تمناؤں کا کم کرنا اور جو اپنے لئے کافی ہو جائے اس پر خوش رہنا۔

محمد بن واسعؒ سوکھی روٹی کو پانی میں بھگو کر کھا لیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ جو اس پر قناعت کرلے وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔

ایک حکیم سے کسی نے پوچھا تمہاری مالیت کیا ہے؟ فرمانے لگے ظاہر میں خوشحال رہنا۔ باطن میں اختصار اور میانہ روی اختیار کرنا اور دوسروں کے پاس جو چیزیں ہیں ان سے امید نہ رکھنا۔

حق تعالیٰ شانہٗ کا (حدیث میں) ارشاد ہے کہ آدم کے بیٹے! اگر ساری دنیا تجھ کو مل جائے تب بھی تو تو اس میں سے اپنی حاجت کے بقدر ہی کھائے گا۔ اگر میں اتنی مقدار تجھے دیدوں اور اس سے زائد نہ دوں جس کا تجھے حساب دینا پڑے تو یہ تو میں نے تجھ پر احسان کیا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب کسی سے کوئی حاجت طلب کرے تو معمولی طریقہ سے طلب کرے۔ ایسا نہ کہے کہ آپ تو ایسے ہیں، آپ تو ایسے ہیں، چناں ہیں چنیں ہیں۔ کہ اس سے تو اس کی کمر توڑ دو گے (کہ وہ عجب اور تکبر میں ہلاک ہو جائے گا) اور تمہیں

مقدر سے زیادہ نہ ملے گا۔

کہتے ہیں کہ بنو امیہ کے ایک بادشاہ (سلیمان بن عبد الملک نے) حضرت ابو حازمؒ کو بڑے اصرار سے لکھا کہ آپ کو کچھ ضرورت ہوا کرے تو مجھ سے منگا لیا کریں۔ انھوں نے جواب میں لکھا کہ میں نے اپنی ضرورتیں اپنے آقا کی خدمت میں پیش کر دیں۔ اُس نے اُن پر جو کچھ مجھے عطا فرما دیا میں نے اس پر قناعت کر لی۔

ایک حکیم کا ارشاد ہے کہ میں نے سب سے زیادہ غم میں مبتلا رہنے والا حسد کرنے والے کو پایا۔ اور سب سے بہترین زندگی گذارنے والا قناعت کرنے والے کو پایا۔ اور سب سے زیادہ صبر کرنے والا حریص کو پایا (کہ ہر چیز کی حرص کرتا ہے پھر وہ ملتی نہیں تو صبر کرتا ہی) اور سب سے زیادہ لطیف زندگی گذارنے والا دنیا کے چھوڑ دینے والے کو پایا۔ اور سب سے زیادہ ندامت والا اس عالم کو پایا جو حد سے بڑھنے والا ہو۔

حضرت عبد اللہ بن سلامؓ نے حضرت کعب احبار سے دریافت کیا کہ علماء کے قلوب سے علم کو کیا چیز ضائع کر دیتی ہے، حالانکہ پڑھتے وقت انھوں نے سمجھ کر پڑھا تھا اس کو یاد رکھا تھا۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا طمع اور حرص، اور لوگوں سے اپنی حاجتوں کا مانگنا۔

کسی شخص نے حضرت فضیلؒ بن عیاض سے حضرت کعبؓ کے کلام کی شرح پوچھی، تو انھوں نے فرمایا کہ جب عالم کسی چیز کی طمع کرنے لگتا ہی تو اس کی طلب میں لگ جاتا ہی جس سے اس کا دین برباد ہو جاتا ہے (کہ اس کی طلب کی مشغولی دین کی مشغولی کو کھو دیتی ہے) اور حرص اُس کو ہر ہر چیز کی طرف کھینچتی ہے۔ حتیٰ کہ اُس کا ہر چیز کو یہ دل چاہتا ہی کہ یہ بھی مجھے مل جائے یہ بھی مجھے مل جائے۔ پھر لوگوں سے اُس کے پورا کرنے کا طالب ہوتا ہی۔ جو شخص اس کی طلب کو پورا کر دیتا ہی اُس کے سامنے جھکنا پڑتا ہے، اُس کا مطیع ہونا پڑتا ہے۔ وہ جدھر چاہے کھینچ کر لے جائے، تمہیں جھک مار کر اس کا کہنا ماننا پڑتا ہے۔ جب وہ گذرے تو اس کو سلام کرنا پڑتا ہے، بیمار ہو جائے تو عیادت کرنا پڑتی ہی اور یہ سلام اور عیادت اللہ کے واسطے نہیں ہوتی، بلکہ دنیا کی محبت کی وجہ سے ہوتی ہے (اور جب دنیا کی وجہ سے ہوئی تو اس کا ثواب معلوم ہے) اس کے بعد

حضرت فضیلؒ نے فرمایا یہ حدیث (عمل کے لئے اور کار آمد ہونے کے لئے) سو حدیثوں سے بڑھ کر ہے (احیاء)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں ایک شخص حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہﷺ مجھے مختصر سی نصیحت فرما دیجئے (تاکہ میں اس کو مضبوط پکڑ لوں) حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو چیز دوسروں کے پاس ہے اس سے اپنے کو بالکل مایوس بنا لو (ذرا بھی اس کی طرف التفات نہ کرو) اور طمع سے اپنے کو بالکل محفوظ کر رکھو۔ اس لئے کہ طمع فوری فقر ہے (یعنی اس چیز کی ضرورت تو جب ہوگی جب ہوگی، اس کی طرف تو احتیاج ابھی سے ہوگئی، اور اپنے آپ کو ایسی چیز سے بچاؤ جس کی معذرت کرنا پڑے (ترغیب)

حضرت ابوایوبؓ کی روایت سے اس قسم کا ایک سوال وجواب اور بھی قریب ہی گزر چکا ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں اور نصیحتیں مشترک ہیں۔ ایک ایک نصیحت ہر شخص کے مناسب حال علیحدہ ہے اور بعض روایات میں حضرت سعدؓ کی حدیث میں چار باتیں مذکور ہیں۔ تین وہ جو حضرت ابوایوبؓ کی روایت میں گذریں اور چوتھی طمع کی اس میں زائد ہے۔ اور یہ بات کہ دوسروں کے پاس جو چیز ہو اس سے اپنے آپ کو بالکل مایوس رکھو، دونوں میں مشترک اور بڑی اہم چیز ہے۔ کہ اس کی وجہ سے نہ تو خود کو پریشان ہونا پڑتا ہے نہ دوسرے کے سامنے جھکنا پڑتا ہے۔

حضورﷺ کا ارشاد ہے جو شخص اپنے گھر میں امن سے ہو اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نے بدن کی صحت عطا فرما رکھی ہو، اور ایک دن کا کھانا اس کے پاس موجود ہو تو گویا دنیا ساری کی ساری اس کے پاس موجود ہے (ترغیب) پھر اس کو کسی دوسرے کی کسی چیز کی طرف کیا نگاہ لگانا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی اس قسم کا واقعہ نقل کیا گیا۔ کہ ایک شخص نے حضورﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی مختصر بات بتا دیجئے۔ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز ایسی پڑھو گویا یہ آخری نماز ہے (اور تم حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے حاضر ہو، اس لئے کہ اگر تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تو وہ تمہیں بہرحال دیکھ رہا ہے اور جو چیز دوسروں کے قبضہ میں ہے اس سے

مایوس بنے رہو تم سب سے زیادہ غنی ہوگے۔ اور اپنے آپ کو ایسی چیز سے (قول ہو یا فعل) بچاؤ جس کی معذرت کرنا پڑے (ترغیب)

حضرت سعدؓ سے بھی ایک شخص نے یہ درخواست کی کہ آپ مجھے کوئی نصیحت کریں۔ انھوں نے فرمایا جب نماز پڑھو تو بہت اچھی طرح وضو کرو اس لئے کہ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔ اور بغیر نماز کے ایمان نہیں۔ پھر جب نماز شروع کرو تو ایسی نماز پڑھو جیسا کہ آخری نماز ہو، اور بہت سی حاجتیں طلب نہ کیا کرو اس لئے کہ یہ بھی فوری فقر ہے اور جو چیز دوسروں کے قبضہ میں ہو اس سے اپنے آپ کو بالکل مایوس رکھو، یہی اصل غنا ہے۔ اور کوئی کلام یا کوئی فعل ایسا نہ کرو جس سے پھر معذرت کرنا اور معافی چاہنا پڑے (اتحاف الصلوٰۃ)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بعض آدمی یہ سمجھتے ہیں کہ مال کا چھوڑ دینے والا زاہد ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ مال کا چھوڑ دینا اور موٹے کپڑے پہن لینا ہر ایسے شخص کے لئے آسان ہے جو لوگوں میں اپنی وقعت چاہتا ہو، ان کے یہاں اپنی تعریف کا طالب ہو کتنے ہی دنیا سے بے تعلقی کا اظہار کرنے والے جو تھوڑے سے کھانے پر قناعت کرتے ہیں اور لمبا دروازہ ہر وقت بند رکھتے ہیں، بلکہ ایسے بند مکان میں رہتے ہیں جس کے دروازے ہی نہ ہوں، ان کا مقصد صرف یہ ہو کہ لوگوں کے یہاں اُن کی شہرت ہو اور کتنے ہی عمدہ لباس پہننے والے زہد کا دعویٰ کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ وہ اچھا لباس اتباعِ سنّت میں پہنتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ خود ان کپڑوں وغیرہ کی طرف اپنی خواہش سے متوجہ نہیں ہوتے بلکہ لوگوں کے اصرار اور خواہش سے پہنتے ہیں۔ اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس قسم کے کپڑے ہدایا میں پیش کیا کریں۔ یہ دونوں فریق دنیا کو دین کے ذریعہ سے حاصل کرنے والے ہیں کہ دنیا صرف مال ہی کا نام ہی نہیں، جاہ کی طلب بھی دنیا ہے۔ زاہد کی تین علامتیں ہیں جن کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

(۱) جو اُس کے پاس موجود ہے اُس سے خوش نہ ہو اور جو چیز نہیں ہے اس پر رنجیدہ نہ ہو بلکہ اولیٰ تو یہ ہے کہ موجود سے رنجیدہ ہو اور جو نہیں ہے اُس سے خوش ہو

(۲) اس کی نگاہ میں اُس کی تعریف کرنے والا اور مذمت کرنے والا برابر ہو کہ یہ جاہ

کے زہد کی علامت ہے، اور پہلی چیز مال کے زہد کی علامت ہے۔

(۳) حق تعالیٰ شانہٗ سے اُنس اور محبت ہو اور طاعات میں حلاوت ہو (احیاء)

اس جگہ دو واقعے اپنے اکابر کے نمونے کے لئے لکھنے کو دل چاہتا ہے۔ ایک تو وہ مکتوب گرامی جو شیخ المشائخ قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے اپنے مرشد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اعلی اللہ مراتبہٗ کی خدمت میں لکھا، جو مکاتیب رشیدیہ میں طبع بھی ہو چکا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"حضور والا نے جو بندہ نالائق کے حالات سے استفسار فرمایا ہے۔ میرے ماوائے دارین اس ناکس کے کیا حالات اور کس درجہ کی کوئی خوبی ہے جو آفتاب کمالات کے روبرو عرض کروں، بخدا سخت شرمندہ ہوں کچھ نہیں ہوں مگر جو ارشاد حضرت ہے تو کیا کروں، بناچاری کچھ لکھنا پڑتا ہے حضرت مرشدی من علم ظاہری کا تو یہ حال ہے کہ آپ کی خدمت سے دور ہوتے غالباً عرصہ سات سال سے کچھ زیادہ ہوا ہے۔ اس سال تک دو سو سے چند عدد زیادہ آدمی سند حدیث حاصل کر کے گئے۔ اور اکثر ان میں وہ ہیں کہ انھوں نے درس جاری کیا اور سُنّت کے احیا میں سرگرم ہوئے اور اشاعت دین اُن سے ہوئی اور اس شرف سے زیادہ کوئی شرف نہیں اگر قبول ہو جائے۔ اور حضرت کے اقدام نعلین کی حاضری کے ثمرہ کا یہ خلاصہ ہے کہ جذر قلب میں غیر حق تعالیٰ سے نفع وضرر کا التفات نہیں واللہ بعض اوقات اپنے مشائخ کی طرف سے علیحدگی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا کسی کے مدح و ذم کی پروا نہیں رہی، اور ذام و مادح کو دور جانتا ہوں اور معصیت کی طبعاً نفرت اور اطاعت کی طبعاً رغبت پیدا ہو گئی ہے اور یہ اثر اسی نسبت یادداشت بے رنگ کا ہے جو مشکوٰۃ انوار حضرت سے پہنچی ہے۔ بس زیادہ عرض کرنا گستاخی اور شوخ چشمی ہے، یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت

کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں تیرا ہی ظل ہے
تیرا ہی وجود ہے، میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں اور وہ جو میں ہوں وہ تو
ہے اور میں اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے استغفر اللہ
استغفر اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اب عرض سے معذور فرما کر
قبول فرمادیں۔ والسلام۔ ۱۳۰۶ھ

یہ گرامی قدر مکتوب وصال سے سترہ سال قبل کا ہے۔ ان سترہ سال میں مدح و ذم کی برابری میں اور غیر حق سے نفع و ضرر کی طرف عدم التفات میں جو ترقیات ہوئی ہونگی، انکا ادراک بھی کون کر سکتا ہے۔

دوسرا واقعہ جس کو امیر شاہ خان صاحب نے امیر الروایات میں لکھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ "تحصیل سکندر آباد میں ایک گاؤں ہے حسن پور۔ میں نے بھی دیکھا ہے بہت بڑا گاؤں ہے۔ یہ ایک وقت میں مولوی محمد اسحٰق صاحب (دہلوی جو مشہور اساتذہ حدیث میں ہیں) اور مولوی محمد یعقوب صاحب کا تھا۔ مولوی مظفر حسین صاحب (کاندھلوی) فرماتے تھے کہ مولوی محمد اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب نہایت سخی تھے اور اکثر تنگی کی وجہ سے کچھ ملول سے رہتے تھے۔ لیکن ایک روز میں نے دیکھا کہ دونوں بھائی نہایت ہشاش بشاش ہیں اور خوشی میں اِدھر سے اُدھر آتے جاتے ہیں اور کتابیں یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں رکھتے اور خوشی کے لہجہ میں آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر سمجھا کہ شاید آج کوئی بڑی رقم ہندوستان سے آگئی (دونوں حضرات مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے) جس سے یہ اس قدر خوش ہیں۔ یہ سمجھ کر میں نے چاہا کہ واقعہ دریافت کر لوں مگر بڑے میاں سے تو پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ چھوٹے میاں سے پوچھا کہ حضرت آج آپ بہت خوش نظر آتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے تعجب کے لہجہ میں فرمایا کہ تم نے سنا نہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ ہمارا گاؤں حسن پور ضبط ہو گیا۔ یہ خوشی اسکی ہے کیونکہ جب تک وہ تھا ہم کو خدا پر پورا توکل نہ تھا اور اب صرف خدا پر بھروسہ رہ گیا۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ اس واقعہ پر لکھتے ہیں کہ

مجھے حضرت غوث پاکؒ کی خوشی یاد آگئی۔ کہ جس وقت خادم نے ایک قیمتی آئینہ کے ٹوٹ جانے کی ڈرتے ڈرتے اس مصرعہ سے اطلاع دی کہ ع

از قضا آئینۂ چینی شکست

آپ نے فی البدیہہ فرمایا ع

خوب شد اسباب خود بینی شکست (امیر الروایات)

پہلے مصرعہ کا ترجمہ ہے کہ "تقدیر سے چینی آئینہ ٹوٹ گیا" دوسرے کا ترجمہ ہے "بہت اچھا ہوا کہ خود بینی کے اسباب جاتے رہے" فقط

(۱) عن عائشۃؓ قالت ما شبع من خبز شعیر یومین متتابعین حتی قبض۔ رواہ الترمذی فی الشمائل۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر میں اپنی وفات تک کبھی جو کی روٹی بھی دو دن لگاتار پیٹ بھر کر نوش نہیں فرمائی

فائدہ:- یہی حضورؐ کی زندگی تھی۔ دو چار حدیثوں میں نہیں سینکڑوں احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہی نقشہ موجود ہے۔ آج مسلمانوں کے فقر و فاقہ کا اس قدر شور ہے کہ حد نہیں۔ مگر کتنے آدمی ایسے ہونگے جن کو عمر بھر میں دو دن بھی پیٹ بھر کر معمولی روٹی نہ ملی ہو۔ شمائل ہی کی ایک اور حدیث میں حضرت عائشہؓ حضورؐ کے سارے گھرانے کا یہی عمل نقل کرتی ہیں۔ کہ حضورؐ کے گھر والوں نے حضورؐ کی وفات تک کبھی بھی دو دن لگاتار جو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ پر کئی کئی راتیں مسلسل ایسی گذر جاتی تھیں کہ حضورؐ کو اور حضورؐ کے گھر والوں کو شام کا کھانا میسر نہیں ہوتا تھا۔ رات بھر سب کے سب فاقہ سے گذار دیتے تھے۔ اور جو کی روٹی پر حضورؐ کا گذارہ تھا۔

حضرت سہلؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضورؐ کا معمول چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھانے کا تھا؟ حضرت سہلؓ نے فرمایا کہ حضورؐ نے وصال تک چھنے ہوئے آٹے کو دیکھا بھی نہ ہوگا پھر اس نے پوچھا کیا حضورؐ کے زمانہ میں آپ حضرات کے یہاں چھلنیاں نہیں تھیں؟ حضرت

سہل رضؓ نے فرمایا کہ چھلنیوں کا دستور نہیں تھا۔ انھوں نے (تعجب سے) پوچھا کہ بغیر چھنے جو کے آٹے کو کیوں کر کھاتے تھے؟ حضرت سہل رضؓ نے فرمایا کہ آٹے (کو حرکت دے کر اس) میں پھونک مار دیا کرتے تھے جس سے (موٹے موٹے) تنکے اڑ جاتے تھے، باقی کو پکا لیا کرتے تھے (شمائل ترمذی)

فائدہ:۔ آج گیہوں کی روٹی بغیر چھنے آٹے کی کھانا مشکل سمجھا جاتا ہے۔ یہ حضرات جو کے آٹے کی روٹی بغیر چھنے نوش فرماتے تھے۔ وہ بھی پیٹ بھر کر نہ ملتی تھی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب میں پیٹ بھر کر کھانا کھاتی ہوں تو میرا رونے کو (بے اختیار) دل چاہتا ہے۔ پس رونے لگتی ہوں۔ کسی نے عرض کیا یہ کیا بات ہے؟ فرمانے لگیں مجھے حضورؐ کا زمانہ یاد آجاتا ہے۔ کہ گوشت سے یا روٹی سے کبھی بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال تک دن میں دو مرتبہ پیٹ بھر کر تناول فرمانے کی نوبت نہیں آئی۔ (شمائل)

سعید مقبریؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ کا ایک جماعت پر گذر ہوا۔ وہ لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ اور مرغی بھنی ہوئی ان کے سامنے رکھی تھی انھوں نے حضرت ابوہریرہؓ کی تواضع کی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے انکار فرمادیا۔ اور یہ فرمایا کہ حضورؐ اس حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ جو کی روٹی سے پیٹ بھرنے کی بھی نوبت نہیں آئی (مشکوٰۃ) میرا دل کس طرح چاہے کہ مرغ کھاؤں۔ حضرت ابوہریرہؓ کا یہ ارشاد عام حالت کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ مرغی کا کھانا حضورؐ سے بھی ثابت ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بھوکے رہتے تھے۔ بغیر ناداری کے۔ یعنی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کھانا موجود ہو پھر بھی حضورؐ کم تناول فرماتے تھے۔ اس لئے کہ بھوکے رہنے سے انوار کی کثرت ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص دنیا میں کھانے پینے کی مقدار کم رکھتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس پر فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو میں نے اس کو کھانے پینے کی کمی میں مبتلا کیا اس نے صبر کیا۔ تم گواہ رہو کہ جو لقمہ اس نے کم کیا ہے اس

کے بدلہ میں جنت کے درجے اس کے لئے تجویز کرتا ہوں (احیاء)

یہ بات جگہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اپنے اختیار سے اتنی کمی ہرگز نہ کرے جو صحت کو مضر ہو کر دوسرے دینی کاموں میں نقصان کا سبب ہو، اسی وجہ سے روزہ میں سحری کو سنت قرار دیا گیا کہ روزہ میں ضعف نہ پیدا ہو، اسی وجہ سے دوپہر کا سونا سنت قرار دیا گیا کہ رات کے جاگنے میں معین ہو۔

حضورؐ کا ارشاد ہو کہ کوئی برتن بھرنے کے اعتبار سے پیٹ سے برا نہیں ہی (یعنی جتنا پیٹ کا بھرنا برا ہے اتنا کسی برتن کا بھرنا برا نہیں ہے) اور چونکہ مجبوری ہے کھانا پڑتا ہی ہے۔ اس لئے ایک تہائی پیٹ کھانے کے لئے، ایک تہائی پینے کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے رکھنا چاہیے۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ ایک روٹی کا ٹکڑا حضورؐ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ کیا چیز ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ میں نے آج روٹی پکائی تھی۔ میرے دل نے بغیر آپ کے نوش فرمائے کھانا گوارا نہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تین دن کے اندر یہ پہلی چیز ہے جو تمہارے باپ کے منہ میں جارہی ہے (یعنی تین دن سے کوئی چیز کھانے کی نوبت نہیں آئی)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دنیا میں جو لوگ بھوکے رہنے والے ہیں آخرت میں وہی لوگ پیٹ بھرنے والے ہیں، اور حق تعالیٰ شانہ کو وہ شخص بہت ناپسند ہے جو اتنا کھائے کہ بدہضمی ہوجائے۔ جو شخص کسی ایسی چیز کے کھانے کو ترک کرے جس کو دل چاہتا ہے اس کے لئے جنت میں درجے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ پیٹ بھر کر کھانے سے احتیاط رکھو، یہ زندگی میں بھاری پن کا سبب ہے، اور مرنے کے وقت گندگی اور عفونت ہے۔

حضرت شقیق بلخیؒ کا ارشاد ہے کہ عبادت ایک پیشہ ہے جس کی دکان تنہائی ہے۔ اور اس کا آلہ (جس سے پیشہ کیا جائے) بھوکا رہنا ہے۔

حضرت فضیلؒ اپنے دل سے فرمایا کرتے تھے کہ تو بھوکا رہنے سے ڈرتا ہے۔ یہ ڈر کی چیز

نہیں ہے۔ تیری کیا حقیقت ہے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام بھوکے رہ چکے ہیں۔ حضرت فضیلؒ یہ بھی کہا کرتے ۔۔۔۔۔۔ یا اللہ تو نے مجھے اور میرے اہل وعیال کو بھوکا رکھا، اندھیری راتوں میں بغیر روشنی کے رکھا۔ یہ تو تو اپنے نیک بندوں کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ یا اللہ تو نے مجھے یہ دولت کس عمل پر عطا فرمائی، یعنی اس پر تعجب کیا کرتے تھے کہ میں (اپنے خیال کے موافق) نیک تو ہوں نہیں۔ پھر یہ نیک لوگوں کا سا برتاؤ میرے ساتھ کس عمل کے صلہ میں ہو۔ حضرت کہمس فرمایا کرتے تھے یا اللہ تو نے مجھے بھوکا رکھا، ننگا رکھا، اندھیری راتوں میں بغیر چراغ کے رکھا (میں تو ان احسانات کے قابل نہ تھا یہ درجے) کن چیزوں کی وجہ سے مجھے ملے۔ حضرت فتح موصلی کو جب کوئی سخت بیماری لاحق ہوتی یا بھوک کی شدت ہوتی تو کہتے یا اللہ تو نے مجھے بھوک اور مرض میں مبتلا کیا اور تو یہ ابتلاء اپنے نیک بندوں کو دیا کرتا ہے۔ میں کس نیک عمل سے تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں۔

مالک بن دینارؒ نے محمد بن واسع سے کہا بڑا مبارک ہے وہ شخص جس کے لئے معمولی سی پیداوار ایسی ہو جس سے وہ زندہ رہ سکے اور لوگوں سے مانگنے کا محتاج نہ ہو۔ محمد بن واسع نے فرمایا مبارک وہ شخص ہے جو صبح کو بھی بھوکا رہے شام کو بھی بھوکا رہے اور اس پر بھی اپنے رب سے راضی رہے تورات میں لکھا ہے کہ جب تو پیٹ بھر کر کھانا کھایا کرے تو بھوکے آدمیوں کا بھی دل میں خیال لے آیا کر۔ ابوسلیمان کہتے ہیں کہ میں رات کے کھانے میں سے ایک لقمہ کم کھاؤں یہ مجھے ساری رات کے جاگنے سے زیادہ پسند ہے، ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ بھوک اللہ کا ایسا خزانہ ہے جو اپنے دوستوں ہی کو دیتا ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ مسلسل بیس بیس دن سے زیادہ بھوکے گذار دیتے تھے اور ان کی سال بھر کی غذا کی میزان ایک درہم یعنی ۳۔ رہوتی تھی۔ یہ بھوکے رہنے کی بڑی ترغیب دیا کرتے یہاں تک کہا کرتے تھے۔ کہ ضرورت سے زائد کھانا چھوڑنے کی برابر کوئی بھی نیک عمل نہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی اتباع ہے۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ حکمت اور علم بھوکے رہنے میں ہے۔ اور جہل اور گناہ پیٹ بھر کر کھانے میں مرکوز ہے ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ آدمی ابدال میں سے نہیں ہو سکتا جب تک بھوکا رہنے اور چپ رہنے

اور راتوں کو جاگنے کا عادی نہ ہو۔ اور تنہائی کو پسند نہ کرتا ہو۔ اُن کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص بھوکا رہتا ہے اُس کو وسوسے کم آیا کرتے ہیں۔

عبدالواحد بن زید قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کسی شخص کی صفائی بغیر بھوکا رہنے کے نہیں کرتے اور اسی کی وجہ سے بزرگ پانی پر چلا کرتے ہیں، اسی کی وجہ سے اُن کو طی الارض حاصل ہوتا ہے (احیاء) طی الارض بزرگوں کی ایک خاص رفتار کا نام ہے جس کی وجہ سے چند قدم میں ہزاروں میل طے کر لیتے ہیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بھوکے رہنے میں دس فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) دل کی صفائی اس سے حاصل ہوتی ہے، طبیعت تیز ہوتی ہے، بصیرت بڑھ جاتی ہے، اس لئے کہ پیٹ بھر کر کھانے سے طبیعت میں بلادت آتی ہے اور دل کا نور جاتا رہتا ہے معدے کے بخارات دماغ کو گھیر لیتے ہیں جس کا اثر دل پر بھی پڑتا ہے اور دل کا نور جاتا رہتا ہے معدے کے بخارات دماغ کو گھیر لیتے ہیں جس کا اثر اس پر بھی پڑتا ہے کہ وہ فکر میں دوڑنے سے عاجز ہوتا ہے۔ بلکہ کم عمر بچہ اگر زیادہ کھانے لگے تو اس کا حافظہ بھی خراب ہو جاتا ہے ذہن بھی کند ہو جاتا ہے۔ ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ بھوکا رہنے کی عادت پیدا کرو، یہ نفس کو مطیع کرتا ہے۔ دل کو نرم کرتا ہے اور آسمانی علوم اس سے حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے جس دن بھوکا رہا میں نے اپنے اندر عبرت اور حکمت کا ایک دروازہ کھلا ہوا پایا۔ اسی وجہ سے حضرت لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو نصیحت ہے کہ بیٹا جب معدہ بھر جاتا ہے تو فکر سو جاتا ہے، اور حکمت گونگی ہو جاتی ہے، اور اعضاء عبادت سے سست پڑ جاتے ہیں۔ ابو یزید بسطامی فرماتے ہیں کہ بھوک ایک ابر ہے جب آدمی بھوکا ہوتا ہے تو وہ ابر دل پر حکمت کی بارش کرتا ہے۔

۲۔ دوسرا فائدہ دل کا نرم ہونا ہے جس سے ذکر وغیرہ کا اثر دل پر ہوتا ہے۔ بسا اوقات آدمی بڑی توجہ سے ذکر کرتا ہے لیکن دل اس سے لذت حاصل نہیں کرتا۔ اور نہ اس سے متاثر ہوتا ہے اور جس وقت دل نرم ہوتا ہے تو ذکر میں بھی لذت آتی ہے۔ دعا

اور مناجات میں بھی مزہ آتا ہے۔

ابو سلیمان دارانی کہتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ عبادت میں مزہ جب آتا ہے جب میرا پیٹ بھوک کی وجہ سے کمر کو لگ جائے۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی حق تعالیٰ شانہٗ کے اور اپنے سینے کے درمیان ایک جھولی کھانے کی کر لیتا ہے۔ پھر یہ بھی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کی حلاوت بھی نصیب ہو (پیٹ بھرنے کو فقیر کی جھولی بھرنے سے تشبیہ دی ہے)

۳۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ آدمی میں عاجزی، مسکنت پیدا ہوتی ہے اور اکڑ و مکر جاتی رہتی ہے جو سرکشی اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے غفلت کا سرچشمہ ہے۔ نفس کسی چیز سے بھی اتنا زیر نہیں ہوتا جتنا بھوکا رہنے سے ہوتا ہے۔ اور آدمی جب تک اپنے نفس کی ذلت اور عاجزی نہیں دیکھتا اس وقت تک اپنے مولیٰ کی عزت اور اس کا غلبہ نہیں دیکھ سکتا۔ آدمی کو چاہیے کہ کثرت سے بھوکا رہے۔ تاکہ ذوق سے اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ :—

جب حق تعالیٰ شانہٗ نے حضور ﷺ پر یہ پیش فرمایا کہ مکہ مکرمہ کی ساری زمین سونے کی کر دی جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا یا اللہ یہ نہیں بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں، اور ایک دن کھاؤں، تاکہ جس دن بھوکا رہوں تو صبر کروں اور تیری طرف عاجزی کروں (تجھ سے مانگوں) اور جس دن کھاؤں اس دن تیرا شکر ادا کروں۔

۴۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اہل مصیبت اور فاقہ زدوں سے غفلت پیدا نہیں ہوتی پیٹ بھرے آدمی کو بالکل اندازہ نہیں ہوتا کہ بھوکوں اور محتاجوں پر کیا گذر رہی ہے

حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے کسی نے عرض کیا کہ زمین کے خزانے تو آپ کے قبضہ میں ہیں پھر بھی آپ بھوکے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ خود پیٹ بھر لینے سے کہیں بھوکوں کو نہ بھول جاؤں۔ اور بھوکے پیاسے رہنے سے قیامت کے دن کی بھوک اور پیاس کی یاد بھی تازہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے عذاب کا خوف بھی پیدا ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد آجاتا ہے کہ بھوک اور پیاس کی شدت میں جہنم میں کھانا کیا ملے گا وہ

جو حلق میں اٹک جائے اور پینے کو کیا ملے گا جہنمیوں کے زخموں کا لہو اور پیپ ۔

۵۔ پانچواں فائدہ جو اصل ہے اور اہم ہے ۔ گناہوں سے بچنا ہے ۔ کہ پیٹ بھرنا ہی ساری شہوتوں کی جڑ ہے ۔ اور بھوکا رہنا ہر قسم کی شہوت کو توڑتا ہے اور آدمی کے لئے بڑی سعادت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور بڑی بدبختی یہ ہے کہ اس کا نفس اس پر قابو پا جائے اور جیسا کہ سرکش گھوڑے کو بھوکا رکھ کر قابو میں رکھا جا سکتا ہے اور جب وہ خوب کھاتا پیتا رہتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے ۔ اسی طرح نفس کا بھی حال ہے

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ آپ بڑھاپے میں بھی اپنے بدن کی خبر گیری نہیں کرتے (کچھ طاقت اور قوت کی چیزیں کھانے کی ضرورت ہے) وہ فرمانے لگے کہ یہ نفس نشاط کی طرف بڑی تیزی سے چلنے والا ہے ۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں مجھے کسی گناہ کی مصیبت میں نہ پھانس دے ۔ اس لئے میں اُس کو مشقت میں ڈالے رکھوں ۔ یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ وہ مجھے کسی گناہ کی ہلاکت میں ڈالدے ۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ سب سے پہلی بدعت جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئی وہ پیٹ بھر کر کھانے کی ہے ۔ جب آدمیوں کے پیٹ بھر جاتے ہیں تو ان کے نفوس دنیا کی طرف جھکنے لگتے ہیں ۔ اور یہ فائدہ جو ذکر کیا جا رہا ہے ایک ہی فائدہ نہیں بلکہ فوائد کا خزانہ ہے ۔ اور اس میں کم سے کم جو فائدہ ہے وہ شرمگاہ کی شہوت اور فضول بات کی خواہش کا چھوڑنا ہے ۔ اس لئے کہ بھوکے آدمی کا دل فضول باتیں کرنے کو نہیں چاہا کرتا ۔ اور اسی ایک بات کی وجہ سے آدمی غیبت سے، جھوٹ سے، فحش بات کرنے سے چغلی وغیرہ بہت سی چیزوں سے محفوظ رہتا ہے اور پیٹ بھرنے پر آدمی کا دل تفریحی باتوں کو چاہا کرتا ہے اور عام طور سے ہم لوگوں کی تفریحیں آدمیوں کی آبروؤں سے ہی ہوتی ہیں اور حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ زبان کی کھیتیاں ہی آدمی کو (اکثر) جہنم میں ڈالتی ہیں اور شرمگاہ کی شہوت کی ہلاکت تو کسی سے بھی مخفی نہیں ہے اور آدمی کا جب پیٹ بھرا ہوتا ہے تو پھر شرمگاہ پر قدرت دشوار ہو جاتی ہے ۔ اور اگر اللہ کے خوف سے آدمی اس پر قدرت پا بھی لے تب بھی آنکھ کا گناہ (نا جائز طریقہ سے کسی عورت یا مرد کو دیکھنا) تو ہو ہی جاتا ہے ۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آنکھ بھی زنا کرتی ہے جیسا

کو شرمگاہ زنا کرتی ہے، اور اگر آدمی آنکھ بند کر کے اس پر بھی قدرت پالے تب بھی جس کو دیکھا جا چکا ہے اس کا خیال تو دل میں آتا ہی رہے گا۔ اور شہوت کے خیالات حق تعالیٰ شانہٗ سے مناجات کی لذت کو کھو دیتے ہیں۔ اور بسا اوقات یہ فاسد خیالات نماز میں بھی آجاتے ہیں۔ زبان اور شرمگاہ مثال کے طور پر ذکر کردیئے۔ ورنہ ساتوں اعضاء کے سارے گناہ اسی قوت سے پیدا ہوتے ہیں جو پیٹ بھرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

۶۔ چھٹا فائدہ یہ ہے کہ کم کھانے سے نیند کم آتی ہے۔ کثرت سے جاگنے کی دولت نصیب ہوتی ہے اس لئے کہ پیٹ بھر کر کھانے سے پیاس خوب لگتی ہے۔ اور پانی پینے سے نیند خوب آتی ہے۔ مشائخ کا مقولہ ہے کہ زیادہ نہ کھاؤ۔ ورنہ زیادہ پانی پیو گے پھر زیادہ سوؤ گے جس کی وجہ سے زیادہ خسارہ میں رہو گے۔

کہتے ہیں کہ ستر حکیموں کا اس پر اتفاق ہے کہ زیادہ پانی پینے سے زیادہ نیند آتی ہے اور زیادہ سونے میں عمر کا بہت بڑا حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اور تہجد کا فوت ہو جانا علیحدہ رہا۔ نیز زیادہ سونے سے طبیعت کی بلادت اور دل کی قساوت بھی پیدا ہوتی ہے۔ اور بیوی پاس نہ ہو تو احتلام کا سبب بھی ہوتا ہے۔ پھر غسل کے اسباب مہیا نہ ہونے میں اکثر تہجد بھی فوت ہو جاتا ہے۔

۷۔ ساتواں فائدہ عبادت پر سہولت سے قادر ہوتا ہے کہ پیٹ بھر کر کھانے سے اکثر کاہلی پیدا ہوتی ہے جو عبادت کو مانع ہوتی ہے اور خود کھانے ہی میں بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کو تیار بھی کرنا پڑے تو اور بھی زیادہ اضاعت وقت ہے۔ پھر کھانے کے بعد ہاتھ دھونا، خلال کرنا، پھر بار بار اٹھ کر پانی پینا ان سب اوقات کا حساب لگایا جائے تو کتنا وقت ہوا۔ اگر یہ سارا وقت اللہ کی یاد میں اور دوسری عبادتوں میں خرچ ہوتا تو کتنا نفع کماتا۔

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے علی جرجانی کے ساتھ ستو دیکھا جس کو وہ پھانک رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ ستو کی عادت کیسے پڑ گئی۔ فرمانے لگے کہ میں نے جو حساب لگایا تو لقمہ منہ میں رکھنے سے اس کے نگلنے تک ستر مرتبہ سُبحَانَ اللہ کہنے کا وقت ملتا ہے اس

وجہ سے میں نے چالیس سال سے روٹی نہیں کھائی۔ کہ اس کے چبانے میں بہت دیر لگتی ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ آدمی کا ہر سانس بہت بڑا قیمتی جوہر ہے۔ جس کو آخرت کے خزانہ میں محفوظ کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ تاکہ وہ کبھی ضائع نہ ہو۔ اور اس کی صورت صرف یہی ہے کہ اس سانس کو اللہ کے ذکر یا کسی اور عبادت میں صرف کر دے۔ اس کے علاوہ کھانا زیادہ کھانے سے وضو کم ٹھہرتا ہے استنجے کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ اور ان امور کی وجہ سے علاوہ اس کے کہ ان میں وقت ضائع ہوتا ہے۔ مسجد میں زیادہ اوقات نہیں گزار سکتا کہ بار بار ان ضروریات کی وجہ سے نکلنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ روزہ بھی اسی کو بہت سہل ہوتا ہے۔ جو بھوکا رہنے کا عادی ہو جائے۔ غرض روزہ، اعتکاف اور کثرت سے با وضو رہنا اور کھانے پینے کے اوقات کو عبادت میں خرچ کرنا اتنے کثیر فائدے ہیں جن کا شمار نہیں ہے۔ اس کی قدر وہ غافل لوگ کیا جانیں جن کو دین کی قدر ہی نہیں ہے۔ وہ دنیا کی چند روزہ زندگی پر راضی ہو کر مطمئن ہو گئے۔ پس دنیا ہی کے حالات کو جانتے ہیں۔ ان کو آخرت کی خبر ہی نہیں کیا چیز ہے۔

۸۔ آٹھواں فائدہ کم کھانے میں بدن کی صحت ہے کہ بہت سے امراض زیادہ کھانے ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ کہ اس کی وجہ سے معدہ میں اور رگوں میں اخلاط ردیہ جمع ہو جاتے ہیں جن سے طرح طرح کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ اور امراض قطع نظر اس کے کہ صحت کے منافی ہیں عبادات سے بھی مانع ہوتے ہیں۔ دل کو تشویش میں ڈالتے ہیں۔ ذکر و فکر سے مانع ہونے کے علاوہ دوا، پرہیز، حکیم، ڈاکٹر، فصد کھولنے والا، جونکیں لگانے والا، غرض ایک لمبا چوڑا جھگڑا آدمی کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے، پھر ان سب چیزوں میں مشقت علیحدہ ہے، خرچ علیحدہ ہے اور بھوکے رہنے میں ان سب آفات سے امن ہے۔

کہتے ہیں ہارون رشید نے ایک مرتبہ چار ماہر حکیموں کو جمع کیا۔ ایک ہندی ماہر، دوسرا رومی (انگریزی) تیسرا عراقی، چوتھا سوادی (سواد کا رہنے والا) اور چاروں سے دریافت کیا کوئی ایسی دوا بتاؤ جو کسی چیز کو نقصان نہ کرتی ہو۔ ہندی نے کہا میرے خیال میں دوا جو کسی چیز کو نقصان نہیں کرتی اہلیلج اسود (ہلیلۂ سیاہ) ہے۔ عراقی نے کہا۔

میرے خیال میں حب الرشاد الابیض (جس کو فارسی میں تخم سپندان اور ہندی میں حالون کہتے ہیں۔ رومی نے کہا کہ میرے نزدیک گرم پانی ہے۔ یعنی وہ کسی چیز کو مضر نہیں ہے۔ سوادی نے کہا کہ یہ سب غلط ہے۔ ہلیلہ معدہ کو روندتا ہے۔ (پاؤں سے کسی چیز کو مسلنا) اور یہ بیماری ہے (اس کے علاوہ جگر کے لئے بھی مضر ہے۔ زکریا) اور حب الرشاد معدہ میں پھسلن پیدا کرتا ہے۔ اور گرم پانی معدہ کو ڈھیلا کر دیتا ہے۔ ان سب طبیبوں نے کہا پھر تم بتاؤ ایسی کیا دوا ہے جو کسی کو نقصان نہیں کرتی۔ سوادی نے کہا کہ کھانا اس وقت تک نہ کھایا جائے جب تک خوب رغبت پیدا نہ ہو۔ اور ایسی حالت میں ختم کیا جائے کہ زیادہ کی رغبت باقی ہو۔ بقیہ تینوں طبیبوں نے اس کی رائے سے اتفاق کیا۔

ایک فلسفی حکیم کے سامنے حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ تہائی پیٹ کھانے کے لئے تہائی پانی کے لئے اور تہائی سانس لینے کے لئے۔ اس نے سن کر بڑا ہی تعجب کیا اور کہا کہ کھانا کم کھانے میں اس سے بہتر اور مضبوط بات میں نے آج تک نہیں سنی بے شک یہ حکیم کا کلام ہے۔

۹۔ نواں فائدہ اخراجات کی کمی ہے۔ جو شخص کم کھانے کا عادی ہوگا اس کا خرچ بھی کم ہوگا۔ اور زیادہ کھانے میں اخراجات بھی بڑھیں گے۔ جن کے حاصل کرنے کے لئے یا تو ناجائز طریقے اختیار کرنے پر مجبور ہوگا یا لوگوں سے مانگنے کی ذلت اختیار کرے گا۔ (حضرت سہل تستریؒ کا حال قریب ہی گذر چکا ہے کہ ان کے کھانے کی میزان سال بھر کی ۳۰ رہوتی تھی)

ایک حکیم کا قول ہے کہ میں اپنی اکثر ضرورتیں ترک کر دینے سے پوری کرتا ہوں جس سے مجھے بڑی یکسوئی اور راحت رہتی ہے۔

ایک اور حکیم کا قول ہے کہ جب مجھے اپنی کسی ضرورت کے پورا کرنے کے لئے کسی سے قرض کی ضرورت ہوتی ہے تو میں اپنے نفس ہی سے قرض مانگ لیتا ہوں۔ اس کو سمجھا دیتا ہوں کہ اس کو پھر کسی وقت ادا کر دوں گا۔ یعنی تیری خواہش اس وقت میرے ذمہ قرض ہے اس کو کسی دوسرے وقت پوری کر دوں گا۔

حضرت ابراہیم ادہمؒ جب کسی چیز کا نرخ معلوم کرتے کہ وہ بہت گراں ہے تو اپنے دوستوں سے فرماتے اس کو چھوڑ کر ارزاں کر دو (جس چیز کا خریدنا آدمی چھوڑ دے اپنی طرف

سے تو وہ ٹکہ سیر ہو ہی گئی۔ اپنی بلا سے جلنے میں چلا ہے پکے۔ آدمی کی ہلاکت کا بڑا سبب دنیا کی حرص ہے۔ اور یہ حرص پیٹ اور شرم گاہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور شرم گاہ کی قوت بھی پیٹ کی قوت سے ہوتی ہے۔ اور کھانا کم کھانے میں ان سب آفتوں سے امن ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ جس کو بھی نصیب فرمادے۔

۱۰۔ دسواں فائدہ ایثار، ہمدردی اور صدقات کی کثرت کا سبب ہے۔ کم کھانے کی وجہ سے جتنا کھانا بچے گا وہ یتامیٰ، مساکین، غرباء پر صدقہ ہو کر قیامت میں اس کے لئے سایہ بنے گا کہ حضور ﷺ کا پاک ارشاد پہلے گذر چکا ہے کہ آدمی قیامت کے دن اپنے صدقے کے سائے کے نیچے ہوگا، اور جتنا زیادہ کھائے گا وہ پاخانہ بن کر کوڑی پر جمع ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے خزانہ میں جو جمع ہوگیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کام آتا رہے گا۔ اور جو پاخانہ ہو گیا وہ ضائع ہو گیا۔ اسی لئے حضور ﷺ کا ارشاد ہے جو پہلے بھی گذر چکا کہ آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ اس کے لئے اس کے مال میں سے بجز تین چیز کے کچھ نہیں ہے۔ ایک وہ جو صدقہ کر دیا اور ہمیشہ کے لئے اس کو محفوظ کر لیا۔ دوسرا وہ جو کھا لیا اور کھا کر ختم کر دیا۔ تیسرا وہ جو پہن کر پرانا کر دیا۔ اس کے علاوہ جو ہے وہ دوسروں کا مال ہے وارثوں کا حصہ ہے۔ اس کا اس میں کچھ بھی نہیں ہے۔

اس کے علاوہ صدقات کے فضائل کثرت سے گذر ہی چکے ہیں۔ یہ دس فوائد کم کھانے کے لئے نہایت اختصار سے ذکر کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک فائدہ اپنے اندر بے شمار فائدے رکھتا ہے (احیاء)

یہ بات قابل لحاظ ہے جو پہلے بھی متعدد بار لکھی جا چکی ہے کہ ان فضائل کے حق ہونے میں تردد نہیں۔ یقیناً یہ وہ کمالات ہیں کہ جس خوش نصیب کو حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے عطا فرمادے۔ اس کے لئے دین اور دنیا دونوں کی راحت ہے۔ اور آخرت کے لئے بے شمار درجات اور ترقیات کا زینہ یہی چیزیں ہیں۔ لیکن اپنے تحمل کی رعایت ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوا چلا تھا ہنس کی چال وہ اپنی بھی بھول گیا۔ زیادہ کے شوق میں آدمی تھوڑے سے بھی جاتا رہے اس لئے ان سب چیزوں کی طرف دل کو رغبت دیتے رہنے کے ساتھ ان چیزوں کے اور اس طرز زندگی کے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کے ساتھ

اور ان امور کو نہایت وقعت سے دیکھنے کے ساتھ عمل اتنا ہی کرنا چاہیئے جتنا اپنے اندر تحمل ہو کہ بیمار آدمی طاقت سے زیادہ بوجھ اُٹھائے گا تو جلدی مرے گا۔ ہم لوگ نفس کی بیماریوں کے بیمار ہیں۔ اعضاء اور قویٰ کے ضعف کے مارے ہوئے ہیں۔ اس لئے صحت کی تمنا اور کوشش سعی اور رغبت کے ساتھ ایسی کوئی چیز عملی طور سے اختیار نہ کرنا چاہیئے جو اس حالت سے بھی گرا دے جس پر اب موجود ہیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کم کھانے کی عادت آہستہ آہستہ پیدا کرنی چاہیئے جو شخص زیادہ کھانے کا عادی ہو وہ دفعتاً کم کرے گا تو اس کو تحمل بھی نہ ہو گا ضعف بھی ہو جائے گا مشقت بھی بڑھ جائے گی۔ اس لئے بہت آہستگی اور سہولت کے ساتھ اس کو اختیار کرنا چاہیئے مثلاً اگر کوئی شخص دو نان کھاتا ہو تو اس کو ایک نان کا اٹھائیسواں حصہ روزانہ کم کرنا چاہیئے۔ اس سے ایک مہینہ کے اندر آدھی خوراک رہ جائے گی (اور اگر اس کا تحمل دشوار ہو تو چالیسواں حصہ کم کرنا چاہیئے)

حضرت سہل تستریؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے مجاہدوں کی ابتداء کس طرح ہوئی انھوں نے فرمایا کہ میرا سالانہ خرچ ابتداء میں تین درم تھا (یعنی ۱۰۔ ر) ابتداء میں اس کی صورت یہ تھی کہ میں ایک درم کا تو دبس (انگور یا کھجور کا شیرہ یا رس) لے لیتا تھا۔ اور ایک درم کا چاول کا آٹا اور ایک درم کا گھی اور ان تینوں کو ملا کر تین سو ساٹھ لڈو بنا لیتا تھا۔ ایک روزانہ وہ افطار کرنے کے وقت کھا لیتا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ اب کیا معمول ہے؟ فرمایا اب تو کوئی متعین چیز نہیں جب موقع ہو، کچھ کھا لیتا ہوں (یہ قریب ہی گزر چکا کہ یہ حضرت بیس بیس دن بغیر کھائے گزار دیتے تھے)

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میرا گذران حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صاع جو (تقریباً ساڑھے تین سیر) فی ہفتہ تھا۔ خدا کی قسم میں اس سے زیادہ مرنے تک کبھی بھی نہ بڑھاؤں گا۔ اس لئے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ تم میں سے مجھے زیادہ محبوب اور قیامت میں مجھ سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جو مرنے تک اسی حال پر رہے جس پر اب ہے۔

اسی وجہ سے بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ تم نے وہ طرز چھوڑ دیا۔ جو حضورؐ کے زمانہ میں تھا۔ تم نے جو کا آٹا چھاننا شروع کر دیا حالانکہ اس زمانہ میں نہیں چھانا جاتا تھا۔ تم نے پتلی روٹیاں کھانا شروع کر دیں۔ کئی کئی سالن دسترخوان پر آنے لگے۔ تم حضورؐ کے زمانہ میں ایسے نہیں تھے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان کی مثال بکری کے بچہ کی سی ہے جسے ایک مٹھی پرانی کھجور ایک مٹھی ستو ایک گھونٹ پانی کا کافی ہے۔ اور منافق کی مثال درندہ کی سی ہے ہپ ہپ غٹ غٹ جو ہو سب کھا پی لے۔ نہ اپنے پڑوسی کا خیال کرے نہ دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دے۔ ضرورت سے زائد چیزیں (خیرات کر کے) آگے بھیجدو (تمہارے کام آئیں گی)

حضرت ابو بکر صدیقؓ تا چھ یوم کا مسلسل فاقہ کر لیتے تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سات دن کا فاقہ کر لیتے تھے۔

کہتے ہیں ایک بزرگ کی ایک راہب سے ملاقات ہوئی اس سے باتیں کرتے رہے اسی میں اس کو اسلام کی دعوت بھی دے دی۔ اس نے گفتگو کے دوران میں کہا کہ حضرت مسیح (علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام) چالیس دن فاقہ کر لیا کرتے تھے۔ یہ بات معجزہ ہی کے طور پر ہو سکتی ہے۔ نبیؑ کے علاوہ کسی سے نہیں ہو سکتی۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اگر میں پچاس دن کا فاقہ کر دوں جب تو تم مسلمان ہو جاؤ گے؟ اس راہب نے کہا ضرور یہ وہیں اس کے پاس ہی ٹھہر گئے۔ اسی کے پاس رہتے۔ جب پچاس دن پورے ہو گئے تو کہنے لگے کہ یہ تو وعدے کے تھے دس دن اور زائد لو۔ یہ کہہ کر دس دن کا فاقہ اور بھی کر دیا۔ پورے ساٹھ دن بعد کھایا۔ وہ راہب بڑی ہی حیرت میں رہ گیا اور مسلمان ہو گیا

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ جب صبح کو کھانا تناول فرمالیتے تھے تو شام کو تناول نہ فرماتے تھے اور جب شام کو تناول فرمالیتے تھے تو صبح کو تناول نہ فرماتے تھے (جامع الصغیر) (یعنی کبھی ایسا معمول تھا) اور بھی پہلے بزرگوں سے ایک وقت کھانے کا معمول نقل کیا گیا ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ایک وقت کھانے کا عادی ہو اس کے لئے بہتر

یہ ہے کہ سحری کے وقت کھائے تاکہ دن میں روزہ کی فضیلت حاصل ہو اور رات کو نوافل اور ذکر وغیرہ معدہ کے خالی ہونے کی حالت میں ہوں۔ حضرت مالک بن دینارؒ کا چالیس سال تک دودھ کو دل چاہتا رہا مگر استعمال نہیں کیا۔ ایک مرتبہ کہیں سے اُن کی خدمت میں تر و تازہ کھجوریں آئیں۔ اپنے دوستوں سے فرمایا کہ ان کو کھالو۔ میں نے تو ان کو چالیس سال سے نہیں چکھا۔ (احیاء)

امام غزالیؒ نے بہت کثرت سے اس قسم کے واقعات ان حضرات کے ذکر فرمائے ہیں۔ انہیں مجاہدوں کی برکات سے ان حضرات سے کرامتوں کا ظہور ہوتا تھا۔ اب ان حضرات کی سی کرامتوں کا تو ہر شخص خواہشمند ہے۔ مگر اُس کے لئے اُن جیسے مجاہدے بھی تو کئے جائیں۔ ہم لوگوں کو غذائیں تو عمدہ سے عمدہ بہتر سے بہتر چاہئیں۔ پھر جیسے کیسے ہوں۔ ایک بزرگ نے اپنے کسی ملنے والے کی دعوت کی۔ اور ان کے لئے دسترخوان پر روٹیاں لا رکھیں۔ وہ ان میں سے الٹ پلٹ کر اچھی روٹی تلاش کرنے لگے۔ میزبان بزرگ نے فرمایا یہ کیا کر رہے ہو۔ جس روٹی کو تم بری سمجھ کر چھوڑ رہے ہو اس میں اتنے اتنے تو فوائد ہیں۔ اور اتنی اتنی مشقت اٹھانے والوں کی اس میں محنت ہوئی ہے کہ بہت سے کام کرنے والوں کے عمل کے بعد ابر میں پانی آیا۔ پھر وہ برسا۔ پھر ہواؤں کی، زمین کی، چوپاؤں کی، آدمیوں کی محنت اس میں لگی جب یہ روٹی تمہارے سامنے آئی۔ اس کے بعد تم اس میں اچھی بری چھانٹنے لگے۔

کہتے ہیں کہ ایک روٹی پک کر تمہارے سامنے اس وقت تک نہیں آتی جب تک اس میں تین سو ساٹھ کام کرنے والوں کا عمل نہیں ہوتا۔ سب سے اول حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانہ سے ناپ کر چیز نکالتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے جو ابر پر مامور ہیں اور بادلوں کو چلاتے ہیں۔ پھر چاند، سورج، آسمان، پھر وہ فرشتے جو ہواؤں پر مامور ہیں۔ پھر چوپائے۔ سب سے آخر میں روٹی پکانے والے۔ سچ ہے پاک ارشاد میرے رب سبحانہٗ و تقدس کا وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (سورہ ابراہیم - ۵۶)

"اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمت (اور اس کی تفصیلات) کو شمار کرنے لگو تو کبھی بھی پوری نہیں گن سکتے۔"

اس کے بعد نہایت اہم اور قابلِ لحاظ چیز یہ بھی ہے کہ کم کھانے کی اگر صورت اختیار کرے تو اس میں ریا اور حبِ جاہ سے بچنے کا بھی بہت اہتمام رکھے۔ ایسا نہ ہو کہ بھوکا بھی مرے اور نفس بجائے صالح بننے کے اور زیادہ فاسد بن جائے۔ علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص کھانے کی خواہش سے بھاگ کر ریا کی خواہش میں پھنس جائے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بچھو سے بھاگ کر سانپ کے مُنہ میں چلا جائے۔ (احیاء)

الغرض کم کھانا محمود ہے۔ دین اور دنیا دونوں کے کثیر فائدے اس میں ہیں بشرطیکہ ضعف یا ریاء وغیرہ کسی دوسرے خطرہ میں نہ پڑ جائے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو۔ حضورؐ کی معیشت اور معاشرت، حضورؐ کے فقر اور فاقہ کو ذہن میں رکھے۔ دل سے اس کو پسند کرتا رہے کہ اصل چیز وہی ہے۔ حضورؐ نے جو طرز اختیار فرمایا تھا وہ ناداری اور مجبوری سے نہیں تھا۔ اس وجہ سے نہیں تھا کہ میسّر نہیں آسکتا تھا۔ بلکہ خوشی اور رغبت سے اسی طرز کو پسند فرمایا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ حق تعالیٰ شانہٗ سے روزی کی وسعت نہیں مانگ لیتے؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں یہ کہہ کر اور حضورؐ کی بھوک کی شدت کو دیکھ کر رو پڑی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عائشہؓ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اپنے رب سے یہ مانگوں کہ سونے کے پہاڑ میرے ساتھ ساتھ چلا کریں تو حق تعالیٰ شانہٗ ان کو بھی میرے ساتھ چلا دیں۔ لیکن میں نے دنیا میں بھوکا رہنے کو پیٹ بھرنے پر ترجیح دے رکھی ہے میں نے دنیا کے فقر کو اس کی ثروت پر ترجیح دی ہے میں نے دنیا کے غم کو اس کی خوشی پر ترجیح دی ہے۔ عائشہؓ! دنیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کی آل کے لئے مناسب نہیں ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اولوالعزم (یعنی ہمت والے اونچے درجے کے) رسولوں کے لئے اسی کو پسند فرمایا ہے کہ دنیا کی تکلیفوں پر صبر کریں دنیا کی راحتوں سے بچے رہیں۔ اور جو چیز ان کے لئے پسند فرمائی تھی اسی کا مجھے حکم ہے چنانچہ

ارشاد ہے فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (احقاف۔ ع ۴)

"آپ بھی اسی طرح صبر کیجئے جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔"

میرے لئے اللہ کے حکم کی تعمیل کے سوا چارہ نہیں ہے۔ میں خدا کی قسم جہاں تک میری طاقت ہے ایسا ہی صبر کروں گا جیسا کہ انھوں نے کیا۔ اور طاقت تو اللہ تعالیٰ کے ہی دینے سے آتی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتوحات کی کثرت بہت ہو گئی تو ان کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ نے عرض کیا کہ اب تو آپ بھی جب دوسرے ملکوں کے قاصد آئیں تو باریک کپڑا پہن لیا کریں اور کسی کو کھانا پکانے کا حکم فرما دیا کریں تاکہ آپ ان لوگوں کو کھلائیں اور آپ بھی ان کے ساتھ کھا لیا کریں۔ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا یہ تو تمہیں بھی معلوم ہے کہ آدمی کے حالات سے اس کے گھر والے ہی اچھی طرح واقف ہوا کرتے ہیں۔ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا بے شک۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تم کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد اتنے سال زندہ رہے اس زمانہ میں حضورؐ اور حضورؐ کے گھر والے اگر رات کو کھانا نوش فرما لیتے تھے تو دن میں بھوکے رہتے تھے اور دن میں کھا لیتے تھے تو رات کو بھوکے رہتے تھے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نبوت کے بعد اتنے سال تک حضورؐ زندہ رہے۔ لیکن حضورؐ نے اور ان کے گھر والوں نے خیبر کے فتح ہونے تک کبھی پیٹ بھر کر کھجوریں بھی نہیں کھائیں۔ میں تم سے قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ایک مرتبہ تم نے اونچے خوان پر (میز کی طرح) کھانا رکھدیا تھا تو حضورؐ کے چہرہ انور پر تغیر آگیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کو ہٹا کر زمین پر کھانا رکھا گیا۔ (جب حضورؐ نے نوش فرمایا) میں تم سے قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضورؐ اپنی عبا کو (چادر کی ایک قسم) دوہرا کر کے اس پر آرام فرمایا کرتے تھے۔ تم نے ایک مرتبہ اس کو چوہرا (چار تہ) کر کے بچھا دیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے مجھے رات کے اٹھنے سے روکا (کہ چار تہ ہو جانے سے بستر ازم ہو گیا جس سے نیند اچھی طرح آگئی) اس کو دوہرا ہی کر دو جیسا کہ روزانہ ہوا کرتا تھا۔ میں تم سے قسم دے کر پوچھتا ہوں

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضورؐ اپنا کپڑا دھونے کے لئے بدنِ مبارک سے اُتارتے اور اس کو دھوتے ایسی حالت میں اگر بلالؓ نماز کے لئے بلانے آجاتے تھے تو حضورؐ کے پاس دوسرا کپڑا نہ تھا جس کو پہن کر نماز پڑھا دیں۔ حضورؐ اسی کو خشک کرکے پہن کر نماز پڑھایا کرتے تھے۔ میں تم سے قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ بنو ظفر کی ایک عورت نے حضورؐ کے لئے دو کپڑے تیار کئے۔ ایک لنگی ایک چادر ان میں سے اس نے ایک پہلے بھیجدیا دوسرے کے بھیجنے میں دیر لگی۔ تو حضورؐ اسی کو بدن پر اس طرح لپیٹ کر کہ دونوں کونوں میں گردن پر گرہ لگالی تھی (کہ بدن کھل نہ جائے) پہن کر نماز کے لئے تشریف لے گئے حضورؐ کے پاس دوسرا کپڑا نہ تھا جس کو پہن کر نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔

اسی طرح اور واقعات گنواتے رہے۔ یہاں تک کہ ان واقعات کو یاد دلاکر حضرت حفصہؓ کو بھی رُلایا۔ اور خود بھی اتنے روئے کہ چیخیں مارنے لگے۔ ہمیں یہ اندیشہ ہوا کہ اس غم میں کہیں اُن کی جان نہ نکل جائے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے دو رفیق تھے (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ) وہ دونوں ایک ہی راستہ پر چلے۔ اگر میں ان کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کروں تو میرے ساتھ بھی وہ معاملہ نہیں کیا جائے گا جو اُن کے ساتھ کیا گیا۔ میں خدائے پاک کی قسم ان کی (دنیا کی) سخت زندگی پہ اپنے آپ کو مجبور کروں گا تاکہ (آخرت کی) ان کی شاداب زندگی کو پاسکوں (احیاء)

فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے کہ کھانے کے چند مراتب ہیں۔ (۱) پہلا درجہ فرض ہے اور وہ اتنی مقدار ہے جس سے آدمی ہلاکت سے بچے۔ اگر کوئی شخص اتنا کم کھائے یا کھانا پینا چھوڑدے جس سے ہلاک ہوجائے تو گناہگار ہوگا۔

اور دوسرا درجہ ثواب کا ہے کہ اتنی مقدار کھائے جس سے کھڑے ہوکر نماز پڑھی جاسکے اور روزہ سہولت سے رکھ سکے۔

تیسرا درجہ جائز کا ہے۔ اور وہ ہے کی مقدار پہ پیٹ بھرنے کی مقدار تک اضافہ ہو تاکہ بدن میں قوت پیدا ہو اس درجہ میں نہ تو ثواب ہے نہ گناہ ہے معمولی حساب

اس میں ہے۔ بشرطیکہ مال حلال طریقہ سے حاصل ہوا ہو۔

چوتھا درجہ حرام ہے۔ وہ پیٹ بھرنے سے زائد مقدار ہے۔ البتہ اس درجہ میں اگر مقصود روزہ پر قوت ہو کہ کل کو روزہ رکھنا ہے۔ یا یہ غرض ہو کہ مہمان بھوکا نہ رہے تو اس مقدار میں بھی مضائقہ نہیں اور کم کھانے کا ایسا مجاہدہ جس سے فرائض میں نقصان آوے جائز نہیں۔ البتہ اگر اس میں نقصان نہ آوے تو کم کھانے کا مجاہدہ کرنے میں مضائقہ نہیں۔ کہ اس میں نفس کی اصلاح بھی ہے اور کھانا بھی رغبت سے کھایا جاتا ہے۔ اسی طرح سے کسی جوان کو کم کھانے کا مجاہدہ تاکہ اس کی شہوت کا زور ٹوٹ جائے جائز ہے۔

اس تقسیم میں ۲ پر صاحب درمختار وغیرہ نے کلام کیا ہے اور اتنی مقدار کو فرض میں داخل کیا ہے۔ جس سے کھڑے ہو کر نماز پڑھی جا سکے، عالمگیری کی اخیر عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۱۲) عن علیؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من رضی من اللّٰہ بالیسیر من الرزق رضی اللّٰہ منہ بالقلیل من العمل۔ رواہ البیہقی فی الشعب کذا فی المشکوٰۃ۔	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ شانہٗ سے تھوڑی روزی پر راضی رہے حق تعالیٰ شانہٗ بھی اس کی طرف سے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث پاک میں آمدنی کی کمی میں حق تعالیٰ شانہٗ کے ایک خاص احسان پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اس صورت میں آدمی کی طرف سے اگر نیکیوں میں کمی ہوتی ہے تو وہ مالک الملک بھی اس کمی کو بخوشی قبول فرما لیتے ہیں۔ اس کے بالمقابل جب اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے عطایا میں افراط ہو اور آدمی کسی چیز میں کمی کو بھی گوارا نہ کرے تو اس مالک کی طرف سے بھی یہی مطالبہ ہے کہ پھر اس کے حقوق کی ادائیگی میں تمہاری طرف سے بھی افراط ہونا چاہیے اور ظاہر ہے کہ جس ملازم کو تنخواہ منہ مانگی دی جائے پھر وہ اپنی منصبی خدمت میں کوتاہی کرے تو اس کی نمک حرامی میں کیا تردد ہے

لیکن ہمارا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ کہ غرباء کو تو اللہ کی طرف رجوع کرنے کی توفیق بھی ہو جاتی ذکر اور نوافل کے لئے وقت بھی مل جاتا ہے۔ لیکن جہاں چار پیسے ہاتھ میں آئے یا ان کے اسباب پیدا ہوئے پھر فرض نمازوں کے واسطے بھی وقت نہیں ملتا اور قلیل روزی پر قناعت جب حاصل ہو سکتی ہے جب آدمی پانچ باتوں کا اہتمام کرے :۔

۱۔ اپنے اخراجات میں کمی کرے۔ ضرورت کی مقدار سے زیادہ خرچ نہ کرے۔ علماء نے لکھا ہے کہ تنہا آدمی ہو تو اس کو ایک جوڑا کافی ہے۔ کئی کئی جوڑے بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے ہی معمولی روٹی سالن پر گزر ہو سکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو خرچ میں میانہ روی اختیار کرے وہ فقیر نہیں ہوتا۔

۲۔ اگر بقدر ضرورت میسر ہو تو آئندہ کی فکر میں نہ پڑے اور حق تعالیٰ شانہٗ کے وعدہ پر اعتماد کرے۔ کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے روزی کا ذمہ لے رکھا ہے۔ شیطان آدمی کو ہمیشہ آئندہ کی سوچ میں ڈالے رکھا کرتا ہے۔ کہ کچھ ذخیرہ فنڈ کے طور پر جمع رکھنا چاہیئے آدمی کے ساتھ حرج بھی لگا ہوا ہے بیماری بھی لگی ہوئی ہے۔ وقتی اخراجات بھی پیش آتے رہتے ہیں۔ پھر تجھے دقت اور مشقت ہوگی اور ان خیالات کی وجہ سے اس کو مشقت اور آئندہ کے فکر اور سوچ میں پریشان رکھا کرتا ہے۔ اور پھر آدمی کا مذاق اڑایا کرتا ہے کہ یہ بے وقوف آئندہ کی تکلیف کے ڈر سے جو موہوم ہے اس وقت کی یقینی مشقت اور تکلیف اٹھا رہا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر زیادہ غم سوار نہ کرو۔ جو مقدر ہے وہ ہو کر رہے گا اور جتنی روزی تمہاری ہے وہ آکر رہے گی۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے مومن بندہ کو روزی اس جگہ سے عطا فرماتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو۔ اور قرآن پاک میں بھی یہ مضمون وارد ہے

۳۔ اس امر کو غور کیا کرے کہ تھوڑے پر قناعت میں لوگوں سے استغناء کی کتنی بڑی عزت حاصل ہے اور حرص وطمع میں لوگوں کے سامنے کتنا ذلیل ہونا پڑتا ہے۔ اس کو بہت اہتمام سے غور کیا کرے۔ کہ اس کو ایک تکلیف ضرور برداشت کرنی ہے۔ یا لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت کی یا اپنے نفس کو لذیذ چیزوں سے روکنے کی۔ اور یہ

دوسری تکلیف جو ہے اس پر اللہ کے یہاں ثواب کا وعدہ بھی ہے۔ اور پہلی میں آخرت کا وبال ہر اس کے علاوہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے میں آدمی ان کو حق بات کہنے سے رُک جاتا ہے۔ اکثر دین کے بارہ میں مداہنت کرنی پڑتی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی کی عزت اُس کا لوگوں سے استغنا رہے۔ اسی وجہ سے مشہور مقولہ ہے کہ جس سے تو استغنا کرے تو اس کا ہمسر ہے (یعنی اس سے دبنے پر مجبور نہیں ہے) اور جس کی طرف احتیاج پیش کرے اس کا قیدی ہے اور جس پر احسان کرے اس کا حاکم ہے۔

۴۔ دنیادار مالداروں کے انجام کو سوچا کرے۔ یہود، نصاریٰ اور بے دین ثروت والوں کا انجام سوچے اور انبیاء اور اولیاء کا انجام سوچے۔ ان کے حالات کو غور سے پڑھا اور تحقیق کرے، پھر اپنے نفس سے پوچھے کہ اللہ کے مقرب لوگوں کی جماعت میں شریک ہونا پسند کرتا ہے یا احمقوں اور بے دین لوگوں کی مشابہت پسند کرتا ہے۔

۵۔ مال کے زیادہ ہونے میں جو خطرات پہلے بیان ہو چکے ہیں ان کو غور کیا کرے کہ کتنے مصائب اس کے ساتھ ہیں۔ جب آدمی ان پانچوں چیزوں کو غور کرتا رہے گا تو تھوڑے پر قناعت آسان ہو جائے گی (احیاء)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ وہ شخص فلاح کو پہنچ گیا جو مسلمان ہو اور تھوڑی روزی دیا گیا ہو اور حق تعالیٰ شانہ نے اُس کو اسی پر قناعت عطا فرما رکھی ہو۔ حضرت فضالہ بن عبیدؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مبارک ہے وہ شخص جس کو اسلام لانے کی توفیق ہو گئی ہو۔ اور اس کی آمدنی بقدر ضرورت ہو۔ اور اس پر وہ قانع ہو۔ (ترغیب)

حضرت ابوالدرداءؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب بھی سورج نکلتا ہے اُس کے دونوں جانب دو فرشتے روزانہ یہ اعلان کرتے ہیں اے لوگو! اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ جو مال تھوڑا ہو اور وہ کفایت کر جائے وہ بہتر ہے اس کثیر مال سے جو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے علاوہ دوسری طرف مشغول کرے۔

۱۳۔ عن معاذ بن جبلؓ ان حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ جب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعث بہ الی الیمن قال ایاک والتنعم فان عباد اللہ لیسوا بالمتنعمین۔ رواہ احمد کذا فی المشکوٰۃ۔	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن (کا حاکم بنا کر) بھیجا تو یہ ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ کو ناز و نعمت میں پرورش کرنے سے بچاتے رہنا اس لئے کہ اللہ کے نیک بندے ناز و نعمت میں لگنے والے نہیں ہوتے

فائدہ:۔ حاکم اور گورنر ہو جانے کے بعد راحت و آرام کے اسباب کثرت سے مہیا ہو ہی جاتے ہیں۔ ہر قسم کی نعمتیں بھی آسانی سے میسر ہو جاتی ہیں۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ یہ حاکم بنا کر بھیجے جا رہے تھے۔ اس چیز سے بچنے کی خصوصی تنبیہ فرمائی۔ حضورؐ کی وصایا میں اسی طرح حضرات خلفائے راشدینؓ کی وصایا اور احکام میں اس چیز پر خاص طور سے تنبیہیں بڑی کثرت سے کی گئی ہیں۔

حضرت فضالہ بن عبیدؓ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے قاضی تھے ان کی خدمت میں ایک صحابی کسی حدیث کی تحقیق کے لئے تشریف لے گئے۔ انھوں نے جا کر دیکھا کہ قاضی صاحب کے بال بھی پریشان سے ہیں اور پاؤں بھی ننگے ہیں۔ انھوں نے دریافت کیا کہ تم اس زمین کے حاکم ہو، میں تمہارے بالوں کو بکھرا ہوا دیکھ رہا ہوں حضرت فضالہؓ نے فرمایا کہ حضورؐ نے ہمیں زیب و زینت کی کثرت سے منع فرمایا تھا۔ پھر انھوں نے پوچھا کہ میں تمہیں ننگے پاؤں دیکھ رہا ہوں۔ حضرت فضالہؓ نے فرمایا کہ ہمیں حضورؐ کا یہ بھی ارشاد تھا کہ کبھی ننگے پاؤں بھی چلا کریں۔ عبد اللہ بن معقلؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے بالوں میں روزانہ کنگھا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابو داؤد)

۱۴۔ عن جبیر بن نفیرؓ مرسلاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اوحی الی ان اجمع المال واکون من التاجرین ولکن اوحی الی ان سبح بحمد رک	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ وحی نہیں بھیجی کہ میں تاجر بنوں اور مال جمع کروں بلکہ یہ وحی بھیجی ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اپنے پروردگا

وکن من الساجدین واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین۔ رواہ فی شرح السنۃ وابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی مسلم کذا فی المشکوٰۃ۔	کی تسبیح اور تحمید کرتے رہو، اور نمازیں پڑھنے والوں میں رہو اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو، یہاں تک کہ (اسی حالت میں) تم کو موت آجائے۔

فائدہ:- یہ وحی جس کی طرف اشارہ فرمایا ہے سورۂ حجر کی آخری آیت ہے اور حدیث پاک کا یہ مضمون متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل کیا گیا۔ چنانچہ سیوطیؒ نے درمنثور میں حضرت عبداللہ بن مسعود، ابومسلم خولانی، ابوالدرداء رضی اللہ عنہم اجمعین سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ بہترین آدمی دو شخص ہیں ایک وہ جو اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے اللہ کے راستہ میں جان دیدینے کو تلاش کرتا پھرتا ہو۔ دوسرا وہ شخص جس کے پاس چند بکریاں ہوں، اور کسی جنگل یا پہاڑی میں (یعنی غیر معروف جگہ جہاں یکسوئی ہو) نماز پڑھتا ہو، زکوٰۃ دیتا ہو، اور اپنے مولیٰ کی عبادت میں مشغول رہے یہاں تک کہ اس کو اسی حالت میں موت آجائے، آدمیوں کو اس سے خیر کے سوا کوئی (شر) نہ پہنچے (درمنثور)

حق تعالیٰ شانہ کے اس پاک ارشاد کی تعمیل جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال تک کر کے دکھادی وہ حضورؐ کی سیرت پر نظر رکھنے والوں سے مخفی نہیں اور پھر جتنے جتنے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے انعامات زیادہ ہوتے تھے اُتنا ہی حضورؐ کی طرف سے عبادت میں انہماک زیادہ ہوتا تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سورۂ فتح نازل ہوئی تو حضورؐ نے عبادت میں اور بھی زیادہ کوششیں شروع کردیں۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہؐ اس آیت شریفہ میں تو آپ کی اگلی پچھلی لغزشیں سب ہی معاف کردی گئیں۔ پھر اتنی مشقت حضورؐ برداشت کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں شکرگذار بندہ نہ بنوں۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب سورۂ فتح نازل ہوئی تو حضورؐ نے اتنی طویل نماز کردی کہ پاؤں پر ورم آگیا۔ اور عبادت میں اتنی کثرت کردی کہ سوکھ کر پرانی مشک کی طرح سے ہوگئے۔ اور جب وہ عرض کیا گیا جو اوپر گذرا تو حضورؐ نے وہی جواب ارشاد فرمایا کیا میں شکر گذار بندہ نہ ہوں۔

حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ عبادت میں اتنی زیادہ کوشش فرماتے تھے کہ پرانی مشک کی طرح سے بالکل سوکھ گئے تھے، اس کے بعد پھر وہی سوال وجواب ذکر فرمایا حضرت ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ اتنی لمبی نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں مبارک پھٹ گئے تھے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر تک نماز میں کھڑے رہتے کہ پاؤں پر ورم آگیا تھا۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث میں کثرت سے اس قسم کے مضمون نقل کئے گئے۔ اور ان میں سے اکثر میں لوگوں کی طرف سے یہی درخواست کہ حضورؐ کے لئے تو معافی کا قطعی حکم ارشاد قرآن پاک میں آچکا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی جواب کیا میں شکر گذار بندہ نہ ہوں۔ درمنثور

کیا ہم لوگ بھی کبھی اس چیز کو سوچ لیتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا فلاں خصوصی انعام ہوا ہو اس کے شکرانہ میں دو رکعت مختصر ہی پڑھ لیں۔ متعدد احادیث میں آیا ہے کہ جب حضورؐ کے پاس کہیں سے فتح کی خبر آتی، یا کوئی خوشی کی بات سننے میں آتی۔ حضورؐ شکر کے لئے سجدہ میں گر جاتے۔ اور ان سب احوال کے باوجود اللہ تعالیٰ شانہٗ سے خوف کا یہ حال تھا کہ بخاری شریف میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ خدا کی قسم خدا کی قسم! مجھے معلوم نہیں حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ قیامت میں میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا (مشکوٰۃ) معلوم نہیں کا مطلب یہ ہے کہ تفصیلی احوال کا علم نہیں۔ بااختیار بادشاہ کو حق ہے کہ جو چاہے کرے۔

حضرت اُمّ درداءؓ نے اپنے خاوند حضرت ابودرداءؓ سے عرض کیا کہ آپ اس طرح مال کی تلاش اور جستجو کیوں نہیں کرتے جس طرح فلاں شخص کرتے ہیں (آخر وہ بھی تو مال کماتے

ہیں تم کو اس کی فکر ہی نہیں) حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ تمہارے آگے ایک بڑی دشوار گذار گھاٹی (میدانِ حشر) آنے والی ہے اس میں سے بھاری بوجھ والے (جن کے ذمہ حساب کتاب کا بوجھ ہو سہولت سے) نہیں گزر سکتے۔ اس لئے میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس گھاٹی میں ہلکا رہوں (مشکوٰۃ) یعنی میرے ذمہ حساب کا زیادہ بوجھ نہ ہو۔ تاکہ میں ہلکا پھلکا اس میں سے گذر جاؤں۔

ان حضرات کو بہت ہی خوف اس کا رہتا تھا کہ قیامت میں کیا گذرے گی۔ اس لئے ہر وقت وہاں کی فکر اور تیاری میں مشغول رہتے تھے۔ اور ہم کو ہر وقت دنیا کا فکر سوار رہتا ہے۔ اور اُس گھاٹی کا خیال بھی نہیں آتا۔ حسان بن سنان ایک جگہ جا رہے تھے راستہ میں ایک مکان نظر پڑ گیا جو پہلے سے وہاں نہ تھا۔ کہنے لگے یہ مکان کب بنا ہے پھر اپنے نفس کو خطاب کرکے کہا تو نے فضول بات کیوں پوچھی، تجھے اس سے کیا غرض تھی کہ یہ کب بنا۔ تجھے ایک سال روزے رکھنے کی سزا دوں گا۔ ایک سال تک روزے رکھے کہ فضول بات کیوں کی۔

مالک بن ضیغمؒ کہتے ہیں کہ حضرت رباح قیسی ہمارے گھر عصر کے بعد آئے، اور میرے والد کو پوچھنے لگے۔ کہ کہاں ہیں۔ میں نے کہا سو رہے ہیں۔ کہنے لگے کہ یہ وقت کیا سونے کا ہے، یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔ میں نے اُن کے پیچھے آدمی بھیجا کہ اگر آپ فرمادیں تو جگادیں۔ وہ آدمی اُن کے پیچھے گیا۔ تو وہ اتنے میں۔۔۔۔۔ ایک قبرستان میں داخل ہو چکے تھے اور وہاں اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے۔ ہاں یہ کیا وقت سونے کا ہے تجھے اس سے کیا مطلب تھا۔ آدمی جس وقت چاہے سووے تجھے کیا خبر تھی کہ یہ سونے کا وقت ہے یا نہیں ہے۔ مجھے بھی اللہ کی قسم کہ تجھے سال بھر تک زمین پر سونے کے لئے نہیں لٹاؤں گا۔ مگر یہ کہ تو بیمار ہو جائے یا تیری عقل جاتی رہے تو مجبوری ہے۔ تیرا ناس ہو تو کب تک لوگوں پر طعن کرتا رہے گا۔ تو اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا۔ یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ وہ قاصد یہ دیکھ کر واپس آگیا۔ اور اس کی ہمت نہ پڑی کہ اُن سے کوئی بات کرے۔

حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی ایک دن اپنے کپڑے اُتار کر سخت گرم ریت میں

لوٹ رہے تھے۔ اور یہ کہہ رہے تھے کہ مزہ چکھ لے اور جہنم کی گرمی اس سے بہت زیادہ سخت ہوگی۔ رات کو مُردار بنا (سوتا) رہتا ہے۔ دن کو بے کار پھرتا ہے۔ وہ اسی حال میں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ لیا۔ اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ عرض کرنے لگے کہ حضورؐ میری طبیعت پر ایسا غلبہ اس کا ہوا کیا عرض کروں۔ حضورؐ نے فرمایا تمہیں اس کی ضرورت نہ تھی۔ تمہارے لئے آسمان کے سب دروازے کھول دیئے گئے اور اللہ جل شانہٗ تمہارے ساتھ اپنے فرشتوں سے فخر کر رہے ہیں۔ پھر حضورؐ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اپنے لئے ان سے توشہ لو۔ سب نے ان سے دعا کی درخواست کی۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ سب کے لئے دعا کرو۔

حضرت حذیفہ بن قتادہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ جب تمہارا نفس کسی چیز کو چاہے تو تم اس کی کیا صورت اختیار کرتے ہو؟ وہ کہنے لگے مجھے اپنے نفس سے جتنا بغض ہے اتنا ساری دنیا میں کسی سے بھی نہیں۔ بھلا میں اس کی خواہش کو کیسے پورا کر سکتا ہوں جس سے مجھے اس قدر نفرت ہو۔

حضرت مجمع رحؒ نے ایک مرتبہ کوٹھے کی طرف مُنھ اٹھایا تو ایک نامحرم عورت پر نگاہ پڑ گئی۔ انھوں نے عہد کر لیا کہ جتنے زندہ رہوں گا کبھی سر اوپر نہیں اُٹھاؤں گا۔

اس کے علاوہ بہت سے واقعات ان حضرات کے امام غزالیؒ نے نقل کئے ہیں جن میں ذراسی معمولی بات بھی اگر ان سے صادر ہوجاتی تھی تو اپنے نفس کو سخت سزا دیتے تھے۔ اور یہ سب کیوں تھا۔ صرف اسی گھاٹی کے ڈر کی وجہ سے جس کا ابو الدرداءؓ نے اپنی بیوی سے ذکر کیا اور ہم سب اس سے ایسے مطمئن ہیں جیسا کہ وہ گھاٹی ان حضرات صحابۂ کرام ہی کے راستہ میں آئے گی۔ ہم تو ہوائی جہاز میں سوار ہو کر اس پر سے گذر جائیں گے۔ ہم لوگ کس قدر اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ کہ بھول کر بھی اس گھاٹی کا خیال نہیں آتا۔

اس کے بعد امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو اپنے غلام کو (اپنے نوکر کو) اپنی اولاد کو جب اُن سے کوئی کوتاہی ہوجاتی ہے۔ سزا دیتا ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ اگر تنبیہ نہ کی گئی تو وہ بے قابو ہوجائیں گے۔ سرکش ہوجائیں گے۔ لیکن اپنے نفس

کی کبھی پروا نہیں کرتا۔ کہ یہ سرکش ہوتا جا رہا ہے۔ دوسروں کی سرکشی سے تجھے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا تیرے نفس کی سرکشی سے تجھے نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ دوسروں کی سرکشی سے اگر نقصان پہنچتا ہے تو وہ تیری دنیا کا نقصان ہے اور تیرے نفس کی سرکشی سے تیری آخرت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ جو کبھی فنا ہونے والی نہیں ہے۔ اس کی نعمتیں ختم ہونے والی نہیں ہیں، اُن کا نقصان کتنا سخت نقصان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلاف میں سے اگر کسی سے آخرت کے کاموں میں کچھ کوتاہی ہو جاتی تھی تو وہ اس کی تلافی کا انتہائی فکر کرتا تھا۔

حضرت عمرؓ کی ایک مرتبہ عصر کی نماز جماعت سے فوت ہو گئی تو انھوں نے اسکی تلافی میں ایک باغ جس کی قیمت دو لاکھ درہم تھی۔ صدقہ کر دیا۔

حضرت ابن عمرؓ کی جس دن کسی نماز کی جماعت فوت ہو جاتی تو اس دن شام کو ساری رات جاگا کرتے تھے۔ ایک دن مغرب کی نماز کو دیر ہو گئی تھی تو دو غلام اس کی تلافی میں آزاد کئے۔ جب کسی شخص کو عبادات میں سستی پیدا ہو تو مناسب یہ ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ کے کسی ایسے بندے کی صحبت میں رہے جو عبادت میں زیادہ انہماک سے مشغول ہو اور اگر کسی ایسے کی صحبت میسر نہ آوے تو پھر ایسے لوگوں کے احوال کو عبرت اور غور کی نگاہ سے پڑھا کرے (جن میں سے بہت سے واقعات روض الریاحین میں لکھے ہیں، جس کا مختصر اردو ترجمہ نزہتہ البساتین بھی ہے)

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جب مجھے عبادات میں سستی ہونے لگتی ہے تو میں حضرت محمد بن واسع کے حالات دیکھتا ہوں۔ اور ایک ہفتہ مسلسل اس عمل کو جاری رکھتا ہوں (اسی طرح دوسرے اولیاء اللہ کی سوانح عمریاں ہیں بشرطیکہ معتبر حضرات کی لکھی ہوئی ہوں) کہ ان لوگوں کے احوال کا دیکھنا اس شوق کے پیدا کرنے کے لئے بہت زیادہ مفید ہے۔

اور یہ چیز بھی سوچنے کی ہے کہ اُن کی ساری مشقتیں اور محنتیں آخر ختم ہو گئیں لیکن اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اُن کی نعمتیں اُن کی راحتیں باقی رہ گئیں جو کبھی بھی ختم ہونے والی نہیں ہیں۔ کس قدر حسرت ہے ہم جیسوں پر جو اُن احوال کو جانتے اور دیکھتے ہوتے بھی

دنیا کمانے میں اور دنیا کی لذتوں میں مشغول رہتے ہیں۔ اور ان ہمیشہ کے مزے اُڑانے والوں کے حالات سے بھی نصیحت نہیں پکڑتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے اور بعض لوگوں نے اس کو حضورؐ کا ارشاد بتایا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایسے لوگوں پر رحم فرمائے جن کو لوگ بیمار سمجھیں اور وہ واقع میں بیمار نہ ہوں۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ان کو عبادت کی کثرت نے مشقت میں ڈال رکھا ہے جس سے لوگ ان کو بیمار سمجھتے ہیں۔ اُن کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میں نے ایسے حضرات کو دیکھا ہے اور ان کی صحبتوں میں رہا ہوں جن کو دنیا کی کسی چیز کے آنے سے خوشی نہ ہوتی تھی۔ جانے سے رنج نہ ہوتا تھا۔ ان کی نگاہ میں دنیا کے مال و متاع کی حقیقت اُس مٹی سے زیادہ ذلیل تھی جو جوتوں میں لگی رہتی ہے۔ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ عمر بھر میں کبھی نہ اُن کا کوئی کپڑا طے ہو کر رکھا گیا۔ نہ کبھی کسی کھانے کی چیز کے پکانے کی فرمائش کی۔ نہ کبھی سونے کے لئے ان کو بستر ے کی ضرورت ہوئی۔ زمین پر لیٹے سو گئے۔ زمین کے اور اُن کے درمیان میں کوئی چیز بھی آڑ نہ ہوتی تھی۔ وہ لوگ اللہ کی کتاب پر عمل کرنے والے تھے اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کا اتباع کرنے والے تھے۔ جب رات ہو جاتی تو ساری رات یا پاؤں پر (نماز میں) کھڑے رہتے۔ یا زمین پر اپنے مُنہ کو (سجدہ میں) بچھا دیتے اور ان کی آنکھوں سے ان کے رخساروں پر آنسوؤں کی لڑی بندھی رہتی۔ رات بھر اپنے رب سے باتیں کرتے رہتے (صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نمازی آدمی اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہے) عذاب سے نجات کو اپنے مولیٰ سے مانگتے رہتے۔ جب کوئی نیک کام اُن سے ہو جاتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ادا کرتے اس سے خوش ہوتے۔ اور اس کے قبول کی دعا کرتے جب کوئی بُری بات ہو جاتی اس سے بہت رنجیدہ ہوتے۔ اللہ سے توبہ کرتے۔ معافی کی دعا اور استغفار کرتے۔ اسی حال میں انھوں نے اپنی عمریں گذاردیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جب بیمار ہوئے تو ایک مجمع اُن کی عیادت کے لئے گیا ان میں ایک نوجوان نہایت کمزور زرد رنگ دُبلا پتلا بھی تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے دریافت فرمایا۔ تمہارا یہ حال کیا ہو رہا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ اعذار اور بیماریاں لاحق ہیں

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ نہیں صحیح بات بتاؤ۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے دنیا کا مزہ چکھا وہ بہت ہی کڑوا نکلا۔ اُس کی رونق، اُس کی حلاوت، اس کا لطف، اسکی راحت میری نگاہ میں بہت ہی ذلیل بن گئی۔ اُس کا سونا اور اس کا پتھر میری نگاہ میں بالکل برابر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کا عرش گویا ہر وقت میرے سامنے رہتا ہے۔ اور میدانِ حشر میں ایک جماعت کا جنت کی طرف جانا۔ دوسری جماعت کا جہنم میں پھینکا جانا، میری نگاہ کے گویا سامنے رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے میں سارے دن اپنے کو (روزہ میں) پیاسا رکھتا ہوں اور ساری رات (اللہ کی یاد میں) جاگتا رہتا ہوں اور یہ دونوں چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کے ثواب اور عذاب کے مقابلہ میں کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتیں۔

حضرت داؤد طائیؒ روٹی کے ٹکڑے پانی میں بھیگے ہوئے پی لیا کرتے تھے، روٹی نہ کھاتے تھے۔ کسی نے اُن سے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ اس کے پینے میں اور روٹی چبا کر کھانے میں قرآن پاک کی پچاس آیتوں کا حرج ہوتا ہے۔ ایک دن اُنکے گھر میں کوئی شخص آیا وہ کہنے لگا کہ آپ کے حجرہ کی کڑی ٹوٹ گئی۔ وہ فرمانے لگے کہ میں نے بیس برس سے اس کی چھت نہیں دیکھی۔

یہ حضرات جیسے فضول بات کرنے سے احتراز کرتے تھے۔ ایسی ہی اِدھر اُدھر فضول دیکھنے سے بھی بچتے تھے۔ محمد بن عبد العزیزؒ کہتے ہیں کہ میں احمد بن زرین کے پاس صبح سے عصر تک رہا۔ میں نے ان کو ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ کسی نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آنکھیں اس لئے دی ہیں کہ اُن سے اس کی عظمت اور بڑائی کی چیزوں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھے۔ جب یہ نہ ہو تو وہ دیکھنا خطا ہے۔

حضرت مسروقؒ کی بیوی کہتی ہیں کہ مسروق کی پنڈلیوں پر رات بھر نماز میں کھڑے رہنے سے ورم آجاتا تھا۔ جب وہ نماز میں منہمک ہوتے تو میں اُنکے پیچھے بیٹھی ہوئی اُن کی حالت پر ترس کھا کر روتی رہتی تھی۔

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا میں تین لذت کی چیزیں نہ ہوتیں تو میرے لئے اس دنیا میں ایک دن جینا بھی گوارا نہ تھا۔ ایک سخت گرمی کے دن دوپہر

کے وقت (روزہ میں) پیاسے رہنے کی لذت۔ دوسری آخری شب میں سجدہ کرنے میں جو لطف آتا ہے اس کی لذت۔ تیسری ایسے بزرگوں کی صحبت جن کی باتوں میں سے عمدہ میوے ایسے چُنے جاتے ہیں جیسے باغ میں سے عمدہ عمدہ پھل چھانٹ کر چُنے جاتے ہیں۔

اسود بن یزید عبادت میں اتنی مشقت اٹھاتے اور گرمیوں کی شدت میں روزے رکھتے کہ ان کا بدن کالا پڑ گیا تھا۔ علقمہ بن قیس نے ان سے پوچھا کہ آپ ...... اپنے بدن کو اس قدر عذاب کیوں دیتے ہیں؟ فرمانے لگے (قیامت میں) اس کے اعزاز کے لئے۔ یعنی یہ مشقت اس لئے اٹھاتا ہوں کہ قیامت کے دن اس بدن کو اعزاز نصیب ہو جائے۔

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز کھڑے ہو کر پڑھتے جب پاؤں رہ جاتے، یعنی کھڑے ہونے سے عاجز ہو جاتے تو ایک ہزار رکعت بیٹھ کر پڑھتے اور عصر کے بعد عاجزی سے بیٹھ کر کہتے یا اللہ اس مخلوق پر بڑی حیرت ہے کہ کس طرح انھوں نے تیرا بدل دوسری چیز دل کو بنا لیا۔ کیسی تعجب کی بات ہے ان کا دل تیرے سوا کسی چیز سے کس طرح مانوس ہوتا ہے۔ بلکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ تیرے ذکر کے سوا کوئی دوسری چیز ان کے دل میں کس طرح چمکتی ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سقطیؒ سے زیادہ عبادت کرنیوالا کسی کو نہیں دیکھا۔ اٹھانوے برس تک کسی نے ان کو مرض الموت کے علاوہ لیٹے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضرت ابو محمد حریریؒ نے مکہ مکرمہ میں ایک سال کا اعتکاف کیا جس میں نہ تو بالکل سوئے نہ بات کی، نہ کسی لکڑی یا دیوار پر سہارا لیا۔ یا ٹیک لگائی۔ حضرت ابو بکرؒ کتانی نے ان سے پوچھا کہ اس مجاہدہ پر تمہیں کس چیز سے قدرت حاصل ہوئی؟ وہ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے میرے باطن کی پختگی کو دیکھا۔ اس نے میرے ظاہر کو اس پر قدرت عطا فرما دی۔ حضرت ابو بکر کتانی نے یہ سن کر سوچ اور فکر میں گردن جھکا لی اور تھوڑی دیر کچھ سوچتے رہے۔ پھر اسی سوچ و فکر میں چلے گئے۔

ایک شخص کہتے ہیں کہ میں حضرت فتح بن سعید موصلیؒ کے پاس سے گذرا وہ دونوں ہاتھ پھیلائے رو رہے تھے۔ اور انکے آنسو انگلیوں کے بیچ میں کو نیچے گر رہے تھے اور وہ زرد تھے۔ (یعنی آنسوؤں میں خون کی آمیزش تھی) میں نے اُن سے قسم دے کر پوچھا کہ یہ خون کے آنسو کس صدمہ سے گرا رہے ہو۔ (خیر تو ہے کیا آفت آگئی) وہ فرمانے لگے کہ اگر تم قسم نہ دیتے تو میں نہ بتاتا۔ ہاں میں اس پر رو رہا ہوں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کا جو حق مجھ پر تھا اس کو ادا نہیں کیا۔ میں نے کہا کہ خون کیوں آگیا؟ کہنے لگے اس خوف سے کہ میرا یہ رونا کہیں غیر معتبر اور جھوٹا (نفاق سے) نہ ہو۔ وہ شخص کہتے ہیں کہ جب اُن کا انتقال ہوگیا تو میں نے ان کو خواب میں دیکھا۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا کہ میری مغفرت ہوگئی۔ میں نے پوچھا کہ تمہارے آنسوؤں کا کیا حشر ہوا؟ فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مجھے اپنے قریب فرماکر ارشاد فرمایا کہ یہ آنسو کیسے تھے؟ میں نے عرض کیا اس پر رنج تھا کہ آپ کا جو حق مجھ پر واجب ہے وہ میں ادا نہ کرسکا۔ ارشاد ہوا کہ خون کیوں تھا؟ میں نے عرض کیا اس خوف سے کہ یہ رونا جھوٹا نہ ہو۔ غیر معتبر نہ ہوجائے۔ ارشاد ہوا کہ آخر تو اس سب سے کیا چاہتا تھا؟ میری عزت کی قسم تیرے کراماً کاتبین چالیس سال سے تیرے اعمال کا صحیفہ ایسا لا رہے ہیں کہ ان میں کوئی خطا لکھی ہوئی نہیں ہوتی۔

عبدالواحد بن زیدؒ کہتے ہیں کہ میرا گذر ایک گرجا پر ہوا۔ وہاں ایک راہب (دنیا سے منقطع) رہتا تھا۔ میں نے اس کو راہب کہہ کر آواز دی وہ نہ بولا۔ پھر دوسری دفعہ پکارا پھر بھی نہ بولا۔ پھر تیسری دفعہ جب میں نے پکارا تو وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں راہب نہیں ہوں۔ راہب وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ڈرتا ہو، اس کی کبریائی میں اس کی تعظیم کرتا ہو، اس کی بلاؤں پر صبر کرتا ہو۔ پھر اُس کے تقدیری فیصلوں پر راضی ہو اس کی نعمتوں پر شکر کرتا ہو، اس کی عظمت کے سامنے تواضع سے رہتا ہو، اس کی عزت کے مقابلہ میں اپنے کو ذلیل رکھتا ہو، اس کی قدرت کاملہ کا اطاعت کرنے والا ہو۔ اس کی ہیبت سے عاجزی کرتا ہو، اس کے حساب اور اس کے عذاب کی ہر وقت فکر میں رہتا ہو، دن میں روزہ رکھتا ہو، رات کو بیدار رہتا ہو، جہنم کے خوف

نے اور میدان حشر کے سوال نے اس کی نیند اڑا دی ہو جس میں یہ باتیں ہوں وہ راہب ہے میں تو ایک بھڑکا یا کتا ہوں۔ اس وجہ سے یہاں بیٹھ گیا ہوں کہ کہیں کسی کو کاٹ نہ کھاؤں۔ میں نے اس سے پوچھا کیا بات ہے کہ لوگ حق تعالیٰ شانہ کی بڑائی کو جانتے ہیں پھر بھی اس ان کا رشتہ ٹوٹا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ صرف دنیا کی محبت نے اور اس کی زیب و زینت نے ان کا رشتہ توڑ رکھا ہے۔ دنیا گناہوں کا گھر ہے۔ سمجھدار اور عاقل وہ شخص ہے جو اس کو اپنے دل سے پھینک دے اور اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور ایسے کام اختیار کرے جو اللہ تعالیٰ شانہ، کے قریب کر دیں۔

حضرت اُویس قرنی جو مشہور بزرگ ہیں۔ کسی دن فرماتے کہ آج کی رات رکوع کرنے کی ہے۔ پس تمام رات رکوع میں گذار دیتے۔ پھر کہتے کہ آج کی رات سجدہ کی ہے تو تمام رات ایک سجدہ میں گذار دیتے۔

جب عتبہ غلام تائب ہوئے تو کھانے پینے کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ان کی ماں نے ایک مرتبہ ان سے کہا اپنے نفس پر رحم کھا۔ کچھ راحت بھی لے لیا کر۔ کہنے لگے کہ اس پر رحم کھانے ہی کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔ تھوڑے دن کی مشقت ہے۔ پھر ہمیشہ ہمیشہ راحت ہی لینا ہے۔

عبداللہ بن داؤد کہتے ہیں کہ یہ (بزرگ حضرات) جب کوئی ان میں چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو وہ بستره اٹھا کر لپیٹ دیتا ہے۔ یعنی پھر سونے کا نمبر ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت کہمس بن حسن ہر رات میں ایک ہزار رکعت پڑھتے۔ اور اپنے نفس کو خطاب کر کے کہتے کہ اے ہر برائی کی جڑ (نماز کے لئے) کھڑا ہو جا جب ضعف بہت زیادہ ہو گیا تو روزانہ پانچسو رکعتیں کر دی تھیں۔ اور اس پر رویا کرتے تھے کہ میرا آدھا عمل جاتا رہا۔

حضرت ربیع کہتے ہیں کہ میں حضرت اویس قرنی کے پاس آیا وہ صبح کی نماز پڑھ کر تسبیح پڑھنے میں مشغول ہو گئے تھے مجھے خیال ہوا کہ اس وقت ان کا حرج ہو گا

میں فراغت کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ وہ اسی حال میں بیٹھے پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ وہ ظہر کی نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے اور عصر تک نماز پڑھتے رہے۔ پھر عصر کی نماز سے فارغ ہو کر اسی جگہ مغرب تک بیٹھے رہے۔ پھر مغرب کی نماز پڑھی، عشاء کی نماز پڑھی پھر صبح تک وہیں جمے رہے۔ دوسرے دن صبح کی نماز کے بعد بیٹھے تھے۔ اسی حال میں کچھ غنودگی سی آ گئی۔ چونک کر کہنے لگے۔ یا اللہ ایسی آنکھ سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں جو بار بار سوتی ہو اور ایسے پیٹ سے پناہ مانگتا ہوں جو بھرتا ہی نہ ہو۔ میں یہ سب حالت دیکھ کر وہاں سے یہ کہہ کر چلا آیا کہ مجھے تو عبرت کے واسطے یہی کافی ہے جو میں نے دیکھ لیا۔

احمد بن حرب کہتے ہیں تعجب تو اس شخص پر ہے۔ جس کو یہ معلوم ہے کہ آسمانوں پر اس کے لئے جنت کو آراستہ کیا جا رہا ہے اور اس کے نیچے جہنم بھڑکائی جا رہی ہے، ان دونوں کے درمیان اس کو کیسے نیند آتی ہے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے پاس گیا وہ عشاء کی نماز کے بعد اپنی عبا میں لپٹ کر ایک کروٹ لیتے اور صبح تک اسی طرح لیٹے رہے نہ تو حرکت کی نہ کروٹ بدلی صبح کو اٹھ کر بغیر وضو کئے نماز پڑھ لی میں نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم کرے۔ ساری رات لیٹے سوتے رہے اور بغیر وضو ہی نماز پڑھ لی۔ فرمانے لگے کہ میں ساری رات کبھی جنت کے باغوں میں دوڑتا تھا کبھی جہنم کی گھاٹیوں میں۔ ایسی حالت میں نیند کہاں آسکتی تھی۔

کہتے ہیں کہ ابوبکر بن عیاش چالیس برس تک بستر پر نہیں لیٹے اور اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اس کھڑکی (کوٹھی) میں گناہ نہ کرنا۔ میں نے اس میں بارہ ہزار قرآن پاک ختم کئے ہیں۔ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو مکان کے ایک کونہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کونہ میں میں نے چوبیس ہزار قرآن ختم کئے ہیں۔

حضرت سمنون پانچسو رکعت نفل روزانہ پڑھتے تھے۔ انہی کا ایک قصہ علامہ زبیدیؒ نے لکھا ہے کہ بغداد میں ایک شخص نے چالیس ہزار درہم فقراء پر تقسیم کئے۔ سمنون فرمانے لگے کہ درم تو ہمارے پاس ہیں نہیں چلو ہم ہر درم کے بدلہ ایک رکعت نماز پڑھ لیں۔ یہ کہہ کر مدائن گئے۔ اور وہاں چالیس ہزار رکعتیں پڑھیں۔

ابوبکر مطوعی کہتے ہیں کہ میرا معمول اپنی جوانی میں اکتیس ہزار یا چالیس ہزار مرتبہ (راوی کو شک ہے) روزانہ قل ہو اللہ شریف پڑھنے کا تھا۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں عامر بن عبد القیس کے ساتھ چار مہینے رہا۔ میں نے ان کو دن میں یا رات میں سوتے نہیں دیکھا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ صبح کی نماز پڑھا کر دائیں جانب منہ کر کے بیٹھے۔ آپ پر رنج کا اثر بہت تھا۔ طلوع آفتاب تک آپ بیٹھے رہے۔ اس کے بعد ہاتھ کو (افسوس کے ساتھ) پلٹ کر فرمایا خدا کی قسم! میں نے حضورؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیکھا۔ آج کوئی بات بھی اُن کی مشابہت کی نہیں دیکھتا۔

وہ حضرات اس حالت میں صبح کرتے تھے کہ اُن کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہرے غبار آلود اور زرد ہوتے تھے۔ وہ ساری رات اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں پڑے رہتے تھے۔ یا اس کے سامنے کھڑے قرآن پاک پڑھتے رہتے تھے۔ کھڑے کھڑے کبھی ایک پاؤں پر سہارا دے لیتے تھے۔ کبھی دوسرے پاؤں پر۔ جب وہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ذکر کرتے تھے تو ایسے (مزے میں) جھومتے تھے جیسے کہ ہواؤں میں درخت حرکت کرتے ہیں۔ اور (اللہ تعالیٰ شانہٗ کے شوق اور خوف سے) اُن کی آنکھوں سے اتنے آنسو بہتے کہ اُنکے کپڑے تر ہو جاتے تھے۔ اب لوگ بالکل ہی غفلت میں رات گذار دیتے ہیں۔

حضرت ابو مسلم خولانی نے ایک کوڑا اپنے گھر کی مسجد میں لٹکا رکھا تھا۔ اور اپنے نفس کو خطاب کر کے کہا کرتے کہ اُٹھ کھڑا ہو میں تجھے (عبادت میں) اچھی طرح گھسیٹوں گا یہانتک کہ تو تھک جائے گا۔ میں نہیں تھکونگا، اور جب اُن پر کچھ سستی ہوتی تو اس کوڑے کو اپنی پنڈلیوں پر مارتے اور فرماتے کہ یہ پنڈلیاں پٹنے کے لئے میرے گھوڑے کی بہ نسبت زیادہ مستحق ہیں۔ یہ بھی کہا کرتے کہ صحابہ کرام یوں سمجھتے ہیں (کہ جنت کے سارے درجے) وہی اُڑا کر لے جائیں گے۔ نہیں ہم ان سے (ان درجوں میں) اچھی طرح مزاحمت کریں گے تاکہ ان کو بھی معلوم ہو جائے کہ وہ بھی اپنے پیچھے مردوں کو چھوڑ کر آئے ہیں۔

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن صبح کو اپنی پھوپھی حضرت

عائشہؓ کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوا۔ وہ چاشت کی نماز پڑھ رہی تھیں اور یہ آیت شریفہ پڑھ رہی تھیں:۔ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ (طور۔ ع ۱) "پس احسان کیا حق تعالیٰ شانہ نے ہم پر پس ہم کو جہنم کے عذاب سے بچالیا"۔ حضرت عائشہؓ اس آیت شریفہ کو بار بار پڑھتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ قاسم کہتے ہیں کہ میں بہت دیر تک تو انتظار کرتا رہا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ میں اتنے بازار ہو آؤں۔ ضروریات سے فارغ ہو کر واپسی میں سلام کرتا جاؤں گا۔ میں بازار چلا گیا۔ اور وہاں سے فراغت کے بعد جب میں واپس آیا تو وہ اسی طرح کھڑی ہوئی اسی آیت کو پڑھ رہی تھیں اور رو رہی تھیں۔

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن الاسود حج کے لئے جب آئے تو انکے ایک پاؤں میں تکلیف تھی۔ وہ عشاء کے بعد صرف ایک پاؤں کے سہارے کھڑے ہوئے اور صبح تک ایک ہی پاؤں پر کھڑے نفل پڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ اسی وضو سے صبح کی نماز پڑھ لی۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ مجھے موت سے صرف اس لئے ڈر لگتا ہے کہ پھر تہجد کی نماز جاتی رہے گی (اور وہ لطف جو اس نماز میں آتا ہے وہ ختم ہو جائے گا)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ صلحاء کی علامت رات کے جاگنے سے چہروں کا زرد ہونا، اور راتوں کو رونے کی وجہ سے آنکھوں کا چُندھا ہو جانا، اور روزوں کی کثرت سے ہونٹوں کا خشک ہو جانا ہے، اُن کے چہرے خوف زدہ رہتے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ عبادت کی کثرت کرنے والوں کے چہرے ایسے خوب صورت کس طرح ہو جاتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ جب وہ تنہائی میں رحمٰن کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں تو وہ رحمت والا اپنے نور کا سایہ اُن پر ڈال دیتا ہے۔

حضرت قاسم بن راشد کہتے ہیں کہ زمعہ ہمارے قریب محصب میں (جو مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ ہے) ٹھیرے ہوئے تھے۔ اُن کے ساتھ اُن کی بیوی اور بیٹیاں بھی تھیں۔ وہ رات کو بہت لمبی نماز پڑھتے تھے جب پچھلا پہر ہو جاتا تو وہ زور سے آواز دیتے۔ ارے مسافرو! کیا رات بھر سوتے ہی رہو گے۔ اٹھو، چلو اس آواز پر سب کے سب جاگ جاتے کوئی وضو کر رہا ہے، کوئی نماز پڑھ رہا ہے، کوئی کسی کونے میں بیٹھا

رو رہا ہے، کوئی قرآن پاک پڑھ رہا ہے۔ جب صبح ہو جاتی تو وہ فرماتے کہ رات کے چلنے والے صبح کو ٹھہر جایا کرتے ہیں۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں بیت المقدس کے پہاڑوں میں جا رہا تھا۔ ایک جگہ پہنچ کر میں نے ایک آواز سنی۔ میں اس آواز کی طرف چل دیا۔ دیکھا کہ ایک سبزہ ہے۔ وہاں ایک درخت ہے۔ اس کے نیچے ایک شخص کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور یہ آیت بار بار پڑھتے ہیں۔ یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَہَا وَبَیْنَہٗٓ اَمَدًۢا بَعِیْدًا ۭ وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ ۭ (آل عمران ع ۲)

"جس دن ہر شخص اپنے اپنے اچھے کاموں کو (جو اس نے اس دنیا میں کئے ہوں گے) سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کاموں کو (بھی سامنے لایا ہوا پائے گا) اور اس بات کی تمنا کرتا ہوگا۔ کاش اس دن کے درمیان اور اس آدمی کے (یعنی میرے) درمیان بہت بڑی دور دراز کی مسافت حائل ہو جاتی (کہ یہ برے اعمال اس کے سامنے نہ آتے) اور تم کو اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے سے ڈراتا ہے (اس کے مطالبہ اور حساب اور عذاب سے بہت اہتمام سے ڈرتے رہو) یہ بزرگ کہتے ہیں کہ میں چپکے سے اُن کے پیچھے بیٹھ گیا وہ بار بار اسی آیت شریفہ کو پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے۔ اتنے میں انھوں نے زور سے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گئے۔ مجھے بہت قلق ہوا کہ یہ میری نحوست سے بے ہوش ہو کر گر گئے۔ بہت دیر میں اُن کو ہوش آیا تو وہ کہنے لگے اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں جھوٹے طور پر کھڑے ہو کر رونے والوں سے (گویا انھوں نے اپنے اس پڑھنے اور رونے کو نفاق کا رونا قرار دیا) اور اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں بیہودہ لوگوں کے اعمال سے (کہ میرا یہ پڑھنا اور رونا لغو آدمیوں کا پڑھنا ہے کہ میرے برابر دوسرا کون بیہودہ ہوگا) اے اللہ میں تجھ سے غافل لوگوں کے اعراض سے پناہ مانگتا ہوں (کہ یہ میرا فعل بھی غفلت کے ساتھ ہو رہا ہے) پھر کہنے لگے یا اللہ ڈرنے والوں کے دل تیری ہی طرف عاجزی کرتے ہیں۔ اور نیک عمل میں کوتاہی کرنے والے تیری ہی (رحمت کی) طرف امیدیں لگاتے ہیں۔ عارف لوگوں کے دل تیری ہی بڑائی کے سامنے ذلیل ہوتے ہیں

اس کے بعد انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ جھاڑے (جیسا کہ مٹی وغیرہ ہاتھ کو لگ جانے سے جھاڑے جاتے ہیں) اور فرمایا مجھے دنیا سے کیا کام اور دنیا کو مجھ سے کیا کام؟ اے دنیا تو اپنے بیٹوں کے پاس چلی جا۔ تو اپنی نعمتوں کے قدر دانوں کے پاس چلی جا۔ تو اپنے عاشقوں کے پاس چلی جا اُنھیں کو دھوکہ میں ڈال (مجھے دق نہ کر) پھر کہنے لگے پہلے زمانوں والے کہاں چلے گئے۔ سب کے سب مٹی میں مل گئے۔ بوسیدہ ہو کر خاک میں رَل گئے اور جو زمانہ گذر رہا ہے گو فنا ہوتے جا رہے ہیں۔ میں نے ان بزرگ سے کہا کہ میں بڑی دیر سے آپ کے فارغ ہونے کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ فرمانے لگے ایسے شخص کو فراغت کہاں ہو سکتی ہے جس کو وقت ختم ہونے کا فکر ہو رہا ہے وہ جلدی کرتا ہے کہ وقت ختم ہونے سے پہلے پہلے کچھ کر لوں اور وقت جلدی کر رہا ہے کہ میں کسی طرح جلد ختم ہو جاؤں وہ کیسے فارغ ہو سکتا ہے جس کو وقت گذر جانے سے موت کے جلدی آجانے کا فکر سوار ہو وہ کیسے فارغ ہو سکتا ہو جس کے اوقات تو گذرتے جاتے ہوں۔ اور اِن گذرے ہوئے اوقات میں جو گناہ کئے ہیں وہ اس کے حساب میں جمع ہوں پھر وہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے تو ہی میری اس مصیبت کے لئے (یعنی جو گناہ میرے حساب میں جمع ہو گئے) اور ہر آنے والی مصیبت کے لئے پناہ کی جگہ ہے (تیری ہی رحمت سے بیڑا پار ہو سکے گا) پھر تھوڑی دیر اس میں مشغول رہے۔ پھر قرآن پاک کی دوسری آیت وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ (زمر۔ ۵۶) اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کے ساتھ وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا اُن کو گمان بھی نہ تھا۔" یہ ایک آیت شریفہ کا ٹکڑا ہے۔ پوری آیت شریفہ یہ ہے:۔ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝ اور اس آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے کہ "جن لوگوں نے (دنیا میں) ظلم کیا تھا (یعنی کفر و شرک وغیرہ کیا تھا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ شرک کرنا ظلم عظیم ہے) اگر ان کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور ان سب کے ساتھ اتنی ہی چیز اور بھی ہوں تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹ جانے کے لئے (بے تردد) ان سب کو فدیہ میں دیدیں (لیکن فدیہ اس دن قبول نہیں ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں

کئی جگہ اور سورۂ مائدہ میں گذرا) اور (ان لوگوں کے ساتھ) خدا تعالیٰ کی طرف سے وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو (وہم اور) گمان بھی نہ تھا۔ (کہ اتنی سختی ہو بھی سکتی ہے۔ اس جگہ کئی آیتیں اس مضمون کے مناسب ہیں)

غرض ان بزرگ نے یہ آیت شریف پڑھی اور پہلے سے بہت زیادہ زور سے چلائے اور بے ہوش ہو کر اس طرح گرے کہ میں نے یہ سمجھ لیا کہ جان نکل گئی۔ میں اُن کے قریب پہنچا تو وہ تڑپ رہے تھے۔ بہت دیر کے بعد افاقہ ہوا تو وہ یہ کہہ رہے تھے یا اللہ میں جب (قیامت میں) آپ کے سامنے کھڑا ہوں تو محض اپنے فضل سے میری بُرائیاں معاف کر دیجیو۔ اور اپنی ستاری کے پردہ میں مجھے چھپا لیجیو۔ اور صرف اپنے کرم سے میرے گناہ معاف کر دیجیو۔ میں نے اُن سے کہا کہ جس (پاک ذات) کی رحمت کی تم امید کر رہے ہو اسی کے واسطے سے میری یہ درخواست ہے کہ ذرا مجھ سے بات کر لیجئے۔ وہ فرمانے لگے کہ تجھے ایسے شخص سے بات کرنا چاہیئے جس کے کلام سے تجھے نفع پہنچے۔ اور جس شخص کو اس کے گناہوں نے ہلاک کر رکھا ہو (یعنی میں) ایسے شخص سے بات کرنا چھوڑ دے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں اس جگہ اللہ جانے کتنے عرصہ سے شیطان سے لڑ رہا ہوں۔ میں اس سے لڑائی میں مشغول ہوں اور وہ مجھ سے لڑنے میں مشغول ہے (کہ وہ مجھ کو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف توجہ سے ہٹانے کی ہر وقت کوشش میں لگا رہتا ہی) اس کو اب تک تیرے سوا کوئی صورت ایسی نہ ملی جس سے وہ مجھے اس چیز سے ہٹا دیتا جس میں مشغول ہوں (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ سے) پس تو مجھ سے دور ہو جا تو (شیطان کے) دھوکہ میں پڑا ہوا ہے۔ تو نے میری زبان کو مناجات سے معطل کر دیا۔ اور میرے دل کو (حق تعالیٰ شانہٗ سے ہٹا کر) اپنی بات کی طرف متوجہ کر لیا۔ میں اللہ تعالیٰ شانہٗ سے تیرے شر سے پناہ مانگتا ہوں، اور اُس پاک ذات سے اس کی بھی امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے غصہ سے مجھے پناہ عطا فرمائے گا۔ یہ صاحب جو بات کرنا چاہتے تھے کہتے ہیں مجھے یہ ڈر ہوا کہ میں نے ان کی حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے توجہ کو ہٹا دیا ہے ایسا نہ ہو کہ مجھ پر اس بات کی وجہ سے کوئی عذاب نازل ہو جائے اس لئے میں اُن کو اسی جگہ چھوڑ کر چلا آیا۔

حضرت کرز بن وبرہ ہر روز تین قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ

عبادات میں ہر وقت منہمک رہتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ آپ نے اپنے نفس کو بڑی محنت میں ڈال دیا۔ فرمانے لگے کہ ساری دنیا کی عمر کتنی ہے۔ اُس نے عرض کیا سات ہزار برس۔ فرمایا قیامت کا دن کتنا ہی۔ عرض کیا پچاس ہزار برس۔ فرمانے لگے کیوں کر تم میں سے کوئی شخص اس سے عاجز رہ سکتا ہے۔ کہ دن کے ساتویں حصہ میں محنت کر لے تاکہ سارے دن راحت سے رہے (یعنی اگر کسی شخص کو صرف ۳½ گھنٹہ محنت کر کے سارا دن راحت کا ملے تو کون چھوڑ سکتا ہی) پس اگر قیامت کے دن کی راحت کے لئے کوئی دنیا کی پوری زندگی سات ہزار برس محنت کر لے تب بھی بڑے نفع کا سودا ہے چہ جائیکہ آدمی کی عمر دنیا کی تمام عمر میں سے بھی بہت تھوڑا سا حصہ ہے اور آخرت کی زندگی قیامت کے دن کے بعد بھی بے انتہا ہے۔

یہ چند قصے نمونے کے طور پر ذکر کئے گئے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تھی پہلے زمانہ کے بزرگوں کی عادت اور خصلت۔ اگر تیرا نفس امّارہ عبادت خود نہیں کر سکتا تو ان مرمٹنے والوں کے احوال میں غور کر اور یہ غور کر کہ ان اکابر کا اقتداء ان بزرگوں کی حمایت میں شامل ہونا بہتر ہے جو دین کے حکیم اور آخرت میں بصیرت رکھنے والے عقلمند تھے، یا اپنے زمانہ کے ان جاہل بے وقوفوں کا اقتدار بہتر ہے جو دین سے غافل ہیں۔ ایسا ہرگز نہ کر کہ عقلمندوں کا اتباع چھوڑ کر احمقوں کا اتباع کرے۔ اگر تجھے یہ وہم ہو کہ یہ قوی لوگ تھے ان کا اقتدار مشکل ہے تو پھر چند عورتوں کے حالات بھی سن لے۔ اور تو مرد ہو کر اس سے تو عاجز نہ بن کہ عورتوں جیسا بھی نہ ہو تو ہی غور کر وہ مرد کتنا خسیس ہے جو دین میں عورتوں کا بھی ساتھ نہ دے سکے۔ اب غور سے سن۔

حضرت حبیبہ عدویہؒ جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو جاتیں تو اپنے کپڑوں کو اپنے اوپر اچھی طرح لپیٹ کر چھت پر کھڑی ہو جاتیں۔ اور دعاء میں مشغول ہو جاتیں۔ اور کہتیں کہ یا اللہ ستارے چھٹک گئے اور لوگ سو گئے۔ بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر دیئے اور ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ تخلیہ میں چلا گیا۔ اور میں تیرے سامنے کھڑی ہوں۔ یہ کہہ کر نماز شروع کر دیتیں اور ساری رات نماز پڑھتیں جب صبح صادق ہو جاتی تو کہتیں یا اللہ رات چلی گئی اور دن کا چاندنا ہو گیا۔ کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ میری یہ رات تو نے

قبول فرمائی تاکہ میں اپنے کو مبارکباد دوں یا تو نے رد فرما دی تاکہ میں اپنے کو تعزیت کروں۔ تیری عزت کی قسم! میں تو ہمیشہ اسی طرح کرتی رہوں گی۔ تیری عزت کی قسم! اگر تو نے مجھے اپنے دروازہ سے دھکیل دیا تب بھی تیرے کرم اور تیری بخشش کا جو حال مجھے معلوم ہے اس کی وجہ سے میں تیرے در سے ہٹوں گی نہیں۔

حضرت عجرۃ نابینا تھیں۔ ساری رات جاگتیں اور جب سحر کا وقت ہوتا تو بہت غمگین آواز سے کہتیں یا اللہ عابدوں کی جماعت نے تیری طرف چل کر رات کے اندھیرے کو قطع کیا وہ تیری رحمت اور تیری مغفرت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہے یا اللہ میں صرف تجھ ہی سے سوال کرتی ہوں، تیرے سوا کسی دوسرے سے میرا سوال نہیں، کہ تو مجھے سابقین کے گروہ میں شامل کرلے اور اعلیٰ علیین تک پہنچادے اور مقرب لوگوں کے درجہ میں داخل کردے۔ اور اپنے نیک بندوں میں شامل کردے تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ ہر اونچے درجہ والے سے بلند ہے، سارے کریموں سے زیادہ کریم ہے۔ اے کریم (مجھ پر کرم کر) یہ کہہ کر سجدہ میں گر جاتیں۔ کہ ان کے رونے کی آواز سنائی دیتی اور صبح تک روتی رہتیں۔ اور دعائیں کرتی رہتیں۔

یحییٰ بن بسطام کہتے ہیں کہ ہم حضرت شعوانہؒ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور انکے رونے چلانے کو سنتے۔ میں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ کسی وقت تنہائی میں ان کے پاس جاکر سمجھائیں کہ اس رونے میں کچھ کمی کردیں۔ میرے ساتھی نے کہا کہ اچھا جیسے تمہاری رائے ہو ہم ان کے پاس تنہائی میں گئے۔ اور ان سے جاکر کہا اگر تم اس رونے کو کچھ کم کردو اور اپنی جان پر ترس کھاؤ تو زیادہ بہتر ہے کہ بدن میں کچھ طاقت رہے گی۔ دیر تک اس سے کام لے سکو گی۔ وہ یہ سن کر رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ میری تو یہ تمنا ہے کہ میں اتنا روؤں کہ آنکھ میں آنسو نہ رہے۔ پھر خون کے آنسوؤں سے رونا شروع کردوں یہاں تک کہ میرے بدن کا سارا خون آنکھوں سے نکلے۔ ایک بھی قطرہ خون کا نہ رہے اور کہنے لگیں کہ مجھے رونا کہاں آتا ہے، مجھے رونا کہاں آتا ہے۔ بار بار اسی لفظ کو کہتی رہیں کہ مجھے رونا کہاں آتا ہے یہاں تک کہ بے ہوش ہوگئیں۔

محمد بن معاذ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک عبادت گذار عورت نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہونے کو جا رہی ہوں وہاں دیکھا کہ سارے آدمی جنت کے دروازہ پر کھڑے ہیں میں نے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ یہ سب کے سب دروازہ پر کیوں جمع ہو گئے کسی نے بتایا کہ ایک عورت آ رہی ہیں جن کے آنے کی وجہ سے جنت کو سجایا گیا ہے یہ سب اُن کے استقبال کے واسطے باہر آ گئے ہیں۔ میں نے پوچھا وہ عورت کون ہیں؟ کہنے لگے کہ ایلہ کی رہنے والی ایک سیاہ باندی ہیں جن کا نام شعوانہ ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم وہ تو میری بہن ہے اتنے میں دیکھا کہ شعوانہ ایک نہایت عمدہ خوش نما اصیل اونٹنی پر بیٹھی ہوا میں اُڑی آ رہی ہیں۔ میں نے اُن کو آواز دی کہ میری بہن تمہیں اپنا اور میرا تعلق معلوم ہے۔ اپنے رب سے دعا کردو کہ مجھے بھی تمہارے ساتھ کردے۔ وہ یہ سُن کر ہنسیں اور کہنے لگیں ابھی تمہارے آنے کا وقت نہیں آیا۔ لیکن میری دو۲ باتیں یاد رکھنا (آخرت کے) غم کو اپنے ساتھ چمٹا لو اور اللہ تعالیٰ کی محبت اپنی ہر خواہش پر غالب کر دو اور اس کی پرواہ نہ کرو کہ موت کب آئے گی۔ یعنی ہر وقت اُس کے لئے تیار رہو۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں ایک دن بازار جا رہا تھا۔ میرے ساتھ میری حبشی باندی تھی۔ میں اس کو ایک جگہ بٹھا کر آگے چلا گیا۔ اور اس سے کہہ گیا کہ یہیں بیٹھی رہنا میں ابھی آتا ہوں جب میں واپس آیا تو وہ اس جگہ نہ ملی مجھے بہت غصہ آیا اور غصہ کی حالت میں گھر واپس آ گیا۔ جب اُس نے مجھے دیکھا تو میرے چہرہ سے غصہ کو محسوس کیا کہنے لگی۔ میرے آقا عتاب میں جلدی نہ کرو ذرا میری بات سُن لو۔ آپ مجھے ایسی جگہ بٹھا کر گئے جہاں کوئی اللہ کا نام لینے والا نہیں تھا۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ کہیں یہ جگہ زمین میں نہ دھنس جائے (جس جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہو اس جگہ جتنی جلدی عذاب آ جائے قرین قیاس ہے) اس کی اس بات سے مجھے بڑا تعجب ہوا میں نے اُس سے کہا کہ تو آزاد ہے۔ کہنے لگی آقا تم نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا۔ میں نے کہا کیوں؟ کہنے لگی کہ پہلے جب میں باندی تھی تو مجھے دوہرا ثواب ملتا تھا۔ (جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو غلام اللہ کی اطاعت کرے اور اپنے مولیٰ کی خدمت کرے اس کو دوہرا اجر ہے) اب آپ نے آزاد کر کے میرا ایک اجر ضائع کر دیا

حضرت خواصؒ جو مشہور بزرگ ہیں کہتے ہیں کہ ہم حضرت رحلہ عابدہؒ کے پاس گئے وہ روزے رکھتے رکھتے کالی پڑ گئی تھیں۔ اور نماز پڑھتے پڑھتے پاؤں شل ہو گئے تھے (جس کی وجہ سے) اپاہج ہو گئی تھیں۔ بیٹھ کر نماز پڑھتی تھیں۔ اور روتے روتے نابینا ہو گئی تھیں۔ ہم نے جاکر حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور معافی کا ذکر کیا کہ شاید اس سے ان کے مجاہدہ کی شدت میں کچھ کمی آئے۔ انہوں نے میری بات سن کر بے تحاشا ایک چیخ ماری۔ پھر کہنے لگیں کہ مجھے جو اپنی حالت معلوم ہے اس نے میرے دل کو زخمی کر رکھا ہے۔ اور میرے جگر کو چھیل دیا ہے۔ کاش! میں تو پیدا ہی نہ ہوتی ہوتی۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنی نماز کی نیت باندھ لی۔

نمونہ کے طور پر دو ایک واقعات ذکر کئے ہیں۔ امام غزالیؒ نے اور بھی اس قسم کے واقعات عورتوں کے نقل کئے ہیں۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ اگر تو اپنے نفس کی نگہداشت کرنے والا ہے تو تیرے لئے ضروری ہے کہ ان محنت کرنے والے مردوں اور عورتوں کے احوال کو غور و فکر کی نگاہ سے دیکھے۔ تاکہ تیری طبیعت میں نشاط بڑھے۔ اور محنت کی تجھے حرص پیدا ہو۔ اور اپنے زمانہ کے آدمیوں کے احوال دیکھنے سے احتراز کر کہ ان میں سے اکثر ایسے ملیں گے کہ اگر تو ان کا اتباع کرے گا تو وہ تجھے اللہ کے راستہ سے گمراہ کر دیں گے ان محنت کرنے والوں کے واقعات کی کوئی تعداد نہیں ہے۔ ہم نے نمونہ کے طور پر چند لکھے ہیں۔ جو عبرت کے لئے کافی ہیں اگر تو زیادہ حالات دیکھنا چاہے تو "حلیۃ الاولیاء" کا مطالعہ کیا کر۔ اس میں صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد والوں کے احوال تفصیل سے لکھے ہیں (اور کچھ واقعات شارح "احیاء" نے بھی ذکر کئے ہیں) اور ان کے احوال کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ تو اور تیرے زمانہ کے لوگ دین سے کتنے دور ہیں۔ اور اگر تیرے دل میں اپنے زمانہ کے لوگوں کو دیکھ کر یہ خیال آئے کہ پہلے زمانہ میں چونکہ خیر کی کثرت تھی اس لئے اُس زمانہ میں یہ سہل تھا اب اگر ان حالات پر عمل کیا جائے گا تو لوگ پاگل کہیں گے۔ اس لئے جو حشر اس زمانہ کے سب آدمیوں کا ہوگا وہ میرا بھی ہو جائے گا۔ مصیبت جب عام آتی ہے تو اس میں سب ہی کو شامل ہونا پڑتا ہے۔ تو یہ تیرے نفس کا دھوکہ ہے۔ تو ہی بتا اگر کہیں سے پانی کا سیلاب ہو جس میں سب ہی بہتے جا رہے ہوں تو اگر کوئی شخص تیرنا جانتا ہے یا کسی اور ذریعہ

سے بچ سکتا ہو تو کیا وہ یہ سمجھ کر چپ ہو جائے کہ اس مصیبت میں تو سب ہی گرفتار ہیں۔ حالانکہ سیلاب کی مصیبت بہت تھوڑی دیر کی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ موت آجائے گی۔ اس سے زیادہ تو کچھ نہ ہوگا اور آخرت کا عذاب نہایت سخت ہے۔ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے اور ہمیشہ غور کرتے رہنا چاہیے (احیاء)

حضرت ابراہیم ادہم رضؓ سے کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ کسی وقت تشریف رکھا کریں تو ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو جایا کریں کہ کچھ ارشادات سُنیں۔ انھوں نے فرمایا مجھے چار کام اس وقت درپیش ہیں ان میں مشغول ہوں اُن سے فراغت پر یہ ہو سکتا ہے۔

(۱) جب ازل میں عہد لیا گیا تھا تو حق تعالیٰ شانہٗ نے ایک فریق کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ جنتی ہیں اور دوسروں کو فرمایا تھا کہ یہ دوزخی ہیں۔ مجھے ہر وقت یہ فکر رہتا ہو کہ نہ معلوم میں کن میں ہوں۔

(۲) جب بچہ ماں کے پیٹ میں شروع ہوتا ہو تو اُس وقت ایک فرشتہ جو اُس نطفہ پر مقرر ہوتا ہو وہ حق تعالیٰ شانہٗ سے پوچھتا ہے کہ اس کو سعید لکھوں یا بدبخت۔ مجھے ہر وقت یہ فکر رہتا ہو کہ نہ معلوم مجھے کیا لکھا گیا۔

(۳) جب فرشتہ آدمی کی رُوح قبض کرتا ہو تو یہ پوچھتا ہے کہ اس رُوح کو مسلمانوں کی روحوں میں رکھوں یا کافروں کی۔ نہ معلوم میرے متعلق اس فرشتہ کو کیا جواب ملے گا۔

(۴) قیامت میں حکم ہوگا وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (سورۂ یٰس) (آج مجرم لوگ فرمانبرداروں سے علیحدہ ہو جائیں) مجھے یہ فکر رہتا ہے کہ نہ معلوم میرا شمار کس فریق میں ہوگا (تنبیہ الغافلین) یعنی جب ان چاروں فکروں سے امن نصیب ہو جائے اُس وقت دوستوں سے بے فکری سے باتیں کرنے کا وقت مل سکتا ہو۔ اب تو میں ہر وقت ان فکروں میں رہتا ہوں، کہاں اطمینان سے بیٹھ سکتا ہوں۔

(۱۵) عن ابی هريرة رضؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس الغنى	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کا غنی ہونا مال کی کثرت سے نہیں ہوتا بلکہ حقیقی

عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنا تو دل کا غنی ہوتا ہے۔
غنی النفس متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ

فائدہ :- مطلب حدیث پاک کا بالکل ظاہر ہے کہ اگر آدمی کا دل غنی نہیں ہے تو جتنا مال بھی اُس کے پاس زیادہ ہو وہ مال کے خرچ کرنے میں فقیروں سے زیادہ کم خرچ ہوگا تو جتنا بھی مال اس کے پاس ہو وہ ہر وقت اس کے بڑھانے کے فکر میں محتاجوں سے زیادہ پریشان ہوگا۔ اور اگر اس کا دل غنی ہے تو تھوڑا سا مال بھی اس کو بے فکر رکھے گا اور جتنا ہوگا اُس کے ہر وقت بڑھانے کے فکر سے آزاد ہوگا۔

امام راغبؒ کہتے ہیں کہ غنا، کئی معنے میں بولا جاتا ہے۔ ایک تو غنا کے معنی کسی قسم کی حاجت نہ ہونے کے ہیں۔ اس معنے کے اعتبار سے تو صرف حق تعالیٰ شانہٗ غنی ہے۔ کہ اس کو کسی چیز کی احتیاج نہیں ہے۔ اسی معنے کے اعتبار سے حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (تم سب کے سب اللہ تعالیٰ شانہٗ کے محتاج ہو وہ پاک ذات بے احتیاج ہے ہر قسم کی تعریف والا ہے) دوسرے معنی حاجات کی کمی کے ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے حق تعالیٰ شانہٗ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سورۂ والضحیٰ میں ارشاد فرمایا۔ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى (اور حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو فقیر پایا پھر آپ کو غنی بنا دیا) اور اسی معنی کے اعتبار سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد حدیث بالا میں ہے کہ اصل غنا، دل کا غنی ہونا ہے۔ تیسرے معنی مال کی کثرت اور سامان کی فراوانی کے ہیں۔ جس کو قرآن پاک میں يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (بقرہ ع ۷) میں ذکر فرمایا۔ اس آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ صدقات اصل حق ایسے لوگوں کا ہے جو اللہ کے راستہ میں گھر گئے ہوں اور ناواقف آدمی اُن کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے اُن کو مالدار سمجھتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ ابوذر! کیا تمہارا خیال ہے کہ مال کی کثرت غنا، ہے؟ میں نے عرض کیا بے شک پھر حضورؐ نے فرمایا کیا تمہارا خیال ہے کہ مال کی قلت فقر ہے؟ میں نے عرض کیا بیشک

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ غنا، صرف دل کا غنا ہے اور فقر صرف دل کا فقر ہے (ترغیب)

حقیقت یہی ہے کہ اصل غنا، دل کا غنا ہے۔ جس خوش قسمت کو حق تعالیٰ شانہٗ نصیب فرما دے اور یہی حقیقی زہد ہے جس دل کے اندر مال کی محبت بالکل نہ ہو وہی غنی ہے وہی زاہد ہے چاہے ظاہر میں اس کے پاس مال نہ ہو اور جس دل میں دنیا کی محبت ہو وہ فقیر ہے وہ دنیادار ہے کتنا ہی مال اس کے پاس ہو۔

فقیہ ابو اللیث ایک حکیم کا مقولہ نقل کرتے ہیں کہ ہم نے چار چیزیں تلاش کیں اور ان کی تلاش کا غلط راستہ اختیار کیا۔ ہم نے غنا، کو مال میں تلاش کیا۔ حالانکہ وہ مال میں نہیں تھا بلکہ قناعت میں تھا (ہم اس کو مال میں تلاش کرتے رہے وہ جب وہاں تھا ہی نہیں تو کیسے ملتا) ہم نے راحت کو (جان و مال کی) کثرت میں تلاش کیا حالانکہ راحت ان کی کمی میں تھی۔ ہم نے اعزاز کو مخلوق میں تلاش کیا (کہ اُن کی خوشی کے اسباب اختیار کریں تاکہ اُن کے یہاں اعزاز ہو) مگر وہ تقویٰ میں ملا (اور بالکل صحیح ہے جس قدر آدمی میں تقویٰ زیادہ ہو گا اتنا ہی اس کا اعزاز زیادہ ہو گا) ہم نے اللہ کی نعمت کو کھانے اور پہننے میں تلاش کیا (اور یہ سمجھا کہ یہ اللہ کے بڑے انعامات ہیں) حالانکہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کا بڑا انعام اسلام کی دولت اور گناہوں کی ستاری ہے (جس کو یہ دو نعمتیں حاصل ہیں اس پر اللہ کا بڑا انعام ہے)

حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جس شخص کا دُنیا مقصد بن جائے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے دل پر تین چیزیں مسلط کر دیتے ہیں۔ ایک ایسا غم جو کبھی ختم نہ ہونے والا ہو۔ اور ایسا مشغلہ جس سے فراغت نصیب نہ ہو اور ایسا فقر جس کا کبھی خاتمہ نہ ہو (تنبیہ الغافلین)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے دنیا سے بے رغبتی اور کم بولنا عطا فرمایا ہو تو اس کے پاس رہا کرو اس کو حکمت دی گئی ہے (مشکوٰۃ)

(۱۶) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جب آدمی کسی ایسے شخص

احدکم الی من فضل علیہ فی المال والخلق فلینظر الی من ھو اسفل منہ (متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ)

کی طرف دیکھے جو مال میں یا صورت میں اپنے سے اعلیٰ ہو تو ایسے شخص کی طرف بھی غور کرے جو اُن چیزوں میں اپنے سے کم ہو

فائدہ :۔ یعنی آدمی جب کسی لکھپتی کو دیکھے اور اس کو دیکھ کر للچائے اور افسوس کرے کہ یہ تو ایسا مالدار ہے میں نہیں ہوں۔ تو کسی ایسے آدمی کو بھی غور کرلے جس کو ناداری کی وجہ سے فاقے کرنے پڑ رہے ہوں تاکہ پہلے افسوس کے ساتھ حق تعالیٰ شانہٗ کا اُس پر شکر ادا ہو سکے کہ اُس نے ایسا نہیں کر رکھا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ اپنے سے زیادہ مالداروں کی طرف نگاہیں نہ لیجایا کرو اپنے سے کم درجہ والوں کو سوچا کرو اس سے اُس نعمت کی حقارت تمہارے دلوں میں نہیں ہوگی۔ جو اللہ جل شانہٗ نے تمہیں عطا کر رکھی ہو (مشکوٰۃ)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم نے) سات نصیحتیں کی ہیں:۔

(۱) مجھے اس کا حکم فرمایا ہے کہ مسکینوں سے محبت کیا کروں اور انکے قریب رہا کروں (۲) مجھے اس حکم فرمایا ہے کہ میں اپنے سے اونچے لوگوں (زیادہ مالداروں پر) نگاہ نہ رکھا کروں اپنے سے کم درجہ والوں پر نگاہ رکھوں (ان پر غور کیا کروں (۳) مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں صلۂ رحمی کیا کروں اگرچہ وہ مجھ سے مُنہ پھیرے (یعنی جن کے ساتھ صلۂ رحمی کروں وہ مجھ سے غائب ہو۔ دور ہو، یا وہ میرے ساتھ توجہ سے پیش نہ آئے، بلکہ مجھ سے روگردانی کرے" ترغیب ترہیب کے الفاظ یہ ہیں کہ اگرچہ وہ مجھ پر ظلم کرے" اس سے دوسرے معنے کی تائید ہوتی ہے (۴) مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں کسی شخص سے کوئی چیز نہ مانگوں (۵) مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں حق بات کہوں چاہے کسی کو کڑوی ہی لگے۔

(۶) مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی رضا کے مقابلہ میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کی پروانہ کروں (یعنی جس چیز سے حق تعالیٰ شانہٗ راضی ہوں اس کو اختیار کروں اس کے کرنے پر احمق لوگ ملامت کریں تو

کیا کریں (۷) مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھا کروں۔ اس لئے کہ یہ کلمات ایسے خزانہ سے اترے ہیں جو خاص عرش کے نیچے ہے (مشکوٰۃ)

لاحول کو کثرت سے پڑھنے کی ترغیب بہت کثرت سے روایات میں آئی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور ؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں یہ ہوں حق تعالیٰ شانہ اس کو صابرین اور شاکرین کی جماعت میں شمار کرتے ہیں۔ جو شخص دین کے بارے میں اپنے سے اونچے لوگوں کے احوال کو دیکھے اور ان کے اتباع کی کوشش کرے اور دنیا کے بارے میں اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کو دیکھے اور اس پر اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر ادا کرے کہ اُس نے (محض اپنے فضل سے) اُس کو اس سے بہتر حالت میں کر رکھا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس کو صابر اور شکر کرنے والوں میں شمار فرمائیں گے۔ اور جو شخص دین کے بارے میں اپنے سے کم تر لوگوں کو دیکھے (کہ فلاں تو اتنا بھی نہیں کرتا جتنا میں کرتا ہوں) اور دنیا کے بارے میں اپنے سے اونچے لوگوں کو دیکھے اور اس پر افسوس کرے کہ میرے پاس اتنا نہیں ہے جتنا فلاں کے پاس ہے وہ نہ صبر کرنے والوں میں شمار ہو نہ شکر گذاروں میں (مشکوٰۃ)

عون بن عبد اللہ رضؓ کہتے ہیں کہ میں اکثر مالداروں کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو میری طبیعت غمگین رہتی۔ کسی کا کپڑا اپنے کپڑے سے بہتر دیکھتا (تو اپنے کپڑے کے ادنیٰ ہونے پر اپنی ذلت محسوس کرتا جس سے رنج ہوتا) کسی کا گھوڑا اپنے گھوڑے سے اعلیٰ دیکھتا۔ پھر میں نے فقراء کے پاس اپنی نشست شروع کر دی۔ تو مجھے اُس رنج سے راحت مل گئی (کہ ان لوگوں سے اپنی چیزوں کو افضل دیکھتا ہوں (احیاء)

علماء نے لکھا ہے کہ نکاح بھی کسی غریب سے کرے۔ مالدار عورت سے نہ کرے۔ اس لئے کہ جو شخص مالدار عورت سے نکاح کرتا ہے پانچ آفتوں میں گرفتار رہو گا۔

(۱) مہر زیادہ دینا پڑے گا (۲) رخصتی میں دیر اور ٹال مٹول ہو گی (کہ اس کے جہیز کی تیاری ہی ختم نہ ہو گی (۳) اس سے خدمت لینا مشکل ہو گا (۴) خرچ زیادہ مانگے گی (۵) طلاق دینا چاہے گا تو اُس کے مال کا لالچ طلاق نہیں دینے دے گا۔

کہتے ہیں عورت چار چیزوں میں خاوند سے کم تر ہونی چاہیئے۔ ورنہ خاوند اس کی

نگاہ میں ذلیل ہوگا۔ عمر میں، قد کی لمبائی میں، مال میں، شرافت میں اور چار چیزوں میں خاوند سے بڑھی ہوئی ہونی چاہئیے۔ خوب صورتی میں، ادب میں، تقویٰ میں، عادتوں میں (احیاء) اور مال سے زیادہ اہم خلقت اور صحت کے اعتبار سے اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھنا ہے۔

ایک بزرگ کی خدمت میں کسی شخص نے حاضر ہو کر اپنے فقر کی شکایت کی اور بڑی سخت پریشانی کا اظہار کیا۔ کہ اس کے غم میں مرنے کی تمنا ظاہر کی۔ ان بزرگ نے دریافت کیا کہ تم اس پر راضی ہو کہ تمہاری آنکھیں ہمیشہ کے لئے لے لی جائیں۔ اور تمہیں دس ہزار درم مل جائیں؟ وہ اس پر راضی نہ ہوا۔ پھر فرمایا اچھا اس پر راضی ہو کہ تمہیں دس ہزار درم دے کر تمہاری زبان لے لی جائے؟ وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا۔ پھر انھوں نے فرمایا کہ اس پر راضی ہو کہ تمہارے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں، اور تم کو بیس ہزار درم دیدیئے جائیں؟ وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا۔ پھر فرمایا کہ اچھا اس پر راضی ہو کہ تمہیں مجنون بنا دیا جائے اور دس ہزار درم دیدیئے جائیں؟ وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا تو فرمانے لگے کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہارے اقرار کے موافق پچاس ہزار سے زیادہ مالیت کا سامان حق تعالیٰ شانہٗ نے تمہیں عطا فرما رکھا ہے (اور یہ مثال کے طور پر چند چیزیں گنوائی ہیں) پھر بھی تم شکوہ کر رہے ہو۔

ابن سماکؒ ایک بادشاہ کے پاس گئے۔ بادشاہ کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا۔ بادشاہ نے ان سے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ ابن سماکؒ نے کہا کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ گلاس پانی کا اسی ساری سلطنت کے بدلہ میں مل سکتا ہے جو تمہارے پاس ہے اور نہ خریدا جائے تو پانی ملنے کی کوئی صورت نہیں۔ پیاسے ہی رہنا ہوگا کیا تم راضی ہو جاؤ گے کہ ساری سلطنت دے کر پانی خرید لو ورنہ پیاسے مر جاؤ۔ بادشاہ نے کہا یقیناً راضی ہو جاؤں ابن سماکؒ نے کہا کہ ایسی بادشاہت پر کیا خوش ہونا جس کی ساری کی قیمت ایک گلاس پانی ہو۔ ان مثالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی ایک ایک نعمت ہر شخص کے پاس ایسی ہے کہ لاکھوں کروڑوں اس کی قیمت نہیں ہو سکتی۔

یہ تو عام نعمتیں ہیں جن میں ہر شخص کی شرکت ہے۔ اگر گہری نگاہ سے غور کیا جائے

تو ہر شخص کے ساتھ خصوصی نعمتیں حق تعالیٰ شانہٗ کی ایسی ہیں جن میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور تین چیزیں تو ایسی ہیں کہ ان میں ہر شخص کو اعتراف ہو کہ وہ اس نعمت میں ممتاز ہے کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں۔ ان میں سے ایک تو عقل ہے کہ ہر شخص چاہے کتنا ہی بے وقوف ہو وہ یہ سمجھا کرتا ہے کہ میں سب سے زیادہ عقلمند ہوں۔ دوسرے اس بات کو نہیں سمجھتے جس کو میں سمجھتا ہوں۔ ایسی حالت میں چاہے واقعہ کے اعتبار سے صحیح ہو یا غلط، لیکن اس کے اپنے اعتقاد اور اقرار کے اعتبار سے اس پر حق تعالیٰ شانہٗ کا ایک ایسا انعام ہے کہ یہ انعام کسی دوسرے پر نہیں ہے۔ ایسی حالت میں کیا یہ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی اس نعمت میں سب سے زیادہ شکر گذار بنے (اور اگر کسی معمولی چیز روپیہ پیسہ وغیرہ میں کسی دوسرے سے کم ہو تو یہ سوچے کہ سب سے اشرف چیز عقل میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہوں)

دوسری چیز عادات ہیں کہ ہر شخص اپنے سوا دوسرے ہر شخص میں کوئی نہ کوئی ایسی عادت سمجھا اور پایا کرتا ہی جو اس کے نزدیک عیب ہوتی ہے۔ اور گویا اس کے نزدیک اس کے سوا ہر شخص کے اندر کوئی نہ کوئی اخلاقی عیب ضرور ہے اور اپنی کسی عادت کو بھی (لفظوں میں چاہے مان لے مگر دل میں) عیب دار نہیں سمجھا کرتا نہ اس کے چھوڑنے کے درپے ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں کیا یہ ضروری نہیں کہ آدمی یہ سوچے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اگر کسی ایک آدھ چیز میں دوسرے سے کم دے رکھا ہے تو عادات کی نعمتوں میں اس کو خاص طور سے سب سے بڑھا رکھا ہے۔

تیسری چیز علم ہے کہ ہر شخص اپنے ذاتی حالات اور اندرونی احوال سے اتنا زیادہ واقف اور ان کا جاننے والا ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کے احوال سے اتنا واقف نہیں ہوتا اور ان میں ایسی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں کہ آدمی ہرگز یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے ان عیوب پر کوئی دوسرا مطلع ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ کا یہ احسان کہ اس کو اپنے احوال کا علم عطا فرمانے کے باوجود دوسروں سے اس کی ستاری فرما رکھی ہے۔ اور اس کی تمنا کہ میرے اس علم کی کسی کو خبر نہ ہو پوری کر رکھی ہے کہ ان میں دوسرا کوئی بھی اس کا شریک نہیں کیا

ایسی چیز نہیں ہے جس میں یہ سب سے ممتاز ہے اور اس کا شکر اس کے ذمہ ضروری ہے۔ ان کے علاوہ ہزاروں چیزیں ہر شخص میں ایسی ہیں جنکے متعلق وہ کبھی اس کو گوارا نہیں کر سکتا کہ چیز اس سے لے کر اس کے بدلہ میں اس کی ضد یا کوئی دوسری چیز دیدی جائے۔ مثلاً انسان ہونا ہے کوئی .... گوارا نہیں کرتا کہ اس کو آدمی سے بندر بنا دیا جائے۔ مرد ہونا ہے کوئی نہیں پسند کرتا کہ اس کو مرد سے عورت بنا دیا جائے۔ اسی طرح مومن ہونا ہے، حافظِ قرآن ہونا ہے، عالم ہونا ہے، خوب صورت ہونا ہے، صاحب اولاد ہونا ہے، غرض اخلاق میں، صورت میں سیرت میں عزیز و اقارب میں اہل و عیال میں عزت مرتبہ میں ہر شخص کے پاس ایسے خصوصی امور ملیں گے جن کے تبادلہ پر وہ کبھی بھی راضی نہ ہوگا۔ تو کیا پھر یہ بات صحیح نہیں کہ ہر شخص پر حق تعالیٰ شانہٗ کے ہزاروں ایسے خصوصی انعامات ہیں جو دوسرے کو نصیب نہیں ایسی حالت میں ان سب سے آنکھ بند کر کے اگر کوئی ایک دو چیزیں دوسرے کے پاس ہیں جو اس کے پاس نہیں ہیں اُن میں للچائے اور ناشکری کرے یہ انتہائی کمینہ پن نہیں ہے؟ اور اگر کسی کے پاس مال ہی زیادہ دیکھتا ہے تو ان امور میں جو اوپر ذکر کئے گئے غور کرے کہ ان میں سے کتنی چیزیں ایسی ہیں جن میں یہ اُس شخص سے بڑھا ہوا ہے۔ جس پر رشک یا حسد کر رہا ہے دراں حالیکہ مجموعہ احسانات میں یہ خود اس سے بڑھا ہوا ہے (احیاء)

اور اس سب کے بعد جو مال اس کے پاس ہے اُس کا حشر معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے وہ اُس کے لئے راحت کا سبب ہے یا وبالِ جان ہے۔ اسی لئے حضور پاک ؐ کا ارشاد ہے کہ کسی فاجر شخص کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر رشک نہ کرو تمہیں خبر نہیں کہ مرنے کے بعد وہ کس مصیبت میں گرفتار ہونے والا ہے۔ اس لئے کہ فاجر شخص کے لئے اللہ کے یہاں ایسی ہلاکت ہے۔ یعنی جہنم جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے (مشکوٰۃ) آئندہ حدیث میں یہ مضمون تفصیل سے آرہا ہے۔

(۱۷) عن عقبۃ بن عامر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رأیت اللہ عزوجل یعطی العبد من الدنیا

حضور ؐ کا ارشاد ہے کہ جب تو یہ دیکھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کسی گنہگار پر اس کے گناہوں کے باوجود دنیا کی وسعت فرما رہا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ شانہٗ

علی معاصیہ ما یحب فانما ھو استدراج ثم تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناھم بغتۃ فاذا ھم مبلسون۔

رواہ احمد کذا فی المشکوٰۃ

کی طرف سے ڈھیل ہے پھر حضورؐ نے یہ آیت شریفہ فَلَمَّا نَسُوْا سے مُبْلِسُوْنَ تک تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ پس جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جنکی انکو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے اُن پر راحت کے ہر قسم کے دروازے کھولدیئے یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں پر جو اُن کو ملی تھیں اترانے لگے تو ہم نے اُن کو دفعتاً پکڑلیا پھر تو وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

فائدہ:۔ یہ آیت شریفہ سورۂ انعام کے پانچویں رکوع کی ہے۔ اوپر سے حق تعالے شانہٗ نے جو معاملہ پہلی اُمتوں کے ساتھ فرمایا ہے اس کا اجمالی بیان ہے جس کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ :۔

"(ہم نے اور اُمتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے) زمانہ میں (ہو چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے) مگر انھوں نے اُن پیغمبروں کو نہ مانا (سو ہم نے ان کو تنگدستی اور بیماری) وغیرہ مصائب میں مبتلا کیا۔ اور ان سختیوں کے (تھا پکڑا) تا کہ وہ لوگ ڈھیلے پڑجائیں) کہ آفتیں آنے پر اللہ تعالیٰ شانہٗ کو یاد کیا جاتا ہے مگر وہ اس پر بھی اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے (پس جب اُنکو ہماری طرف سے سزا پہنچی تھی تو انھوں نے عاجزی کیوں نہ کی) تا کہ انکی آہ وزاری اور عاجزی اور توبہ سے ان کا قصور معاف کر دیا جاتا (لیکن ان کے دل تو ویسے ہی سخت رہے اور شیطان انکے اعمال بد کو جن میں وہ مبتلا تھے اور ان کی حرکتوں (کو ان کی نگاہ میں آراستہ کر کے دکھاتا رہا۔ پس جب وہ لوگ اُن چیزوں کو بھولے رہے جن کی اُن کو) پیغمبروں کی طرف سے (نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے اُن پر) راحت و آرام اور عیش و عشرت کی (ہر چیز کے دروازے کھولدیئے) جس سے وہ عیش پرستی میں خوب مست ہو گئے (یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ جو اُن کو دی گئی تھیں خوب اترا لئے)

اور اکڑنے لگے تو ہم نے اُن کو دفعتاً پکڑ لیا) اور ایسا فوری عذاب ایک دم اُن پر مسلط کر دیا کہ ان کو اس کا وہم وگمان بھی نہ تھا (پھر تو وہ حیرت میں رہ گئے) کہ یہ کیا ہو گیا۔ یہ مصیبت کہاں سے نازل ہو گئی۔ (پھر) تو ہمارے فوری عذاب سے (ظالموں کی بالکل جڑ کٹ گئی۔ اور اللہ کا شکر ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے) کہ ایسے ظالموں کی جڑ کٹ گئی۔"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت شریفہ کی تلاوت سے حق تعالیٰ شانہٗ کی عادت شریفہ کی طرف اشارہ کر کے تنبیہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں کے باوجود عیش وعشرت اور راحت کے اسباب کا ہونا بسا اوقات حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ڈھیل ہوتی ہے۔ جس کو استدراج کہتے ہیں جس کا قرآن پاک کی اس آیت میں ذکر ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی متعدد آیات میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ یہ بڑی خطرہ کی چیز ہے اس لئے کہ اس میں اکثر فوری عذاب آدمی پر ایسا مسلط ہو جاتا ہے کہ وہ حیران کھڑا رہ جاتا ہے اور کوئی راستہ اس کو اس آفت سے بچنے کا نہیں ملتا۔ اس لئے اس سے بہت زیادہ ڈرتے رہنا چاہیئے۔

حضرت عبادہؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ کسی قوم کو بڑھانا چاہتے ہیں تو ان میں میانہ روی اور عفت پیدا فرماتے ہیں اور جب کسی قوم کو ختم کرنا مقصود ہوتا ہے تو اس میں خیانت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ پھر جب وہ اپنی اس حرکت پر خوب خوش ہونے لگتے ہیں تو ایک دم اُن پر عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔ اور یہ آیت پڑھی۔

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ جس پر وسعت کی جائے اور وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ میری ہلاکت کا پیغام ہے وہ سمجھدار نہیں ہے۔ اور جس پر تنگی ہو اور وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ میرے لئے حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف رجوع کرنے کے لئے مہلت ہے وہ سمجھدار نہیں ہے (درمنثور)

ایک حدیث میں ہے کہ خود حضورؐ نے بھی یہ دعا کی یا اللہ جو مجھ پر ایمان لائے اور ان احکامات کو سچا جانے جو میں لایا ہوں تو اس کو مال کم عطا کر، اولاد کم عطا کر اور اپنی ملاقات کا شوق اس کو زیادہ دے۔ اور جو مجھ پر ایمان نہ لائے اور ان احکامات کو سچا نہ جانے اُس کو مال بھی زیادہ دے، اولاد بھی زیادہ دے، اور اس کی عمر بھی زیادہ کر دکنز)

بہر حال معاصی کی کثرت کے ساتھ نعمتوں کا زیادہ ہونا خطرناک ہے اور ایسے وقت میں بہت زیادہ توبہ استغفار اور حق تعالیٰ شانہ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جو قریب ہی اس سے پہلی حدیث کے آخر میں گذرا کہ کسی فاجر کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر رشک نہ کرو تمہیں خبر نہیں کہ وہ مرنے کے بعد کس مصیبت میں گرفتار ہونے والا ہے۔

(۱۸) عن شداد بن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسہ ھواھا وتمنیٰ علی اللہ۔ رواہ الترمذی وابن ماجۃ کذا فی المشکوۃ وزاد السیوطی فی الجامع الصغیر احمد والحاکم ورقم لہ بالصحۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سمجھدار شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو (اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں کا) مطیع بنائے اور مرنے کے بعد کام آنے والے اعمال کرے اور عاجز (بیوقوف) ہے وہ شخص جو نفس کی خواہشوں کا اتباع کرے اور اللہ تعالیٰ سے امیدیں باندھے

فائدہ:- یعنی حالت تو یہ ہے کہ نفس کی خواہشات کے مقابلہ میں حرام حلال کی بھی پروا نہیں اور اللہ تعالیٰ شانہ سے بڑی بڑی امیدیں لگائے رکھتا ہے کہ وہ رحیم ہے کریم ہے اور ان امیدوں پر گناہ کی پروا نہ کرے۔

ایک اور حدیث میں ہے سمجھدار وہ ہے جو موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور ننگا وہ ہے جو دین سے خالی ہو۔ یا اللہ زندگی صرف آخرت ہی کی زندگی ہے (جامع الصغیر) یعنی وہی پائدار زندگی ہے جو اس میں خالی ہاتھ گیا تو اس نے عمر بھر بھی کھودی۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت اور مغفرت کا امیدوار ہونا اور اس کی تمنا کرنا اور اس کو اللہ تعالیٰ شانہ سے مانگنا دوسری چیز ہے اور اس کی رحمت اور مغفرت کے گھمنڈ پر غرور اور یہ گمان کہ میں جو چاہے کرتا رہوں میری مغفرت تو ہو ہی جائے گی دوسری چیز ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔ اور دوسرا ارشاد وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ۔ یہ دونوں آیتیں غرور کی مذمت کے لئے بہت کافی ہیں (احیاء) پہلی آیت شریفہ سورۂ لقمان کے آخر میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "تم لوگوں کو دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالدے (کہ تم اس میں لگ کر آخرت کو بھول جاؤ) اور نہ تم کو دھوکہ باز (شیطان) دھوکہ میں ڈالدے" اس آیت شریفہ کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دھوکہ میں ڈالدینے کا مطلب یہ ہے کہ تو گناہ کرتا رہے اور مغفرت کی تمنائیں کرتا رہے۔

دوسری آیت شریفہ سورۂ حدید کے دوسرے رکوع کی ہے۔ جس میں اوپر سے قیامت کے دن کے ایک منظر کا ذکر ہے کہ اس دن مسلمانوں کے سامنے ایک نور دوڑتا ہوا ہوگا جو ان کے آگے آگے چل رہا ہوگا (یہ پل صراط) پر سے گذرنے کے لئے ہوگا۔ اس کے بعد ارشاد ہے:۔

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ

"اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ذرا ہمارا انتظار کرلو تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، تو ان کو جواب دیا جائیگا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ وہاں روشنی تلاش کرو، پھر قائم کر دی جائے گی ان کے درمیان ایک دیوار جس کا ایک دروازہ ہوگا کہ اس کے اندرونی جانب رحمت ہے اور اس کے باہر کی طرف عذاب (پھر وہ منافق) آواز دیں گے کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ مسلمان کہیں گے کہ ہاں تھے تو سہی لیکن تم نے

اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم (مسلمانوں پر مصائب کے متمنی اور منتظر رہا کرتے اور (اسلام کے حق ہوتے میں) تم شک کیا کرتے تھے اور تم کو تمہاری بیہودہ تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ خدا کا حکم (موت کے متعلق) آپہنچا اور تم کو دھوکہ دینے والے (شیطان) نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔

ابو سفیان سے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ فتنتم انفسکم یعنی تم نے گناہوں کے ساتھ اپنے آپ کو گمراہی میں ڈال رکھا تھا اور تم کو تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ کہ تم یہ کہتے تھے کہ ہماری مغفرت ہو جائے گی (در منثور)

صاحب مظاہر لکھتے ہیں کہ شیخ ابن عباد شاذلیؒ شرح حکم کے کہتے ہیں کہ علماء باللہ نے کہا ہے کہ رجاء کاذب کہ مغرور ہو صاحب اس کا اس پر اور باز رہے عمل سے اور دلیر کرے اس کو گناہوں پر حقیقت میں رجاء نہیں ہے بلکہ وہ آرزو اور فریب شیطان کا ہے۔

اور حضرت معروف کرخیؒ فرماتے کہ طلب کرنا بہشت کا بے عمل کے ایک گناہ ہے گناہوں سے، اور امید شفاعت بے سبب و بے علاقہ ایک قسم ہے فریب سے، اور امید رکھنا رحمت کا اس سے کہ فرمانبرداری نہ کرے اس کی حمق اور جہالت ہے۔

اور حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ ایک قوم کو مار رکھا بخشش کی آرزوؤں نے یہانتک کہ باہر نکلی دنیا سے اور حال یہ ہے کہ نہیں ہے ان کے لئے نیکی۔ کہتا ہے ایک ان میں سے کہ اچھا رکھتا ہوں میں گمان اپنے پروردگار سے کہ بخشنے والا ہے جھوٹ کہتا ہے اگر اچھا ہوتا گمان اس کا ساتھ پروردگار کے تو اچھے عمل کرتا۔ اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ دور ہو اے بندگان خدا ان آرزوؤں باطل سے کہ یہ وادی احمقوں کی ہیں۔ کہ پڑے ہیں لوگ ان میں قسم ہے خدا تعالیٰ کی نہ دی خدا تعالیٰ نے کسی بندے کو اس کی آرزوؤں سے خیر دنیا میں اور نہ آخرت میں (مظاہر حق)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ہر سعادت کی کنجی چوکنا رہنا اور سمجھ سے کام کرنا ہے اور ہر قسم کی بدبختی کا چشمہ غرور اور غفلت ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کا کوئی احسان ایمان اور معرفت سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اور اس کے لئے کوئی ذریعہ اس کے سوا نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ بصیرت کے نور کے

ساتھ دل میں انشراح پیدا کر دے اور حق تعالیٰ شانہٗ کا کوئی عذاب کفر اور معصیت سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اور اس کا محرک صرف یہ ہے کہ جہالت کی ظلمت سے دل کی آنکھ اندھی ہو جائے پس سمجھدار اور بصیرت والے لوگوں کے دل ایسے ہیں جیسا کہ کسی طاق میں نہایت روشن چراغ (بجلی کا قمقمہ) رکھا ہوا ہو جس کی مثال قرآن پاک کی آیت کمشکوٰۃ فیہا مصباح الآیہ نور ع ۵ اور غرور میں پڑے ہوئے لوگوں کے دل ایسے ہیں جیسا کہ بہت سی تاریکیوں میں کوئی شخص ہو کہ کوئی چیز اس کو نظر نہ آتی ہو کظلمات فی بحر لجی یغشاہ الآیہ نور ۵۶) اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ غرور ہی اصل سر چشمہ ہر ہلاکت کا ہے تو اس کی تھوڑی سی تفصیل معلوم ہونے کی ضرورت ہے تاکہ اس سے اہتمام سے بچا جاسکے غرور کی مذمت قرآن پاک اور احادیث میں کثرت سے وارد ہوئی ہے اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سمجھدار شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور مرنے کے بعد کے لئے عمل کرتا رہے اور احمق وہ شخص ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کا اتباع کرے۔ اور اللہ جل شانہٗ پر تمنائیں کرے۔ اور احادیث میں جہل کے متعلق جتنی مذمتیں اور وعیدیں آئی ہیں وہ ساری غرور پر بھی صادق آتی ہیں۔ اس لئے کہ غرور جہل سے پیدا ہوتا ہے، بلکہ جہل ہی کا جزو ہے اگرچہ ہر جہل غرور نہیں لیکن ہر غرور جہل ہے۔ اور ان میں سب سے بڑھا ہوا جہل و غرور کفار اور فاسق فاجر لوگوں کا ہے جو کہتے ہیں کہ دنیا نقد ہے، اس وقت موجود ہے اور آخرت اُدھار ہے بعد کو آنے والی ہے اور نقد را بنسیہ گذاشتن کارِ خردمنداں نیست۔ نقد کو اُدھار پر چھوڑنا سمجھداروں کا کام نہیں ہے۔ یہ خیال انتہائی بے وقوفی اور جہالت ہے۔ یہ قاعدہ وہاں ہے جہاں نقد اور اُدھار برابر ہوں۔ لیکن جہاں کوئی چیز نقد ایک روپیہ میں فروخت ہوتی ہو اور اُدھار سو روپے میں جاتی ہو وہاں کوئی احمق بھی یہ نہ کہے گا کہ نقد کو ادھار پر نہ چھوڑنا چاہئے۔ حالانکہ دنیا کی نقد لذتوں کو آخرت کے مقابلہ میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ دنیا کی زندگی کسی کی اگر ہو سکتی ہے تو سو ڈیڑھ سو برس۔ اس مدت کو آخرت کی کبھی ختم نہ ہونے والی مدت کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے

اسی طرح کوئی طبیب کسی بیمار کو ایک پھل کو منع کرتا ہے اور مہلک بتاتا ہے لیکن بیمار کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس پھل کے کھانے کی لذت نقد ہے اور صحت اُدھار ہے، لہٰذا

نقد کو ادھار پر نہ چھوڑنا چاہیے! اسی طرح بعض بے وقوف کہتے ہیں کہ دنیا کی مضرت اور تکلیف یقینی ہے اور آخرت میں شک ہے یقین کو شک پر نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ یہ بھی جہالت کی بات ہے آدمی تجارت میں مشقتیں برداشت کرتا ہے جو یقینی ہیں محض نفع کی امید پر جس میں شک ہے کہ تجارت میں نفع ہو گا یا نہیں

بیمار کڑوی سے کڑوی دوا پیتا ہے، فصد کراتا ہے جونکیں لگواتا ہے، شگاف دلواتا ہے جن کی تکلیف یقینی ہے اور یہ سب کچھ صحت کی امید پر ہے جس کا ہونا یقینی نہیں۔ اسی طرح سے یہ خیال بھی دھوکہ ہے کہ آخرت کو ہم نے دیکھا نہیں ہے۔ تجربہ نہیں کیا، معلوم نہیں کیا حقیقت ہے۔ یہ خیال بھی انتہائی جہالت ہے۔ ناواقف آدمی کے لئے اگر ذاتی علم نہ ہو تو تجربہ کار واقف لوگوں کا قول ہی معتبر ہوتا ہے۔ کوئی بیمار کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں دوا میں یہ تاثیر مجھے معلوم نہیں کہ ہے یا نہیں، وہ ہمیشہ علاج میں واقف طبیب اور ڈاکٹروں کے قول پر اعتماد کرتا کبھی کسی ڈاکٹر سے یہ نہیں پوچھتا کہ اس دوا کا فلاں اثر ہونا مجھے دلیل سے سمجھاؤ۔ اور اگر کوئی ایسا کہے گا تو وہ بے وقوف سمجھا جائے گا۔

اسی طرح آخرت کے بارے میں انبیاء، اولیاء، حکماء، اور علماء کے اقوال جن پر ساری دنیا نے ہمیشہ اعتماد کیا ہے معتبر ہوں گے، اور چند جہلاء کے یہ کہدینے سے کہ ہمیں معلوم نہیں یا ہمیں یقین نہیں کچھ اثر نہیں پڑتا، اس قسم کے اوہام آخرت کے بارے میں کافروں کو پیش آتے ہیں اور مسلمان اپنی زبان سے مسلمان ہونے کا اقرار کرنے کی وجہ سے زبان سے تو ایسی باتیں نہیں کہتے لیکن وہ اللہ کے احکام کو پسِ پشت ڈال کر اسکے گناہوں کا ارتکاب کر کے شہوتوں اور دنیا کی لذتوں میں منہمک ہو کر عملی طور پر اور زبان حال سے گویا وہ بھی یہی کہتے ہیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں۔ یہ لوگ زبانی طور پر دوسرے دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں، کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کریم ہیں، غفور ہیں، رحیم ہیں۔ اس کی معافی کے ہم امیدوار ہیں ہم کو اس کی مغفرت پر اعتماد ہے اور اس کا امیدوار رہنا مطلوب ہے، محمود ہے، پسندیدہ ہے۔ اس کی رحمت بڑی وسیع ہے، اس کی مغفرت کے دریاؤں کے مقابلہ میں ہمارے گناہ کیا چیز ہیں ۔۔۔ حق تعالیٰ شانہ کا پاک ارشاد ہے جو حدیث قدسی میں آیا ہے کہ میں بندے کے

گمان کے ساتھ ہوں، اس کو چاہیئے کہ میرے ساتھ نیک گمان کرے۔

یہ ارشاد یقیناً صحیح ہے اور حق تعالیٰ شانہ کا یہی پاک ارشاد ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ شیطان آدمی کو کسی صحیح کلام کے غلط معنی سے گمراہ کر سکتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو شیطان کو دھوکہ دینے میں مشکل پیش آتی۔ اسی چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں واضح فرمایا ہے کہ سمجھدار وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو مطیع کرے اور مرنے کے بعد کے لئے اعمال کرے۔ اور احمق وہ شخص ہے جو نفس کی خواہشات کا اتباع کرے اور اللہ تعالیٰ پر امیدیں باندھے۔

یہی وہ امیدیں ہیں حق تعالیٰ شانہ' جس کو شیطان نے اللہ تعالیٰ شانہ کے ساتھ نیک امید کا غلاف پہنایا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے سے امیدیں رکھنے کی خود شرح فرمادی، چنانچہ ارشاد ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ۔ (بقرہ ع ۲۷)	"حقیقت میں جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن چھوڑدیا ہو اور جن لوگوں نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا ہو (جس میں دین کے لئے ہر کوشش داخل ہے) یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ شانہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔"

قرآن پاک میں جگہ جگہ جنت کو اور اس کی نعمتوں کو اعمال کا بدلہ بتایا گیا ہے ایسی حالت میں غور کرنے کی چیز ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو برتن بنانے پر مزدور رکھے اور بہت بڑی اُجرت اس کی مقرر کردے جس کی کوئی حد نہیں۔ اور وہ شخص نہایت کریم ہو مزدوری دینے میں بہت سخی اور اجرت مقررہ پر بہت زیادہ انعام دینے والا ہو جو برتن خراب بن جائیں ان پر بھی اُجرت دیتا ہو جن میں معمولی نقص رہ جائے ان پر بھی تسامح کر لیتا ہو، اور مزدور بجائے برتن بنانے کے ان اوزاروں کو بھی توڑدے جن سے برتن بنایا جاتا ہے اور یہ کہے کہ برتن بنوانے والا بڑا کریم ہے۔ اجرت بہت زیادہ دیتا ہے، اس لئے ان سب کو توڑ پھوڑ کر بہت زیادہ اجرت ملنے کے انتظار میں بیٹھا رہے۔

کیا کوئی احمق بھی اس کو عقل والا کہے گا اور یہ حماقت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ امید اور تمنا میں فرق نہیں سمجھا جاتا۔

حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ بعض لوگ نیک عمل تو کرتے نہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ شانہ سے نیک امید رکھتے ہیں وہ فرمانے لگے (امید تم سے) بہت دور ہے بہت دور ہے، یہ اُن کی آرزوئیں ہیں جن میں وہ جھکے جا رہے ہیں جو شخص کسی چیز کی اُمید رکھتا ہے وہ اس کو طلب کیا کرتا ہے۔ اور جو شخص کسی چیز سے (مثلاً عذاب الٰہی سے) ڈرا کرتا ہے وہ اس سے بھاگا کرتا ہے (اُس سے بچنے کی کوشش کیا کرتا ہے)۔

مسلم بن یسارؒ نے ایک دن اتنا لمبا سجدہ کیا کہ دو دانتوں میں خون اُتر آیا اور دو دانت گر گئے۔ ایک شخص کہنے لگے (کہ مجھ سے عمل تو ہوتا نہیں لیکن) اللہ سے مغفرت کی امید ضرور رکھتا ہوں مسلم کہنے لگے بہت بعید ہے اور بہت ہی ابعید ہے۔ جو شخص کسی چیز کی امید کیا کرتا ہے اس کو طلب کیا کرتا ہے۔ اور جو شخص کسی چیز سے ڈرا کرتا ہے اس سے بھاگا کرتا ہے۔ پس جب کوئی شخص لڑکا ہونے کی امید باندھے اور نکاح نہ کرے یا نکاح کرے اور صحبت نہ کرے اور لڑکا ہونے کی امید باندھے رہے وہ بے وقوف کہلائے گا۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید کرے اور ایمان بھی نہ لائے یا ایمان لائے اور نیک عمل ہی نہ کرے اور گناہوں کو نہ چھوڑے وہ بے وقوف ہے۔ البتہ جو شخص نکاح کرے اور صحبت کرے پھر وہ متردد رہے کہ بچہ ہوتا ہے یا نہیں ہوتا اور اللہ کے فضل سے امید رکھے کہ بچہ ہوگا اور اس سے ڈرتا رہے کہ رحم پر کوئی آفت نہ آئے، بچہ ضائع نہ ہو جائے اس کی حفاظت کرتا رہے۔ یہاں تک کہ بچہ پیدا ہو جائے تو وہ عقلمند ہے اسی طرح جو شخص ایمان لائے، نیک عمل کرے، بُرے اعمال سے بچتا رہے، اور اللہ کی رحمت کی امید کرے کہ وہ قبول فرمائے گا، اور قبول نہ ہونے سے ڈرتا رہے حتیٰ کہ اسی حال پر اس کی موت آجائے تو وہ سمجھدار ہے۔ اس کے علاوہ سب بے وقوف ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہے
وَلَوْ تَرٰىٓ اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ الآیہ (سجدہ ع ۲)
اور اگر آپ ان لوگوں کا حال دیکھیں تو عجب حال دیکھیں جبکہ یہ مجرم

لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور کہتے ہوں گے اے ہمارے پروردگار بس ہماری آنکھیں اور کان کھل گئے پس ہم کو دنیا میں پھر بھیج دیجئے، تاکہ ہم اب نیک کام کریں، اب ہم کو پورا یقین آگیا۔

یعنی اب ہم کو اس کا پورا یقین آگیا کہ جیسا بغیر نکاح کے اور صحبت کے بچہ پیدا نہیں ہوتا اور بغیر زمین کو درست کرنے اور بیج ڈالنے کے کھیتی نہیں ہوتی، اسی طرح بغیر نیک عمل کے آخرت کا ثواب نہیں ملتا! البتہ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ شانہ کی مغفرت کی امید بہت پسندیدہ ہے جب کہ کوئی شخص گناہوں میں منہمک ہو اور توبہ کرنا چاہتا ہو، اور شیطان اس کو دھوکہ میں ڈالے کہ تجھ جیسے گنہگار کی توبہ کہاں قبول ہو سکتی ہے تو نے اتنے گناہ کئے ہیں کہ ان کی بخشش تو ممکن ہی نہیں تو اس کے لئے اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط إِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَأَنِيْبُوْٓا إِلٰى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْٓا أَحْسَنَ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ أَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝ أَوْ تَقُوْلَ لَوْ أَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ أَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِيْ كَرَّةً فَأَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (زمر ع ۶)

آپ کہہ دیجئے اے میرے بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں (اور کفر و شرک اور گناہوں کے ظلم) کئے ہیں تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو بالیقین اللہ تعالیٰ شانہ تمام گناہوں کو معاف کردے گا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا ہے بڑی رحمت کرنے والا ہے۔ تم اپنے رب کی طرف رجوع کرلو اور اس کی فرمانبرداری کرلو قبل اس کے کہ تم پر عذاب ہونے لگے۔ پھر اس وقت تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی اور تم اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آپڑے، اور تم کو خیال بھی نہ ہو اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا حکم اس لئے دیا جاتا ہے کہ کل کو قیامت کے دن کہیں کوئی شخص کہنے لگے افسوس میری اس

کوتاہی پر جو میں نے خدا تعالیٰ کی جناب میں کی (یعنی اس کی اطاعت میں مجھ سے کوتاہی ہوئی) اور میں (خدا تعالیٰ کے احکام پر) ہنستا ہی رہا، یا کوئی یوں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ہدایت کرتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا، یا کوئی عذاب کو دیکھ کر یوں کہنے لگے کہ کاش میرا (دنیا میں) پھر جانا ہو جائے تو میں نیک بندوں میں سے ہو جاؤں"۔

ان آیتوں میں حق تعالیٰ شانہ نے سارے گناہوں کی بخشش کے وعدے کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرنے کا حکم بھی فرمایا ہے۔ اور دوسری جگہ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ (طٰہٰ۔ ع ۴) ارشاد فرمایا ہے کہ میں بڑی مغفرت کرنیوالا ہوں اس شخص کے لئے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے عمل کرے۔ پھر اسی راہ پر قائم رہے"۔

اس آیت شریفہ میں مغفرت کو ان چیزوں پر مرتب فرمایا ہے پس جو شخص توبہ کے ساتھ مغفرت کا امیدوار ہے وہ حقیقت میں امیدوار ہے۔ اور جو گناہوں پر اصرار کے ساتھ مغفرت کی امید باندھے ہوئے ہے وہ احمق ہے دھوکہ میں پڑا ہوا ہے۔

پہلے لوگ عبادات پر مرمٹتے تھے، گناہوں سے زیادہ اہتمام سے بچتے تھے، تقویٰ میں مبالغہ کرتے تھے، شبہ کی چیزوں سے بھی دور رہتے تھے، رات دن عبادت میں مشغول رہ کر بھی اللہ کے خوف سے روتے تھے۔ اور اس زمانہ میں ہر شخص خوش ہے، اللہ کے عذاب سے ہر وقت مطمئن ہے، اس کو کسی وقت بھی عذاب کا ڈر نہیں، دن رات شہوتوں اور دنیا کی لذتوں میں منہمک ہے دنیا کے کمانے کا ہر وقت فکر ہے، اور اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں ہے اور گمان یہ ہے کہ ہم لوگوں کو اللہ کے کرم پر بھروسہ ہے، اس کی مغفرت کی امید ہے، اس کی معافی کا یقین ہے، گویا انبیاء کرام، صحابہ عظام اور اولیاء مخلصین میں سے تو کسی کو اس کی رحمت کی امید ہی نہ تھی جو اس قدر مشقتیں برداشت کرتے رہے (احیاء)

(۱۹) عن ابن عمرؓ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عاشر عشرۃ فقام رجل من الانصار فقال یا نبی اللہ

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم دس آدمی جن میں ایک میں تھا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک انصاری نے

مَن اَکیس الناس وَاحزم الناس قال اکثرھم ذکراً للموت وَاکثرھم استعدادًا للموت اولئک الاکیاس ذھبوا بشرف الدنیا وکرامۃ الاٰخرۃ رواہ ابن ابی الدنیا والطبرانی فی الصغیر باسناد حسن ورواہ ابن ماجۃ مختصراً باسناد جید۔ کذا فی الترغیب وذکرلہ الزبیدی طرقا علیدۃ

حضورؐ سے سوال کیا کہ سب سے زیادہ سمجھدار اور سب سے زیادہ محتاط آدمی کون ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو لوگ موت کو سب سے زیادہ یاد کرنے والے ہوں اور موت کے لئے سب سے زیادہ تیاری کرنے والے ہوں یہی لوگ ہیں جو دنیا کی شرافت اور آخرت کا اعزاز لے اڑے۔

فائدہ:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے موت کو کثرت سے یاد کرنے اور یاد رکھنے کے بارے میں بہت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض روایات اس رسالہ میں قریب ہی امیدوں کے مختصر کرنے کی حدیث کے ذیل میں گذر چکی ہیں ان میں حضورؐ کا حکم بھی مختلف روایات میں گذر چکا ہے کہ لذتوں کو توڑ دینے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ حضورؐ کے اس اہتمام ہی کی وجہ سے اس مضمون کو مستقل بھی ذکر کر رہا ہوں۔ اس لئے کہ موت کو کثرت سے یاد رکھنا امیدوں کے مختصر ہونے کا بھی ذریعہ ہے موت کی تیاری کا بھی سبب ہے، دنیا سے بے رغبتی پیدا ہونے کا بھی سبب ہے جو اصل مقصود ہے مال کو جمع کر کے بیکار چھوڑ جانے سے بھی روکنے والا ہے۔ آخرت کے لئے ذخیرہ جمع کر لینے میں بھی معین ہے اور گناہوں سے توبہ کرتے رہنے پر بھی ابھارنے والا ہے، دوسروں پر ظلم و ستم اور دوسرے کے حقوق کو ضائع کرنے سے بھی روکنے والا ہے۔ غرض یہ عمل بہت سے فوائد اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے مشائخ سلوک کا بھی معمول ہے کہ اپنے مریدین میں سے اکثروں کو جن کے مناسب حال ہو اس کا مراقبہ خاص طور سے تلقین کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک جوان مجلس میں کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ مؤمنین میں سب سے زیادہ سمجھدار کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ موت کا کثرت سے ذکر کرنے والا اور اس کے آنے سے پہلے پہلے اس کے لئے بہترین تیاری کرنے والا (اتحاف)

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی آیت فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ ۔ الآیۃ (زمر-ع ۳) تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ :-

"حق تعالیٰ شانہ جس کو ہدایت فرمانے کا ارادہ فرماتے ہیں اسلام کے لئے اس کے سینے کو کھول دیتے ہیں"

(کہ اسلام کے متعلق اس کو شرح صدر ہو جاتا ہے) اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ (اسلام کا نور) جب سینہ میں داخل ہوتا ہے تو سینہ اس کے لئے کھل جاتا ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس کی (اسلام کا نور سینہ میں داخل ہو گیا) کوئی علامت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ دھوکہ کے گھر (دنیا سے) بعد پیدا ہونا، ہمیشہ رہنے والے گھر (آخرت) کی طرف رجوع اور موت آنے سے پہلے اس کے لئے تیاری (مشکوٰۃ)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت مانگی تھی مجھے اس کی زیارت کی اجازت مل گئی۔ تم لوگ قبرستان جایا کرو، اس لئے کہ یہ چیز موت کو یاد دلاتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اس سے عبرت ہوتی ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ قبرستان جانے سے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت یاد آتی ہے۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ قبرستان جایا کرو اس سے تم کو آخرت یاد آئے گی، اور مُردوں کو غسل دیا کرو کہ یہ (نیکیوں سے) خالی بدن کا علاج ہے، اور اس سے بہت بڑی نصیحت حاصل ہوتی ہے اور جنازہ کی نماز میں شرکت کیا کرو شاید اس سے کچھ رنج و غم تم میں پیدا ہو جائے کہ غمگین آدمی (جس کو آخرت کا غم ہو) اللہ تعالیٰ کے سایہ میں رہتا ہے، اور ہر خیر کا طالب رہتا ہے (ترغیب)

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بیماروں کی عیادت کیا کرو اور جنازوں کے ساتھ جایا کرو کہ یہ آخرت کو یاد دلاتا ہے۔

ایک حکیم کسی جنازہ کے ساتھ جا رہے تھے، راستہ میں لوگ اس میت پر افسوس اور رنج کر رہے تھے۔ وہ صاحب فرمانے لگے کہ تم اپنے اوپر رنج اور افسوس کرو تو زیادہ مفید ہے یہ تو چلا گیا۔ اور تین آفتوں سے نجات پا گیا۔ آئندہ ملک الموت کے دیکھنے کا خوف اس کو نہیں

رہا، موت کی سختی جھیلنے کی اب اس کو نوبت نہیں آئے گی۔ بُرے خاتمہ کا خوف ختم ہو گیا، اپنی فکر کرو کہ تینوں مرحلے تمہارے لئے باقی ہیں)

حضرت ابو الدرداءؓ ایک جنازہ کے ساتھ جا رہے تھے کسی راستہ چلنے والے نے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ فرمانے لگے کہ یہ تیرا جنازہ ہے۔ اور اگر تجھے یہ بات گراں گذرے تو میرا جنازہ ہے (مطلب یہ ہے کہ یہ وقت اپنی موت کے یاد کرنے کا ہے۔ اس وقت فضول بات کی طرف متوجہ ہونا بالکل نامناسب ہے)

حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ تعجب اور بہت زیادہ تعجب ان لوگوں پر ہے جن کو (آخرت کے) سفر کے لئے توشہ تیار کر لینے کا حکم ملا ہوا ہے اور روانگی عنقریب ہونے کا اعلان ہو چکا ہے۔ پھر بھی یہ لوگ (دنیا کے) کھیل میں مشغول ہیں، ان کے متعلق مشہور ہے کہ جب کسی جنازہ کو دیکھتے تو ان کا ایسا حال رنج و غم سے ہوتا جیسا کہ ابھی اپنی ماں کو دفن کر کے آئے ہوں (تنبیہ الغافلین)

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ایک یہودی عورت اُن کے پاس آئی اور (کسی احسان کے بدلہ میں) کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ تمہیں قبر کے عذاب سے بچائے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے حضورؐ سے پوچھا کیا قبر میں بھی عذاب ہوتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا بے شک قبروں میں بھی عذاب ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد سے (لوگوں کی تعلیم کے لئے) ہمیشہ حضورؐ ہر نماز کے بعد قبر کے عذاب سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مُردوں پر قبر میں ایسا سخت عذاب ہوتا ہے کہ اس کی آواز چوپائے تک سنتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ تم (خوف کی وجہ سے) مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے، ورنہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا کرتا کہ تمہیں قبر کے عذاب کی آواز سنا دے۔

حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی کسی نے پوچھا کہ آپ اتنا زیادہ جنت اور جہنم کے ذکر سے بھی نہیں روتے جتنا قبر کے تذکرے سے روتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی

کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے جو اس سے سہولت سے چھوٹ گیا اُس کے لئے اس کے بعد کی منزلیں سب آسان ہیں، اور جو اس میں (عذاب میں) پھنس گیا اُس کے لئے اس کے بعد کی منزلیں اور بھی زیادہ سخت ہیں۔ اور میں نے حضورؐ سے یہ بھی سنا ہے کہ میں نے کوئی منظر ایسا نہیں دیکھا کہ قبر کا منظر اس سے زیادہ سخت نہ ہو۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ قبر میں روزانہ صبح اور شام دو وقت میت کو اس کا وہ گھر دکھایا جاتا ہے جس میں وہ قیامت کے بعد جائے گا۔ اگر وہ جنت والوں میں ہے تو جنت کا مکان دکھایا جاتا ہے (جس سے اس کو قبر ہی میں فرحت اور سرور حاصل رہتا ہے اور اگر وہ جہنم والوں میں ہوتا ہے تو جہنم کا مکان دکھایا جاتا ہے (جس سے اُس کے رنج و غم فکر و خوف میں اضافہ ہوتا رہتا ہے)

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک یہودی عورت میرے دروازہ پر آئی اور بھیک مانگنے لگی کہ مجھے کچھ کھانے کو دے دو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دجال کے فتنہ اور قبر کے عذاب سے بچائے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس عورت کو ٹھیرالیا۔ اتنے میں حضورؐ تشریف لے آئے۔ میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ اس یہودی عورت نے یہ دو باتیں کہی ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، کہ دجال کا فتنہ ایسا ہے کہ کوئی نبی پہلے انبیاء میں سے ایسے نہیں گذرے جنھوں نے اپنی امت کو اس کے فتنہ سے نہ ڈرایا ہو لیکن میں اس کے متعلق ایک بات کہتا ہوں جو اب تک کسی نبی نے نہیں کہی وہ یہ کہ وہ کانا ہے اور اس کی پیشانی پر کافر کا لفظ لکھا ہوا ہوگا جس کو ہر مومن پڑھ لے گا اور قبر کے فتنہ کی بات یہ ہے کہ جب کوئی نیک بندہ مرتا ہے تو فرشتے اس کو قبر میں بٹھاتے ہیں، وہ ایسی حالت میں بیٹھتا ہے کہ نہ اس کو کوئی گھبراہٹ ہوتی ہے، نہ اس پر کوئی غم مسلط ہوتا ہے۔ پھر اس سے اول تو اسلام کے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ تو اسلام کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ اس کے بعد پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے) بارے میں کیا کہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اللہ تعالیٰ شانہ کے پاس سے ہمارے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے۔ ہم نے ان سب کو سچا مانا جو حضورؐ لے کر آئے تھے اس کے بعد اس کو اول دوزخ کا ایک مقام دکھایا جاتا ہے، جہاں وہ دیکھتا ہے کہ آدمی ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ پھر اس

سے کہا جاتا ہے کہ اس جگہ کو دیکھ حق تعالیٰ شانہ نے تجھے اس آفت سے نجات عطا فرمادی۔ اس کے بعد اس کو جنت کا ایک مقام دکھایا جاتا ہے۔ جہاں وہ نہایت زیب و زینت دیکھتا ہے اور اس کے لطف کے مناظر دیکھتا ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ اس میں یہ جگہ تیرے رہنے کی ہے قیامت کے بعد تو یہاں لایا جائے گا تو دنیا میں آخرت کا یقین کرنے والا تھا اور اسی پر تیری موت ہوئی اور اسی پر قیامت میں تو قبر سے اٹھایا جائے گا اور جب کوئی بُرا آدمی مرتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے۔ وہ نہایت گھبراہٹ میں اور خوف زدہ ہو کر بیٹھتا ہے۔ اور اس سے بھی وہی سوال ہوتا ہے جو پہلے گذرا) وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے تو کچھ خبر نہیں لوگوں کو میں نے جو کہتے سنا تھا وہی میں بھی کہہ دیتا تھا اس کے لئے اول جنت کا دروازہ کھول کر اس کو زیب و زینت اور جو نعمتیں وہاں ہیں دکھائی جاتی ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہاں تیرا اصل مقام تھا۔ مگر تجھے یہاں سے ہٹا دیا گیا۔ پھر اس کو جہنم دکھائی جاتی ہے۔ جہاں ایک پر دوسرا ٹوٹا پڑتا ہے۔ اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اب تیرا ٹھکانہ یہ ہے تو دنیا میں شک ہی میں رہا۔ اسی پر مرا۔ اسی پر قیامت میں اٹھایا جائے گا۔ (ترغیب)

حضرت ابو قتادہ رضؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے پاس کو ایک جنازہ گذرا حضورؐ نے اس کو دیکھ فرمایا کہ یہ شخص یا تو راحت پانے والا ہے یا اس سے راحت ہو گئی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مومن بندہ تو مر کر دنیا کی مشقتوں اور تکلیفوں سے راحت پا لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ شانہ کی رحمت کے اندر چلا جاتا ہے (یہ تو راحت پانے والا ہوا) اور فاجر آدمی جب مرتا ہے تو دوسرے آدمی اور آبادیاں اور درخت اور جانور سب کے سب اس کی موت سے راحت پاتے ہیں (مشکوٰۃ) اس لئے کہ اس کے گناہوں کی نحوست سے دنیا میں آفات نازل ہوتی ہیں، بارش بند ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے شہروں میں فساد ہوتا ہے اور درخت خشک ہونے لگتے ہیں، جانوروں کو چارہ ملنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے اس کی سب کو راحت ملتی ہے کہ اس کی نحوست سے سب کو تکلیف پہنچ رہی تھی۔

حضرت ابن عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ میرا مونڈھا پکڑ کر فرمایا۔ کہ دنیا میں ایسے رہو جیسا کوئی اجنبی بلکہ راستہ چلتا مسافر ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ جب تو صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر۔ اور جب شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر اور اپنی

صحت کے زمانہ میں مرض کے زمانہ کے لئے توشہ لے لے (کہ جو اعمال صحت میں کرتا ہوگا مرض میں ان کا ثواب ملتا رہے گا) اور اپنی زندگی میں موت کے لئے توشہ لے لے (مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک جنازہ کے ساتھ چلے۔ قبرستان میں پہنچ کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر کے پاس تشریف رکھی اور ارشاد فرمایا کہ قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ نہایت فصیح اور صاف آواز کے ساتھ یہ اعلان نہیں کرتی کہ اے آدم کے بیٹے تو مجھے بھول گیا میں تنہائی کا گھر ہوں، اجنبیت کا گھر ہوں، میں وحشت کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں میں نہایت تنگی کا گھر ہوں، مگر اس شخص کے لئے جس پر اللہ تعالیٰ شانہ مجھے وسیع بنادے اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

حضرت سہلؓ فرماتے ہیں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ان کی تعریف کرنے لگے اور ان کی کثرت سے عبادت کا حال بیان کرنے لگے حضورؐ سکوت کے ساتھ سنتے رہے۔ جب وہ حضرات چپ ہوئے تو حضورؐ نے دریافت کیا کہ یہ موت کو کبھی یاد کیا کرتے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس کا ذکر تو نہیں کرتے تھے۔ پھر حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ اپنے جی چاہنے کی چیزوں کو چھوڑ دیتے تھے (کہ کسی چیز کے کھانے کو مثلاً دل چاہتا ہو اور نہ کھاتے ہوں) صحابہ نے عرض کیا، ایسا تو نہیں ہوتا تھا حضورؐ نے فرمایا کہ یہ صحابی ان درجوں کو نہ پہنچیں گے جن کو تم لوگ (جو ان دونوں چیزوں کو کرتے ہوں) پہنچ جاؤ گے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور کی مجلس میں ایک صحابی کی عبادت اور مجاہدہ کی کثرت کا ذکر ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ موت کو کتنا یاد کرتے تھے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اس کا تذکرہ تو ہم نے نہیں سنا۔ حضورؐ نے فرمایا تو پھر وہ اس درجہ کے نہیں ہیں (جیسا تم سمجھ رہے ہو)

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ کے دفن میں شریک ہوئے۔ حضورؐ نے وہاں جاکر ایک قبر کے قریب تشریف رکھی اور ارشاد

کہ زمین تر ہو گئی۔ اور ارشاد فرمایا کہ بھائیو! اس چیز کے لئے (یعنی قبر میں جانے کے لئے) تیاری کرلو (ترغیب)

حضرت شقیق بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ آدمی چار چیزوں میں زبان سے تو میری موافقت کرتے ہیں اور عمل سے مخالفت کرتے ہیں (۱) وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کے بندے (اور غلام ہیں) اور کام آزاد لوگوں کے سے کرتے ہیں (۲) یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ شانہ ہماری روزی کا ذمہ دار ہے لیکن ان کے دلوں کو (اس کی ذمہ داری پر) اس وقت تک اطمینان نہیں ہوتا جب تک کہ دنیا کی کوئی چیز ان کے پاس نہ ہو (۳) یہ کہتے ہیں کہ آخرت دنیا سے افضل ہے لیکن دنیا کے لئے مال جمع کرنے کی فکر میں ہر وقت لگے رہتے ہیں (آخرت کا کچھ بھی فکر نہیں (۴) کہتے ہیں کہ موت یقینی چیز ہے آکر رہے گی لیکن اعمال ایسے لوگوں کے سے کرتے ہیں جن کو کبھی مرنا ہی نہ ہو۔

ابو حامد لفاف کہتے ہیں کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد کرے اس کے اوپر تین چیزوں کا اکرام ہوتا ہے (۱) توبہ جلدی نصیب ہوتی ہے (۲) مال میں قناعت میسر ہوتی ہے (۳) اور عبادات میں نشاط اور دلبستگی پیدا ہوتی ہے اور جو شخص موت سے غافل رہتا ہے اس پر تین عذاب مسلط کئے جاتے ہیں۔ (۱) گناہ سے توبہ میں تاخیر ہوتی رہتی ہے (۲) آمدنی پر راضی نہیں ہوتا اس کو کم ہی سمجھتا رہتا ہے۔ چاہے کتنی ہی ہو جائے۔ (۳) اور عبادات میں سستی پیدا ہوتی ہے (تنبیہ الغافلین)

امام غزالی رح فرماتے ہیں کہ تمام تعریفیں صرف اسی پاک ذات کے لئے ہیں، جس نے بڑے بڑے ظالم اور جابر لوگوں کی گردنیں موت سے مروڑ دیں اور اونچے اونچے بادشاہوں کی کمریں موت سے توڑ دیں اور بڑے بڑے خزانوں کے مالکوں کی امیدیں موت سے ختم کر دیں۔ یہ سب لوگ ایسے تھے جو موت کے ذکر سے بھی نفرت کرتے تھے لیکن اللہ کا جب وعدہ (موت کا وقت) آیا تو ان کو گڑھے میں ڈال دیا۔ اور اونچے محلوں سے زمین کے نیچے پہنچا دیا اور بجلی اور قمقموں کی روشنی میں، نرم بستروں سے قبر کے اندھیرے میں پہنچا دیا۔ غلاموں اور باندیوں سے کھیلنے کے بجائے زمین کے کیڑوں میں پھنس گئے۔ اور اچھے اچھے کھانے اور پینے میں

لطف اڑانے کے بجائے خاک میں لوٹنے لگے اور دوستوں کی مجلسوں کے بجائے تنہائی کی وحشت میں گرفتار ہو گئے پس کیا ان لوگوں نے کسی مضبوط قلعہ کے ذریعہ موت سے اپنی حفاظت کر لی یا اس سے بچنے کے لئے کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کر لیا؟ پس وہ ذات پاک ہے جس کے قہر اور غلبہ میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور ہمیشہ رہنے کے لئے صرف اسی کی تنہا ذات ہے کوئی اس کا مثل نہیں۔ پس جب موت ہر شخص کو پیش آنے والی ہے اور مٹی میں جا کر ملنا ہے اور قبر کے کیڑوں کا ساتھی بننا ہے اور منکر نکیر سے سابقہ پڑنا ہے اور زمین کے نیچے مدتوں رہنا ہے اور وہیں بہت طویل زمانہ تک ٹھکانہ ہے اور پھر قیامت کا سخت منظر دیکھنا ہے اور اس کے بعد معلوم نہیں کہ جنت میں جانا ہے یا دوزخ ٹھکانہ ہے تو نہایت ضروری ہے کہ موت کا فکر آدمی پر مسلط رہے۔ اسی کے ذکر تذکرہ کا مشغلہ رہے۔ اسی کی تیاری میں ہر وقت مشغول رہے۔ اسی کا اہتمام ہر چیز پر غالب رہے اور اس کی آمد کا ہر وقت انتظار رہے کہ اس کے آنے کا کوئی وقت مقرر نہیں، نہ معلوم کب آجائے۔

اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سمجھدار شخص وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھے اور موت کے بعد کام آنے والی چیزوں میں مشغول رہے۔ اور کسی کام کے لئے تیاری اس کے بغیر نہیں ہوتی کہ ہر وقت اس کا اہتمام رہے۔ اس کا تذکرہ رہے۔ اس لئے کہ جو شخص دنیا میں منہمک ہو اور اس کے دھوکہ کی چیزوں میں پھنسا ہوا ہے۔ اس کی شہوتوں پر فریفتہ ہے اس کا دل موت سے بالکل غافل ہوتا ہے اور اگر موت کا ذکر بھی کیا جائے تو اس کی طبیعت کو اس سے تکدر اور کراہیت ہوتی ہے۔ اسی کو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (جمعہ ع ۱)	آپ ان سے کہدیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو آپکڑے گی۔ پھر تم اس پاک ذات کی طرف لیجائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جاننے والی ہے پھر وہ تم کو تمہارے سب کئے ہوئے کام جتادیگی (اور ان کا بدلہ دے گی)

علماء نے لکھا ہے کہ موت کے بارے میں آدمی چار طریقے کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں

جو دنیا میں منہمک ہیں جن کو موت کا ذکر بھی اس وجہ سے اچھا نہیں لگتا کہ اس سے دنیا کی لذتیں چھوٹ جائیں گی۔ ایسا شخص موت کو کبھی یاد نہیں کرتا اور اگر کبھی کرتا بھی ہے تو برائی کے ساتھ اس لئے کہ دنیا کے چھوٹنے کا اسکو قلق اور افسوس ہوتا ہے۔

دوسرا وہ شخص ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا توبہ ہے۔ مگر ابتدائی حالت میں ہے موت کے ذکر سے انکو اللہ تعالیٰ کا خوف بھی ہوتا ہے اور اس سے توبہ میں پختگی بھی ہوتی ہے یہ شخص بھی موت سے ڈرتا ہے مگر نہ اس وجہ سے کہ دنیا چھوٹ جائے گی۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اس کی توبہ تام نہیں ہے یہ بھی ابھی مرنا نہیں چاہتا تاکہ اپنے حال کی اصلاح کر لے اور اسکے فکر میں لگا ہوا ہے تو یہ شخص موت کے ناپسند کرنے میں معذور ہے اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں داخل نہ ہوگا جس میں حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ شانہ بھی اس کے ملنے کو ناپسند فرماتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ شخص حقیقت میں حق تعالیٰ شانہ کی ملاقات سے کراہت نہیں بلکہ اپنی تقصیر اور کوتاہی سے ڈرتا ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو محبوب کی ملاقات کے لئے اس سے پہلے کچھ تیاری کرنا چاہتا ہو تاکہ محبوب کا دل خوش ہو۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ یہ شخص اس کی تیاری میں ہر وقت مشغول رہتا ہو، اس کے سوا کوئی دوسرا مشغلہ اس کو نہ ہو۔ اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر یہ بھی پہلے ہی جیسا ہے۔ یہ بھی دنیا میں منہمک ہی ہے۔

تیسرا وہ شخص ہے جو عارف ہے اس کی توبہ کامل ہے۔ یہ لوگ موت کو محبوب رکھتے ہیں۔ اس کی تمنائیں کرتے ہیں اس لئے کہ عاشق کے لئے محبوب کی ملاقات سے زیادہ بہتر وقت کونسا ہوگا۔ موت کا وقت ملاقات کا وقت ہے۔ عاشق کو وصل کے وعدہ کا وقت ہر وقت خود ہی یاد رہا کرتا ہے۔ وہ کسی وقت بھی اس کو نہیں بھولتا۔ یہی لوگ ہیں جن کو موت کے جلدی آنے کی تمنائیں رہتی ہیں۔ وہ اسی قلق میں رہتے ہیں کہ موت آہی نہیں چکتی کہ اس معاصی کے گھر سے جلد خلاصی ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب ہوا تو فرمانے لگے کہ محبوب (موت) احتیاج کے وقت آیا۔ جو نادم ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا یا اللہ

تجھے معلوم ہے کہ ہمیشہ سے مجھے فقر غنا سے زیادہ محبوب رہا اور بیماری صحت سے زیادہ پسندیدہ رہی اور موت زندگی سے زیادہ مرغوب رہی۔ مجھے جلدی سے موت عطا کر دے کہ تجھ سے ملوں۔

چوتھی قسم جو سب سے اونچا درجہ ہے۔ ان لوگوں کا ہے جو حق تعالیٰ شانہ کی رضا کے مقابلہ میں تمنا بھی نہیں رکھتے۔ وہ اپنی خواہش سے اپنے لئے نہ موت کو پسند کرتے ہیں نہ زندگی کو یہ عشق کی انتہا میں رضا اور تسلیم کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں۔ بہرحال موت کا ذکر ہر حالت میں موجب اجر و ثواب ہے کہ جو شخص دنیا میں منہمک ہے اس کو بھی موت کے ذکر سے اس کی لذتوں میں اور کچھ نہ کچھ تو دنیا سے بعد پیدا ہی ہوگا۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لذتوں کو توڑنے والی چیز (موت) کو کثرت سے یاد کیا کرو یعنی اس کے ذکر سے اپنی لذتوں میں کمی کیا کرو تا کہ اللہ جل شانہ کی طرف رجوع ہو سکے۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر جانوروں کو موت کے متعلق اتنی معلومات ہوں جتنی تم لوگوں کو ہیں تو کبھی موٹا جانور تم کو کھانے کو نہ ملے (موت کے خوف سے) سب دُبلے ہو جائیں۔ حضرت عائشہ رضؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ کوئی شخص (بغیر شہادت کے بھی) شہیدوں کے ساتھ ہو سکتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے وہ ہو سکتا ہے۔ (ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پچیس مرتبہ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ پڑھے وہ شہیدوں کے درجہ میں ہو سکتا ہے) اور ان سب فضیلتوں کا سبب یہی کہ موت کا کثرت سے ذکر کرنا اس دھوکہ کے گھر سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے اور آخرت کے لئے تیاری پر آمادہ کرتا ہے۔ اور موت سے غفلت دنیا کی شہوتوں اور لذتوں میں انہماک پیدا کرتی ہے۔

عطا خراسانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مجلس پر گذر ہوا جہاں زور سے ہنسنے کی آواز آرہی تھی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی مجالس میں لذتوں کو مکدر کرنے والی چیز کا تذکرہ شامل کر لیا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ لذتوں کو مکدر کرنے والی چیز کیا ہے؟ حضور نے فرمایا کہ موت۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو یہ گناہوں

کو زائل کرتی ہے اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے۔ (احیاء)

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ مرنے کے بعد تم پر کیا کیا گذرے گی تو کبھی رغبت سے کھانا نہ کھاؤ کبھی لذت سے پانی نہ پیو۔

ایک صحابی کو حضورؐ نے وصیت فرمائی کہ موت کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔ یہ تمہیں دوسری چیزوں میں رغبت سے ہٹا دے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ جو شخص موت کا کثرت سے ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ ہو جاتا ہے اور موت اس پر آسان ہو جاتی ہے۔

ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے موت سے محبت نہیں ہے کیا علاج کروں حضورؐ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو آگے چلتا کر دو۔ آدمی کا دل مال سے لگا رہتا ہے۔ جب اس کو آگے بھیج دیتا ہے تو خود بھی اس کے پاس جانے کو دل چاہتا ہے۔ اور جب پیچھے چھوڑ جاتا ہے تو خود بھی اس کے پاس رہنے کو دل چاہتا ہے۔ (اتحاف)

ایک حدیث میں ہے کہ جب دو تہائی رات گذر جاتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے لوگو! اللہ کو یاد کرلو اللہ کو یاد کرلو عنقریب قیامت کا زلزلہ پھر صور پھونکے کا وقت اور (ہر شخص کی) موت اپنی ساری سختیوں سمیت آرہی ہے (مشکوٰۃ)

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا معمول تھا کہ روزانہ رات کو علماء کے مجمع کو بلاتے جو موت کا اور قیامت کا اور آخرت کا ذکر کرتے اور ایسا روتے جیسا کہ جنازہ سامنے رکھا ہو۔

ابراہیم تیمی کہتے ہیں کہ دو چیزوں نے مجھ سے دنیا کی ہر لذت کو منقطع کر دیا ایک موت نے۔ دوسرے قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ کے سامنے کھڑا ہونے کی فکر نے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص موت کو پہچان لے اس پر دنیا کی ساری مصیبتیں آسان ہیں۔ اشعث کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصریؒ کے پاس جب بھی حاضر ہوتے جہنم کا اور آخرت کا ذکر ہوتا۔ ایک عورت نے حضرت عائشہ سے اپنے دل کی قساوت کی شکایت کی، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ موت کا تذکرہ کثرت سے کیا کرو دل نرم ہو جائے گا۔ انھوں نے ایسا

ہی کیا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضؓ کے پاس آئیں اور ان کا بہت بہت شکریہ ادا کیا (احیاء)

امام غزالی رحؒ فرماتے ہیں کہ موت کا معاملہ خطرناک ہے اور لوگ اس سے بہت غافل ہیں اول تو اپنے مشاغل کی وجہ سے اس کا ذکر ہی نہیں کرتے اور اگر کرتے ہیں تب بھی چونکہ دل دوسری طرف مشغول ہوتا ہے اس لئے محض زبانی تذکرہ مفید نہیں بلکہ ضرورت اس کی ہو کہ دل کو سب طرف سے بالکل فارغ کرکے اس کو اس طرح سوچے کہ گویا وہ سامنے ہی ہو جس کی صورت یہ ہے کہ اپنے عزیز واقارب اور جانے والے احباب کا حال سوچے کہ کیونکر ان کو چارپائی پر لے جاکر مٹی کے نیچے داب دیا۔ ان کی صورتوں کا، ان کے اعلیٰ منصوبوں کا خیال کرے اور یہ غور کرے کہ اب مٹی نے کس طرح ان کی صورتوں کو پلٹ دیا ہو گا۔ ان کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے الگ الگ ہو گئے ہوں۔ کس طرح بچوں کو یتیم، بیوی کو بیوہ اور عزیز واقارب کو روتا چھوڑ کر چل دیے۔ ان کے سامان، ان کے مال ان کے کپڑے رہ گئے۔ یہی حشر ایک دن میرا بھی ہو گا۔ کس طرح وہ مجلسوں میں بیٹھ کر قہقہے لگاتے تھے آج خاموش پڑے ہیں۔ کس طرح دنیا کی لذتوں میں مشغول تھے۔ آج مٹی میں ملے پڑے ہیں۔ کیسا موت کو بھلا رکھا تھا آج اس کے شکار ہو گئے کس طرح جوانی کے نشہ میں تھے۔ آج کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہے کیسے دنیا کے دھندوں میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔ آج ہاتھ الگ پڑا ہے، پاؤں الگ ہیں زبان کو کیڑے چمٹ رہے ہیں، بدن میں کیڑے پڑ گئے ہوں گے۔ کیسا کھلکھلا کر ہنستے تھے، آج دانت گرے پڑے ہوں گے کیسی کیسی تدبیریں سوچتے تھے، برسوں کے انتظام سوچتے تھے، حالانکہ موت سر پر تھی، مرنے کا دن قریب تھا۔ مگر انہیں معلوم نہیں تھا کہ آج رات کو میں نہیں ہوں گا۔ یہی حال میرا ہے آج میں اتنے انتظامات کر رہا ہوں کل کی خبر نہیں کیا ہو گا (احیاء)

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں ۔۔۔ سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

آسمانوں پر جو فرشتے مختلف کاموں پر متعین ہیں ان کو سال بھر کے احکامات ایک رات میں مل جاتے ہیں کہ اس سال فلاں فلاں کام کرنے ہیں، اور فلاں فلاں شخص کے متعلق یہ عملدرآمد ہو گا۔ اسمیں روایات مختلف ہیں کہ یہ احکام لیلۃ القدر میں ملتے ہیں۔ یا شب برأت میں جونسی بھی رات ہو کثرت سے روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ اس رات میں ان

سب کی فہرست فرشتوں کے حوالہ کردی جاتی ہے جو اس سال میں مرنے والے ہیں۔ دنیا میں آدمی نہایت غفلت سے لہو ولعب میں مشغول ہوتا ہے اور آسمانوں پر اسکی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہو گیا ہے۔ اس کی موت کا حکم صادر ہو چکا ہے جس میں نہ کسی سفارش کی گنجائش ہے، نہ اس حکم کا اپیل ہے، نہ جو وقت اس کی موت کا تجویز ہوا ہے اس میں ایک منٹ کی تاخیر ہو سکتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضؓ سورۂ دخان کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے ان سب چیزوں کو نقل کیا جاتا ہے جو اس سال میں ہونے والی ہیں کہ اتنا اتنا رزق دیا جائے گا۔ فلاں فلاں مرے گا، فلاں فلاں پیدا ہوگا، اتنی بارش ہوگی حتی کہ یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ اس سال فلاں فلاں شخص حج کو جائے گا۔

ایک حدیث میں ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ تو آدمی کو دیکھے گا کہ وہ بازاروں میں چل پھر رہا ہے۔ لیکن اس کا نام اس سال کے مردوں میں لکھا جا چکا ہے۔ ابو نضرہ کہتے ہیں کہ اس رات میں سال بھر کے سارے کام دفرشتوں پر منقسم کردیئے جاتے ہیں۔ تمام سال کی بھلائی برائی، روزی اور موت، تکلیفیں اور نرخوں کی ارزانی اور گرانی تمام سال کی دیدی جاتی ہے۔

حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ شب برأت میں سال بھر کے احکام طے کرکے حوالے کر دیئے جاتے ہیں۔ اس سال کے مردوں کی فہرست اور حج کرنے والوں کی فہرست دیدی جاتی ہے۔ نہ ان میں کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہے کہ ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک جتنے مرنے والے ہیں۔ ان سب کے اوقات لکھ دیئے جاتے ہیں حتی کہ آدمی دنیا میں نکاح کرتا ہے۔ اس کے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن آسمان میں اس کا نام مُردوں کی فہرست میں آچکا ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں بہت کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے اس لئے کہ اس میں تمام سال میں مرنے والوں کی فہرست مرتب ہوتی ہے حتی کہ ایک آدمی نکاح کرنے میں مشغول ہے اور وہاں اس کا نام مردوں میں لکھا گیا ہے۔ ایک آدمی حج کو جا رہا ہے اور اس کا نام مردوں میں ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے حضورؐ سے اس کی وجہ دریافت کی کہ حضور شعبان میں روزے بہت کثرت سے رکھتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس میں سال بھر کے مردوں کی فہرست بنتی ہے میرا دل چاہتا ہے کہ میرا نام جب مردوں کی فہرست میں آئے تو میں روزہ دار ہوں۔

ایک حدیث میں ہے نصف شعبان کی رات کو حق تعالیٰ شانہ ملک الموت کو اس سال میں مرنے والوں کی اطلاع فرما دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ روزانہ ہمیشہ جب آفتاب نکلتا ہے تو وہ اعلان کرتا ہے کہ جو نیک کام کرنا ہے کرلے آج کا دن تیری عمر میں پھر کبھی نہیں آئے گا (اس لئے اس دن میں تیری جو نیکیاں بھی لکھی جا سکتی ہوں لکھوالے) اور دو فرشتے آسمان سے اعلان کرتے ہیں۔ ایک ان میں سے کہتا ہے اے نیکی کے طلب کرنے والے خوشخبری لے (اور آگے بڑھ) اور دوسرا کہتا ہے اے بُرائی کرنے والے بس کر اور رُک جا (اپنی ہلاکت کا سامان اکٹھا نہ کر) اور دو فرشتے اعلان کرتے ہیں جن میں سے ایک کہتا ہے یا اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل دے۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ یا اللہ مال کو روک کے رکھنے والے کے مال کو برباد کر۔

عطاء ابن یسار کہتے ہیں کہ جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو ملک الموت کو ایک فہرست دیدی جاتی ہے کہ اس میں جن کے نام ہیں ان سب کی اس سال میں روح قبض کرلی جائے یہاں ایک آدمی فرش فروش میں لگا ہوا ہے، نکاح کرنے میں مشغول ہے۔ مکان کی تعمیر کرا رہا ہے اور وہاں مردوں کی فہرست میں آگیا۔ (در منثور)

امام غزالی رحؒ فرماتے ہیں کہ آدمی مسکین پر اگر کوئی آفت، کوئی مصیبت، کوئی حادثہ کوئی رنج، کوئی تکلیف، کوئی مشقت، کوئی خوف، کبھی بھی نہ آئے تب بھی موت کی سختی، نزع کی حالت اور اس کا اندیشہ ایسی چیز ہے جو اس کی ساری لذتوں کو مکدر کردینے کے لئے کافی ہے اس کے سارے راحت و آرام کھو دینے والی چیز ہے اس کی غفلت کو زائل کر دینے کے لئے اسی کا فکر بہت کافی ہے یہی چیز خود اتنی سخت ہے کہ اس کے فکر اور اس کی تیاری میں آدمی کو ہر وقت مشغول رہنا چاہیئے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ اس کا وقت معلوم نہیں کہ کب آکر مسلط ہوجائے ایک حکیم کا قول ہے کہ رسی دوسرے کے ہاتھ میں ہے نہ معلوم کب کھینچ لے حضرت لقمان

کا ارشاد اپنے بیٹے سے ہے کہ موت ایسی چیز ہے جس کا حال معلوم نہیں کہ کب آپہنچے اس کے لئے اس سے پہلے پہلے تیاری کرلے کہ وہ دفعتہ آجائے۔ اور واقعی بڑے تعجب کی بات ہے کہ اگر آدمی انتہائی لذتوں میں مشغول ہو، لہو ولعب کی اونچی مجلس میں شریک ہو اور اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ ایک سپاہی اس کی تلاش میں ہے۔ جو (کسی جرم کی سزا میں) اس کے پانچ کوڑے مار یگا تو ساری لذت سارا عیش وآرام مکدر ہو جائے گا (بلکہ اگر صرف اتنا ہی معلوم ہو جائے کہ اس کے پاس اسکی گرفتاری کا وارنٹ ہے وہ آجکل میں اس کو گرفتار کرلے گا تب بھی ساری لذتیں ختم ہو جائیں گی، رات کو نیند اڑ جائے گی) حالانکہ اس کو معلوم ہے کہ ملک الموت ہر وقت اس پر مسلط ہے اور موت کی سختیاں (جو ہزاروں کوڑوں سے بڑھ کر ہیں) اس پر مسلط کرنے والا ہے پھر بھی ہر وقت اس سے غافل رہتا ہے۔ یہ جہالت اور غرور کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ موت کی سختی کا حال وہی جانتا ہے جس پر گذر چکی ہے۔ دوسرے کو اس کی سختی کا حال معلوم نہیں ہوتا وہ صرف قیاس کر سکتا ہے یا مرنے والوں کی حالت دیکھ کر کچھ اندازہ لگا سکتا ہے اور قیاس اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ یہ تو ظاہر چیز ہے کہ بدن کے جس حصہ میں روح نہیں ہوتی اس کو کاٹنے سے تکلیف نہیں ہوتی (بدن کی جو کھال مردہ ہو جاتی ہے اس کے کاٹنے سے تکلیف نہیں لیکن جس عضو میں اور جس حصہ میں جان ہوتی ہے اس میں سوئی چبھونے سے یا اس کے کاٹنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے پس بدن کے جس عضو پر کوئی زخم ہوتا ہے یا اس کو کاٹا جاتا ہے یا وہ جل جاتا ہے تو اس سے تکلیف اس وجہ سے پہنچتی ہے کہ روح کو اور زندگی کو اس حصہ بدن سے تعلق ہے اس تعلق کی وجہ سے اس عضو کے ذریعہ سے روح پر اثر پہنچتا ہے اور روح سارے بدن میں پھیلی ہوئی ہے تو ہر ہر عضو میں اس کا بہت تھوڑا سا حصہ اثر کئے ہوئے ہے اور جتنا حصہ اس عضو میں ہے اسی کے بقدر روح کو تکلیف پہنچتی ہے جو بہت تھوڑا سا ہے۔ لیکن جو تکلیف اعضا کے بجائے براہِ راست ساری روح کو پہنچے جو موت کے وقت ہوتی ہے اس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ کتنی ہوگی۔ اس لئے کہ موت براہِ راست ساری روح کو کھینچتی ہے جو بدن کے سارے اعضا میں پھیلی ہوئی ہے اسی لئے بدن کا کوئی حصہ بھی ایسا نہیں ہوتا جس میں اتنی ہی تکلیف نہ ہو جتنی کہ اس کے کاٹنے میں ہوتی ہے۔ اس لئے کہ کسی عضو کے کاٹنے سے

اس وجہ سے تکلیف ہوتی ہے کہ روح اس سے جدا ہوتی ہے اور اگر وہ مردہ ہو اس میں روح نہ ہو تو اس کے کاٹنے سے ذرا بھی تکلیف نہ ہوتی پس جب روح کے ذرا سے حصہ کے جدا ہونے سے اتنی تکلیف ہوتی ہے تو جب ساری روح کو بدن کے تمام حصوں سے کھینچا جائے گا تو ظاہر ہے کہ کتنی تکلیف ہوگی لیکن بدن کا اگر ایک حصہ کاٹا جاتا ہے تو روح کا بقیہ حصہ سارے بدن میں موجود ہوتا ہے، وہ اس وقت قوی ہوتا ہے۔ اس لئے آدمی چلاتا ہے تڑپتا ہے مگر جب ساری روح کھینچی جاتی ہے تو اس میں ضعف کی وجہ سے اتنی قوت نہیں رہتی کہ وہ کراہنے سے کچھ آرام پالے۔ البتہ اگر بدن قوی ہوتا ہے تو اس کے بقدر سانس کے اکھڑنے کے وقت اس میں آواز پیدا ہوتی ہے جو سنائی دی جاتی ہے۔ قوت نہیں ہوتی یہ بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے نکلنے کے بعد ہر عضو آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ روح پاؤں کی طرف سے سب سے پہلے کھنچتی ہے اور وہاں سے نکل کر منہ کے ذریعہ سے جاتی ہے۔ پھر پنڈلیاں ٹھنڈی ہوتی ہیں پھر رانیں۔ اسی طرح ہر ہر عضو ٹھنڈا ہوتا رہتا ہے اور ہر ایک عضو کو اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی اس کے کاٹنے سے ہوتی ہے یہاں تک کہ جب روح حلق تک پہنچتی ہے تو آنکھوں سے نور جاتا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں یہ بھی دعا ہے کہ یا اللہ مجھ پر موت کی اور نزع کی سختی آسان فرما۔ لوگ بھی حضورؐ کے اتباع میں اس دعا کو مانگتے ہیں مگر اس کی تکلیف سے ناواقف ہونے کی وجہ سے سرسری طور پر مانگ لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام اور اولیائے عظام موت سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد اپنے حواریین سے ہے کہ میرے لئے حق تعالیٰ شانہ سے اس کی دعا کرو کہ نزع کی تکلیف مجھ پر آسان ہو جائے کہ موت کے ڈر نے مجھے موت کے قریب پہنچا دیا۔ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے عابد لوگوں کی ایک جماعت ایک قبرستان میں پہنچی اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ حق تعالیٰ شانہ سے اس کی دعا کی جائے کہ ان میں سے کوئی مردہ ظاہر ہو جس سے ہم پوچھیں کہ کیا گذری۔ ان لوگوں نے دعا کی ایک مردہ ان پر ظاہر ہوا جس کی پیشانی پر کثرت سے سجدہ کرنے کا نشان بھی پڑا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ تم مجھ سے

کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ مجھے مرے ہوئے پچاس سال ہو گئے لیکن موت کے وقت کی تکلیف اب تک میرے بدن سے نہیں گئی۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ یا اللہ تو روح کو پٹھوں سے، ہڈیوں، اور انگلیوں میں سے نکالتا ہے۔ مجھ پر موت کی سختی آسان کر دے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ موت کی سختی کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ تین سو جگہ تلوار کی کاٹ سے ہوتی ہے!

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جہاد پر جب ترغیب دیتے تو فرماتے اگر تم قتل نہ کئے گئے تو بستر ہی پر مرو گے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ہزار جگہ تلوار کی کاٹ سے مرنے کی تکلیف زیادہ سخت ہے۔ اوزاعیؒ کہتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ مُردوں کو قیامت میں اٹھنے تک موت کی تکلیف کا اثر محسوس ہوتا رہتا ہے۔ حضرت شداد بن اوسؓ کہتے ہیں کہ موت دنیا اور آخرت کی سب تکلیفوں سے زیادہ سخت ہے وہ آرہ چلا دینے سے زیادہ سخت ہے۔ وہ۔ قینچیوں سے کتر دینے سے زیادہ سخت ہے۔ وہ دیگ میں پکا دینے سے زیادہ سخت ہے۔ اگر مردے قبر سے اٹھ کر مرنے کی تکلیف بتائیں تو کوئی شخص بھی دنیا میں لذت سے وقت نہیں گذار سکتا میٹھی نیند اس کو نہیں آسکتی۔

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب وصال ہوا تو حق تعالیٰ شانہ نے دریافت فرمایا کہ موت کو کیسا پایا انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنی جان کو ایسا دیکھ رہا تھا جیسے زندہ چڑیا کو اس طرح آگ پر بھونا جا رہا ہو کہ نہ اس کی جان نکلتی ہو نہ اڑنے کی کوئی صورت ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایسی حالت تھی جیسا کہ زندہ بکری کی کھال اتاری جا رہی ہو۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو رہا تھا تو پانی سے بھرا ہوا پیالہ حضورؐ کے قریب رکھا ہوا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اپنے مبارک ہاتھ کو پیالہ میں ڈالتے اور پھر منہ پر ملتے تھے۔ اور فرماتے تھے یا اللہ نزع کی سختی پر میری مدد فرما۔ حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ سے دریافت کیا کہ موت کی کیفیت

بیان کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ امیر المومنین جس طرح ایک کانٹے دار ٹہنی کو آدمی کے اندر داخل کر دیا جائے جس کے ساتھ بدن کا ہر جزو لپٹ جائے پھر ایکدم اس کو کھینچ لیا جائے اسی طرح جان کھینچی جاتی ہے۔

یہ سب تو نزع کی مختصر کیفیت تھی۔ ان سب کے علاوہ ملک الموت اور اس کے مددگار فرشتوں کی صورت کا خوف ایک مستقل مرحلہ ہے جس صورت میں وہ گناہگاروں کی جان نکالتے ہیں۔ وہ ایسی ڈراونی صورت ہوتی ہے کہ قوی سے قوی آدمی بھی اس کے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ تم جس صورت پر فاجر لوگوں کی جان نکالتے ہو وہ مجھے دکھاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ اس کا تحمل نہ فرماسکیں گے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں میں تحمل کرلوں گا حضرت عزرائیل نے عرض کیا کہ اچھا دوسری طرف منہ کر لیجئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے منہ پھیر لیا۔ اس کے بعد حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا کہ اب دیکھ لیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ادھر دیکھا تو ایک نہایت کالا آدمی دیو کی شکل بال بہت بڑے بڑے کھڑے ہوئے، نہایت سخت بدبو، کالے کپڑے۔ اس کے منہ سے ناک سے آگ کی لپٹیں نکل رہی ہیں۔ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ حالت دیکھ کر غش آگیا۔ بڑی دیر میں افاقہ ہوا تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اگر فاجر شخص کے لئے کوئی دوسری آفت نہ ہو تب بھی یہ صورت ہی اس کی آفت کے لئے کافی ہے۔

یہ فاجروں کا حال ہے لیکن اللہ کے مطیع بندوں کی روح نکالنے کے وقت وہ نہایت ہی بہترین صورت میں ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی سے یہ نقل کیا گیا کہ انہوں نے ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے اس ہیئت کو بھی دکھاؤ تو انہوں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت جوان نہایت نفیس لباس پہنے ہوئے خوشبوئیں مہکتی ہوئی سامنے ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مومن کے لئے اگر مرتے وقت اس صورت کے علاوہ کوئی بھی فرحت کی چیز نہ ہو تو یہ بھی کافی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ جب کسی بندے سے خوش ہوتے ہیں تو ملک الموت

سے فرماتے ہیں کہ فلاں بندے کی روح لے آؤ، میں اس کو راحت پہنچاؤں۔ اس کا امتحان ہو چکا، کہ میں جیسا چاہتا تھا وہ ویسا ہی کامیاب نکلا۔ ملک الموت اس کے پاس آتے ہیں اور پانچ سو فرشتے ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر فرشتہ اس شخص کو ایک ایسی خوش خبری اور بشارت دیتا ہے جو دوسروں نے نہ دی ہو، ان کے پاس ریحان کی ٹہنیاں اور زعفران کی جڑیں ہوتی ہیں وہ سب فرشتے دو قطاروں میں لائن لگا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب ابلیس یہ منظر دیکھتا ہے تو اپنا سر پکڑ کر رونا چلانا شروع کر دیتا ہے۔ اس کے حشم و خدم دوڑے ہوئے آ کر پوچھتے ہیں۔ آقا کیا بات ہو گئی۔ وہ کہتا ہے کم بختو! دیکھتے نہیں ہو یہ کیا ہو رہا ہے۔ تم کہاں مر گئے تھے۔ وہ کہتے ہیں۔ ہمارے سردار ہم نے تو بہت کوشش کی مگر یہ گناہوں سے محفوظ رہا۔

حضرت جابر بن زید رضؓ کے جب انتقال کا وقت قریب تھا کسی نے پوچھا کسی چیز کی رغبت ہے؟ فرمایا کہ حسن رح سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں حضرت حسن بصری رح تشریف لائے تو لوگوں نے کہا کہ حسن آ گئے ہیں تو حضرت جابر رح فرمانے لگے بھائی یہ رخصت کا وقت ہے اب جا رہے ہیں۔ یہ خبر نہیں کہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف (احیاء)

حضرت تمیم داری رضؓ کہتے کہ حق تعالیٰ شانہ ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ میرے فلاں ولی کے پاس جاؤ اور اس کی روح لے آؤ، میں نے اس کا خوشی میں اور غم میں دونوں میں امتحان لے لیا وہ ایسا ہی نکلا جیسا کہ میں چاہتا تھا۔ اس کو لے آؤ تاکہ دنیا کی مشقتوں سے اس کو راحت مل جائے۔ ملک الموت پانچسو فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اس کے پاس آتے ہیں ان سب کے پاس جنت کے کفن ہوتے ہیں انکے ہاتھوں میں ریحان کے گلدستے ہوتے ہیں جن میں ہر ایک میں بیس رنگ ہوتے ہیں اور ہر رنگ میں نئی خوشبو ہوتی ہے۔ اور ایک سفید ریشمی رومال میں مہکتا ہوا مشک ہوتا ہے ملک الموت اس کے سرہانے بیٹھتے ہیں اور فرشتے اسکو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اس کے ہر عضو پر اپنا ہاتھ رکھتے ہیں اور یہ مشک والا رومال اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھتے ہیں اور جنت کا دروازہ اس کی نگاہ کے سامنے کھول دیتے ہیں۔ اس کے دل کو جنت کی نئی نئی چیزوں سے بہلایا جاتا ہے جیسا کہ بچے کے رونے کے وقت اس کے گھر والے مختلف چیزوں سے اس کا دل بہلاتے ہیں کبھی اس کی حوریں سامنے کر دی جاتی ہیں کبھی وہاں کے پھل، کبھی عمدہ عمدہ لباس

غرض مختلف چیزیں اس کے سامنے کی جاتی ہیں۔ اس کی حوریں (بیویاں) خوشی میں کودنے لگتی ہیں۔ ان سب منظروں کو دیکھ کر اس کی روح بدن میں پھڑکنے لگتی ہے (جیسا کہ پنجرہ میں جانور نکلنے کو پھڑکتا ہے) اور ملک الموت اس سے کہتا ہے۔ اے مبارک روح چل ایسی بیریوں کی طرف جن میں کانٹا نہیں ہے۔ اور ایسے کیلوں کی طرف جو تو بتو لگے ہوئے ہیں اور ایسے سایہ کی طرف جو نہایت گہرا وسیع ہے۔ اور پانی بہہ رہے ہیں (یہ چند منظروں کی طرف اشارہ ہے جو قرآن پاک میں سورہ واقعہ کی اس آیت شریفہ میں ذکر کی گئی۔ فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ الآیہ ع ۱) اور ملک الموت ایسی نرمی سے بات کرتا ہے جیسا کہ ماں اپنے بچے سے کرتی ہے اس وجہ سے کہ اس کو یہ بات معلوم ہے کہ یہ روح حق تعالیٰ شانہ کے یہاں مقرب ہے۔ وہ اس روح کے ساتھ لطف سے پیش آتا ہے تاکہ حق تعالیٰ شانہ اس فرشتے سے خوش ہوں۔ وہ روح بدن میں سے ایسی طرح سہولت سے نکلتی ہے جیسا کہ آٹے میں سے بال نکل جاتا ہے۔ جب روح نکلتی ہے تو سب فرشتے اس کو سلام کرتے ہیں اور جنت میں داخل ہونے کی بشارت دیتے ہیں جس کو قرآن پاک اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ الآیہ (نحل ع ۴) میں ذکر فرمایا ہے۔ اور اگر وہ مقرب بندوں میں ہوتا ہے تو سورۂ واقعہ میں اس کے متعلق ارشاد ہے فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ (ع ۳) پس جس وقت روح بدن سے جدا ہوتی ہے تو وہ بدن سے کہتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ تجھ کو جزائے خیر دے تو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور طاعت میں جلدی کرنے والا تھا۔ اس کی نافرمانی میں سستی کرنے والا تھا۔ تجھے آج کا دن مبارک ہو تو نے خود بھی عذاب سے نجات پائی اور مجھے بھی نجات دی۔ اور یہی مضمون بدن رخصت کے وقت روح سے کہتا ہے۔ اس کی جدائی پر زمین کے وہ حصے روتے ہیں جن پر وہ اکثر عبادت کیا کرتا تھا آسمان کے دروازے روتے ہیں جن سے اس کے اعمال اوپر جایا کرتے تھے اور جن سے اس کا رزق اترا کرتا تھا۔ اس کے بعد وہ پانچسو فرشتے میت کے پاس جمع ہو جاتے ہیں۔ اور جب نہلانے والے اس کو کروٹ دیتے ہیں تو وہ فرشتے فوراً اس کو کروٹ دینے لگتے ہیں اور جب وہ کفن پہناتے ہیں تو اس سے پہلے وہ فوراً اپنا لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں جب وہ خوشبو لگاتے ہیں تو وہ فرشتے اس سے پہلے اپنی لائی ہوئی خوشبو مل دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اس کے دروازے سے قبر تک

دونوں جانب قطار لگا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے جنازہ کا دعا اور استغفار کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔

یہ سارے منظر شیطان دیکھ کر اس قدر زور سے روتا ہے کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹنے لگتی ہیں اور اپنے لشکروں سے کہتا ہے کہ تمہارا ناس ہو جائے۔ یہ تم سے کس طرح سے چھوٹ گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ معصوم تھا

اس کے بعد جب حضرت ملک الموت اس کی روح لے کر اوپر جاتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں۔ یہ فرشتے اس کو حق تعالیٰ شانہٗ کی کی طرف سے بشارتیں دیتے ہیں۔ اس کے بعد جب ملک الموت علیہ السلام اس کو عرش تک لیجاتے ہیں تو وہاں پہنچ کر وہ روح سجدہ میں گر جاتی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کی روح کو سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ الآیہ (واقعہ ع ۱) میں پہنچا دو۔ جب اس کی نعش قبر میں رکھی جاتی ہے تو اس کی نماز اُس کے دائیں طرف آ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ روزہ بائیں طرف کھڑا ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت اور اللہ کا ذکر سر کی طرف کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور جماعت کی نماز کو جو قدم چلے ہیں وہ پاؤں کی طرف کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور (مصائب پر اور گناہوں سے) صبر قبر کے ایک جانب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد عذاب اس قبر میں اپنی گردن نکالتا ہے اور مردہ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ لیکن اگر وہ دائیں جانب سے آتا ہے تو نماز اس کو کہتی ہے کہ پرے ہٹ۔ یہ شخص خدا کی قسم دنیا میں ہمیشہ مشقت اٹھاتا رہا۔ ابھی ذرا راحت سے سویا ہے۔ پھر وہ بائیں جانب سے آتا ہے تو روزہ اسی طرح اس کو ہٹا دیتا ہے۔ پھر وہ سر کی طرف سے آتا ہے تو تلاوت اور ذکر اس کو روک دیتے ہیں کہ ادھر کو تیرا راستہ نہیں ہے۔ غرض وہ جس جانب سے جانا چاہتا ہے اس کو راستہ نہیں ملتا۔ اس لئے کہ اللہ کے ولی کو ہر جانب سے عبادتوں نے گھیر رکھا ہے۔ وہ عذاب عاجز ہو کر واپس چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد صبر جو ایک کونہ میں کھڑا تھا۔ ان عبادتوں سے کہتا ہے کہ میں اس انتظار میں تھا کہ اگر کسی جانب (عبادت کی کسی قسم کی کمزوری سے) کچھ ضعف ہو تو میں اس جانب مزاحمت کروں گا۔ مگر الحمد للہ کہ تم نے مل کر اس کو دفع کر دیا۔ اب میں (اعمال تلنے کی) ترازو کے وقت اس کے کام آؤں گا۔

اس کے بعد دو فرشتے اس مردے کے پاس آتے ہیں جن کی آنکھیں بجلی کی طرح چمکتی ہیں اور
اور آواز بادلوں کی زوردار گرج کی طرح ہوتی ہے۔ ان کے دانتوں کی کچلیاں گائے کے سینگوں
کی طرح ہوتی ہیں۔ ان کے منہ سے سانس کے ساتھ آگ کی لپٹیں نکلتی ہیں۔ بال اتنے بڑے کہ
پاؤں تک لٹکتے ہوئے۔ ان کا ایک مونڈھے سے دوسرے مونڈھے تک اتنا فاصلہ کہ کئی دن میں
چل کر پورا ہو۔ مہربانی اور نرمی گویا ان کے پاس کو بھی نہیں گذری۔ (البتہ سختی کا معاملہ مومنوں
کے ساتھ نہیں کرتے لیکن ہیبت ہی کیا کم ہے) ان کو منکر نکیر کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک
کے ہاتھ میں ایک ایک اتنا بڑا اور بھاری ہتھوڑا کہ اگر ساری دنیا کے انسان اور جنات مل کر اٹھائیں
تو اس سے اٹھ نہ سکے۔ وہ اگر مردے سے کہتے ہیں بیٹھ جا۔ مردہ ایک دم بیٹھ جاتا ہے اور کفن
اس کے سر سے نیچے سرین تک آجاتا ہے۔ وہ سوال کرتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا مذہب کیا
ہے؟ تیرے نبی کا کیا نام ہے؟ مردہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ جل شانہ ہے۔ جو وحدہ لاشریک لہٗ
ہے۔ (وہ تن تنہا مالک ہے کوئی اس کا شریک نہیں) میرا دین اسلام ہے، میرے نبی محمد
صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو خاتم النبیین ہیں۔ وہ دونوں کہتے ہیں تو نے صحیح کہا ہے۔ اس کے بعد
وہ قبر کی دیواروں کو سب طرف سے ہٹا دیتے ہیں جس سے وہ اوپر سے اور چاروں جانب
دائیں بائیں سرہانے پائنتی سے بہت زیادہ وسیع ہو جاتی ہے اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ اوپر
سر اٹھاؤ۔ مردہ جب سر اٹھاتا ہے تو اس کو ایک دروازہ نظر آتا ہے جس میں سے جنت نظر آتی
ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے ولی وہ جگہ تمہارے رہنے کی ہے اس وجہ سے کہ تم نے اللہ تعالیٰ
شانہ کی اطاعت کی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قسم ہے اس پاک ذات
کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کو اس وقت ایسی خوشی ہوتی ہے جو کبھی نہ لوٹے گی
اس کے بعد وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھو وہ دیکھتا ہے تو جہنم کا ایک دروازہ
نظر آتا ہے (جس سے اس کی حالت نظر آتی ہے) وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ کے ولی تو نے
اس دروازہ سے نجات پالی۔ اس وقت بھی مردے کو اسی قدر خوشی ہوتی ہے جو کبھی نہ لوٹے گی
اس کے بعد اس قبر میں ستتر دروازے جنت کی طرف کھل جاتے ہیں جن میں سے وہاں کی
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہتی ہیں اور قیامت تک یہی منظر رہے گا۔ اس کے بعد

دوسرے کی حالت سنو کہ حق تعالیٰ شانہ ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ میرے دشمن کے پاس جاؤ اور اس کی جان نکال لاؤ۔ میں نے اس پر ہر قسم کی فراخی رکھی اپنی نعمتیں (دنیا میں چاروں طرف سے) اس پر لادیں۔ مگر وہ میری نافرمانی سے باز نہیں آیا۔ لاؤ آج اس کو سزا دوں۔ ملک الموت نہایت تکلیف دہ صورت میں اس کے پاس آتے ہیں۔ اس صورت سے کہ بارہ آنکھیں ان میں ہوتی ہیں۔ ان کے پاس ایک گرز لوہے کا موٹا سا ڈنڈا جہنم کی آگ کا بنا ہوا ہوتا ہے جس میں کانٹے ہوتے ہیں ان کے ساتھ پانچسو فرشتے جن کے ساتھ تانبہ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے اور ہاتھوں میں جہنم کی آگ کے بڑے بڑے انگارے اور آگ کے کوڑے ہوتے ہیں جو دہکتے ہوئے ہوتے ہیں۔ ملک الموت آتے ہی وہ گرز اس پر مارتے ہیں جس کے کانٹے اس کے ہر رگ و پے میں گھس جاتے ہیں۔ پھر وہ اس کو کھینچتے ہیں۔ اور باقی فرشتے ان کوڑوں سے اس کے منہ کو اور سرین کو مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ جس سے وہ مردہ غش کھانے لگتا ہے وہ اس کی روح کو پاؤں کی انگلیوں سے نکال کر ایڑی میں روک دیتے ہیں اور پٹائی کرتے رہتے ہیں پھر ایڑی سے نکال کر گھٹنوں میں روک دیتے ہیں۔ پھر وہاں سے نکال کر (اور جگہ جگہ اس لئے روکتے ہیں تاکہ دیر تک تکلیف پہنچائی جائے) پیٹ میں روک دیتے ہیں۔ پھر وہاں سے کھینچ کر سینے میں روک دیتے ہیں۔ پھر فرشتے اس تانبے کو اور جہنم کے انگاروں کو اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور ملک الموت علیہ السلام کہتے ہیں کہ اے ملعون روح نکل اور اس جہنم کی طرف چل جس کی صفت قرآن پاک سورہ واقعہ رع ۲ میں فی سموم وحمیم الآیہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ آگ میں اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں جو ٹھنڈا نہ ہوگا نہ فرحت بخش ہوگا (بلکہ نہایت تکلیف دینے والا ہوگا) پھر جب اس کی روح بدن سے رخصت ہوتی ہے تو وہ بدن سے کہتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ تجھے برا بدلہ دے تو مجھے اللہ کی نافرمانی میں جلدی سے لیجاتا تھا اور اس کی اطاعت میں سستی کرتا تھا۔ تو خود بھی ہلاک ہوا اور مجھے بھی ہلاک کیا اور یہی مضمون بدن روح سے کہتا ہے اور زمین کے وہ حصے جن پر وہ اللہ کے گناہ کیا کرتا تھا اس پر لعنت کرتے ہیں اور شیطان کے لشکر دوڑے ہوئے اپنے سردار ابلیس کے پاس جا کر خوش خبری سناتے ہیں کہ ایک آدمی کو جہنم تک پہنچا دیا۔ پھر جب وہ قبر

میں رکھا جاتا ہے تو زمین اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ پھر اس پر کالے سانپ مسلط ہو جاتے ہیں جو اس کے سر اور پاؤں کے انگوٹھے سے کاٹنا شروع کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ درمیان میں دونوں جانب کے سانپ آکر مل جاتے ہیں۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے (منکر نکیر جن کی ہیئت ابھی گذر چکی ہے) آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے، تیرے نبی کون ہیں، وہ ہر سوال کے جواب میں لاعلمی ظاہر کرتا ہے، اور اس کے جواب پر اس گرز سے اس قدر زور سے مارتے ہیں کہ اس گرز کی چنگاریاں قبر میں پھیل جاتی ہیں۔ اس کے بعد اس کو کہتے ہیں کہ اوپر دیکھ وہ اوپر کی جانب جنت کا دروازہ کھلا ہوا دیکھتا ہے (اس کی باغ و بہار وہاں سے نظر آتی ہے) وہ فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اللہ کے دشمن اگر تو اللہ تعالیٰ شانہ کی اطاعت کرتا تو یہ تیرا ٹھکانا ہوتا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کو اس وقت ایسی حسرت ہوتی ہے کہ ایسی حسرت کبھی نہ ہوگی۔ پھر دوزخ کا دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اور وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کے دشمن اب تیرا یہ ٹھکانہ ہے اس لئے کہ تو نے حق تعالیٰ شانہ کی نافرمانی کی۔ اس کے بعد ستتر دروازے جہنم کے اس کی قبر میں کھول دیئے جاتے ہیں جن میں سے قیامت تک گرم ہوائیں اور دھواں وغیرہ آتا رہتا ہے۔ محدثین رحمہم اللہ اس حدیث پر سند کے اعتبار سے کچھ کلام کرتے ہیں لیکن اس کے مضامین کی تائید بہت سی روایات سے ہوتی ہے (اتحاف) بالخصوص حضرت براء بن عازب اور حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایتیں جو مشکوٰۃ شریف کی کتاب الجنائز اور باب اثبات عذاب القبر میں ہیں اگر کوئی ان کا ترجمہ دیکھنا چاہے تو مظاہر حق میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ منظر بہت زیادہ نگاہ میں رکھنے کے قابل ہے کہ بہت سخت منظر ہے بہت کثرت سے احادیث میں اس کے واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔ اختصار کی وجہ سے ایک ہی حدیث کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ گناہ گاروں کے لئے اہل قبور سے ہلاکت ہے کہ ان کے اوپر کالے سانپ مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔ ایک پاؤں کی جانب سے دوسرا سر کی جانب سے اور وہ کاٹتے ہوئے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ درمیان میں آکر دونوں مل جاتے ہیں یہی وہ برزخ کا عذاب ہے جس کو قرآن پاک میں وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝

(مومنون ع ۶) سے تعبیر فرمایا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قبر کا ذکر کرتے تو اتنا روتے کہ داڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔ اسی وجہ سے حضورؐ کی دعاؤں میں بہت کثرت سے عذاب قبر سے پناہ مانگی گئی تاکہ لوگ کثرت سے اس کی دعا مانگیں۔ ورنہ حضورؐ خود تو معصوم ہیں اور اسی بنا پر حضورؐ کا وہ ارشاد ہے جو پہلے گزرا کہ تم خوف کی وجہ سے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے ورنہ میں اللہ تعالیٰ شانہ سے دعا کرتا کہ تمہیں عذاب قبر سنا دے اور یہ جو کچھ ہے مقتضائے عدل ہے اس لئے کہ آدمی اس عالم میں صرف اللہ تعالیٰ شانہ کی عبادت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اور حق تعالےٰ شانہ نے اپنے تمام جانی اور مالی احسانات کے ساتھ قرآن پاک میں یہ بات جتا بھی دی تھی کہ تمہیں اس عالم میں صرف عبادت کے لئے بھیجا جاتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات ع ۳) اور اس پر بھی متنبہ کر دیا تھا کہ زندگی صرف امتحان کے لئے دی گئی ہے کہ ہمارے ان احسانات میں کیا کارگزاری ہے اور موت اس امتحان کا نتیجہ سنانے کے لئے ہے تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ط (ع ۱) (وہ خدا عزوجل) بڑا عالی شان ہے جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص زیادہ اچھے عمل کرنے والا ہے۔"

اور جب کہ یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے اور جن و انس کی پیدائش کی حکمت صرف عبادت ہے اور دنیا کی جتنی لذتیں، راحتیں اور سامان دئے گئے ہیں۔ وہ صرف اس لئے دئے گئے ہیں کہ اپنی ضرورت کے بقدر ان سے نفع اٹھائیں۔ اور کم سے کم ضرورت پوری کرنے کے بعد جو کچھ بچے وہ اپنے ہی نفع کے لئے اپنے ہی کام آنے کے لئے اللہ تعالیٰ شانہ کے خزانہ میں جمع کر دیں۔ پھر کتنی غفلت اور حسرت اور خسارہ کی بات ہے کہ ہم ان میں لگ کر حق تعالیٰ شانہ کے احکامات کو بھی بھول جائیں اور اس سے بھی آنکھیں بند کر لیں کہ ہم کیوں آئے تھے اور یہ سب ہمیں کیوں دیا گیا تھا۔ ہم کس چیز میں لگ گئے اور اصل حسرت اس وقت ہوتی ہے۔ جب یہ ہزاروں کی مقدار بڑی محنت اور جانفشانی سے کمائی ہوئی اپنے اوپر خرچ کی تنگی کر کے جمع کی ہوئی دوسروں

کے لئے چھوڑ کر خود خالی ہاتھ دفعتاً اس عالم سے چلا جانا پڑے اگر ہم میں کچھ بھی عقل کا حصہ ہے تو تھوڑی دیر بالکل تنہا مکان میں بیٹھ کر یہ منظر سوچنے اور غور کرنے کا ہے کہ اگر اسی وقت ملک الموت آجائیں تو میرا کیا بنے اور اس سارے ساز و سامان کا کیا بنے۔ جو برسوں کی محنت سے برسوں کی کمائی ہے۔ برسوں کا جوڑا ہوا ہے۔ حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا جس کا ارادہ اپنی مملکت کی زمین کی سیر اور حال دیکھنے کا ہوا۔ اس کے لئے شاہانہ جوڑا منگایا۔ ایک جوڑا لایا گیا۔ وہ پسند نہ آیا۔ دوسرا منگایا گیا۔ غرض بار بار ردّ کے بعد نہایت پسندیدہ جوڑا پہن کر سواری منگائی گئی۔ ایک عمدہ گھوڑا لایا گیا وہ پسند نہ آیا۔ اس کو واپس کر کے دوسرا تیسرا منگایا جب وہ بھی پسند نہ آیا تو سب گھوڑے سامنے لائے گئے ان میں سے بہترین گھوڑا پسند کر کے سوار ہوا شیطان مردود نے اس وقت اور بھی نخوت ناک میں پھونک دی، نہایت تکبر سے سوار ہوا حشم خدم فوج پیادہ ساتھ چلے مگر بڑائی اور تکبر سے بادشاہ ان کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ راستہ میں چلتے چلتے ایک شخص نہایت خستہ حال پرانے کپڑوں میں ملا اس نے سلام کیا۔ بادشاہ نے التفات بھی نہ کیا۔ اس خستہ حال نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی بادشاہ نے اس کو ڈانٹا کہ لگام چھوڑ اتنی بڑی جرأت کرتا ہے اس نے کہا مجھے تجھ سے ایک کام ہے۔ بادشاہ نے کہا اچھا صبر کر، جب میں سواری سے اتروں گا اس وقت کہہ لینا اس نے کہا نہیں ابھی کہنا ہے اور یہ کہہ کر زبردستی لگام چھین لیا۔ بادشاہ نے کہا کہہ۔ اُس نے کہا بہت راز کی بات ہے کان میں کہنی ہے۔ بادشاہ نے کان اسکے قریب کر دیا اس نے کہا میں ملک الموت ہوں تیری جان لینا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ کا چہرہ فق ہو گیا اور زبان لڑکھڑا گئی پھر کہنے لگا کہ اچھا مجھے اتنی مہلت دیدے کہ میں گھر جا کر کچھ اپنے سامان کا نظم کر دوں، گھر والوں سے مل لوں، فرشتہ نے کہا بالکل مہلت نہیں ہے۔ اب تو اپنے گھر کو اور سامان کو کبھی نہیں دیکھ سکے گا۔ یہ کہہ کر اس کی روح قبض کر لی وہ گھوڑے پر سے لکڑی کی طرح نیچے گر گیا۔ اس کے بعد وہ فرشتہ ملک الموت ایک نیک مسلمان کے پاس گیا کہ وہ نیک بندہ بھی کہیں سفر میں جا رہا تھا اس کو جا کر سلام کیا اس نے وعلیکم السلام کہا۔ اس نے کہا مجھے تیرے کان میں ایک بات کہنی ہے۔ اُس نے کہا کہو۔ اُس نے کان میں کہا کہ میں

ملک الموت ہوں۔ اس نے کہا بہت اچھا کیا آئے بڑا مبارک ہے ایسے شخص کا آنا جس کا فراق بہت طویل ہو گیا تھا۔ مجھ سے تو جتنے آدمی دور ہیں ان میں سے کسی سے بھی ملاقات کا اتنا اشتیاق نہ تھا۔ جتنا تمہاری ملاقات کا تھا۔ فرشتے نے کہا تم جس کام کے لئے گھر سے نکلے ہو اس کو جلدی پورا کر لو۔ اس نے کہا مجھے حق تعالیٰ شانہ سے ملنے سے زیادہ محبوب کوئی بھی کام نہیں ہے فرشتے نے کہا کہ تم جس حالت پر مرنا اپنے لئے پسند کرتے ہو میں اسی حالت میں جان قبض کر دوں گا۔ اس شخص نے کہا تمہیں اس کا اختیار ہے۔ فرشتے نے کہا مجھے یہی حکم دیا گیا (کہ تمہاری خوشی کا اتباع کروں) اس شخص نے کہا اچھا تو مجھے وضو کر کے نماز پڑھنے دو اور جب میں سجدہ میں جاؤں تو میری روح قبض کر لینا چنانچہ اس نے نماز شروع کی اور سجدہ میں اس کی روح قبض کی گئی (احیاء)

حق تعالیٰ شانہ کے بے نہایت احسانات میں سے یہ بھی ہے کہ اس ناکارہ کی سب سے بڑی لڑکی عزیز محترم مولوی محمد یوسف صاحب زاد فضلہ کی اہلیہ جو عرصہ سے بیمار تھی اور اشارہ سے نماز پڑھتی تھی اسی سال ۲۹ر شوال ۱۳۶۶ھ شب دوشنبہ میں جب کہ وہ مغرب کی نماز میں اشارہ کر کے سجدہ میں گئی تو وہیں روح کو اس کے پیدا کرنے والے کے سپرد کر دیا اور اسی حالت سجود میں دنیا کو رخصت کر دیا۔ حق تعالیٰ شانہ کے کس کس احسان کا شکر ادا ہو سکتا ہے۔ ابو بکر بن عبد اللہ مزنیؒ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے بہت زیادہ مال جمع کیا تھا۔ جب مرنے کے قریب ہو گیا تو اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرا سارا مال میرے سامنے تو کر دو وہ سب جلدی جلدی جمع کیا گیا بہت سے گھوڑے، اونٹ، غلام وغیرہ سب چیزیں سامنے لائی گئیں وہ ان کو دیکھ کر (حسرت سے) رو رہا تھا کہ سب چھوٹ رہا ہے اتنے میں ملک الموت سامنے آ گئے اور کہنے لگے رونے سے کیا فائدہ ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے یہ سب نعمتیں تجھ کو عطا کیں اب تیری جان لے کر جاؤں گا۔ اس نے درخواست کی کہ تھوڑی سی مہلت اگر دیدی جائے تو میں ان چیزوں کو تقسیم کر دوں فرشتے نے کہا کہ اب مہلت کا وقت افسوس ہے کہ جاتا رہا کاش اس وقت سے پہلے تو تقسیم کر دیتا یہ کہہ کر اس کی جان نکال لی۔

ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے بہت سا مال جمع کیا تھا اور کوئی چیز بھی ایسی نہ چھوڑی جو اپنے یہاں نہ منگائی ہو اور ایک بہت بڑا عالی شان محل تیار کیا جس کے دو دروازے تھے ان پر غلام محافظ مقرر کئے اور مکان کی تیاری کی بہت بڑی دعوت کی جس میں اپنے سب عزیز و احباب کو جمع کیا اور ایک بڑے عالیشان تخت پر ایک ٹانگ کھڑی کر کے دوسری ٹانگ اس پر رکھے بیٹھا تھا۔ لوگ کھانا کھا رہے تھے اور اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ ہر قسم کا ذخیرہ اتنا جمع ہو گیا ہے کہ کئی سال تک تو اب خریدنا نہ پڑے گا۔ یہ خیال دل میں گزر ہی رہا تھا کہ ایک فقیر پھٹے پرانے کپڑے گردن میں (فقیروں جیسا) جھولا پڑا ہوا دروازے پر آیا اور اس زور سے کواڑوں کو پیٹنا شروع کیا کہ اس کے تخت تک آواز پہنچی۔ غلام دوڑے ہوئے باہر آئے کہ یہ کون نامعقول ہے۔ اُس سے جا کر پوچھا یہ کیا بات ہے اُس فقیر نے کہا کہ اپنے سردار کو میرے پاس بھیج دو۔ غلاموں نے کہا کہ ہمارے آقا تجھ جیسے فقیر کے پاس آئیں گے؟ اس نے کہا ضرور آئیں گے اُس سے جا کر کہہ دو وہ آقا کے پاس گئے اور اسے قصہ سنایا اس نے کہا کہ تم نے اس کو اس کہنے کا مزہ چکھایا۔ اتنے میں اس فقیر نے دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے کواڑوں کو پیٹا جس پر دربان دوڑے ہوئے پھر دروازے پر آئے تو اُس فقیر نے کہا کہ اس اپنے آقا سے کہہ دو کہ میں ملک الموت ہوں یہ سن کر ان کے ہوش اڑ گئے اور آقا سے جا کر کہا اُس پر بھی مٹی چھپ گئی اور بہت عاجزی سے کہنے لگا کہ اس سے یہ کہہ دو کہ میرے فدیہ میں کسی دوسرے کو قبول کر لے۔ اتنے میں یہ فقیر اندر پہنچ گیا اور اس سے کہا تجھے جو کچھ کرنا ہے کر لے میں تیری روح قبض کئے بغیر واپس نہیں جا سکتا اس نے اپنا سب مال جمع کرایا اور مال سے کہنے لگا کہ اللہ کی تجھ پر لعنت ہو کہ تو نے اور تیری مشغولی نے مجھے اپنے مولیٰ کی عبادت سے روک دیا اور اتنا وقت نہ دیا کہ میں کسی وقت یکسوئی سے اللہ تعالیٰ شانہ کو یاد کر لیتا۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت سے مال کو گویائی عطا کی اُس نے کہا مجھے لعنت کیوں کرتا ہے میری ہی وجہ سے تو بڑے بڑے بادشاہوں تک ایسے وقت پہنچ جاتا تھا جب کہ نیک لوگ ان کے دروازوں سے ہٹا دیئے جاتے تھے میری ہی وجہ سے تو نازک نازک عورتوں سے تمتع حاصل کرتا تھا۔ میری ہی وجہ سے تو بادشاہوں کی طرح رہتا تھا تو مجھے

برائی کے موقعوں میں خرچ کرتا تھا اور میں انکار نہیں کر سکتا تھا اگر تو مجھے خیر کے مواقع میں خرچ کرتا تو میں تیرے کام آتا۔ اس کے بعد ملک الموت نے ایکدم اس کی روح قبض کر لی۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملک الموت ایک بہت بڑے ظالم جابر کی روح قبض کر کے لے گئے کہ دنیا میں اس سے بڑا ظالم کوئی نہ تھا۔ وہ جا رہے تھے فرشتوں نے اُن سے پوچھا کہ تم نے ہمیشہ جانیں قبض کیں تمہیں کسی پر رحم بھی آیا۔ انہوں نے کہا کہ سب سے زیادہ ترس مجھے ایک عورت پر آیا جو تنہا جنگل میں تھی جب ہی اس کے بچہ پیدا ہوا تھا مجھے حکم ہوا کہ اس عورت کی جان قبض کر لوں مجھے اس عورت کی اور اس بچہ کی تنہائی پر بڑا ترس آیا، کہ اس بچہ کا اس جنگل میں جہاں کوئی دوسرا نہیں ہے کیا بنے گا۔ فرشتوں نے کہا کہ یہ ظالم جس کی روح تم لے جا رہے ہو وہی بچہ ہے۔ ملک الموت حیرت میں رہ گئے کہنے لگے مولیٰ تو پاک ہے بڑا مہربان ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے اور اس کے گھر والے رونا شروع کرتے ہیں تو ملک الموت اس کے مکان کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ میں نے اس کی روزی نہیں کھالی (یہ اپنی روزی ختم کر چکا تھا) میں نے اس کی عمر کم نہیں کر دی مجھے تو اس گھر میں پھر آنا ہے اور بار بار آنا ہے اتنے سب ختم نہ ہو جائیں۔ حضرت حسن فرماتے ہیں خدا کی قسم اگر گھر والے اس وقت اس فرشتہ کو دیکھیں اور اس کی بات سن لیں تو مردہ کو بھول جائیں اور اپنے فکر میں پڑ جائیں۔

یزید رقاشی کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ظالموں میں سے ایک ظالم اپنے گھر میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی سے تخلیہ کر رہا تھا اتنے میں دیکھا کہ گھر میں ایک اجنبی آدمی دروازہ سے چلا آرہا ہے یہ شخص نہایت غصہ میں اس کی طرف لپکا اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور گھر میں آنے کی تجھے کس نے اجازت دی اس نے کہا کہ مجھے اس گھر کے مالک نے اندر آنے کو کہا ہے اور میں وہ شخص ہوں جس کو نہ کوئی پردہ روک سکتا ہے اور نہ بادشاہوں کے پاس جانے کے لئے مجھے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ کسی ظالم کے دبدبے سے ڈرتا ہوں، نہ کسی مغرور متکبر کے پاس جانے سے مجھے کوئی چیز مانع ہوتی ہے اس کی یہ گفتگو سن کر وہ ظالم خوف زدہ ہو گیا

بدن میں کپکپی آگئی اور اوندھے منہ گر گیا۔ اس کے بعد نہایت عاجزی سے کہنے لگا تو پھر آپ ملک الموت ہیں۔ اس نے کہا ہاں میں وہی ہوں۔ صاحب مکان نے کہا آپ مجھے اتنی مہلت دیدیں کہ میں وصیت نامہ لکھ دوں۔ فرشتہ نے کہا کہ اب اس کا وقت دور چلا گیا افسوس کہ تیری مدت ختم ہو چکی ہے سانس پورے ہو گئے اور تیرا وقت ختم ہو گیا۔ اب تیرے لئے ذرا سی تاخیر کی بھی گنجائش نہیں صاحب مکان نے پوچھا آپ مجھے کہاں لے جائیں گے۔ فرشتہ نے کہا تیرے اعمال جو آگے گئے ہوئے ہیں ان کے پاس ہی لے جاؤں گا۔ جیسے عمل کئے ہوں گے ویسا ہی ٹھکانا ملے گا اور جس قسم کا گھر تو نے اس جہاں میں بنا رکھا ہوگا وہی تجھے ملے گا۔ اس نے کہا میں نے تو نیک اعمال کچھ بھی نہیں کئے اور نہ کوئی عمدہ گھر اپنے لئے اب تک بنا رکھا ہے فرشتہ نے کہا پھر تو لظی نزاعۃ للشوی کی طرف لیجاؤں گا۔ یہ سورہ (معارج ع ۱) کی آیت کی طرف اشارہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ، بیشک وہ آگ ایسی دہکتی ہوئی ہے۔ جو کھال تک کھینچ لے گی اور اس شخص کو جس نے (دنیا میں حق سے منہ پھیرا اور بے توجہی کی وہ آگ خود ہی بلا لے گی (اپنی طرف کھینچ لے گی)) اس کے بعد اس فرشتہ نے اس کی جان نکال لی۔ گھر میں کہرام مچ گیا۔ کوئی رو رہا تھا۔ کوئی چلا رہا تھا۔ یزید رقاشی کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مردہ پر اس وقت کیا گزر رہی ہے تو اس کے مرنے سے زیادہ آہ و بکا اس حالت پر ہونے لگے جو اس پر گزر رہی ہے۔ (احیاء)

حضرت سفیان ثوری رحمہ فرماتے ہیں کہ جس وقت ملک الموت دل کی رگ کو چھوتے ہیں اس وقت آدمی کا لوگوں کو پہچاننا موقوف ہو جاتا ہے زبان بند ہو جاتی ہے۔ اور دنیا کی، سب چیزوں کو بھول جاتا ہے اگر اس وقت آدمی پر موت کا نشہ سوار نہ ہو تو تکلیف کی شدت سے پاس والوں پر تلوار چلانے لگے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جو وقت سانس حلق میں ہوتا ہے اس وقت شیطان اس کے گمراہ کرنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ملک الموت نمازوں کے اوقات میں آدمیوں کی جستجو کرتے ہیں۔ خبر رکھتے ہیں۔ اگر کسی شخص کو نماز کے اوقات کا اہتمام کرنے والا پاتے ہیں تو مرتے وقت اس کو خود ہی کلمہ طیبہ تلقین کرتے ہیں اور شیطان کو اس کے پاس سے ہٹا دیتے ہیں۔

مجاہد کہتے ہیں کہ جب آدمی مرنے کے قریب ہوتا ہے اس وقت اسکے ہم مجلسوں کی صورتیں اس کے سامنے کی جاتی ہیں اگر اس کا اٹھنا بیٹھنا نیک لوگوں کے پاس ہوتا ہے تو یہ مجمع سامنے لایا جاتا ہے اور فاسق فاجر لوگوں کے پاس ہوتا ہے تو وہ لوگ سامنے لائے جاتے ہیں۔ حضرت یزید بن شجرہ صحابی رضؓ سے بھی یہی بات نقل کی گئی ہے ربیع بن برہ ایک عبادت گزار آدمی بصرہ میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص مرنے لگا لوگ اس کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کر رہے تھے اور اس کی زبان سے نکل رہا تھا، کہ شراب کا گلاس، تو بھی پی مجھے بھی پلا تو بھی پی مجھے بھی پلا۔ اسی طرح اہواز میں ایک شخص کا انتقال ہو رہا تھا لوگ اسکو لا الہ الا اللہ کہتے تھے اور وہ کہہ رہا تھا دس دس روپے گیارہ گیارہ بارہ بارہ (اتحاف)

اس کے بالمقابل جن لوگوں نے مرنے کی تیاریاں کر رکھی تھیں وہ دنیا میں موت کو یاد رکھتے تھے اس کے لئے کچھ کارنامے کر رکھے تھے۔ ان کے لئے موت ایسی ہی تھی جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کا تحفہ بتایا ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جب وفات کا وقت قریب تھا ان کی بیوی کہہ رہی تھیں واحزناہ۔ ہائے افسوس تم جا رہے ہو اور وہ کہہ رہے تھے واطرباہ غدا نلقی الاحبۃ محمدا وحزبہ کیسے مزے کی بات ہے کیسے لطف کی بات ہے کل کو دوستوں سے ملیں گے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں گے ان کے ساتھیوں سے ملیں گے۔

حضرت معاذ رضؓ کے جب انتقال کا وقت قریب تھا تو فرمایا اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں دنیا میں زیادہ دن رہنا چاہتا تھا مگر نہ اس وجہ سے کہ مجھے دنیا سے محبت تھی نہ اس وجہ سے کہ یہاں نہریں اور باغ لگاؤں بلکہ اس وجہ سے چاہتا تھا کہ گرمیوں کے دوپہر میں روزہ کی پیاس کا لطف اٹھاؤں اور دین کے لئے مشقت میں اوقات گزاروں اور تیرے ذکر کے حلقوں میں شریک ہوا کروں۔

حضرت سلمان رضؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے کسی نے کہا کہ رونے کی کیا بات ہے تم جا کر حضورؐ سے ملو گے۔ حضورؐ کا وصال اس حال میں ہوا کہ تم سے

راضی تھے۔ فرمانے لگے کہ میں نہ موت کے ڈر سے رو رہا ہوں نہ دنیا کے چھوٹنے سے۔ بلکہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ حضورؐ نے ہم سے ایک عہد لیا تھا کہ دنیا سے انتفاع ہمارا صرف اتنا ہو جتنا مسافر کا توشہ میں اس عہد کو پورا نہ کرسکا لیکن جب وصال پر ان کے گھر کا سامان دیکھا گیا تو وہ دس درم سے کچھ زائد تھا اور ایک درم ۰۳ کا ہوتا ہے۔ یہ تھی وہ کل کائنات جس کی زیادتی پر رو رہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے تھوڑا سا مشک منگوایا اور بیوی سے فرمایا کہ اس کو بھگو کر میرے بستر پر چھڑک دو، میرے پاس ایسی جماعت آرہی ہے جو نہ انسان ہیں نہ جن (اتحاف) حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی جب وفات کا وقت ہوا تو وہ ہنسے اور فرمایا لمثل ذلک فلیعمل العاملون۔ اس جیسی چیزوں کے واسطے لوگوں کو کام کرنا چاہیئے (وہاں کی کچھ لذتیں، فرحتیں سامنے آئی ہوں گی) نیز جب ان کی وفات کا وقت قریب تھا تو انہوں نے اپنے غلام سے جن کا نام نصر تھا فرمایا کہ میرا سر زمین پر رکھدو وہ رونے لگے۔ انہوں نے پوچھا کہ رونے کی کیا بات ہے۔ نصر نے کہا آپ ایسی راحتوں میں زندگی گزارتے تھے اب اس طرح فقیروں کی طرح زمین پر سر رکھ کر مر رہے ہیں۔ فرمانے لگے چپ رہ، میں نے حق تعالیٰ شانہ سے دعا کی تھی کہ میری زندگی مالداروں کی سی ہو اور میری موت فقیروں کی۔ عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ ایک شخص کے انتقال کا وقت قریب تھا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور کہنے لگا تو مجھ سے چھوٹ ہی گیا (میرے بس میں نہ آیا) وہ فرمانے لگے مجھے تجھ سے اب تک بھی اطمینان نہیں ہے، جریری کہتے ہیں کہ میں حضرت جنید رضؒ کے پاس ان کے انتقال کے وقت موجود تھا، وہ قرآن شریف پڑھ رہے تھے کسی نے عرض کیا کہ یہ وقت (ضعف کا ہے) تلاوت کا کونسا وقت ہے۔ فرمانے لگے اس سے زیادہ اچھا وقت تلاوت کا کونسا ہوگا میرا اعمال نامہ اس وقت بند ہو رہا ہے۔ حضرت جنید سے کسی نے پوچھا کہ حضرت ابوسعید خراز انتقال کے وقت بہت مزے پر آرہے تھے۔ کیا بات تھی۔ فرمانے لگے اگر اس وقت ان کی روح اشتیاق میں اڑ جاتی تب بھی بعید نہ تھا۔ حضرت ذوالنون مصری رحؒ سے کسی نے انتقال کے قریب پوچھا کہ کچھ فرماتا ہے کوئی خواہش ہو تو بتادیں فرمایا صرف یہ خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے اس کی معرفت حاصل ہو جائے۔

ایک شخص کہتے ہیں کہ میں حضرت ممشاد دینوری کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک فقیر آیا اور کہنے لگا۔ یہاں کوئی پاک صاف جگہ ایسی ہے جہاں کوئی مرجائے انہوں نے ایک جگہ اشارہ کیا جہاں پانی کا چشمہ بھی تھا۔ وہ اُس کے قریب گیا۔ وضو کیا اور نماز پڑھی، اس کے بعد پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا اور مر گیا۔

ابو علی رودباری کی ہمشیرہ فاطمہ کہتی ہیں کہ جب میرے بھائی کا انتقال ہونے لگا تو ان کا سر میری گود میں تھا۔ انہوں نے آنکھ کھولی اور فرمانے لگے کہ آسمان کے دروازے کھل گئے اور جنت مزین کردی گئی اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ ابو علی اگرچہ تم اتنے اونچے درجے کی خواہش نہیں کر رہے تھے۔ مگر ہم نے تمہیں اونچے درجہ پر پہنچا دیا۔ پھر انہوں نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ تیرے حق کی قسم میں نے کبھی تیرے سوا کسی کی طرف (محبت کی نگاہ سے) آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا میں دیکھ رہا ہوں کہ تو مجھے جفا آنکھوں سے بےچین کر رہا ہے اور ان رخساروں سے جو حیا کی وجہ سے سرخ ہو گئے

حضرت جنید کے انتقال کے وقت کسی نے لا الہ الا اللہ کہا تو فرمانے لگے کہ میں اس لفظ کو کبھی بھولا ہی نہیں جواب یاد کروں۔ حضرت شبلیؒ کے خادم بکران دینوری سے جعفر بن نصیر نے پوچھا کہ تم نے حضرت شبلی کے انتقال کے وقت کیا منظر دیکھا انہوں نے کہا کہ وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے ایک درہم (۰۳ر) کا ظلم ایک شخص پر ہو گیا تھا میں اس کی طرف سے کئی ہزار درہم صدقہ کر چکا ہوں مگر میرے دل پر ابتک اس درہم کا بوجھ ہے کہ کیوں رہ گیا اسکے بعد فرمایا کہ مجھے وضو کرادو۔ میں نے وضو کرایا اور ڈاڑھی خلال کرنا بھول گیا۔ وہ خود ضعف کی وجہ سے نہ کرسکتے تھے زبان بند ہو چکی تھی میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی ڈاڑھی کے اندر کردیا اور انتقال ہو گیا۔ یہ سن کر جعفر رونے لگے کہ جس شخص ایسی حالت میں بھی شریعت کا ادب اور ایک مستحب نہ چھوٹے اسکا کہنا کیا ہے ایک بزرگ کا انتقال ہونے لگا ان کی بیوی رونے لگیں وہ فرمانے لگے کیوں روتی ہے۔ وہ کہنے لگیں کہ تمہاری جدائی سے رو رہی ہوں۔ وہ فرمانے لگے اپنے لئے رو۔ میں تو آج کے دن کے لئے یعنی اُس کے اشتیاق اور انتظار میں) چالیس برس سے رو رہا ہوں۔ حضرت کتانی سے کسی نے انتقال کے وقت پوچھا کہ آپ کے معمولات کیا ہیں فرمانے لگے کہ اگر میرے انتقال کا۔

وقت قریب نہ ہو تو نہ بتاتا۔ میں چالیس برس سے اپنے دل کے دروازہ کی حفاظت کر رہا ہوں جب اس میں غیر اللہ گھسنے کا ارادہ کرتا ہے میں دروازہ بند کر دیتا ہوں۔ حضرت معتمرؒ کہتے ہیں کہ میں حکم (ایک رئیس) کے انتقال کے وقت ان کے پاس تھا اور دعا کر رہا تھا کہ حق تعالیٰ شانہ اس پر موت کی سختی کو آسان فرما دے کہ اس شخص میں فلاں فلاں خوبیاں تھیں۔ میں اس کی اچھی عادتیں گن گن کر دعا کر رہا تھا۔ حکمؒ کو غفلت ہو رہی تھی۔ جب ان کو اپنی غفلت سے ہوش آیا تو کہنے لگے کہ فلاں فلاں بات کون شخص کہہ رہا تھا۔ معتمرؒ فرمانے لگے کہ میں کہہ رہا تھا۔ حکمؒ نے کہا کہ ملک الموت علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں ہر سخی شخص کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر حکمؒ کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت ممشاد دینوری رحؒ کے انتقال کے وقت ایک بزرگ ان کے پاس بیٹھے تھے وہ ان کے لئے جنت کے ملنے کی دعا کرنے لگے۔ حضرت ممشادؒ ہنسے اور فرمایا کہ تیس برس سے جنت اپنی ساری زینتوں سمیت میرے سامنے آتی رہی میں نے ایک مرتبہ بھی اس کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھا میں تو جنت کے مالک کا مشتاق ہوں۔ (احیاء)

جب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی وفات کا وقت قریب تھا تو ایک طبیب خدمت میں حاضر تھے وہ کہنے لگے کہ امیر المومنین کو زہر دیا گیا ہے اس لئے مجھے ان کی زندگی کا بھی اطمینان نہیں ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحؒ نے فرمایا کہ تم کو اس شخص کی زندگی کا بھی اعتبار نہ چاہیئے جس کو زہر نہ دیا گیا ہو۔ طبیب نے پوچھا کیا آپ کو خود بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ مجھ کو زہر دیا گیا۔ حضرت عمر ابن عبد العزیز رحؒ نے فرمایا کہ مجھے اسی وقت علم ہو گیا تھا جب یہ زہر میرے پیٹ میں گیا طبیب نے کہا کہ آپ اس کا علاج کر لیجئے ورنہ آپ کی جان چلی جائے گی فرمانے لگے جس کے پاس جائے گی یعنی میرا رب وہ ان سب میں بہترین ہے جن کے پاس کوئی جائے۔ خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ میرے کان کے پاس کوئی ایسی چیز رکھی ہے جس میں میری شفا ہے تو میں وہاں تک بھی ہاتھ نہ بڑھاؤں۔ پھر فرمایا۔ اللہ عمر کو اپنے سے ملنے کے لئے پسند کر لے اس کے چند ہی روز بعد انتقال ہو گیا۔

میمون بن مہران کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اس زمانہ میں کثرت سے

موت کی دعا کیا کرتے تھے کسی نے عرض کیا ایسا نہ کیجئے حق تعالیٰ شانہ نے آپ کی وجہ سے بہت سی سنتیں (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی) زندہ کر رکھی ہیں۔ بہت سی بدعتیں (جو شروع ہو گئی تھی دبا رکھی ہیں فرمانے لگے کیا میں صالح بندہ (حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ السلام) کی طرح نہ بنوں جنھوں نے یہ دعا کی تھی رَبِّ تَوَفَّنِی مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِی بِالصّٰلِحِیْن سورہ یوسف ع۱۱ اے اللہ مجھے اسلام کی حالت میں موت عطا فرما دے اور صالحین کے ساتھ ملا دے۔ انتقال کے قریب مسلمہ نے کہا آپ نے جو کفن کے لئے دام دیئے ہیں ان کا بہت معمولی کپڑا آیا ہے اس پر کچھ اضافہ کی اجازت فرما دیں۔ ارشاد فرمایا کہ وہ میرے پاس لاؤ۔ تھوڑی دیر اس کپڑے کو دیکھا پھر فرمایا کہ اگر میرا رب مجھ سے راضی ہے تب تو اس سے بہتر کفن مجھے فوراً مل جائے گا اور اگر میرا رب مجھ سے ناراض ہے تو جو کفن بھی ہوگا وہ زور سے ہٹا دیا جائے گا اور اس کے بدلے جہنم کی آگ کا کفن ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا مجھے بٹھاؤ بٹھا کر فرمایا اللہ تو نے مجھے (جن چیزوں کے کرنے کا) حکم دیا مجھ سے تعمیل نہ ہو سکی۔ تو نے (جن چیزوں) کو منع فرمایا مجھ سے ان میں نافرمانی ہوئی لیکن لا الٰہ الا اللہ اس کے بعد انتقال فرمالیا۔ اسی دوران میں یہ بھی فرمایا کہ میں ایک جماعت کو دیکھ رہا ہوں نہ تو وہ آدمی ہیں نہ جن ہیں ایک روایت میں ہے کہ انتقال کے قریب سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا اور فرمایا یہاں کوئی نہ رہے سب باہر چلے گئے اور دروازوں میں سے دیکھنے لگے تو وہ فرما رہے تھے بہت مبارک ہے ایسے لوگوں کی آمد جو نہ انسان ہیں نہ جن۔ اس کے بعد سورۂ قصص کے آخری رکوع کی یہ آیت شریفہ پڑھی تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ الآیہ جس میں حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے کرتے ہیں جو نہ تو دنیا میں بڑائی چاہتے ہیں نہ فساد۔ (اتحاف)

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہ سے دعا کی کہ مجھے قبرستان والوں کا حال دکھا دے۔ میں نے ایک رات کو دیکھا گویا قیامت قائم ہو گئی اور لوگ اپنی قبروں سے نکلنے لگے ان کو میں نے دیکھا کہ کوئی تو سندس پر (جو ایک خاص اعلیٰ قسم کا ریشم ہے) سو رہا ہے کوئی ریشم پر ہے کوئی اونچے اونچے تخت پر ہے، کوئی پھولوں پر ہے، کوئی ہنس رہا ہے کوئی رو رہا ہے میں نے کہا یا اللہ اگر یہ سب ایک ہی حال میں ہوتے تو کیسا اچھا تھا ایک شخص

نے ان مردوں میں سے کہا کہ یہ اعمال کے تفاوت کی وجہ سے ہے سندس والے تو اچھی عادتوں والے ہیں اور ریشم والے شہدا ہیں اور پھولوں والے کثرت سے روزہ رکھنے والے ہیں اور ہنسنے والے توبہ کرنے والے ہیں اور رونے والے گنہ گار ہیں اور اعلیٰ مراتب والے (یہ غالباً اونچے تخت والے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ شانہ کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے تھے۔ (روض)

ایک کفن چور تھا وہ قبریں کھود کر کفن چرایا کرتا تھا۔ اس نے ایک قبر کھودی تو اس میں ایک شخص اونچے تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھے۔ قرآن پاک ان کے سامنے رکھا ہوا وہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور ان کے تخت کے نیچے ایک نہر چل رہی ہے۔ اس شخص پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا لوگوں نے اس کو قبر سے نکالا۔ تین دن بعد ہوش آیا۔ لوگوں نے قصہ پوچھا اس نے سارا حال سنایا بعض لوگوں نے اس قبر کے دیکھنے کی تمنا کی اس سے پوچھا کہ قبر بتا دے اس نے ارادہ بھی کیا کہ ان کو لے جا کر قبر دکھاؤں۔ رات کو خواب میں ان قبر والے بزرگ کو دیکھا کہہ رہے ہیں اگر تو نے میری قبر بتائی تو ایسی آفتوں میں پھنس جائے گا کہ یاد کرے گا اس نے عہد کیا کہ نہیں بتاؤں گا۔ (روض)

شیخ ابو یعقوب سنوسی کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا کہ میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا۔ چنانچہ دوسرے دن ظہر کے وقت مسجد حرام میں آیا طواف کیا۔ اور تھوڑی دور جا کر مر گیا۔ میں نے اس کو غسل دیا اور دفن کیا۔ جب میں نے اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا کہ مرنے کے بعد بھی زندگی ہے کہنے لگا میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ رہتا ہے۔ (روض)

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرید کو غسل دیا۔ اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا.....

...... میں نے کہا کہ میرا انگوٹھا چھوڑ دے مجھے معلوم ہے کہ تو مرا نہیں ہے یہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال ہے اس نے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا۔ شیخ ابن الجلا ایک مشہور بزرگ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا اور ان کو نہلانے کے لیے تختہ پر رکھا تو وہ ہنسنے لگے۔ نہلانے والے چھوڑ کر چل دیئے کسی کی ہمت ان کو نہلانے کی نہ پڑتی تھی۔ ایک اور بزرگ ان کے رفیق آئے انہوں نے غسل دیا۔ (روض)

غرض صاحب روض نے بہت سے واقعات ان حضرات کے مرنے کے ایسے لکھے ہیں جن سے ان کا مرنے کے وقت اور مرنے کے بعد نہایت بشاشت ہونا ہنسنا مذاق کرنا لطف اڑانا معلوم ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد کلام کرنے کے بعض واقعات حافظ ابن عبد البر نے استیعاب میں بھی ذکر کئے ہیں۔ حضرت زید بن خارجہ رضی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف نہیں ہے کہ انہوں نے مرنے کے بعد کلام کیا اور اسی طرح بعض دوسرے صحابہ کرام سے بھی نقل کیا ہے۔

غزوۂ موتہ میں جب صحابہ کرام جانے لگے لوگوں نے ان جانے والوں کو خیر وسلامتی کے ساتھ واپسی کی دعائیں دینی شروع کیں۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے اس وقت تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ میں تو واپسی کے بجائے یہ تمنا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ میری مغفرت فرما دے اور اس کے ساتھ ہی ایک تلوار سر پر ایسی لگے جو سر کے دو ٹکڑے کر دے یا کوئی برچھا ایسا جگر میں گھسے جو انتڑیاں اور جگر چیرتا چلا جائے۔ جب میدان جنگ پر یہ حضرات پہنچے تو ان حضرات کی جمعیت تین ہزار تھی اور وہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ دشمنوں کی جماعت دو لاکھ ہے۔ اس بنا پر صحابہ میں یہ مشورہ ہوا کہ اول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت کی اطلاع دیجائے اس کے بعد بھی اگر حضور کا ارشاد ہو تو لڑائی شروع کی جائے۔ جب عبد اللہ بن رواحہ کو معلوم ہوا کہ یہ مشورہ ہو رہا ہے تو وہ آئے اور کہنے لگے تم لوگ بھی عجیب ہو جس چیز کی تمنا میں نکلے تھے اس کے بارے میں مشورہ کر رہے ہو تم تو محض شہادت کی طلب میں نکلے ہو ہم نے کبھی سامان اور قوت اور تعداد کے بھروسہ پر جنگ نہیں کی ہم نے ہمیشہ صرف مذہب اسلام کی قوت پر جنگ کی ہے اٹھو اور میدان میں چلو دو حال سے خالی نہیں یا غلبہ اور فتح یا شہادت۔ اور ہمارے لئے دونوں چیزیں اعزاز ہی ہیں۔ ان کی یہ بات سن کر سب کے سب جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کے وقت حضرت زید بن حارثہ کو امیر مقرر فرمایا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب امیر ہوں گے۔ وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ امیر ہوں گے اور وہ شہید ہو جائیں تو اس وقت مسلمان مشورہ سے جس کو چاہیں امیر بنا لیں۔ چنانچہ میدان میں جب حضرت زید

اور ان کے بعد حضرت جعفر شہید ہو گئے تو لوگوں نے حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو آواز دی یہ لشکر کے کنارہ پر تھے۔ گوشت کا ایک ٹکڑا ان کے ہاتھ میں تھا۔ تین دن سے کچھ بھی چکھنے کی نوبت نہ آئی تھی کسی نے آکر کہا کہ حضرت جعفر شہید ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اپنے نفس کو ملامت کی کہ تو دنیا ہی میں مشغول ہو رہا ہے (کھانے میں لگ گیا) یہ کہہ کر اس ٹکڑے کو پھینک کر جھنڈا ہاتھ میں لے کر آگے بڑھے کسی نے وار کیا تو ہاتھ کی انگلی کٹ گئی اس پر انہوں نے تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ تو محض انگلی تھی جو خون آلودہ ہو گئی اس کے سوا اور کیا ہوا اور یہ بھی اللہ ہی کے راستہ میں ہوا جو خود بہت اونچی دولت ہے اے نفس اس بات کو سمجھ لے کہ اگر تو شہید نہ ہو گا تو ویسے مرے گا۔ مرنا تو بہر حال ہے ہی۔ دیکھ جس چیز کی تو تمنا کر رہا تھا یعنی شہادت کی وہ سامنے آگئی اگر تو اپنے پہلے دو ساتھی زید و جعفر کا سا کارنامہ کرے گا تو ہدایت یافتہ ہو گا اور اگر تو نے اپنا قدم ان سے پیچھے ہٹایا تو بدبخت ہو گا۔ اس کے بعد اپنے دل سے کہا کہ تجھے اس وقت کیا خیال ہو سکتا ہے۔ اگر بیوی کا خیال آسکتا ہے تو اس کو تین طلاق اگر غلاموں کا خیال آسکتا ہے تو وہ سب آزاد۔ اگر اپنا باغ یاد آسکتا ہے تو وہ اللہ کے لئے صدقہ ہے۔ اے نفس کیا تو جنت کو پسند نہیں کرتا۔ خدا کی قسم تو اس کی طرف چل کر رہے گا خوشی سے چل یا زبردستی۔ تو نے بہت زمانہ اطمینان کا گذار لیا ہے اب کیا سوچ رہا ہے اپنی حقیقت کو تو سوچ تو نطفہ کا ایک قطرہ تھا۔ غرض اس سوچ کے بعد حضرت ابن رواحہ بڑھے اور شہید ہو گئے حکایات صحابہ میں یہ قصہ تفصیل سے گذر چکا ہے اور اس نوع کے اور بھی قصے گزرے ہیں۔

حضرت ابو سفیان بن الحارث حضور کے چچازاد بھائی کا جب انتقال ہونے لگا تو گھر والوں نے رونا شروع کیا تو فرمانے لگے ایسے کو مت رو جس نے اسلام لانے کے بعد سے نہ زبان سے کبھی کوئی خطا کا لفظ نکالا نہ بدن سے کبھی کوئی خطا کی حرکت کی (یعنی ایسے شخص کی موت تو اس کے لئے مسرت ہی مسرت ہے) صنابحی کہتے ہیں کہ جب حضرت عبادہ رض کا وصال ہونے لگا تو میں پاس تھا مجھے رونا آگیا فرمانے لگے تو کیوں روتا ہے۔ خدا کی قسم اگر قیامت میں مجھ سے گواہی طلب کی گئی تو میں تیرے لئے بہتر گواہی دوں گا۔ اور مجھے

سفارش کی اجازت ملی تو تیرے لئے سفارش کروں گا اور جہاں تک بھی مجھے قدرت ہوگی تجھے نفع پہنچاؤں گا اس کے بعد فرمایا کہ میں نے جتنی حدیثیں حضورؐ سے سنی تھیں اور تمہارے نفع کی تھیں وہ سب تمہیں پہنچا چکا ہوں، ایک حدیث کے علاوہ جو اس وقت سناتا ہوں جب کہ میں اس جہاں سے جا رہا ہوں میں نے حضورؐ سے سنا جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اس پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو ان کی صاحبزادی رونے لگیں۔ فرمایا بیٹی رو نہیں بیٹی نے کہا کہ اگر آپ کے انتقال پر بھی رونا نہ آئے تو کس کے انتقال پر آئے گا فرمایا کہ اس وقت بھی مجھے اپنی جان کے نکلنے سے زیادہ محبوب کسی کی جان نکلنا بھی نہیں ——————— (تو جب موت مجھے اتنی محبوب ہو رہی ہے اُس پر تو روتی ہے) اس کے بعد عمران سے کہا البتہ اس کا ڈر ضرور ہے کہ کہیں مرتے وقت اسلام نہ میرے ہاتھ سے چھوٹ جائے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا کہ میرا اونی جبہ لاؤ۔ لایا گیا جو بہت پرانا بوسیدہ تھا فرمایا مجھے اس میں کفن دینا۔ بدر کی لڑائی میں یہی جبہ میرے اوپر تھا۔

عبداللہ بن عامر بن کریز کا جب انتقال ہونے لگا نزع کی حالت تھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر حضرت عبداللہ بن عباس ان کے پاس گئے ہوئے تھے اپنے آدمیوں سے کہا کہ دیکھو میرے یہ دونوں بھائی روزہ سے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کے کھانے میں میری موت کی وجہ سے دیر لگے اور روزہ افطار کرنے میں تاخیر ہو جائے۔ عبداللہ بن زبیرؓ فرمانے لگے اگر تجھے اکرام اور سخاوت سے کوئی چیز روک سکتی تھی تو نزع کی تکلیف روک سکتی تھی۔ مگر یہ بھی تیرے لئے مانع نہ ہوئی اس حال میں ان کا انتقال ہوا کہ مہمانوں کے سامنے کھانا رکھا تھا عمرو بن اوس کہتے ہیں کہ جب عتبہ بن ابی سفیان کا انتقال ہو رہا تھا میں ان کے پاس گیا وہ نزع کی حالت میں تھے۔ فرمانے لگے کہ میں تمہیں چلتے چلتے ایک حدیث سناتا جاؤں جو میری بہن ام حبیبہؓ نے سنائی تھی۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے واسطے (یعنی اخلاص سے) بارہ بارہ رکعت چاشت کی نماز روزانہ پڑھتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کے لئے جنت میں ایک محل بناتے ہیں (حضورؐ کی احادیث اور دین

کی اشاعت کا جذبہ تھا کہ موت بھی مانع نہ ہوئی۔)

محمد بن منکدر کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے کسی نے پوچھا کہ رونے کی کیا بات ہے فرمایا کہ میں اس پر نہیں روتا کہ مجھ سے کبھی کوئی گناہ ہوا ہو میرے علم کے موافق تو میں نے عمر بھر میں کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ البتہ اس پر رو رہا ہوں کہ کوئی بات مجھ سے ایسی سرزد ہو گئی ہو جس کو میں اپنے خیال میں سرسری سمجھا ہوں اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہو اس کے بعد قرآن پاک کی آیت وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ (زمر ع ۵) پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ (ان کے لئے اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے ایسی بات ظاہر ہوئی جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا۔) یہ پڑھ کر فرمایا کہ مجھے بس اس کا ڈر ہے کہ کوئی بات ایسی ہو جائے جس کا گمان بھی نہ ہو۔ عامر بن عبد قیس کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے کسی نے کہا کہ آپ نے تو ایسے ایسے مجاہدے کئے ہیں آپ بھی روتے ہیں۔ فرمانے لگے میں نہ تو موت کے خوف سے رو رہا ہوں نہ دنیا کے لالچ سے مجھے اس کا رنج ہے کہ آج گرمیوں کے دوپہر کا روزہ اور سردیوں کی آخر رات کا تہجد چھوٹ رہا ہے۔

حضرت حسنؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو کچھ لوگ ان کی خدمت میں حاضر تھے انہوں نے عرض کیا کہ کوئی آخری نصیحت فرما دیجئے۔ ارشاد فرمایا کہ تین باتیں تم سے کہتا ہوں ان کو سن کر میرے پاس سے چلے جانا اور میں جہاں جا رہا ہوں مجھے تنہائی میں وہاں جانے دیجئو۔ اس کے بعد فرمایا (۱) جس کام کا دوسرے کو حکم کرو پہلے خود اس پر عمل شروع کر دو (۲) جس بات سے دوسرے کو منع کرو پہلے خود اس سے رک جاؤ (۳) تمہارا ہر قدم یا تمہارے لئے نافع ہے (کہ جنت کی طرف پڑتا ہے) یا مضر ہے (کہ جہنم کی طرف چلتا ہے) اس لئے ہر قدم کو اٹھاتے وقت یہ سوچ لو کہ کدھر جا رہا ہے۔ حضرت ربیع کا جب انتقال ہو رہا تھا تو ان کی بیٹی رونے لگیں فرمایا بیٹی رونے کی بات نہیں ہے یوں کہو کہ آج کا دن کس قدر خوشی کا ہے کہ میرے باپ کو آج بہت کچھ ملا۔ حضرت مکحول شامیؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ ہنس رہے تھے کسی نے پوچھا کہ یہ ہنسی کا وقت ہے۔ فرمانے لگے کیوں نہ ہنسوں جبکہ وہ وقت آگیا کہ جن سے میں گھبرایا تھا ان سے ہمیشہ کو جدا ہوتا ہوں اور جس ذات سے امیدیں وابستہ تھیں اس کے پاس

جلدی جلدی جا رہا ہوں۔

حضرت حسان بن سنان کی جب نزع کی حالت تھی تو کسی نے کہا کہ آپ کو بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ فرمانے لگے تکلیف تو ضرور ہے۔ مگر مومن کی تکلیف کا ایسے وقت کیا ذکر ہے جب اس کو حق تعالیٰ شانہٗ سے ملنے کی امید ہو رہی ہو اور اس پر خوشی غالب ہو رہی ہو۔

جب ابن ادریس کے انتقال کا وقت آیا تو ان کی بیٹی رونے لگیں فرمایا بیٹی رونے کی بات نہیں میں نے اس گھر میں چار ہزار قرآن پاک ختم کئے ہیں۔ حسن بن حی کہتے ہیں کہ میرے بھائی علی کا جس رات میں انتقال ہوا انہوں نے ...... مجھے آواز دیکر پانی مانگا میری نماز کی نیت بندھ رہی تھی۔ میں سلام پھیر کر پانی لے کر گیا وہ فرمانے لگے کہ میں تو پی چکا۔ میں نے کہا آپ نے کہاں سے پی لیا۔ گھر میں تو میرے اور آپ کے سوا کوئی اور ہے نہیں کہنے لگے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ابھی پانی لائے تھے وہ مجھے پانی پلا گئے اور یہ فرما گئے کہ تو اور تیرا بھائی ان لوگوں میں ہیں جن پر حق تعالیٰ شانہ نے انعام فرما رکھا ہے (یہ قرآن پاک کی ایک آیت شریفہ کی طرف اشارہ ہے جو سورہ نساء کے نویں رکوع میں ہے وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ الآیۃ جس کا ترجمہ یہ ہے (کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ شانہ نے انعام فرما رکھا ہے نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین سے

حضرت عبداللہ بن موسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن صالح کا انتقال ہوا میں سفر میں گیا ہوا تھا۔ جب میں سفر سے واپس آیا تو ان کے بھائی حسن بن صالح کے پاس تعزیت کے لئے گیا۔ مجھے وہاں جا کر رونا آ گیا۔ وہ کہنے لگے کہ رونے سے پہلے ان کے انتقال کی کیفیت سنو کیسے لطف کی بات ہے جب ان پر نزع کی تکلیف شروع ہوئی تو مجھ سے پانی مانگا۔ میں پانی لے کر گیا کہنے لگے میں نے تو پی لیا۔ میں نے پوچھا کس نے پلایا کہنے لگے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کی بہت سی صفوں کے ساتھ تشریف لائے تھے اور مجھے پانی پلا دیا۔ مجھے خیال ہوا کہ کہیں غفلت میں نہ کہہ رہے ہوں۔ اس لئے میں نے پوچھا کہ فرشتوں کی صفیں کس طرح تھیں کہنے لگے اوپر نیچے اس طرح تھیں۔ ایک ہاتھ کو دوسرے کے اوپر کر کے بتایا۔

جب ابوبکر بن عیاش کا انتقال ہونے لگا تو ان کی ہمشیرہ رونے لگیں۔ کہنے لگے بہن رونے کی بات نہیں تیرے بھائی نے مکان کے اس کونہ میں بارہ ہزار قرآن پاک ختم کئے ہیں۔ عمرو بن عبید کہتے ہیں کہ ابو شعیب صالح بن زیاد بیمار تھے میں ان کی عیادت کو گیا تو ان کی نزع کی حالت تھی۔ مجھ سے کہنے لگے کہ میں تجھے خوش خبری سناؤں میں اس جگہ ایک اجنبی آدمی کو جو اوپری سی صورت ہے دیکھ رہا ہوں میں نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو وہ کہنے لگے کہ میں ملک الموت ہوں میں نے کہا میرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا وہ کہنے لگے۔ مجھے یہی حکم ملا ہے کہ نرمی کروں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادہ فرماتے ہیں کہ میرے والد کا جب انتقال ہونے لگا تو میں ان کے پاس بیٹھا تھا کپڑا میرے ہاتھ میں تھا۔ تا کہ انتقال کے بعد جبڑا باندھ دوں ان کو غشی ہو جاتی تھی جس سے ہمیں یہ خیال ہوتا تھا کہ انتقال ہو گیا۔ پھر افاقہ ہو جاتا تھا اور اس وقت وہ کہتے کہ ابھی نہیں ابھی نہیں۔ جب تیسری مرتبہ یہی صورت پیش آئی تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ کہنے لگے بیٹا تمہیں خبر نہیں شیطان ملعون میرے پاس کھڑا ہے اور رنج اور غصہ سے اپنی انگلی منہ سے دبا رہا ہے اور کہتا ہے کہ احمد تو میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ جب تو میں اس سے کہتا ہوں کہ ابھی نہیں چھوٹا دا تنے جان نہ نکل جائے اتنے تجھ سے اطمینان نہیں ہے۔

حضرت آدم بن ابی ایاس کا جب آخری وقت تھا تو وہ چادر میں لپٹے پڑے تھے اور قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ جب قرآن پاک ختم کیا تو کہنے لگے کہ مجھے جو آپ سے محبت ہے اس کا واسطہ دیکر عرض ہے کہ میرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ آج ہی کے دن کے لئے آپ سے امیدیں وابستہ تھیں۔ اس کے بعد لا الہ الا اللہ کہا اور روح پرواز کر گئی

جب مسلمہ بن عبد الملک کا انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے کسی نے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ میں موت کے ڈر سے نہیں رو رہا ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل وثوق ہے۔ میں اس پر رو رہا ہوں کہ میں تیس مرتبہ جہاد میں شریک ہوا۔ مگر شہادت نصیب نہ ہوئی اور آج عورتوں کی طرح بستر پر جان دے رہا ہوں۔

ایاس بن قتادہ عبشمی نے ایک دن آئینہ دیکھا تو سر پر سفید بال نظر آئے کہنے لگے کہ سفید بال آجانے کے بعد پھر آخرت کے سوا کوئی مشغلہ نہ رہنا چاہیئے کہ اب دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آگیا۔ اس کے بعد بہت زیادہ مجاہدے شروع کر دیئے ایک مرتبہ جمعہ کے دن نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر آرہے تھے آسمان کی طرف دیکھ کر کہنے لگے تیرا آنا مبارک ہے میں تو تیرا سخت انتظار کر رہا تھا۔ اس کے بعد اپنے ساتھ والوں سے کہنے لگے جب میں مر جاؤں تو لصوب (کسی جگہ کا نام ہے) میں لے جا کر مجھے دفن کر دینا اسکے بعد روح نکل گئی اور گر گئے۔

حضرت امام احمد بن حنبل کے شاگرد ابراہیم بن ہانی کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے لڑکے اسحٰق سے دریافت کیا کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ انہوں نے کہا ابھی تو نہیں ہوا لیکن اباجان سخت بیماری میں تو فرض روزہ کھولنے کی بھی اجازت ہے آپ کا تو نفل روزہ ہے اس کو کھول دیجئے۔ فرمانے لگے ارے ٹھیر جا اس کے بعد نہ معلوم کیا دیکھا فرمانے لگے اسی جیسی چیزوں کے لئے آدمی کو چاہیئے کہ نیک عمل کرتا رہے (یہ قرآن پاک کی آیت والصافات ع ۲ کی طرف اشارہ ہے جس میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ بے شک یہی بڑی کامیابی ہے ایسی ہی کامیابی حاصل کرنے کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیئے) اس کے بعد روح پرواز کر گئی۔ ابو حکیم حبری بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے۔ لکھتے لکھتے قلم ہاتھ میں سے رکھ کر کہنے لگے۔ اگر اسی کا نام موت ہے تو خدا کی قسم بڑی اچھی موت ہے یہ کہہ کر مر گئے۔ ابوالوفاء بن عقیل کا جب انتقال ہونے لگا تو گھر والوں نے رونا شروع کر دیا۔ کہنے لگے پچاس سال سے تو اس کو ہٹا رہا ہوں اب کہاں تک ہٹائے جاؤں۔ اب تم مجھے چھوڑ دو اب میں اس کی آمد پر اس کو مبارک باد دیتا ہوں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ جنکی کتاب احیاء العلوم مشہور ہے۔ دوشنبہ کی صبح کو نماز وضو کر کے پڑھی پھر اپنا کفن منگایا۔ اس کو چوما، آنکھوں پر رکھا اور کہا کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے لئے بڑی خوشی سے حاضر ہوں۔ یہ کہہ کر قبلہ رخ پاؤں پسار کر لیٹ گئے اور فوراً انتقال کر گئے۔

ابن الجوزی کہتے ہیں کہ جب میرے استاذ ابوبکر بن حبیب کا انتقال ہونے لگا تو

شاگردوں نے عرض کیا کہ کچھ وصیت فرما دیجئے۔ فرمایا تین چیزوں کی وصیت کرتا ہوں اللہ کا خوف اور تنہائی میں اس کا مراقبہ اور جو چیز مجھے پیش آ رہی ہے (یعنی موت) اس کا خوف رکھا جائے۔ مجھے اکسٹھ برس گذر گئے لیکن گویا میں نے دنیا کو دیکھا بھی نہیں (ایسے جلدی گذر گئے) اس کے بعد ایک پاس بیٹھنے والے سے پوچھا۔ دیکھو میری پیشانی پر پسینہ آ گیا۔ یا نہیں، اُس نے عرض کیا آ گیا۔ فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ یہ ایمان پر موت کی علامت ہے (جیسا کہ حدیث میں وارد ہے) امام بخاری کے شاگرد ابو الوقت عبد الاول کے انتقال کا جب وقت آیا تو آخر کلمہ جو ان کی زبان سے نکلا یہ تھا۔ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ (یہ سورہ یسین شریف کے دوسرے رکوع کی آیت ہے) جس کا ترجمہ یہ ہے (کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے معزز اور مکرم لوگوں میں شامل کر دیا) محمد بن حامد کہتے ہیں کہ میں احمد بن خضرویہ کے وقت ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا ان کو نزع شروع ہو گیا تھا پچانوے سال کی عمر تھی۔ ایک شخص نے ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور کہنے لگے کہ بیٹا پچانوے سال سے ایک دروازہ کے کھولنے کی کوشش میں لگا ہوا ہوں اس وقت وہ کھلنے کو ہے اس کا فکر سوار ہے کہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ۔ اس وقت جواب کی مہلت کہاں۔ اسی میں ان کے قرضخواہ ان کے مرنے کی خبر سن کر جمع ہو گئے سات سو دینار (اشرفیاں) ان کے ذمہ قرض تھے۔ کہنے لگے یا اللہ تو نے رہن اس لئے مشروع کیا ہے کہ قرضخواہوں کو اطمینان رہے اس وقت تو ان لوگوں کے اطمینان کو بلا رہا ہے یعنی ان کو میرے وجود سے اطمینان تھا۔ اب میں جا رہا ہوں ان کا قرض ادا کر اُسی وقت کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہنے لگا کہ احمد کے قرضخواہ کہاں ہیں اور سب قرضہ کو ادا کر دیا اور ان کی روح نکل گئی۔

ایک بزرگ کا انتقال ہونے لگا تو اپنے خادم سے کہا کہ میرے دونوں ہاتھ باندھ دے اور میرا منہ زمین پر رکھ دے۔ اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ کوچ کا وقت آ گیا نہ تو میں گناہوں سے بری ہوں، نہ میرے پاس کوئی عذر ہے جو معذرت میں پیش کر دوں، نہ

کوئی طاقت ہے جس سے مدد چاہوں بس میرے لئے تو تو ہی ہے میرے لئے تو تو ہی ہے یہی کہتے کہتے ایک چیخ ماری اور انتقال ہو گیا۔ غیب سے آواز آئی کہ اس بندہ نے اپنے مولیٰ کے سامنے عاجزی کی۔ اس نے قبول کر لیا۔

ایک شخص کہتے ہیں کہ ایک فقیر نزع کی حالت میں سسک رہا تھا۔ اس کے منہ پر مکھیاں کثرت سے بیٹھ رہی تھیں۔ مجھے ترس آیا۔ میں اس کے پاس بیٹھ کر مکھیاں اڑانے لگا اُس نے آنکھ کھول دی اور کہنے لگا۔ برسوں سے خاص وقت کی کوشش میں لگا ہوا تھا ساری عمر میں کوشش پر بھی نصیب نہ ہوا اب ملا تھا تو تو آ کر بیچ میں گھس گیا۔ جا اپنا کام کر اللہ تیرا بھلا کرے۔ ابو بکر رقی کہتے ہیں کہ میں ابو بکر زقاق کے پاس صبح کے بعد موجود تھا وہ کہہ رہے تھے یا اللہ تو مجھے اس دنیا میں کب تک ڈالے رکھے گا۔ ظہر کا وقت بھی نہ آنے پایا تھا کہ ان کا وصال ہو گیا۔ حضرت مکحول شامی بیمار تھے۔ ایک شخص ان کے پاس گئے اور کہنے لگے حق تعالیٰ شانہ آپ کو صحت عطا فرمائے کہنے لگے ہرگز نہیں ایسی ذات کے پاس جانا جس سے خیر خواہی کی امید ہے ایسے لوگوں کے پاس رہنے سے بہتر ہے جن کی برائی سے کسی وقت بھی اطمینان نہیں ہے

ابو علی روذباری کہتے ہیں کہ ایک فقیر میرے پاس عید کے دن آیا۔ بہت خستہ حال پرانے کپڑے۔ کہنے لگا یہاں کوئی پاک صاف جگہ ایسی ہے۔ جہاں کوئی غریب فقیر مر جائے میں نے لاپرواہی سے لغو سمجھ کر کہدیا کہ اندر آجا اور جہاں چاہے پڑ کے مر جا۔ وہ اندر آیا وضو کیا۔ چند رکعت نماز پڑھی اور لیٹ کر مر گیا۔ میں نے اس کی تجہیز تکفین کی۔ اور جب دفن کرنے لگا تو مجھے یہ خیال آیا کہ اس کے منہ پر سے کفن ہٹا کر اسکا منہ زمین پر رکھدوں تا کہ حق تعالیٰ شانہ اس کی غربت پر رحم فرمائے میں نے اس کا منہ کھولا اُس نے آنکھیں کھولدیں میں نے پوچھا میرے سردار کیا موت کے بعد بھی زندگی ہے کہنے لگا میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے میں کل قیامت میں اپنی وجاہت سے تیری مدد کروں گا۔

علی بن سہل اصبہانی کہا کرتے تھے کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ میں بھی اسی طرح مرونگا جس طرح لوگ مرتے ہیں بیماری، عیادت (سو دھندے ہو جاتے ہیں) میں تو اس طرح مرونگا

کہ مجھے کہا جائے گا اے علی اور میں چل دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک دن کہیں چلے جا رہے تھے چلتے چلتے کہنے لگے لبیک (حاضر ہوں) اور مر گئے۔ ابو الحسن مزنی کہتے ہیں کہ ابو یعقوب نہر جوری کا جب انتقال ہونے لگا، نزع کے وقت میں نے لاالہ الا اللہ تلقین کیا تو میری طرف دیکھ کر ہنسے اور کہنے لگے مجھے تلقین کرتے ہو اُس ذات کی عزت کی قسم جس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ میرے اور اس کے درمیان صرف اس کی بڑائی اور عزت کا پردہ ہے اور بس یہ کہتے ہی روح پرواز کر گئی مزنی اپنی ڈاڑھی پکڑ کر کہتے تھے کہ مجھ جیسا حجام بھلا اولیا کو تلقین کرے کیسی غیرت کی بات ہے اور جب اس واقعہ کو ذکر کرتے تو رویا کرتے۔

ابو الحسین مالکی کہتے ہیں کہ میں حضرت خیر نورباف کے ساتھ کئی سال رہا۔ اُنہوں نے اپنے انتقال سے آٹھ یوم پہلے کہا کہ میں جمعرات کی شام کو مغرب کے وقت مروں گا، اور جمعہ کی نماز کے بعد دفن کیا جاؤں گا۔ بھول نہ جانا۔ لیکن میں بالکل بھول گیا۔ جمعہ کی صبح کو ایک شخص نے مجھے ان کے انتقال کی خبر سنائی میں فوراً گیا کہ جنازہ میں شرکت کروں راستہ میں لوگ ملے جو ان کے گھر سے واپس آ رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ جمعہ کے بعد دفن ہوں گے مگر میں ان کے گھر پہنچ گیا۔ میں نے وہاں جا کر ان کے انتقال کی کیفیت پوچھی تو مجھ سے ایک شخص نے جو انتقال کے وقت ان کے پاس موجود تھے بتایا کہ رات مغرب کی نماز کے قریب ان کو غشی سی ہوئی اُس کے بعد ذرا افاقہ سا ہوا تو گھر کے ایک کونہ کی طرف منہ کر کے کہنے لگے کہ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ۔ تمہیں بھی ایک کام کا حکم ہے اور مجھے بھی ایک کام کا حکم ہے لیکن تمہیں جس کام کا حکم ہے وہ تو فوت نہیں ہو گا اور مجھے جس کام کا حکم ہے وہ رہ جائے گا۔ اس لئے تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ میں اس کو پورا کر لوں جس کا مجھے حکم ہے۔ اس کے بعد اُنہوں نے پانی منگایا۔ تازہ وضو کیا، نماز پڑھی اور اس کے بعد آنکھیں بند کر کے پاؤں پسار کر لیٹ گئے اور چل دئیے۔ کسی نے ان کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کیا حال ہے کہنے لگے بس یہ نہ پوچھو۔ تمہاری سڑی ہوئی بدبودار دنیا سے خلاصی مل گئی۔ ابو سعید خزاز کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ سے نکل رہا تھا دروازہ سے باہر میں نے ایک نہایت خوبصورت آدمی کو مرے ہوئے پڑا دیکھا۔ میں جو اس کو غور سے دیکھنے لگا تو وہ میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگا اور کہنے لگا ابو سعید تمہیں معلوم نہیں کہ

(محبت والے) دوست مرا نہیں کرتے۔ ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری کا جب وصال ہونے لگا تو کسی نے ان سے عرض کیا کچھ وصیت فرما دیجئے فرمانے لگے کہ میں اس کی مہربانی کے کرشموں میں متعجب ہو رہا ہوں اس وقت مجھے مشغول نہ کرو۔

ابو عثمان حیری کہتے ہیں کہ جب ابو حفص کا انتقال ہونے لگا تو کسی نے پوچھا کہ کچھ وصیت فرما دیجئے فرمانے لگے کہ مجھ میں بولنے کی طاقت نہیں۔ اس کے بعد ذرا قوت سی معلوم ہوئی تو میں نے کہا اب فرما دیجئے میں لوگوں تک پہنچا دوں گا۔ فرمانے لگے اپنی کوتاہی پر پورے دل سے انکسار اور عاجزی ہو (بس یہ میری آخری وصیت ہے) حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ جب حضرت سری سقطی رح کا وصال ہونے لگا نزع کی حالت تھی میں سرہانے بیٹھا تھا میں نے اپنا منہ ان کے منہ پر رکھ دیا۔ میری آنکھ سے آنسو جاری تھے میرا آنسو ان کے رخسارہ پر گرا فرمانے لگے کون ہے۔ میں نے عرض کیا آپ کا خادم جنید ہے فرمانے لگے مرحبا (بہت اچھا کیا آگئے) میں نے عرض کیا کوئی آخری وصیت فرما دیجئے۔ فرمانے لگے کہ بروں کی صحبت سے اپنے کو بچانا اور ایسا نہ ہو کہ غیروں کی صحبت اللہ تعالیٰ شانہ سے تجھے جدا کر دے۔ حضرت حبیب عجمی (جو مشہور اکابر صوفیا میں ہیں) انتقال کے وقت بہت ہی گھبرا رہے تھے کسی نے عرض کیا کہ آپ جیسے بزرگ سے یہ گھبراہٹ بعید ہے۔ اس سے پہلے تو ایسا حال آپ کا نہ ہوتا تھا (یعنی اتنی گھبراہٹ کسی بات سے بھی محسوس نہ ہوئی تھی) فرمانے لگے سفر بہت لمبا ہے توشہ پاس نہیں ہے کبھی اس سے پہلے اس کا راستہ دیکھا نہیں آقا اور سردار کی زیارت کرنی ہے کبھی اس سے پہلے زیارت نہیں کی۔ ایسے خوفناک مناظر دیکھنے ہیں جو پہلے کبھی نہیں دیکھے۔ مٹی کے نیچے تنہا قیامت تک پڑے رہنا ہے کوئی مونس پاس نہ ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ شانہ کے حضور میں کھڑا ہونا ہے۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر وہاں یہ سوال ہو گیا کہ حبیب ساٹھ برس میں ایک تسبیح ایسی پیش کر دے جس میں شیطان کا کوئی دخل نہ ہو تو کیا جواب دوں گا اور یہ حال اس پر تھا کہ ساٹھ برس کی زندگی میں دنیا سے ذرا سا بھی لگاؤ نہ تھا۔ پھر ہم جیسوں کا کیا حال ہوگا جو کسی وقت بھی دنیا تو درکنار گناہوں سے بھی خالی نہیں ہوتے۔ ہر وقت شیطان ہی کی خوشامد میں لگے

رہتے ہیں۔ عبدالجبار کہتے ہیں کہ میں حضرت فتح بن شخرف کی خدمت میں تیس برس رہا۔ انہوں نے کبھی آسمان کی طرف منہ نہیں اٹھایا۔ اس کے بعد ایک مرتبہ آسمان کی طرف منہ کیا۔ اور کہنے لگے اب تو آپ کا اشتیاق بہت ہی بڑھ گیا۔ اب جلدی ہی بلا لیجئے۔ اس کے بعد ایک ہفتہ بھی نہ گزرا کہ انتقال فرما گئے۔

ابو سعید موصلی کہتے ہیں کہ فتح بن سعید عید الاضحیٰ کی نماز پڑھ کر عید گاہ سے دیر میں واپس ہوئے واپسی میں دیکھا کہ مکانوں کے اندر قربانی کے گوشت پکنے کا دھواں ہر طرف سے نکل رہا ہے تو رونے لگے اور کہنے لگے کہ لوگوں نے قربانیوں سے آپ کا تقرب حاصل کیا۔ میرے محبوب کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ میں قربانی کس چیز کی کروں یہ کہہ کر بے ہوش ہو کر گر گئے۔ میں نے پانی چھڑکا دیر میں ہوش آیا۔ پھر اٹھ کر چلے جب شہر کی گلیوں میں پہنچے تو پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہنے لگے کہ میرے محبوب تجھے میرے رنج و غم کا طویل ہونا بھی معلوم ہے اور میرا یہ گلی گلی پھرنا بھی تجھے معلوم ہے۔ میرے محبوب تو مجھے یہاں کب تک قید رکھے گا۔ یہ کہہ کر پھر بے ہوش ہو کر گر گئے۔ میں نے پھر پانی چھڑکا پھر افاقہ ہو گیا اور چند روز بعد انتقال ہو گیا۔

محمد بن قاسم کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے شیخ محمد بن اسلم طوسی نے انتقال سے چار دن پہلے فرمایا کہ آؤ تمہیں خوشخبری سناؤں کہ تمہارے ساتھی کے (یعنی میرے) ساتھ حق تعالیٰ شانہٗ نے کس قدر احسان کیا کہ میرے پاس ایک درم بھی نہیں ہے جس کا حساب دینا پڑے اب مکان کے کواڑ بند کر دو اور میرے مرنے تک کسی کو میرے پاس آنے کی اجازت نہ دینا اور یہ سن لو کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے جس میں میراث تقسیم ہو بجز اس چادر کے اور اس ٹاٹ کے اور اس وضو کے لوٹے کے اور میری کتابوں کے اور اس تھیلی میں تیس درم ہیں یہ میرے نہیں بلکہ میرے بیٹے کے ہیں اس کے ایک رشتہ دار نے اس کو دئے ہیں اور اس سے زیادہ حلال چیز میرے پاس کیا ہوگی۔ جبکہ حضور کا ارشاد یہ ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے (لہٰذا یہ بیٹے کا مال ہونے کی وجہ سے اس حدیث شریف کی بنا پر مجھے حلال ہے) اس میں سے میرے کفن کی اتنی مقدار خرید لینا جس سے میرا ستر ڈھک جائے اس سے

زیادہ اس میں سے نہ لینا یعنی صرف لنگی اس میں خرید لینا اور یہ چادر اور ٹاٹ کفن میں شامل کر لینا۔ کفن کے تین کپڑے پورے ہو جائیں گے۔ لنگی چادر اور تیسرا ٹاٹ ہو جائے گا ان تینوں میں بجھے لپیٹ دینا اور یہ وضو کا لوٹا کسی نمازی فقیر کو صدقہ کر دینا کہ وہ وضو کر لیا کرے گا۔ یہ سب فرما کر چپ تھے دل انتقال ہو گیا۔

ابو عبد الخالق کہتے ہیں کہ میں یوسف بن حسین کے پاس نزع کی حالت میں تھا وہ کہہ رہے تھے۔ اے اللہ میں ظاہر میں لوگوں کو نصیحت کرتا رہا اور باطن میں اپنے نفس کے ساتھ کھوٹا پن کرتا رہا۔ میں نے اپنے نفس کے ساتھ جو کھوٹ کیا اس کو اس کے بدلہ میں کہ تیری مخلوق کو نصیحت کرتا رہا معاف کر دے یہی کہتے کہتے جان نکل گئی رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (اتحاف)

کس قدر خوش قسمت تھے یہ مرنے والے حق تعالیٰ شانہ ان کی برکات سے اس ناپاک کو بھی کوئی حصہ عطا فرما دے کہ وہ بڑا کریم ہے اس کے کرم سے کوئی چیز بھی بعید نہیں۔

(۲۰) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَعَدَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ مَمْلُوْكِيْنَ يَكْذِبُوْنَنِيْ وَيَخُوْنُوْنَنِيْ وَيَعْصُوْنَنِيْ وَاَشْتِمُهُمْ وَاَضْرِبُهُمْ فَكَيْفَ اَنَا مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ يُحْسَبُ مَا خَانُوْكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَبُوْكَ وَعِقَابُكَ اِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ ذٰلِكَ كَفَافًا لَا لَكَ وَلَا عَلَيْكَ فَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ دُوْنَ ذَنْبِهِمْ كَانَ فَضْلًا لَكَ وَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوْبِهِمْ اُقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ فَتَنَحَّى الرَّجُلُ وَ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے کئی غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ خیانت بھی کرتے ہیں کہنا بھی نہیں مانتے۔ میں ان کو برا بھلا بھی کہتا ہوں اور مارتا بھی ہوں، میرا ان کا (قیامت میں) کیا معاملہ رہے گا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جتنی مقدار کی انہوں نے خیانت کی ہو گی اور تیری نافرمانی کی ہو گی اور جھوٹ بولا ہو گا۔ اس ساری مقدار کا وزن کیا جائے گا کہ وہاں ہر چیز کا وزن ہوتا ہے چاہے وہ چیز جسم والی جو برسر بولے جسم کی عرض ہوں اور تو نے جو سزا ان چیزوں

جَعَلَ يَهْتِفُ وَيَبْكِيْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَقْرَأُ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ۔ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَجِدُ لِيْ وَلِهٰؤُلَاءِ شَيْئًا خَيْرًا مِّنْ مُّفَارَقَتِهِمْ اُشْهِدُكَ اَنَّهُمْ كُلَّهُمْ اَحْرَارٌ (رواه الترمذی کذا فی المشکوٰۃ)

برابر ہو وہ بھی سب تولی جائے گی پس اگر تیری سزا اور ان کا جرم برابر رہا تب تو نہ لینا نہ دینا اور اگر تیری سزا ان کے جرم سے وزن میں کم ہوگی تو جتنی کمی ہوگی وہ تجھے دی جائیگی اور اگر سزا ان کے جرم سے بڑھی ہوئی ہوگی تو اس زیادتی کا تجھ سے بدلہ لیا جائے گا۔ وہ شخص افسوس کرتے ہوئے روتے ہوئے مجلس سے ہٹ گئے حضورؐ نے فرمایا تم نے قرآن شریف کی آیت (سورہ انبیاء ع ۴) وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ الاٰية نہیں پڑھی (جس کا ترجمہ ہے کہ قیامت کے دن ہم میزان عدل قائم کریں گے جس میں اعمال کا وزن کریں گے اور کسی پر ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر کسی کا کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو گا تو ہم اس کو وہاں حاضر کریں گے (اور اس کا وزن کریں گے) اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

ف۔ قیامت کے دن حساب کا معاملہ بھی بڑا سخت معاملہ ہے قرآن پاک اور احادیث میں بہت کثرت سے اس پر تنبیہیں اور اس کی تفصیلیں ذکر فرمائی ہیں بمثال اور نمونہ کے طور پر چند آیات اور چند احادیث اس جگہ ذکر کی جاتی ہیں

(۱) وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ قف ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ط (بقرہ ع ۳۸) اور اس دن سے ڈرتے رہو جس دن تم حق تعالیٰ شانہ کی پیشی میں لائے جاؤ گے پھر ہر شخص کو اس کا کیا ہوا عمل (یعنی اس کا بدلہ) پورا دیا جائے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے گا۔

(۲) يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ط وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ط وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ

بِالْعِبَادِ ۝ (آل عمران ع ۳) جس دن پائے گا ہر شخص اپنے سامنے اس چیز کو جو اس نے کسی قسم کی خیر کی کی ہو یا کسی قسم کی برائی کی ہو اور تمنا کرے گا کہ کاش اس دن کے اور اس کے درمیان بہت دور کی مسافت ہوتی اور اللہ تعالیٰ ڈراتا ہے تم کو اپنے آپ سے اور اللہ تعالیٰ بڑا شفیق ہے بندوں پر (اس شفقت ہی کی وجہ سے ڈراتا ہے کہ تم اس کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ)

(۳) وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۷) اور جو شخص خیانت کرے گا وہ اپنی اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن حشر کے میدان میں) لائے گا پھر ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

(۴) كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (آل عمران ع ۱۹) ہر شخص کو موت کا ذائقہ چکھنا ضرور ہے اور تمہارے (نیک اور بد) اعمال کا پورا پورا بدلہ قیامت ہی کے دن ملے گا (۵) اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ط یہ کلمہ بہت جگہ قرآن پاک میں وارد ہوا ہے کہ (حق تعالیٰ شانہ بہت جلد حساب کرنے والے ہیں (کہ ہر شخص کا حساب کتاب بہت جلدی پورا کر دیا جائے گا اور اس کے موافق بدلہ دیا جائے گا۔(۶) وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ ج فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝ (اعراف ع ۱) (اور اس دن (قیامت کے دن اعمال کا وزن ضروری ہے پس جس شخص کا (نیک اعمال کا) پلہ بھاری ہوگا تو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا (نیک اعمال کا) پلہ ہلکا ہوگا۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا اس وجہ سے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے (۷) اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ (یونس ع ۳) (بے شک ہمارے قاصد (فرشتے) تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں (اور ان سب کا بدلہ تم کو قیامت میں ملے گا۔ جب یہ لکھا ہوا سامنے لایا جائے گا) (۸) وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ (یونس ع ۳) (اور جن لوگوں نے برے کام کئے ان کی برائی کی سزا اس کے برابر ملے گی اور ان کو ذلت چھالے گی اور ان کو اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا (اور ان کے منہ ایسے کالے ہوں گے) گویا انکے

چہروں پر اندھیری رات کے بہت لپیٹ دیئے گئے (۹) هُنَالِكَ تَبْلُوا كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ (یونس ع ۳) (اس مقام پر ہر شخص اپنے پہلے کئے کاموں کو (جو دنیا میں کئے تھے) جانچ لے گا (کہ وہ کس قسم کے نیک یا بد کئے تھے پھر اس کا حساب ہو جاوے گا۔

(۱۰) لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ (رعد ع ۲) (جن لوگوں نے اپنے رب کا کہنا مان لیا ان کے واسطے اچھا بدلہ ہے اور جنہوں نے اس کا کہنا نہ مانا ان کے پاس اگر دنیا کی تمام چیزیں ہوں (بلکہ) اور اس کے ساتھ اسی کی برابر اور چیزیں ہوں تو سب کی سب اپنے فدیہ میں دے ڈالیں (اور) انکا سخت حساب ہوگا

(۱۱) فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (رعد ع ۶) (پس آپ کے ذمہ تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) صرف پہنچا دینا ہے (اور اس پر عمل کرنے نہ کرنے کا) حساب ہمارے ذمہ ہے (۱۲) رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ (ابراہیم ع ۶) اے ہمارے رب میری اور میرے والدین کی اور سب مومنین کی حساب قائم ہونے کے دن مغفرت کر دیجئے (یہ حضرت ابراہیم ؑ کی دعا ہے (۱۳) وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۞ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ۞ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (ابراہیم ع ۷) اور تو اس دن مجرموں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھے گا اور ان کے کرتے قطران (چیڑ کے درخت کے تیل) کے ہوں گے (کہ اس تیل میں پٹرول کی طرح سے آگ جلدی لگتی ہے) اور انکے چہروں پر آگ لپٹی ہوئی ہوگی (اور یہ ساری تکلیفیں کیوں ہیں) تاکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے کی سزا دے، بے شک اللہ تعالیٰ شانہ بہت جلد حساب لینے والا ہے

(۱۴) وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ۞ اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا (بنی اسرائیل ع ۲) (اور ہم نے ہر انسان کا عمل (نیک ہو یا بد ہو) اس کے گلے کا ہار بنا رکھا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کا اعمالنامہ اس کے سامنے کر دیں گے جس کو وہ کھلا ہوا

دیکھے گا (اور اس سے کہا جائے گا) کہ اپنا اعمال نامہ خود ہی پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا محاسب
کافی ہے (یعنی خود ہی حساب کرلے کسی دوسرے کی بھی ضرورت نہیں۔ (۱۵) كَلَّا سَنَكْتُبُ
مَا يَقُولُ الْآيَة (مریم ع ۵) (جو بات یہ کافر سمجھ رہے ہیں) وہ ہرگز نہیں ہے ہم ہر وہ بات
لکھ لیتے ہیں جو کوئی زبان سے کہتا ہے (اس کے بعد قیامت کے دن وہ لکھا ہوا اعمالنامہ
اس کے سامنے کردیا جائے گا۔ (۱۶) اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ
مُّعْرِضُونَ (انبیاء ع ۱) لوگوں کے حساب کا وقت تو قریب آگیا اور یہ ابھی تک غفلت ہی میں
پڑے ہیں (اور اس کی تیاری سے) اعراض کئے ہوئے ہیں۔ (۱۷) فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا
أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَاءَلُونَ ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ
خٰلِدُونَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ (مومنون ع ۶) پھر جب قیامت
کے دن صور پھونکا جائیگا تو (اس قدر خوف ہوگا کہ) باہمی رشتے بھی اس دن نہ رہیں گے
(یعنی سب اجنبی بن جائیں گے باپ بیٹے سے بھاگے گا وغیرہ وغیرہ جیسا سورہ عبس میں ہے
يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ الْآيَة) اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا (اور اعمال کی ترازو کھڑی
کردی جائے گی) پس جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا یعنی اس کی نیکیاں جھک جائیں گی پس ایسے
لوگ تو کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا پس یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنا
نقصان کرلیا اور وہ جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے ان کے چہروں کو آگ جھلستی ہوگی اور
اس میں ان کے منہ بگڑے ہوئے ہوں گے (۱۸) وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ
بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً ۭ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ
فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ ۭ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ (نور ع ۵) (اور جو لوگ کافر ہیں (اور نور
ہدایت سے دور ہیں) ان کے اعمال ایسے ہیں جیسا کہ ایک چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا
آدمی اس کو (دور سے) پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ
پایا۔ اور اس کے پاس اللہ جل شانہٗ کو پایا جس نے اس کا پورا پورا حساب وہیں کردیا اور اللہ تعالیٰ
بہت جلدی حساب کردینے والے ہیں۔

(۱۹) اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ (ص ع ۲) (جو لوگ خدا کے راستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ وہ روزِ حساب کو بھولے ہوئے ہیں۔ (۲۰) اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ مومن ع ۲) آج (قیامت) کے دن ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا آج ظلم نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے (۲۱) وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ جاثیہ ع ۴) (اور آپ (قیامت کے دن) ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ (وہ لوگ خوف کی وجہ سے) گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے ہر فرقہ اپنی کتاب (نامۂ اعمال) کی طرف بلایا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا) کہ آج تم کو تمہارے کئے کا بدلہ دیا جائے گا (اور یہ کہا جائے گا)، کہ یہ ہماری کتاب (جس میں تمہارے اعمال لکھے ہوئے ہیں) تمھارے اعمال کو ٹھیک ٹھیک بتا رہی ہے ہم دنیا میں فرشتوں سے تمہارے اعمال لکھواتے رہتے تھے (جو اس وقت یہ تمھارے سامنے ہیں) (۲۲) اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ○ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (ق ع ۲) جب دو اخذ کرنے والے (بات کو جلدی سے لیکر لکھنے والے فرشتے) لیتے رہتے ہیں اور دائیں جانب اور بائیں جانب بیٹھے رہتے ہیں وہ (یعنی آدمی) کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتا مگر ایک تاک لگانے والا تیار رہتا ہے (اور وہ فوراً اس لکھ لیتا ہے یہی اعمال نامہ ہے) (۲۳) يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ○ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۚ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۚ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۙ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ○ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ○ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۚ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ○ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۙ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ○
(الحاقہ ع ۱)

جس دن تم (خدا تعالیٰ کے سامنے حساب کے لئے) پیش کئے جاؤ گے تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ ہوگی پھر (نامہ اعمال ہاتھوں میں دیدیئے جائیں گے پس) جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ تو (خوشی کے مارے آپس میں) کہے گا کہ لو میرا نامۂ اعمال پڑھ لو میرا تو (پہلے ہی سے اعتقاد تھا کہ مجھ کو میرا حساب پیش آنے والا ہے (میں دنیا ہی میں اس کے لئے تیاری کر رہا تھا) پس یہ شخص تو پسندیدہ زندگی یعنی بہشت بریں میں ہوگا جس کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے (اور ان سے کہا جائے گا کہ کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ ان اعمال کے بدلہ میں جو تم نے گزرے ہوئے زمانہ میں کئے ہیں اور جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا پس وہ نہایت حسرت اور غم سے) کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامۂ اعمال ہی نہ ملتا اور مجھکو یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش موت (جو آچکی تھی وہی سب کام کردیتی (افسوس) میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا میری وجاہت بھی میرے سے جاتی رہی (اس شخص کے لئے حکم ہوگا کہ) اس کو پکڑو اور اس کے گلے میں طوق پہنادو۔ پھر جہنم میں اس کو داخل کردو پھر ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہو اس کو جکڑ دو اس آیت شریفہ کا کچھ حصہ بخل کے بیان نمبر ۱۳ پر گزر چکا ہے۔

(۲۴) وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (انفطار) (اور تم پر (ایسے فرشتے جو تمہارے کاموں کو یاد رکھنے والے ہیں جو معزز ہیں (اور ہر کام کو) لکھنے والے مقرر ہیں جو تمہارے سارے افعال کو جانتے ہیں (اور لکھتے ہیں۔ قیامت کے دن یہ سب مجموعہ پیش ہوگا۔

(۲۵) فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۙ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۙ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۙ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ (انشقاق) (پس جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ملے اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا اور وہ (اس سے فارغ ہوکر) اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا اور جس شخص کا نامۂ اعمال (اس کے بائیں ہاتھ میں پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائیگا۔ سو وہ موت کو پکارے گا (جیسا کہ مصیبت کے وقت پکارا جاتا ہے) اور جہنم میں داخل ہوگا یہ شخص (دنیا میں) اپنے گھر بہت خوش خوش

رہتا تھا اس نے گمان کر رکھا تھا کہ اس کو خدا کے یہاں جانا ہی نہیں ہے (۲۶) اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (غاشیہ) (بے شک ہمارے ہی پاس ان سب کو لوٹ کر آنا ہے۔ پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا۔ (۲۷) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۝ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (جب زمین (زلزلہ کی وجہ سے) اپنی پوری حرکت سے ہلا دی جائے گی (اور جب ساری دنیا میں زلزلہ آئے تو ظاہر ہے کہ کتنا بڑا زلزلہ ہوگا) اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ (خواہ دفینے ہوں یا مردے) باہر نکال کر پھینک دے گی اور آدمی ہکا بکا ہوکر کہے گا اس کو کیا ہوگیا اور اس دن زمین (جو کچھ اس کے اوپر اچھے یا برے کام کئے گئے ہیں سب) کی خبریں دے گی۔ اس وجہ سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا (جیسا کہ آئندہ روایات کے ذیل میں آرہا ہے) اس دن لوگ مختلف جماعتیں (کوئی مقربین کی کوئی نیک لوگوں کی کوئی جہنمیوں کی جماعت ہوگی اور پھر ہر جماعت میں مختلف گروہ ہوں گے اسی طرح سے کوئی جماعت سواروں کی کوئی پیدل چلنے والوں کی کوئی ان لوگوں کی جن کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا غرض ہر قسم کی مختلف جماعتیں) ہوکر لوٹیں گی تاکہ اپنے اعمال کو (جو دنیا میں کئے تھے) دیکھ لیں پس جو شخص (دنیا میں) ذرہ کی برابر نیکی کرے گا وہ اس کو وہاں دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ذرہ کی برابر برائی کرے گا وہ اس کو دیکھ لیگا۔

یہ نمونہ کے طور پر ستائیس آیات حساب کتاب اور اعمال کے بدلہ کی ذکر کی گئی ہیں ان کے علاوہ سینکڑوں آیات میں مختلف عنوانات سے یہ اور اسی قسم کے مضامین وارد ہیں اسی طرح احادیث میں بھی ہزاروں روایات میں اس حساب کے دن کے سخت حالات ذکر کئے ہیں جن کا احاطہ بھی دشوار ہے لیکن ضروری ہے کہ اپنے ان اوقات کو جو محض دنیا کمانے میں ضائع کئے جاتے ہیں تھوڑا بہت ان کام آنے والی چیزوں میں بھی خرچ کیا جائے۔ ابھی وقت ہے کچھ کیا جاسکتا ہے بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ افسوس کے سوا کچھ بھی نہ رہیگا

نمونہ کے طور پر چند احادیث کا ترجمہ بھی اس جگہ لکھا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ ایک مرتبہ جہنم کو یاد کرکے رونے لگیں حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہوئی کیوں رو رہی ہو حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا مجھے جہنم یاد آگئی اس پر رو رہی ہوں آپ حضرات اس دن اپنے اہل وعیال کو بھی یاد کرلیں گے یا نہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین وقت تو ایسے ہیں جن میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ ایک تو ترازو کے وقت (جب اعمال کے تولنے کا وقت ہوگا) یہاں تک کہ اسکو معلوم نہ ہو جائے کہ اس کا (نیکیوں کا) پلڑا جھک رہا ہے یا نہیں۔ دوسرے جب یہ اعلان ہوگا کہ آؤ اپنے اپنے حساب کی کتاب لے لو اس وقت کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملتا ہے یا پشت کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں ملتا ہے تیسرے پلصراط کے وقت جب کہ وہ جہنم پر بچھائی جائے گی (اور اس پر چلنا پڑے گا) جب تک آدمی اس پر کو خیریت سے نہ گزر جائے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن حساب کیا جائے گا جسکی نیکیوں میں ایک کا بھی اضافہ ہو جائے گا وہ جنت میں چلا جائے گا۔ اور جس کی برائیوں میں ایک کا بھی اضافہ ہو جائے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ اس کے بعد انہوں نے فَمَنْ ثَقُلَتْ موازینہٗ والی آیت پڑھی جو پہلے گزری اور فرمایا کہ ترازو کا پلہ ایک دانہ سے بھی جھک جائے گا اور جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی وہ اعراف میں ہوں گے (جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہے)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جس کا ظاہر اس کے باطن سے زیادہ اچھا ہوگا اس کا وزن ہلکا ہوگا اور جس کا باطن ظاہر سے بہتر ہوگا اس کا وزن بھاری ہوگا۔ حضرت انس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ایک فرشتہ ترازو پر مقرر ہوگا پس جس کا پلہ بھاری ہو جائے گا وہ ایسے زور سے اعلان کرے گا جس کو ساری مخلوق سنے گی کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا سعید ہو گیا اور ایسی سعادت ملی کہ اس کے بعد بدبختی نہیں ہے اور اگر اس کا پلڑا ہلکا ہو گیا تو وہ اسی طرح اس کے بدبخت ہونے کا اعلان کریگا جس کو ساری مخلوق سنے گی۔

متعدد روایات میں آیا ہے کہ وہ ترازو اتنی بڑی ہوگی کہ آسمان زمین اور جو کچھ انکے درمیان ہے سب اس کے ایک پلڑے میں آجائے گا حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ترازو میں سب سے اول وہ نفقہ رکھا جاتا ہے جو آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی سے ارشاد فرمایا کہ دو خصلتیں تمہیں ایسی بتاؤں جو عمل میں بہت ہلکی ہیں اور وزن میں بہت بھاری ایک تو اچھی عادت دوسرے چپ رہنا (یعنی بیکار باتوں سے احتراز کرنا)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ شانہ کو بہت محبوب ہیں، زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم ہیں۔

ایک حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے میں اس کی ترازو کے..... پاس کھڑا ہوں گا اگر اس کی نیکیاں بڑھ گئیں تو بہت ہی اچھا نہیں تو میں اس کی سفارش کروں گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن علما کے لکھنے کی سیاہی اور شہیدوں کا خون بھی تولا جائے گا

اور علمار کے لکھنے کی سیاہی کا وزن شہیدوں کے خون سے زیادہ وزنی ہو گا۔ حضرت عیسٰے علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال نامہ کا وزن اور امتوں سے بہت بڑھ جائے گا اس لئے کہ ان کی زبانیں کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ بہت مانوس ہوں گی۔

حضرت ابودردار فرماتے ہیں کہ جس شخص کو ہر وقت پیٹ اور شرم گاہ ہی کا فکر رہے اس کا وزن ہلکا ہو گا۔ (در منثور) ایک حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ جو فرشتہ دائیں جانب رہتا ہے اور نیکیوں کا لکھنے والا ہوتا ہے وہ بائیں جانب والے پر امیر ہوتا ہے جب بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو دائیں جانب والا دس گنا اس کا ثواب لکھ لیتا ہے اور جب کوئی برائی کرتا ہے اور بائیں جانب والا اس کو لکھنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ماتحت ہونے کی وجہ سے امیر سے لکھنے کی اجازت لیتا ہے تو امیر یعنی دائیں جانب کا فرشتہ کہتا ہے کہ ابھی چھ سات گھنٹے انتظار کر لے اگر بندہ اس درمیان میں اس گناہ سے توبہ کر لیتا ہے تو وہ لکھنے کی اجازت نہیں دیتا، اور اگر توبہ نہیں کرتا تو وہ لکھ لیتا ہے (در منثور)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد متعدد احادیث میں ہے کہ قیامت کے دن تین پیشیاں ہوں گی پہلی دو پیشیوں میں تو مطالبات سوال جواب عذر معذرۃ وغیرہ سب کچھ ہوگا۔ اور تیسری پیشی میں اعمالنامے ہاتھوں میں دیدیئے جائیں گے کسی کے داہنے ہاتھ میں کسی کے بائیں ہاتھ میں (در منثور)

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص میں تین باتیں ہوں حق تعالیٰ شانہ اس کا بہت آسان حساب لیتے ہیں اور اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دیتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو تجھے اپنے احسان سے محروم رکھے، تو اس پر احسان کرے۔ دوسرے جو شخص تجھ سے قطع رحمی کرے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کرے تیسرے جو تجھ پر ظلم کرے تو اس کو معاف کر دے۔ (در منثور)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر (آخرت کے احوال سے) جو کچھ مجھے معلوم ہے تم لوگوں کو معلوم ہو جائے تو (خوف کی وجہ سے) ہنسنا کم کر دو اور رونا بہت زیادہ کر دو اور بستروں پر عورتوں کے ساتھ لذت حاصل کرنا چھوڑ دو اور چلاتے ہوئے جنگل کو نکل جاؤ حضرت ابوذر رضؓ حضور کا یہ ارشاد سن کر فرمانے لگے کاش میں تو ایک درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا (آدمی ہوتا ہی نہیں جو اتنے مصائب برداشت کرنا پڑیں) ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی جس حالت میں مرتا ہے اسی حالت میں قیامت کو اٹھایا جائے گا یعنی جس نیکی یا بدی میں مشغول ہے اور اسی حالت میں موت آگئی اسی حالت پر حشر بھی ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا جس میں ارشاد فرمایا غور سے سن لو کہ دنیا ایک وقتی منفعت ہے جس سے ہر شخص نفع اٹھاتا ہے (لہٰذا اس سے زیادہ نفع اٹھا کوئی نیکی کی علامت نہیں ہے) اور آخرت ایک مقررہ چیز ہے۔ جو بہر حال وقت مقررہ پر آنے والی ہے اور اس میں ایک ایسا بادشاہ فیصلہ فرمائے گا جو ہر چیز پر قادر ہے (اس کے اختیارات بہت زیادہ وسیع ہیں) خیر ساری کی ساری جنت میں ہے (لہٰذا جو خیر بھی آدمی کر سکے اس میں کوتاہی نہ کرے کہ وہ جنت کی طرف لے جانے والی ہے) اور شر ساری کی ساری جہنم میں ہے اس لئے ذرا سے شر سے بھی بچنے کی کوشش کرنا چاہیئے اس کو معمولی نہ سمجھنا چاہیئے کہ ذرا سی شر

بھی جہنم کی طرف لیجانے والی ہے) اہتمام سے نیک عمل کرتے رہو، تم اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے نہایت خطرہ کی حالت میں ہو (اس سے بے خوف اور بے فکر کسی وقت نہ ہونا چاہیئے) اور اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ تم اپنے اعمال پر پیش کئے جاؤ گے (اور ان کا حساب ہوگا) جو شخص ایک ذرہ کی برابر بھی نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ کی برابر برائی کریگا وہ اس کو بھی دیکھے گا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ دنیا دن بدن منہ پھیرتی جا رہی ہے۔ یعنی دور ہوتی جا رہی ہے اور آخرت روز بروز قریب آتی جا رہی ہے اور (دنیا اور آخرت میں سے) ہر ایک کی مستقل اولاد ہے پس تم دنیا کی اولاد نہ بنو آخرت کی اولاد بنو آج عمل کا دن ہے حساب نہیں ہے اور کل کو حساب کا دن ہے عمل نہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن تین کچہریاں ہوں گی ایک کچہری میں تو معافی ہے ہی نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ کسی کو شریک بنانے کی کی ہے (یعنی اس عدالت میں تو صرف ایمان اور کفر کا مقدمہ پیش ہوگا، اور جرم کی معافی کا اس عدالت میں ذکر ہی نہیں۔ دوسری کچہری میں حق تعالیٰ شانہٗ صاحب حق کو اس کا حق ضرور دلائیں گے (خواہ اپنے پاس سے عطا فرمائیں) اور یہ کچہری بندوں کے آپس میں ایکدوسرے پر ظلم کی ہے کہ اس میں مظلوم کو ظالم سے بدلہ دلوایا جائے گا تیسری کچہری حق تعالیٰ شانہٗ کے اپنے حقوق کی ہے (فرائض وغیرہ میں کوتاہی کی ہے) اس میں حق تعالیٰ شانہٗ زیادہ پرواہ نہ فرمائیں گے۔ یہ اس کریم کے اپنے حقوق ہیں۔ وہ چاہے مطالبہ فرمائیں یا معاف کر دیں۔ (مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے ذمہ اس کے بھائی کا کوئی حق ہو اس پر آبرو کی یا مال کی کوئی زیادتی اور ظلم کر رکھا ہو اس کو آج معاف کرا لو اس وقت سے پہلے پہلے نبٹ لو جس دن نہ دینار ہوگا نہ درہم (نہ روپیہ نہ اشرفی) اس دن سارا حساب نیک اعمال اور گناہوں سے ہوگا پس اگر اس ظلم کرنیوالے کے پاس کچھ نیک عمل ہیں تو اس کے ظلم کے بقدر نیکیاں اس سے [illegible] دی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہیں تو مظلوم کے

اتنے ہی گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے (کہ اپنے گناہوں کے ساتھ دوسرے کے گناہوں کی سزا میں جہنم میں کچھ زیادہ زمانہ پڑے رہنا ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن حق والوں کو ان کا حق ضرور دلوایا جائیگا حتی کہ بے سینگ والی بکری کے لئے سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا (مشکوٰۃ) یعنے اگر دنیا میں ایک بکری کے سینگ تھے اس نے دوسری بکری کے مارا جس کے سینگ نہ تھے جس کی وجہ سے وہ بدلہ نہ لے سکی تو اس بکری کا بدلہ بھی وہاں دلوایا جائے گا۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جانتے ہو مفلس کون ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ہمارے نزدیک مفلس تو وہ شخص سمجھا جاتا ہے جس کے پاس نہ درم (نقد) ہو نہ مال۔ حضورؐ نے فرمایا، میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن بہت سی نماز روزہ زکوٰۃ لے کر آئے لیکن کسی کو گالی دی تھی کسی کو تہمت لگائی تھی کسی کا مال کھالیا تھا۔ کسی کو مارا تھا پس کچھ نیکیاں اس نے لے لیں کچھ اس نے لے لیں اور جب اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور دوسروں کے مطالبے باقی رہ گئے تو ان مطالبوں کی بقدر ان کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور اس کے بعد اس (ظالم اور کثرت سے عبادتوں کے مالک) کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب لوگ اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے اس وقت ستر برس تو ایسی حالت میں کھڑے رہیں گے کہ ان کی طرف التفات بھی نہ ہوگا وہ اس پریشانی میں اتنا روئیں گے کہ آنسو ختم ہو جائیں گے اور آنسوؤں کی جگہ خون نکلنے لگے گا۔ اس کے بعد میدان حشر کی طرف بلائے جائیں گے اور فرشتے آسمانوں سے اترنے شروع ہوں گے ہر آسمان کے فرشتے ایک ایک حلقہ بنا کر ایک آسمان والے دوسرے آسمان والوں کے پیچھے کھڑے ہوں گے، جس کو قرآن پاک میں وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ۝ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۟الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۝ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝ (فرقان ع ۳) میں ذکر کیا گیا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔ جس دن آسمان بدلی پر سے پھٹ جائے گا اور فرشتے

کثرت سے اُتارے جائیں گے اُس دن حکومت رحمان ہی کی ہوگی (یعنی حساب جزا سزا میں کسی کا دخل نہ ہوگا) اور وہ دن کافروں پر بڑا سخت ہوگا جس دن ظالم آدمی اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھاوے گا اور کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ میں رسول (علیہ السلام) کے ساتھ راستہ پر لگ لیتا ہائے میری شامت (کہ میں نے ایسا نہ کیا اور) کیا اچھا ہوتا کہ میں فلاں شخص کو (جس نے نیک کام سے روکا) دوست نہ بناتا اُس نے مجھ کو نصیحت آنے کے باوجود اس سے بہکا دیا اور شیطان تو انسان کو (عین وقت پر سب کو کلی طور پر) امداد کرنے سے جواب دے ہی دیتا ہے (جس کا مفصل قصہ سورہ ابراہیم میں ہے) ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اس وقت حق تعالےٰ شانہ کی طرف سے ارشاد ہوگا اے جن و انس میں نے دنیا میں تمہیں نصیحت کردی تھی۔ آج تمہارے یہ اعمال تمہارے سامنے ہیں جو شخص اپنے اعمال نامہ میں بھلائی پاوے وہ اللہ تعالےٰ شانہ کا شکر ادا کرے اور جو نیکی نہ پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے (کہ نصیحت کی بات نہ مانی) اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ جہنم کو حکم فرما دیں گے اس کا عذاب سامنے آجائے گا جس کو دیکھ کر ہر شخص گھٹنوں کے بل گر جائے گا جس کو سورۂ جاثیہ (ع ۴) میں ارشاد فرمایا ہے کہ تو ہر جماعت کو دیکھے گا کہ گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہے اور ہر جماعت اپنے اعمال نامہ کی طرف بلائی جائے گی۔ اس کے بعد لوگوں کے درمیان میں فیصلے شروع ہو جائیں گے حتی کہ جانوروں تک کے درمیان میں بھی انصاف کیا جائے گا اور بے سینگ والی بکری کے لئے سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔ اس کے بعد جانوروں کو حکم ہو جائے گا کہ تم مٹی بن جاؤ (تمہارا معاملہ ختم ہو گیا) اس وقت کافر لوگ یہ تمنا کریں گے اور کافر کہے گا یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا (عم ع ۲) (کاش میں مٹی ہو جاتا)۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں ایسے ہی ننگے میدان حشر میں ہوں گے۔ حضرت عائشہ رض نے عرض کیا یا رسول اللہ سب کے سامنے ننگا ہونے سے کیسی شرم آئے گی۔ ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا اس وقت لوگ اپنی مصیبت میں اس قدر گرفتار ہوں گے کہ ایک دوسرے کو دیکھنے کی مہلت بھی نہ ہوگی سب کی آنکھیں اوپر کی طرف لگی ہوئی ہوں گی ہر شخص اپنے اعمال بد کی بقدر پسینے میں غرق ہوگا۔ کسی کا پسینہ پاؤں تک چڑھا ہوا ہوگا کسی کا پنڈلی تک کسی کا پیٹ تک کسی کا منہ تک

آیا ہوا ہوگا۔ فرشتے عرش کے چاروں طرف حلقہ بنائے ہوئے ہوں گے۔ اس وقت ایک ایک شخص کا نام لے کر پکارا جائے گا وہ مجمع سے نکل کر وہاں حاضر ہوگا۔ جب وہ حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا تو اعلان کیا جائے گا کہ اس کے ذمہ جس جس کا مطالبہ ہو وہ آئے اس کے ذمہ جس جس کا کوئی حق ہوگا یا اس کی طرف سے اس پر کسی قسم کا ظلم ہوگا۔ وہ ایک ایک کر کے پکارا جائے گا اور اس کی نیکیوں میں سے ان کے حقوق ادا کئے جائیں گے اور اگر نیکیاں نہیں ہوں گی یا نہیں رہیں گی تو ان لوگوں کے گناہ اس پر ڈال دئے جائیں گے اور جب وہ ان کے گناہوں کو بھی سر لے لے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ جا اپنی ماں ہاویہ میں چلا جا (القارعۃ میں اس کا بیان ہے یعنی دہکتے ہوئے جہنم میں) حساب اور عذاب کی اس شدت کو دیکھتے ہوئے کوئی مقرب فرشتہ یا نبی ایسا نہ ہوگا جس کو اپنا خوف نہ ہو مگر وہ لوگ جن کو حق تعالیٰ شانہٗ محفوظ فرمادے اس وقت ہر شخص سے چار چیزوں کا سوال ہوگا (جیسا کہ پہلے مفصل حدیث میں اسی فصل کے نمبر ۶ پر گزر چکا) کہ عمر کس کام میں ختم کی۔ بدن کس کام میں لایا گیا اپنے علم پر کیا عمل کیا، اور مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ اس دن باپ اپنے بیٹے سے کہے گا کہ میں تیرا باپ تھا میں تیرا والد تھا وہ بیٹا اس کے احسانات کا اقرار کرے گا اس کے بعد باپ کہے گا کہ مجھ کو صرف ایک نیکی کی ضرورت ہے جو ایک ذرہ کی برابر ہو شاید اس کی وجہ سے میرا پلہ جھک جائے بیٹا کہے گا کہ مجھے خود ہی مصیبت پیش آ رہی ہے۔ مجھے اپنا حال معلوم نہیں ہے کہ مجھ پر کیا گزرے گی میں تو کوئی نیکی نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد وہ شخص اپنی بیوی سے اسی طرح اپنے احسان اور تعلقات جتا کر مانگے گا وہ بھی اسی طرح انکار کر دے گی (غرض اسی طرح سے ہر شخص سے مانگتا پھرے گا) یہی وہ چیز ہے جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى (فاطر ع ۳) میں ذکر فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے (اور (اس دن) کوئی دوسرے کا بوجھ (گناہ کا) نہ اٹھاویگا اور خود تو کوئی کسی کی کیا مدد کرتا) اگر کوئی بوجھ کا لدا ہوا (یعنی گنہگار) کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلاوے گا۔ تب بھی اس میں سے کچھ بھی بوجھ نہ اٹھایا جائے گا (یعنی کسی قسم کی اس کی مدد نہ کرے گا۔) اگرچہ وہ شخص قرابت دار ہی کیوں نہ ہو (تنبیہ الغافلین) عکرمہ کی یہ روایت درمنثور میں زیادہ واضح الفاظ میں ہے جس

کا ترجمہ یہ ہے کہ باپ بیٹے سے اول پوچھے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے ساتھ کیسا برتاؤ کیا تھا وہ بہت تعریف باپ کے برتاؤ کی کرے گا۔ اس کے بعد باپ کہے گا کہ میں آج تجھ سے صرف ایک نیکی مانگتا ہوں شاید اسی سے میرا کام چل جائے بیٹا کہے گا کہ ابا جان تم نے بہت ہی مختصر چیز کہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں سخت مجبور ہوں کہ مجھے خود بھی خوف ہے جو تمہیں ہے اس کے بعد یہی سارا سوال وجواب بیوی سے ہوگا جیسا کہ ارشاد ہے یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ ط اور ارشاد ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ ط (الآیہ) (در منثور) ان میں سے پہلی آیت شریفہ سورۂ لقمان کے آخری رکوع کی ہے۔ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ الآیہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے "اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ایسا ہے کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے ذرا سا بھی مطالبہ ادا کر دے اور بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے (کہ یہ دن ضرور آنے والا ہے) سو تم کو دنیوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈال دے (کہ تم اس میں منہمک ہو کر اس دن کو بھول جاؤ اور نہ تم کو دھوکہ دینے والا (شیطان) دھوکہ میں ڈال دے (کہ اس کے بہکانے میں آکر تم اس دن سے غافل ہو جاؤ)" دوسری آیت شریفہ سورۂ عبس ؔ تولی میں ہے فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّۃُ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ الآیہ (پس جس دن کانوں کو بہرا کر دینے والا شور برپا ہوگا (یعنی قیامت کا دن آجائے گا) وہ ایسا دن ہوگا جس دن آدمی اپنے بھائی سے اپنی ماں سے اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ (کوئی کسی کے کام نہ آئے گا) اس دن ہر شخص کو اپنا ہی ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہونے دیگا۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں قتادہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص کو یہ بات بہت شاق ہوگی کہ کوئی اس کی جان پہچان والا قریبی رشتہ دار نظر پڑ جائے اس ڈر سے کہ کہیں وہ اپنا مطالبہ پیش نہ کر دے (در منثور) قرآن پاک میں بہت کثرت سے یہ مضمون مختلف عنوانات سے ذکر فرمایا گیا ہے۔ سورہ بقر کے رکوع نمبر ۶ میں ہے وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ الآیۃ (اور ڈرو تم ایسے دن سے جس میں کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ (جانی) بدلہ دے سکے گا (مثلاً ایک کی نماز کے بدلہ میں دوسرے کی نماز قبول

کرلی جائے) اور نہ کسی کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہو سکتی ہے اور نہ کسی کی طرف سے کوئی فدیہ (مالی معاوضہ) لیا جاسکتا ہے اور نہ ان کی کوئی مدد کی جائے گی (کہ کوئی اپنے زور سے ان کے عذاب کو رد کردے یہ ناممکن ہے) اس آیت شریفہ میں اعانت کے جتنے ذریعے ہوسکتے تھے سب کی نفی فرمادی۔ اس لئے کہ کسی کی مدد کے چار ہی طریقے ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ کوئی زور دار شخص بیچ میں حائل ہو جائے اور اپنے زور سے روک دے یہ نصرت ہے۔ اس کی بھی نفی فرمادی۔ دوسرے بغیر زور کے کوئی شخص عذاب کو روک دے اس کی دو صورتیں ہیں بغیر کسی قسم کا معاوضہ دیئے روک دے یہ سفارش ہے۔ یا کوئی کسی قسم کا بدلہ دے کر روک دے اس کی دو قسمیں ہیں کہ جانی بدلہ دے یا مالی بدلہ دے ان کی بھی دونوں کی نفی فرمادی گئی اسی طرح اور بھی بہت سے مواقع ہیں یہ مضمون مختلف عنوانات سے آیا ہے اس کے متعلق یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ ایک تو کفار کا معاملہ ہے۔ ان میں تو بالاتفاق یہی سب چیزیں ہیں جو اوپر ذکر کی گئیں کہ کوئی نبی یا ولی یا فرشتہ کتنا ہی مقرب کیوں نہ ہو کفار کے عذاب کو نہیں ہٹا سکتا

دوسرا معاملہ گنہ گار مسلمانوں کا ہے ان کے بارہ میں بھی اس قسم کی آیات اور احادیث وارد ہوئی ہیں۔ یہ سب ایک خاص وقت کے اعتبار سے ہیں۔ اس کے بعد سفارش کی اجازت ہو جائے گی۔ چنانچہ قرآن پاک میں متعدد جگہ یہ مضمون وارد ہے جن میں سے ایک جگہ ارشاد ہے يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ ط الآیہ (طٰہٰ ع ۶) اس دن کسی کو سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کو (انبیاء اور اولیا کی سفارش نفع دے گی) جس کے واسطے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے سفارش کی اجازت دیدی ہو اور اس کے واسطے (کسی کا بولنا) پسند کرلیا ہو۔ اس قسم کے مضامین بھی کثرت سے وارد ہیں۔ لیکن یہ بات کہ کس کے لئے سفارش کی اجازت ہوتی ہے کسی کو معلوم نہیں ہے۔ گو حق تعالیٰ شانہٗ کے فضل سے امیدوار ہر شخص کو رہنا ہی چاہیئے لیکن یقین کسی کا بھی نہیں ہے۔ اس وجہ سے یہ سخت ترین دن نہایت ہی خوف و خطر کا دن ہے اس کی سختی کے واسطے جو کچھ بچاؤ کیا جاسکتا ہے وہ آج ہی کیا جاسکتا ہے۔ صدقہ کی کثرت کو اس دن کی شدت اور سختی سے بچانے میں خاص دخل ہے پہلی فصل میں کثرت سی آیات اور روایات میں یہ مضمون گذر چکا ہے۔ حضور کا مشہور ارشاد ہے (جہنم کی) آگ سے بچو چاہے آدھی کھجور ہی سے کیوں نہ ہو،

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ صدقہ خطاؤں کو ایسا بجھا دیتا ہے جیسا کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے (اتحاف) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا (اتحاف) یعنی جس قدر آدمی کے صدقہ کی مقدار بڑھی ہوئی ہوگی اتنا ہی گہرا سایہ اس سخت دن میں ہوگا جس میں گرمی کی شدت سے منھ تک پسینہ آیا ہوا ہوگا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ صدقہ حق تعالیٰ شانہ کے غصہ کو بھی روکتا ہے اور سوء خاتمہ (بُری موت) سے بھی حفاظت کا سبب ہے (مشکوٰۃ) حضرت لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو وصیت ہے کہ جب تجھ سے کوئی خطا صادر ہو صدقہ کیا کر (احیاء)

پہلی فصل کی حدیث نمبر ۱ میں یہ قصہ مفصل گذر چکا ہے کہ ایک بدکار فاحشہ عورت کی کتے کو پانی پلانے سے مغفرت ہوگئی۔ عبید بن عمیرؒ کہتے ہیں کہ میدان حشر میں لوگ انتہائی بھوکے ہوں گے انتہائی پیاسے اور بالکل ننگے ہوں گے۔ لیکن جس شخص نے اللہ کے واسطے کسی کو کھانا کھلایا ہوگا اس کو حق تعالیٰ شانہ کھانا کھلائیں گے۔ اور جس نے اللہ کے واسطے کسی کو پانی پلایا ہوگا۔ اس کو سیراب کریں گے اور جس نے اللہ تعالیٰ شانہ کے واسطے کسی کو کپڑا دیا ہوگا۔ اس کو لباس پہنائیں گے (احیاء)

پہلی فصل میں حدیث نمبر ۱ کے ذیل میں گزرا ہے کہ قیامت کے دن جہنمی ایک صف میں کھڑے کئے جائیں گے ان پر کو ایک کامل (ولی) مسلمان کا گزر ہوگا۔ اس صف میں سے ایک شخص کہے گا کہ تو میرے لئے حق تعالیٰ شانہ کے یہاں سفارش کردے وہ پوچھے گا تو کون ہے وہ جہنمی کہے گا تو مجھے نہیں جانتا میں نے فلاں وقت دنیا میں تجھے پانی پلایا تھا۔ دوسری حدیث میں گزرا کہ قیامت کے دن جب جنتی اور جہنمی لوگوں صفیں لگ جائینگی تو جہنمی صفوں میں سے ایک شخص کی نظر جنتی صفوں میں سے ایک شخص پر پڑے گی اور وہ یاد دلائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے ساتھ فلاں احسان کیا تھا اس پر وہ شخص اس کا ہاتھ پکڑ کر حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں لے جائے گا اور عرض کرے گا یا اللہ اس کا مجھ پر فلاں احسان ہے حق تعالیٰ شانہ کی رحمت سے اس کو بخش دیا جائے گا۔ ایک اور حدیث میں گذرا کہ قیامت کے دن اعلان ہوگا کہ امت محمدیہ کے فقیر لوگ کہاں ہیں اٹھو اور لوگوں کو میدان قیامت میں سے تلاش کرو جس شخص نے میرے لئے تم میں سے کسی کو ایک لقمہ دیا ہو میرے لئے ایک گھونٹ بھی پانی پلایا ہو یا نیا پُرانا کپڑا دیا ہو اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں

داخل کر دو۔ سا س پر فقراء امت اٹھیں گے اور ان کو چن چن کر جنت میں داخل کر دیں گے،
ایک اور حدیث میں گزرا کہ قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہاں ہیں وہ
لوگ جنہوں نے فقیروں کا اور مسکینوں کا اکرام کیا۔ آج تم جنت میں ایسی طرح داخل ہو جاؤ کہ نہ
تم پر کسی قسم کا خوف ہو اور نہ تم غمگین ہو گے۔ اس قسم کے مضامین کی کئی روایتیں اس جگہ گزر چکی ہیں
اسی فصل کی حدیث نمبر ۱۳ کے ذیل میں گزرا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان سے کسی مصیبت کو زائل کرتا
ہے حق تعالیٰ شانہ قیامت کے مصائب میں سے اس کی کوئی مصیبت زائل فرما دیں گے اور
جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے

حدیث نمبر ۱۴ کے ذیل میں گذرا کہ جو شخص اپنے مضطر بھائی کی مدد کرے حق تعالیٰ شانہ
اس کو اس دن ثابت قدم رکھیں گے جس دن پہاڑ بھی اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکیں گے (یعنی قیامت کے دن)
پہلی فصل کی آیات میں نمبر ۲۷ پر قرآن پاک کی طویل آیت گزر چکی کہ وہ لوگ حق تعالیٰ
شانہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں یتیم کو اور مسکین کو اور (کافر) قیدیوں کو اور کہتے ہیں کہ ہم تم کو محض
اللہ کے واسطے کھلاتے ہیں نہ تو ہم تم سے اس کا بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ بلکہ ہم کو اپنے رب کی
کی طرف سے ایک نہایت تلخ اور سخت (قیامت کے) دن کا خوف ہے پس اللہ جل شانہ ان کو
اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور ان کو سرور اور تازگی عطا فرمائے گا۔ غرض اس فصل میں کثرت
سے اس قسم کے مضامین گزر چکے ہیں کہ قیامت کے دن کی سختی سے بچاؤ کے لئے صدقہ کی
کثرت نہایت مفید ہے اور اس آیت شریفہ میں تو گویا خود حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اس
کا وعدہ بھی ہو گیا پھر اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے۔

ساتویں فصل

میں زاہدوں اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والوں کے کچھ واقعات بھی نمونہ کے طور پر پیش
کرنے ہیں جن لوگوں نے دنیا اور آخرت کی حقیقت کو سمجھ لیا۔ انہوں نے اس دھوکے کے گھر
سے کیسی بے رغبتی برتی اور آخرت کے لئے کیا کچھ جمع کر لیا زہد اور سخاوت مفہوم اور صورت
عمل کے لحاظ سے دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ لیکن مآل کے اعتبار سے قریب قریب ہیں

اس لئے کہ زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی جس شخص میں ہوگی سخاوت اُس کے لئے لازم ہے جب اس کو اس کے رکھنے کی رغبت ہی نہیں موجود ہونے کی صورت میں وہ لامحالہ سخاوت ہی کرے گا۔ اسیطرح سے سخاوت وہی شخص کر سکتا ہے جس کو مال کی محبت نہ ہو اور جتنی زیادہ محبت مال کی ہوگی اتنا ہی بخل اسمیں کرے گا اس لئے اس فصل میں دونوں قسم کے واقعات کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا اور اسی لئے اس رسالہ میں جو فضائل صدقات میں تھا زہد کی روایات اور آیات بھی ذکر کی گئیں کہ دنیا سے بے رغبتی پیدا کرنا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا زینہ ہے اور جب تک اس گندگی سے طبیعت کو محبت اور انس رہے گا کبھی خرچ کرنے کو طبیعت نہ ابھرے گی اگر اپنا دل بھی کسی وقت چاہے گا تو طبیعت خرچ پر آمادہ نہ ہوگی۔ اسی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہترین مثال سے ظاہر فرمایا ہے

ارشاد عالی ہے کہ بخیل کی اور صدقہ کرنے والے کی جس کی عادت کثرت سے صدقہ کی ہو ایسی مثال ہے جیسا کہ دو آدمی ہوں ان کے اوپر لوہے کی زرہیں اس طرح لپٹی ہوئی ہوں کہ ان دونوں کے ہاتھ بھی زرہوں کے اندر ہی سینہ پر چمٹے ہوئے ہوں زرہ سے باہر نکلے ہوئے نہ ہوں پس صدقہ والا یعنی سخی شخص جو صدقہ کرنے کا عادی ہے جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ خود بخود کھلتی چلی جاتی ہے (اور ہاتھ بے تکلف فوراً زرہ سے باہر آجاتا ہے) اور بخیل جب ارادہ کسی صدقہ کا کرتا ہے تو وہ زرہ اور زیادہ سکڑ جاتی ہے جس سے ہاتھ اپنی جگہ سے جنبش ہی نہیں کر سکتا (مشکوٰۃ) مطلب یہ ہے کہ سخی جب خرچ کا ارادہ کرتا تو اس کا دل اس کے لئے فراخ ہو جاتا ہے جس سے وہ بے تکلف خرچ کرتا ہے اور بخیل اگر کہے سنے یا کسی اور وجہ سے کسی وقت ارادہ بھی کر لیتا ہے تو اندر سے کوئی چیز اس طرح اس کو کھینچتی ہے جیسا کہ لوہے کی زرہ نے اس کے ہاتھ باندھ دیئے ہوں کہ ہاتھوں کو زور سے زرہ کے اندر سے نکالنا بھی چاہتا ہے یعنی دل کو بار بار سمجھاتا ہے مگر وہ مانتا ہی نہیں ہاتھ اٹھتا ہی نہیں بہت ہی صحیح اور سچی مثال ہے۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ بخیل آدمی خرچ کرنا بھی چاہتا ہے تو ہاتھ نہیں اٹھتا کہیں دس روپیہ خرچ کرنے کا موقع ہوگا تو وہ دس پیسے بھی مشکل سے نکالے گا۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی پوری زندگی کے واقعات اس کثرت سے اس چیز کی مثالیں ہیں کہ ان کا احاطہ بھی دشوار ہے۔ غزوۂ تبوک کے وقت جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ کی تحریک فرمائی اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا اس وقت جو کچھ گھر میں رکھا تھا، سب کچھ جمع کر کے حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دینا مشہور واقعہ ہے اور جب حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ ابوبکر گھر میں کیا چھوڑا تو آپ نے فرمایا اللہ اور اس کا رسولؐ (یعنی ان کی خوشنودی کا ذخیرہ) گھر میں موجود ہے۔ حکایات صحابہ میں یہ قصہ مفصل ذکر کیا گیا ہے اور اس نوع کے متعدد واقعات حکایات صحابہ میں بھی لکھ چکا ہوں وہاں دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ ایثار ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا انہیں حضرات کا حصہ تھا کہ اس کا کچھ بھی شائبہ ہم لوگوں کو مل جائے تو نہ معلوم ہم اس کو کیا سمجھیں لیکن ان حضرات کے یہاں یہ روزمرہ کے معمولی واقعات تھے۔ بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے متعلق اس سے بڑھ کر کیا وضاحت ہو سکتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے قرآنِ پاک میں تعریف کے موقع پر فرمایا وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الآیہ (واللیل) اور اس (آگ سے) وہ شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال اس غرض سے (اللہ کے راستہ) میں دیتا ہے کہ پاک ہو جائے اور بجز اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے (کوئی) اور اس کی غرض نہیں ہے اور کسی کا اس کے ذمہ کوئی احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا مقصود ہو (اس میں نہایت ہی مبالغہ اخلاص کا ہے کیونکہ کسی کے احسان کا بدلہ اتارنا بھی مطلوب اور مندوب ہے مگر فضیلت میں احسان ابتدائی کے برابر نہیں (بیان القرآن) ابن جوزی کہتے ہیں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت شریفہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی شان میں نازل ہوئی۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکرؓ کے مال نے دیا۔ حضورؐ کا یہ ارشاد سن کر حضرت ابوبکر رضؓ رونے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اور میرا مال آپ کے سوا کسی اور کا ہے حضورؐ کا یہ ارشاد بہت سے صحابہ کرامؓ سے بہت سی روایات میں نقل کیا گیا۔ سعید بن المسیب کی روایت میں اسکے بعد یہ بھی ہے کہ حضورؐ حضرت ابوبکر رضؓ کے مال میں اسی طرح تصرف فرماتے تھے جس طرح اپنے مال میں فرماتے تھے حضرت عروہ کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ مسلمان ہوئے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے جو سب حضورؐ کے اوپر خرچ کر دیئے

(یعنی حضورؐ کی خوشنودی میں) ایک اور حدیث میں ہے کہ اسلام لانے کے وقت چالیس ہزار درہم تھے اور ہجرت کے وقت پانچ ہزار رہ گئے تھے۔ یہ ساری رقم غلاموں کو آزاد کرنے میں (جن کو اسلام لانے کے جرم میں عذاب دیا جاتا تھا) اور اسلام کے دوسرے کاموں میں خرچ کی گئی۔

(تاریخ الخلفاء)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ضعیف ضعیف غلاموں کو خرید کر آزاد کیا کرتے تھے ان کے والد ابوقحافہ نے فرمایا کہ اگر تمہیں غلام ہی آزاد کرنے ہیں تو قوی قوی غلاموں کو خرید کر آزاد کیا کرو وہ تمہاری مدد بھی کر سکیں وقت پر کام بھی آسکیں حضرت ابوبکرؓ نے نے فرمایا کہ (میں اپنے لئے آزاد نہیں کرتا ہیں تو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے آزاد کرتا ہوں (در منثور) اور حق تعالیٰ شانہ کے یہاں ضعیف کمزور کی مدد کا جتنا اجر ہے وہ قوی کی مدد سے بہت زیادہ ہے۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا مجھ پر احسان ہو اور میں نے اُس کے احسان کا بدلہ نہ دیا ہو مگر ابوبکرؓ کا احسان میرے ذمہ ہے (جس کا بدلہ میں نہیں دے سکا) حق تعالیٰ شانہ خود ہی قیامت کے دن اس کے احسان کا بدلہ عطا فرمائیں گے۔ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر رضؓ کے مال نے نفع دیا۔ (تاریخ الخلفاءؔ)

(۲) حضرت امام حسن رضؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور اپنی حاجت پیش کر کے کچھ مدد چاہی اور سوال کیا آپ نے فرمایا تیرے سوال کی وجہ سے جو مجھ پر حق ہو گیا ہے وہ میری نگاہ میں بہت اونچا ہے اور تیری جو مدد مجھے کرنا چاہیئے وہ میرے نزدیک بہت زیادہ مقدار ہے اور میری مالی حالت اس مقدار کے پیش کرنے سے عاجز ہے جو تیری شان کے مناسب ہو اور اللہ کے راستہ میں تو آدمی جتنا بھی زیادہ سے زیادہ خرچ کرے وہ کم ہی ہے لیکن میں کیا کروں میرے پاس اتنی مقدار نہیں ہے جو تیرے سوال کے شکر کے مناسب ہو اگر تو اس کے لئے تیار ہو کہ جو میرے پاس موجود ہے اس کو تو خوشی سے قبول کر لے اور مجھے اس پر مجبور نہ کرے کہ میں اس مقدار کو کہیں سے حاصل کروں جو تیرے مرتبہ کے مناسب ہو اور تیرا جو حق مجھ پر واجب ہو گیا ہے اس کو پورا کر سکے تو میں بخوشی حاضر ہوں۔ اس سائل نے کہا اے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بیٹے میں جو کچھ

آپ دیں گے اسی کو قبول کروں اور اس پر شکر گزار ہوں گا اور اس سے زیادہ نہ کرنے میں آپکو معذور سمجھوں گا۔ اس پر حضرت حسن رضؓ نے اپنے خزانچی سے فرمایا کہ ان تین لاکھ درہموں میں سے (جو تمہارے پاس رکھوائے تھے) جو بچے ہوں لے آؤ۔ وہ پچاس ہزار درہم لائے (کہ اس کے علاوہ سب خرچ کر چکے تھے) حضرت حسن رضؓ نے فرمایا کہ پانسو دینار (اشرفیاں) اور بھی تو کہیں تھے۔ خزانچی نے عرض کیا کہ وہ بھی موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ بھی لے آؤ۔ جب یہ سب کچھ آگیا تو اس سائل سے کہا کہ کوئی مزدور لے آ کہ ان کو تمہارے گھر تک پہنچا دے، وہ دو مزدور لے کر آئے۔ حضرت حسن رضؓ نے وہ سب کچھ انکے حوالہ کر دیا اور اپنے بدن مبارک سے چادر اتار کر مرحمت فرمائی کہ ان مزدوروں کی مزدوری بھی تمہارے گھر تک پہنچانے کی میرے ہی ذمہ ہے۔ لہٰذا یہ چادر فروخت کر کے ان کی مزدوری میں دیدینا۔ حضرت حسن رضؓ کے غلاموں نے کہا کہ ہمارے پاس تو اب کھانے کے لئے ایک درہم بھی باقی نہیں رہا۔ آپ نے سب کا سب ہی دے دیا۔ حضرت حسن رضؓ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ شانہ کی ذات سے اس کی قوی امید ہے کہ وہ اپنے فضل سے مجھے اس کا بہت ثواب دے گا (احیاء) سب کچھ دیدینے کے بعد جب کہ اپنے پاس کچھ بھی نہ رہا اور مقدار بھی اتنی زیادہ تھی پھر اس کا قلق اور اس کی ندامت تھی کہ سائل کا حق ادا نہ ہو سکا۔

(۳) بصرہ کے چند قاری حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک پڑوسی ہے جو بہت کثرت سے روزے رکھنے والا ہے بہت زیادہ تہجد پڑھنے والا ہے اس کی عبادت کو دیکھ کر ہم میں سے ہر شخص رشک کرتا ہے اور اس کی تمنا کرتا ہے کہ اس کی سی عبادت ہم بھی کیا کریں اس نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا لیکن غریب کے پاس جہیز کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ ان حضرات کو لیکر اپنے گھر تشریف لائے اور ایک صندوق کھولا جس میں چھ توڑے (روپیہ یا اشرفی کی تھیلی توڑا کہلاتی ہے) نکالے اور ان حضرات کے حوالہ کر دیئے کہ اس کو دے دیں۔ یہ لیکر چلنے لگے تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ نے ان سے فرمایا کہ ہم لوگوں نے اس کے ساتھ انصاف کا برتاؤ نہیں کیا یہ مال اس کے حوالہ اگر کر دیا جائے گا تو اس غریب کو بڑی دقت ہوگی وہ اس جہیز کے انتظام کے جھگڑے میں لگ جائے گا جس سے اس کو مشغولی بڑھ جائے گی اس کی عبادت میں حرج ہوگا اس

دنیا کمبخت کا ایسا درجہ نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ایک عبادت گزار مومن کا حرج کیا جائے ہماری اس میں کیا شان گھٹ جائے کہ ایک دیندار کی خدمت ہم ہی کر دیں۔ لہٰذا اس مال سے شادی کا سارا انتظام ہم سب مل کر کر دیں اور سامان تیار کر کے اس کے حوالہ کر دیں۔ وہ حضرات بھی اس پر راضی ہو گئے اور سارا سامان اس رقم سے مکمل تیار کر کے اس فقیر کے حوالہ کر دیا گیا۔)

(۴) ابو الحسن مدائنی کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن امام حسین اور حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ان کے سامان کے اونٹ ان سے جدا ہو گئے یہ بھوک پیاسے چل رہے تھے۔ ایک خیمہ پر ان کا گذر ہوا اس میں ایک بوڑھی عورت تھی ان حضرات نے اس سے پوچھا کہ ہمارے پینے کو کوئی چیز (پانی یا دودھ لسی وغیرہ) تمہارے پاس موجود ہے اس نے کہا ہے۔ یہ لوگ اپنی اونٹنیوں پر سے اترے اس بڑھیا کے پاس ایک بہت معمولی سی بکری تھی۔ اس کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا کہ اس کا دودھ نکال لو اور اسکو تھوڑا تھوڑا پی لو۔ ان حضرات نے اس کا دودھ نکالا اور پی لیا۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کوئی کھانے کی چیز بھی ہے۔ اس بڑھیا نے کہا کہ یہی بکری ہے۔ اس کو تم میں سے کوئی ذبح کر لے تو میں پکا دوں گی۔ انھوں نے اُس کو ذبح کیا اُس نے پکایا۔ یہ حضرات کھا پی کر جب شام کو چلنے لگے تو انھوں نے اُس بڑھیا سے کہا کہ ہم ہاشمی لوگ ہیں اس وقت حج کے ارادہ سے جا رہے ہیں اگر ہم زندہ سلامت واپس مدینہ پہنچ جائیں تو ہمارے پاس آنا۔ تیرے اس احسان کا بدلہ دیں گے۔ یہ حضرات تو فرما کر چلے گئے شام کو جب اس کا خاوند کہیں (جنگل وغیرہ سے) آیا تو اس بڑھیا نے ہاشمی لوگوں کا قصہ سنایا۔ وہ بہت خفا ہوا کہ تو نے اجنبی لوگوں کے واسطے بکری ذبح کر ڈالی معلوم نہیں کون تھے کون نہیں تھے پھر کہتی ہے کہ ہاشمی تھے۔ غرض وہ خفا ہو کر چپ ہو گیا۔ کچھ زمانہ کے بعد ان دونوں میاں بیوی کو غربت نے جب بہت ستلیا تو یہ محنت مزدوری کی نیت سے مدینہ منورہ گئے۔ دن بھر مینگنیاں چنا کرتے اور ان کو بیچ کر گذر کیا کرتے۔ ایک دن وہ بڑھیا مینگنیاں چن رہی تھی حضرت حسنؓ اپنے دروازہ کے آگے تشریف رکھتے تھے۔ جب یہ وہاں کو گذری تو اس کو دیکھ کر حضرت حسنؓ نے اسکو پہچان لیا اور اپنے غلام کو بھیج کر اس کو اپنے پاس بلوایا اور فرمایا کہ اللہ کی بندی تو مجھے بھی پہچانتی

ہے۔ اُس نے کہا میں نے تو نہیں پہچانا آپ نے فرمایا کہ میں تیرا وہی مہمان ہوں دودھ اور بکری والا۔ بڑھیا نے پھر بھی نہ پہچانا اور کہا کیا خدا کی قسم تم وہی ہو۔ حضرت حسن رضؓ نے فرمایا میں وہی ہوں اور یہ فرما کر آپ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے ایک ہزار بکریاں خرید دی جائیں۔ چنانچہ فوراً خریدی گئیں اور ان بکریوں کے علاوہ ایک ہزار دینار (اشرفیاں) نقد بھی عطا فرمائے اور اپنے غلام کے ساتھ اس بڑھیا کو چھوٹے بھائی حضرت حسین رضؓ کے پاس بھیج دیا حضرت حسین رضؓ نے دریافت فرمایا کہ بھائی نے کیا بدلہ عطا فرمایا۔ اس نے کہا ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار۔ یہ سن کر اتنی ہی مقدار دونوں چیزوں کی حضرت حسین رضؓ نے عطا فرمائی اس کے بعد اسکو حضرت عبداللہ بن جعفر رضؓ کے پاس بھیجدیا اُنہوں نے تحقیق فرمایا کہ ان دونوں حضرات نے کیا کیا مرحمت فرمایا اور جب معلوم ہوا کہ یہ مقدار ہے تو اُنھوں نے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار عطا فرمائے اور یہ فرمایا کہ اگر تو پہلے مجھ سے مل لیتی تو میں اس سے بہت زیادہ دیتا۔ یہ بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار (اشرفیاں) لے کر خاوند کے پاس پہنچی کہ یہ اس ضعیف اور کمزور بکری کا بدلہ ہے۔ (احیاء)

(۵) عبداللہ بن عامر بن کریز رضؓ حضرت رضؓ کے چچازاد بھائی ایک مرتبہ (غالباً رات کا وقت ہوگا) مسجد سے باہر آئے اپنے مکان تنہا جارہے تھے راستہ میں ایک نوجوان لڑکا نظر پڑا وہ ان کے ساتھ ہولیا اُنھوں نے فرمایا کہ تمہیں کچھ کہنا ہے۔ اس نے عرض کیا جناب کی صلاح وفلاح کا متمنی ہوں کچھ عرض کرنا نہیں ہے میں نے جناب کو تنہا اس وقت جاتے دیکھا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ تنہائی سے کوئی تکلیف نہ پہنچے اس لیے جناب کی حفاظت کے خیال سے ساتھ ہولیا۔ خدا نہ کرے کہ راستہ میں کوئی ناگوار بات پیش آجائے۔ حضرت عبداللہ بن عامر اس نوجوان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر تک ساتھ لے گئے اور وہاں پہنچ کر ایک ہزار دینار (اشرفیاں) اس کو مرحمت فرمائیں کہ اس کو اپنے کام میں لے آنا تمھارے بڑوں نے تمہیں بہت اچھی تربیت دی ہے (احیاء)

(۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے مکان میں ایک کھجور کا درخت کھڑا تھا جس کی شاخ پڑوسی کے مکان پر بھی لٹک رہی تھی وہ پڑوسی غریب آدمی تھا۔ جب یہ شخص اپنے درخت پر کھجوریں توڑنے کے لئے چڑھتا تو حرکت سے کچھ کھجوریں پڑوسی کے مکان میں بھی

گر جایا کرتیں جن کو اس کے غریب بچے اُٹھالیا کرتے۔ یہ شخص درخت پر سے اترتا اور پڑوسی کے مکان پر جاکر ان بچوں کے ہاتھ میں سے کھجوریں چھین لیتا حتی کہ ان کے منہ میں سے بھی انگلی ڈال کر نکال لیتا۔ اس فقیر نے حضورؐ سے اس کی شکایت کی حضورؐ نے سن کر فرمایا کہ اچھا جاؤ۔ اس کے بعد کھجور کے مالک سے حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارا فلاں کھجور کا درخت جو فلاں شخص کے گھر میں جھک رہا ہے وہ تم مجھے اس وعدہ پر دیتے ہو کہ تمہیں اُس کے بدلہ میں جنت میں کھجور کا درخت مل جائے۔ اس نے عرض کیا کہ حضور اس کے اور لوگ بھی خریدار ہوئے اور میرے پاس اور بھی درخت ہیں۔ مگر اس کی کھجوریں مجھے بہت پسند ہیں اس لئے میں نے فروخت نہیں کیا اور یہ کہہ کر اس کے دینے سے عذر کر دیا۔ (مالک تو بہر حال وہی تھا حضورؐ نے یہ سن کر سکوت فرمایا) ایک تیسرے صاحب بھی اس گفتگو کو سن رہے تھے۔ اُنہوں نے اس کے جانے کے بعد حضورؐ سے عرض کیا کہ اگر وہ درخت میں لے کر پیش کردوں تو میرے لئے بھی وہی وعدہ جنت میں کھجور کے درخت کا ہے جو حضورؐ نے اُس سے فرمایا تھا حضورؐ نے فرمایا تم سے بھی وہی وعدہ ہے۔ یہ صاحب اٹھے اور اس مالک درخت کے پاس جاکر کہا کہ میرے پاس بھی کھجور کا باغ ہے تم اپنے اس درخت کو کسی قیمت پر بیچ سکتے ہو۔ اس نے کہا حضورؐ نے مجھ سے جنت میں درخت کا وعدہ کیا تھا۔ میں نے اس پر بھی نہ دیا یہ درخت مجھے بہت پسند ہے میں اس کو بیچ تو سکتا ہوں۔ مگر جتنی قیمت میں چاہتا ہوں اتنی کوئی دے گا نہیں۔ اُس نے پوچھا کہ کتنی قیمت چاہیئے اس نے کہا کہ چالیس درختوں کے بدلہ میں بیچ سکتا ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ ایک ٹیڑھے درخت کی قیمت چالیس درخت بہت زیادہ ہے اچھا اگر میں چالیس درخت اس کے بدلہ میں دوں تو تو بیچ دیگا صاحب درخت نے کہا کہ اگر تو اپنی بات میں سچا ہے تو قسم کھا کہ میں نے چالیس درخت ایک درخت کے بدلہ میں دیدیئے۔ ان صاحب نے قسم کھالی کہ میں نے چالیس درخت اس ٹیڑھے درخت کے بدلہ میں دیدیئے۔ اس کے بعد وہ صاحبِ درخت پھر گیا کہ میں فروخت نہیں کرتا ان صاحب نے کہا کہ اب تو ہرگز انکار نہیں کر سکتا تیرے کہنے پر میں نے قسم کھائی ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا اس شرط پر کہ سب کے سب ایک ہی جگہ ہوں۔ اُنھوں نے تھوڑی دیر سوچ کر اس کا بھی وعدہ کرلیا کہ سب ایک ہی جگہ ہوں گے۔ بات پختہ کرکے یہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حضورؐ

وہ درخت میں نے خرید لیا وہ حضورؐ کی نذر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس فقیر کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اور وہ درخت اس فقیر کو مرحمت فرما دیا۔ اس کے بعد سورۂ واللیل نازل ہوئی (در منثور)

(۷) ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر دو شعر پڑھے۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ احسان اور حسنِ سلوک اس وقت احسان ہے جب کہ وہ اس کے اہل اور قابل لوگوں پر کیا جائے نالائقوں پر احسان کرنا نامناسب ہے پس اگر تو کسی پر احسان کیا کرے تو یا تو خالص اللہ کے واسطے صدقہ ہو (کہ اسمیں اہلیت کی شرط نہیں کافروں اور جانوروں پر بھی کیا جاتا ہے) یا پھر اہل قرابت پر کیا کر (کہ ان کا حق قرابت ان کی اہلیت پر غالب ہے) اور اگر یہ دونوں باتیں کسی جگہ نہ ہوں تو نالائق پر احسان نہیں کرنا چاہیئے (ان شعروں میں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ہی کی طرف اشارہ تھا کہ ان کی سخاوت اور بخشش ایسی عام تھی کہ ہر کس و ناکس پر بارش کی طرح برستی تھی) حضرت عبداللہ بن جعفر رضؓ نے یہ شعر سن کر فرمایا کہ یہ شعر آدمی کو بخیل بناتے ہیں میں تو اپنے احسان کو بارش کی طرح برساؤں گا۔ اگر وہ کریم اور قابل لوگوں تک پہنچ جائے تو وہ یقیناً اسی کے مستحق ہیں کہ ان پر احسان کیا جائے اور اگر نااہلوں تک پہنچے تو میں اسی قابل ہوں کہ میرا مال نااہلوں کے پاس ہی جائے (احیاء) یہ تواضع کے طور پر فرمایا کہ میں بھی نااہل اس لئے میرا مال بھی ناکارہ ہے اس لئے ناکاروں ہی کے پاس جانا چاہیئے۔

(۸) محمد بن منکدر ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی سخت حاجت کا اظہار کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ میرے پاس اس وقت بالکل کچھ نہیں ہے اگر میرے پاس دس ہزار بھی ہوتے تو سب کے سب تمہیں دے دیتی۔ مگر اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے وہ واپس چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد خالد بن اسد کے پاس سے دس ہزار کا ہدیہ حضرت عائشہ رضؓ کی خدمت میں پہنچا فرمانے لگیں کہ میری بات کا بہت جلد امتحان لیا گیا۔ جب ہی ابن المنکدر کے پاس آدمی بھیجا اور ان کو بلا کر وہ ساری رقم ان کے حوالہ کر دی جس میں سے ایک ہزار میں اُنھوں نے ایک باندی خریدی جس کے پیٹ سے تین لڑکے پیدا ہوئے محمد، ابوبکر، عمر تینوں کے تینوں مدینہ منورہ کے عابد لوگوں میں شمار ہوتے تھے (تہذیب التہذیب)

کیا ان تینوں کی عبادت میں حضرت عائشہ کا حصہ نہ ہوگا کہ وہی ان کے وجود کا سبب ہوئیں۔ حضرت عائشہ کی سخاوت کے واقعات ان کے ابا جان رضی اللہ عنہا کی طرح سے احاطہ سے باہر ہیں۔ ایک قصہ حکایات صحابہ میں بھی لکھ چکا ہوں کہ دو گونوں درہم کی بائیں اور یہ بھی یاد نہ آیا کہ میرا روزہ ہے اور افطار کے لئے ایک درہم کا گوشت ہی منگالوں۔ ان دونوں گونوں میں ایک لاکھ سے زیادہ درہم تھے اور اسی قسم کا ایک اور قصہ بھی روایت میں ہے جس میں ایک لاکھ اسی ہزار درہم بتائے جاتے ہیں۔ تمیم بن عروہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے والد کی خالہ حضرت عائشہ کو دیکھا کہ انھوں نے ستر ہزار درہم تقسیم کئے اور خود پیوند لگا ہوا کرتہ پہن رہی تھیں (اتحاف)

(۹) ابان بن عثمان کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضہ کو پریشان اور ذلیل کرنے کے لئے یہ حرکت کی کہ قریش کے سرداروں کے پاس جاکر یہ کہا کہ ابن عباس رضہ نے کل صبح کو آپ کی کھانے کی دعوت کی ہے۔ سب جگہ یہ پیام پہنچاتا ہوا پھر گیا۔ جب صبح کو کھانے کا وقت ہوا تو حضرت ابن عباس کے گھر اتنا مجمع اکٹھا ہو گیا کہ گھر بھر گیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ صورت پیش آئی۔ حضرت ابن عباس رضہ نے ان سب کو بٹھایا اور بازار سے پھلوں کے ٹوکرے منگا کر ان کے سامنے رکھے کہ اس سے شغل کریں اور بات چیت شروع کردی اور بہت سے باورچیوں کو حکم دے دیا کہ کھانا تیار کیا جائے۔ اتنے وہ حضرات پھلوں کے کھانے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ کھانا تیار ہو گیا۔ سب نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد حضرت ابن عباس رضہ نے اپنے خزانچیوں سے پوچھا کیا اتنی گنجائش ہے کہ ہم اس دعوت کے سلسلہ کو روزانہ جاری رکھ سکیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ اس مجمع کی روزانہ صبح کو ہمارے یہاں دعوت ہے روز آجایا کریں (اتحاف)

یہ زمانہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوپر فتوحات کی کثرت کا تھا۔ مگر ان حضرات کے سخاوت کے زور سے مال اس طرح جلد ختم ہو جاتا تھا جیسا کہ پانی چھلنی میں بھرا اور ختم ہوا۔ اس لئے جب ہوتا تھا تو خوب ہوتا تھا اور جب وہ ختم ہو جاتا تھا تو اپنے پاس کھانے کو ایک درم بھی نہ رہتا تھا۔ نہ جمع کرنے کا ان کا دستور تھا نہ اپنے لئے علیحدہ کر کے رکھنا جانتے تھے کہ کس جانور کا نام ہے۔ لاکھوں کی مقدار آتی تھی اور منٹوں میں تقسیم ہو جاتی تھی۔

(۱۰) واقدی کہتے ہیں کہ میرے دو دوست تھے ایک ہاشمی اور ایک غیر ہاشمی ہم تینوں میں ایسے گہرے تعلقات تھے کہ ایک جان تین قالب تھے۔ میرے اوپر سخت تنگی تھی۔ عید کا دن آگیا۔ بیوی نے کہا ہم تو ہر حال میں صبر کر لیں گے۔ مگر عید قریب آگئی۔ بچوں کے رونے اور ضد کرنے نے میرے دل کے ٹکڑے کر دیئے یہ محلہ کے بچوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ عمدہ عمدہ لباس اور سامان عید کے لئے خرید رہے ہیں اور یہ پھٹے پرانے کپڑوں میں پھر رہے ہیں اگر کہیں سے تم کچھ لا سکتے ہو تو لا دو ان بچوں کے حال پر بہت ترس آتا ہے۔ میں انکے کپڑے بھی بنا دوں۔ میں نے بیوی کی یہ بات سن کر اپنے ہاشمی دوست کو پرچہ لکھا اسمیں صورت حال ظاہر کی اس کے جواب میں اُس نے سر بمہر ایک تھیلی میرے پاس بھیجی اور کہا کہ اس میں ایک ہزار درم ہیں تم ان کو خرچ کر لو میرا دل اُس تھیلی سے ٹھنڈا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ میرے دوسرے دوست کا پرچہ میرے پاس اسی قسم کے مضمون کا جو میں نے اپنے ہاشمی دوست کو لکھا تھا آگیا میں نے وہ تھیلی سر بمہر اس کے پاس بھیجدی اور بیوی کی شرم میں گھر میں جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ مسجد میں چلا گیا اور دو دن رات مسجد ہی میں رہا شرم کی وجہ سے گھر نہ جا سکا۔ تیسرے دن میں گھر گیا اور بیوی سے سارا قصہ سنا دیا۔ اس کو ذرا بھی ناگوار نہ ہوا۔ نہ اُس نے کوئی حرف شکایت کا مجھ سے کہا بلکہ میرے اس فعل کو پسند کیا اور کہا کہ تم نے بہت اچھا کیا میں بات ہی کر رہا تھا کہ میرا وہ ہاشمی دوست وہی سر بمہر تھیلی ہاتھ میں لئے ہوئے آیا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ سچ سچ بتاؤ اس تھیلی کا کیا قصہ ہوا میں نے اس کو واقعہ سنا دیا۔ اس کے بعد اس ہاشمی نے کہا کہ جب تیرا پرچہ پہنچا تو میرے پاس اس تھیلی کے سوا کوئی چیز بالکل نہ تھی میں نے یہ تھیلی تیرے پاس بھیجدی۔ اس کے بعد میں نے تیسرے دوست کو پرچہ لکھا تو اس نے جواب میں یہی تھیلی میرے پاس بھیجی اس پر مجھے تعجب ہوا کہ یہ تو میں تیرے پاس بھیج چکا تھا۔ یہ اس تیسرے دوست کے پاس کیسے پہنچ گئی اس لئے میں تحقیق کے واسطے آیا تھا۔ واقدی کہتے ہیں کہ ہم نے اس تھیلی میں سے سو درم تو اس عورت کو دیدیئے اور نو سو درم ہم تینوں نے آپس میں بانٹ لئے۔

اس واقعہ کی کسی طرح مامون الرشید کو خبر ہو گئی اس نے مجھے بلایا اور مجھ سے سارا قصہ سنا اُس کے بعد مامون الرشید نے سات ہزار درم دیئے۔ دو دو ہزار درم تینوں کو اور ایک ہزار

(عورت کو اتحاف)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے ایک باغ پر گزرے۔ اس باغ میں ایک حبشی غلام باغ کا رکھوالی تھا وہ روٹی کھا رہا تھا اور ایک کتا اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ جب وہ ایک لقمہ بنا کر اپنے منہ میں رکھتا تو ویسا ہی ایک لقمہ بنا کر اس کتے کے سامنے ڈالتا، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اس منظر کو کھڑے دیکھتے رہے۔ جب وہ غلام کھانے سے فارغ ہو چکا تو یہ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اس سے دریافت کیا کہ تم کس کے غلام ہو اس نے کہا کہ میں حضرت عثمان کے وارثوں کا غلام ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے تمہاری ایک عجیب بات دیکھی اس نے عرض کیا آقا تم نے کیا دیکھا۔ فرمانے لگے کہ تم جب ایک لقمہ کھاتے تھے ساتھ ہی ایک لقمہ اس کتے کو دیتے تھے۔ اس نے عرض کیا کہ یہ کتا کئی سال سے میرا ساتھی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ میں کھانے میں بھی اس کو اپنا ساتھی رکھوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کتے کے لئے تو اس سے کم درجہ کی چیز بھی بہت کافی تھی۔ غلام نے عرض کیا مجھے اللہ جل شانہ سے اس کی غیرت آتی ہے کہ میں کھاتا رہوں اور ایک جاندار آنکھ مجھے دیکھتی رہے۔ حضرت ابن جعفرؓ اس سے بات کر کے واپس تشریف لائے اور حضرت عثمان کے وارثوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اپنی ایک غرض لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں انہوں نے کہا کیا ارشاد ہے ضرور فرمادیں، آپ نے فرمایا کہ فلاں باغ میرے ہاتھ فروخت کردو۔ انہوں نے عرض کیا کہ جناب کی خدمت میں وہ ہدیہ ہے اس کو بلا قیمت قبول فرمالیں۔ فرمانے لگے کہ میں بغیر قیمت لینا نہیں چاہتا۔ قیمت طے ہو کر معاملہ طے ہو گیا۔ پھر حضرت ابن جعفر نے فرمایا کہ اس میں جو غلام کام کرتا ہے اس کو بھی لینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے عذر کیا کہ وہ بچپن سے ہمارے ہی پاس پلا ہے اس کی جدائی شاق ہے مگر حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے اصرار پر انہوں نے اس کو بھی ان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ یہ دونوں چیزیں خرید کر اس باغ میں تشریف لے گئے اور اس غلام سے فرمایا کہ میں نے اس باغ کو اور تم کو خرید لیا ہے۔ غلام نے عرض کیا اللہ تعالیٰ شانہ آپ کو یہ خریداری مبارک فرمائے اور برکت عطا فرمائے۔ البتہ مجھے اپنے آقاؤں کی جدائی کا رنج ہے کہ انہوں نے بچپن سے مجھ کو پالا تھا حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے فرمایا کہ میں تم آزاد کرتا ہوں اور یہ باغ تمہاری نذر ہے۔ اس غلام نے عرض

کیا کہ پھر آپ گواہ رہیں کہ یہ باغ میں نے حضرت عثمان کے وارثوں پر وقف کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی اس بات پر اور بھی تعجب ہوا اور اس کو برکت کی دعائیں دے کر واپس آ گیا۔ (مسامرات) یہ تو مسلمانوں کے اسلاف کے غلاموں کے کارنامے تھے۔

(۱۲) نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک دفعہ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جا رہے تھے خدام ساتھ تھے کھانے کا وقت ہو گیا۔ خدام نے دستر خوان بچھایا سب کھانے کے لئے بیٹھے۔ ایک چرواہا بکریاں چراتا ہوا گزرا۔ اس نے سلام کیا۔ حضرت ابن عمر رضؓ نے اس کی کھانے کی تواضع کی اُس نے کہا میرا روزہ ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس قدر سخت گرمی کے زمانہ میں کیسی لُو چل رہی ہے جنگل میں تو روزہ رکھ رہا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ میں اپنے ایام خالیہ کو وصول کر رہا ہوں (یہ قرآن پاک کی ایک آیت شریفہ کی طرف اشارہ تھا۔ جو سورۃ الحاقہ میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جنتی لوگوں کو فرما دیں گے كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ۔ کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ ان اعمال کے بدلہ میں جو تم نے گزرے ہوئے زمانہ میں (دنیا میں) کئے ہیں) اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ نے امتحان کے طور پر اس سے کہا کہ ہم ایک بکری خریدنا چاہتے ہیں اس کی قیمت بتا دو اور لے لو۔ ہم اس کو کاٹیں گے اور تمہیں بھی گوشت دیں گے کہ افطار میں کام دے گا اس نے کہا کہ یہ بکریاں میری نہیں ہیں۔ میں غلام ہوں یہ میرے سردار کی بکریاں ہیں۔ حضرت ابن عمر رضؓ نے فرمایا کہ سردار کو کیا خبر ہو گی۔ اس سے کہہ دینا کہ بھیڑیا کھا گیا۔ اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا فَأَيْنَ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ کہاں چلے جائیں گے (یعنی وہ پاک پروردگار تو دیکھ رہا ہے جب وہ مالک الملک دیکھ رہا ہے تو میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ بھیڑیا کھا گیا) حضرت ابن عمرؓ تعجب اور مزے سے بار بار فرماتے تھے۔ ایک چرواہا کہتا ہے این اللہ این اللہ (اللہ تعالیٰ کہاں چلے جائیں گے اللہ تعالیٰ کہاں چلے جائیں گے) اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ شہر میں واپس تشریف لائے تو اس غلام کے آقا سے اس غلام کو اور بکریوں کو خرید کر غلام کو آزاد کر دیا اور وہ بکریاں اسی کو ہبہ کر دیں (درمنثور)

یہ اُس وقت کے چرواہوں کا حال تھا کہ ان کو جنگل میں بھی یہ فکر تھا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ دیکھ رہے ہیں۔

(۱۳) حضرت سعید بن عامر حضرت عمرؓ کی جانب سے حمص کے حاکم (گورنر) تھے اہل حمص نے حضرت عمرؓ سے ان کی متعدد شکایتیں کیں اور ان کے معزول کرنے کی درخواست کی۔ حضرت رضؓ کو حق تعالیٰ شانہ نے فراست کا خاص حصہ عطا فرمایا تھا جس کی وجہ سے مردم شناسی میں خاص دخل تھا اور اس کا ہزاروں مرتبہ تجربہ بھی ہوچکا تھا اس پر تعجب فرمایا کہ میں نے تو بہت بہتر سمجھ کر تجویز کیا تھا اور اس کی دعا کی کہ یا اللہ میری فراست کو لوگوں کے بارہ میں نااہل نہ فرما کہ اس سے تو سارے ہی محکموں کے آدمیوں میں نااہلوں کے گھس جانے کا اندیشہ ہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت سعید کو طلب کیا اور شکایت کرنے والوں کو بھی بلایا اور ان سے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں کی ان سے کیا کیا شکایتیں کی ہیں انھوں نے تین شکایتیں کی تھیں۔ ایک یہ کہ دن میں بہت دیر سے گھر سے نکلتے ہیں (عدالت میں دیر سے پہنچتے ہیں) دوسرے رات کو اگر کوئی ان کے پاس جائے تو اس وقت اس کی شکایت نہیں سنتے۔ تیسرے ہر مہینہ میں ایک دن تعطیل کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے دونوں فریق کو سامنے کھڑا کیا اور فرمایا کہ نمبروار مطالبات کرو تاکہ ہر شکایت کا علیحدہ علیحدہ جواب لیا جائے۔ ان لوگوں نے کہا کہ صبح کو دیر میں گھر سے نکلتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے جواب طلب کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میری بیوی تنہا کام کرنے والی ہے میں آٹا گوندھتا ہوں روٹی پکاتا ہوں جب روٹی تیار ہوجاتی ہے تو کھانے سے فارغ ہو کر وضو کرکے باہر چلا آتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا دوسرا مطالبہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ رات کو کام نہیں کرتے کوئی جاتا ہے تو اس کی حاجت پوری نہیں ہوتی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کا کیا جواب تمہارے پاس ہے حضرت سعید نے عرض میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ اس کا اظہار کروں میں نے دن اور رات کو تقسیم کر رکھا ہے دن مخلوق کا اور رات خالق کی۔ میں نے رات ساری کی ساری اپنے مولیٰ کو دے رکھی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا تیسرا مطالبہ کیا ہے انہوں نے عرض کیا کہ مہینہ میں ایک دن تعطیل کرتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کا کیا جواب ہے حضرت سعید نے عرض کیا کہ میرے پاس کوئی خادم نہیں ہے۔ میں مہینہ میں ایک دن اپنے کپڑے خود ہی دھوتا ہوں، ان کو خشک کرکے پہننے میں شام ہوجاتی ہے

حضرت عمرؓ نے حق تعالیٰ شانہٗ کا شکر ادا کیا کہ میری فراست غلط نہ ہوئی۔ اس کے بعد ان لوگوں سے فرمایا کہ تم اپنے امیر کی قدر کرو۔ ان سب کے جانے کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت سعید کے پاس ایک ہزار دینار (اشرفیاں) بھیجیں کہ ان کو اپنی ضروریات میں خرچ کریں۔ ان کی بیوی نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے بہت سی ضروریات کا انتظام فرمادیا اب تمہیں خود گھر کے کاروبار کرنے کی احتیاج نہ رہے گی۔ ایک خادم بھی آسانی سے خریدا جاسکتا ہے اور دوسری ضروریات بھی پوری کی جاسکتی ہیں۔ حضرت سعید نے فرمایا کہ یہاں ہم سے بھی زیادہ محتاج اور ضرورت مند لوگ موجود ہیں ان کو ان لوگوں پر نہ خرچ کردیں۔ بیوی نے اس کو خوشی سے قبول فرمالیا۔ انہوں نے اس میں سے چھوٹی چھوٹی تھیلیاں بناکر ایک فلاں مسکین کو ایک فلاں یتیم کو ایک فلاں کو غرض بہت سا حصہ تو اسی وقت تقسیم فرمادیا کچھ بچا تھا۔ اس کو بیوی کے حوالہ کیا کہ تھوڑا تھوڑا خرچ کرتی رہیں۔ بیوی نے کہا کہ اس بچی ہوئی رقم سے ایک غلام خریدلیں گھر کے کاروبار میں تمہیں سہولت ہوجائے گی فرمانے لگے کہ نہیں عنقریب تجھ سے زیادہ حاجت والے تیرے پاس آئیں گے۔ (اشہر)

(۱۴) ایک مرتبہ مصر میں قحط پڑا۔ عبدالحمید بن سعد مصر کے حاکم تھے کہنے لگے کہ میں شیطان کو بتاؤں گا کہ میں اس کا دشمن ہوں اور وہ ایسے وقت میں بہت احتیاط سے خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے) مصر میں جتنے فقراء نادار تھے۔ سب کا کھانا اپنے ذمہ لے لیا کہ جب تک ارزانی ہو ان کا کھانا میرے ذمہ رہے گا چنانچہ ایسا ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ قحط دور ہوگیا بازار کا نرخ ارزاں ہوگیا۔ اس کے بعد یہ معزول کردیئے گئے۔ جب یہ مصر سے رخصت ہونے لگے تو جن تاجروں سے قحط کے زمانہ میں قرض لے کر کھلاتے رہے ان کے دس لاکھ درم ان کے ذمہ قرضہ تھا چونکہ وہاں سے رخصت ہوکر جارہے تھے اس لئے اپنے اہل وعیال کے زیور وغیرہ مانگ کر ان تاجروں کے پاس رہن رکھ گئے جو چیزیں رہن رکھی تھیں ان کی قیمت پچاس کروڑ درم تھے کچھ دن ارادہ کرتے رہے کہ ان کا قرضہ ادا ہوکر زیورات کے رہن کو خلاص کرلیں مگر اتنی رقم مہیا نہ ہوسکی۔ ان تاجروں کو لکھدیا کہ ان زیوروں کو فروخت کرکے اپنا قرضہ وصول کرلیں اور جتنی رقم باقی بچے وہ مصر کے ان اہل ضرورت پر تقسیم کردیں جن کی اس

وقت میں انہوں نے مدد نہیں کی۔ (اتحاف) زیور والیاں بھی تو اسی درد کی پیداوار تھیں۔ ان کو اس میں کیا تامل ہو سکتا تھا کہ ان کا زیور فروخت کر کے فقراء پر تقسیم ہو جائے۔

(۱۵) ابو مرثد ایک مشہور سخی ہیں ان کے پاس ایک شخص آئے اور کچھ اشعار ان کی تعریف میں پڑھے (کریم کی مدح ہمیشہ صورت سوال ہوتی ہی ہے) انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس اس وقت تیرے دینے کے لئے بالکل کچھ نہیں ہے۔ ایک صورت ہو سکتی ہے کہ تو قاضی کے یہاں جاکر مجھ پر دس ہزار کا دعوے کر دے میں قاضی کے سامنے اس کا اقرار کر لوں گا اور آدمی کا کسی سے وعدہ کر لینا قرض ہی جیسا ہے حضور کا پاک ارشاد ہے العدۃ دین وعدہ قرض ہے قاضی تیرے قرضہ میں مجھے قید کر دے گا تو پھر میرے گھر والے مجھے قید میں تو رہنے نہیں دینگے اتنی مقدار جمع کر دیں گے اس نے ایسا ہی کیا یہ قید ہو گئے اور شام تک دس ہزار قاضی صاحب کے حوالہ ہو کر یہ قید سے چھوٹ آئے اور وہ رقم اس شخص کو مل گئی۔ (اتحاف)

(۱۶) عرب کی ایک جماعت ایک مشہور سخی کریم کی قبر کی زیارۃ کو گئی۔ دور کا سفر تھا رات کو وہاں ٹھہرے ان میں سے ایک شخص نے اس قبر والے کو خواب میں دیکھا وہ اس سے کہہ رہا ہے کہ تو اپنے اونٹ کو میرے بختی اونٹ کے بدلہ میں فروخت کرتا ہے (بختی اونٹ اعلیٰ قسم کے اونٹوں میں شمار ہوتا ہے جو اس میت نے ترکہ میں چھوڑا تھا) خواب دیکھنے والے نے خواب ہی میں معاملہ کر لیا وہ صاحب قبر اٹھا اور اس کے اونٹ کو ذبح کر دیا جب یہ اونٹ والا نیند سے اٹھا تو اس کے اونٹ کے خون جاری تھا۔ اس نے اٹھ کر اس کو ذبح کر دیا (کہ اس کی زندگی کی امید نہ رہی تھی) اور گوشت تقسیم کر دیا۔ سب نے پکایا، کھایا۔ یہ لوگ وہاں سے واپس ہو گئے۔ جب اگلی منزل پر پہنچے تو ایک شخص بختی اونٹ پر سوار ملا جو یہ تحقیق کر رہا تھا کہ فلاں نام کا شخص تم میں کوئی ہے۔ اس خواب والے شخص نے کہا کہ یہ میرا نام ہے۔ اس نے پوچھا کہ تو نے فلاں قبر والے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی ہے۔ خواب دیکھنے والے نے اپنا خواب کا قصہ سنایا جو شخص بختی اونٹ پر سوار تھا اس نے کہا کہ وہ میرے باپ کی قبر تھی یہ اس کا بختی اونٹ ہے۔ اس نے مجھے خواب میں کہا ہے کہ اگر تو میری اولاد ہے تو میرا بختی اونٹ فلاں شخص کو دیدے تیرا نام لیا تھا۔ یہ بختی اونٹ تیرے حوالہ ہے۔ یہ کہہ کر وہ اونٹ دیکر چلا گیا (اتحاف)

یہ سخاوت کی حد ہے مرنے کے بعد بھی اپنی قبر پر آنے والوں کی مہمانی میں اپنے اصیل اونٹ کو فروخت کر کے آنے والوں کی مہمانی کی۔ باقی یہ بات کہ مرنے کے بعد اس قسم کا واقعہ کیونکر ہو گیا اس میں کوئی محال چیز نہیں ہے۔ عالم ارواح میں اس قسم کے واقعات ممکن ہیں۔

(۱۷) ایک قریشی سفر میں جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک بیمار فقیر ملا جس کو مصائب نے بالکل ہی عاجز کر رکھا تھا۔ اس نے درخواست کی کہ کچھ مدد میری کرتے جاؤ۔ ان قریشی صاحب نے اپنے غلام سے کہا کہ جو کچھ تمہارے پاس خرچ ہے وہ سب لے آؤ۔ اس غلام نے جو کچھ تھا جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی وہ اس فقیر کی گود میں ڈال دیا۔ وہ فقیر ان کو لے کر ضعف کی وجہ سے اٹھ بھی نہ سکا۔ اس بڑی مقدار کے ملنے پر خوشی میں اس کے آنسو نکل آئے۔ قریشی کو یہ خیال ہوا کہ شاید اس نے اس مقدار کو کم سمجھا اس لئے رو رہا ہے اس سے پوچھا کیا اس وجہ سے رو رہے ہو کہ یہ بہت کم مقدار ہے (مگر میرے پاس اس کے سوا اور کچھ اس وقت ہے نہیں) فقیر نے کہا نہیں اس پر نہیں رو رہا ہوں۔ اس پر رو رہا ہوں کہ تیرے کرم سے کتنی زمین کھا رہی ہے (اتحاف)

جب ایک ناواقف سائل کے سوال پر تیرے کرم کا یہ حال ہے کہ سفر کی حالت میں بھی جو کچھ موجود تھا سب دے دیا تو اس سے حضرت کے کرم کا اندازہ ہو گیا۔

(۱۸) عبداللہ بن عامر بن کریز نے حضرت خالد بن عقبہ اموی سے ان کا مکان اپنی ضرورت سے نوے ہزار درہم میں خریدا جب وہ فروخت ہو گیا اور خالد کے گھر والوں کو اس کی خبر ہوئی تو ان کو رنج اور صدمہ بہت ہوا رات کو کچھ رونے کی آواز ابن عامر کے کان میں پڑی، اپنے گھر کی مستورات سے پوچھا کہ یہ رونے کی آواز کہاں سے آ رہی ہے انہوں نے کہا کہ خالد کے گھر والوں کو اپنے مکان کے فروخت ہونے کا صدمہ ہو رہا ہے۔ اسی وقت ابن عامر نے اپنے غلام کو ان کے پاس بھیجا اور یہ کہلوایا کہ مکان تمہاری نذر ہے اور جو قیمت میں دے چکا ہوں وہ بھی اب واپس نہ ہوگی۔ یہ مکان میری طرف سے تمہاری نذر ہے (اتحاف)

(۱۹) ہارون رشید نے پانسو دینار (اشرفیاں) ایک مرتبہ حضرت امام مالکؒ کی نذر کئے۔ حضرت لیث ابن سعد کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ایک ہزار دینار حضرت امام مالک کے پاس نذرانہ میں بھیجے۔ بادشاہ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ ناراض ہوا کہ تم رعایا ہو کر بادشاہ سے

بڑھنا چاہتے ہو گویا میری توہین مقصود ہے۔ لیث نے کہا امیر المومنین یہ بات نہیں ہے بلکہ آج کل میری روزانہ آمدنی ایک ہزار دینار ہے مجھے غیرت آئی کہ اتنے بڑے جلیل القدر امام کو میں نذرانہ پیش کروں اور اپنی ایک دن سے بھی کم آمدنی دوں۔ حضرت لیث کا مستقل معمول بھی تھا کہ حضرت امام مالک کی خدمت میں سو اشرفی سالانہ نذر پیش کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ بھی نذرانے آتے رہتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ کے فضل سے حضرت امام مالک بسا اوقات مقروض رہتے تھے اور خود یہ حضرت لیث ابن سعد مشہور محدثین اور علماء میں ہیں جن کی روزانہ کی اس وقت آمدنی ایک ہزار دینار (اشرفیاں) تھی مگر عمر بھر میں کبھی ان کے ذمہ زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی مختلف زمانوں میں ان کی آمدنی مختلف رہی تھی اور ایسا ہی ہوا کرتا ہے کہ آمدنی کم و بیش ہوتی رہا کرتی ہے لیکن زکوٰۃ کسی زمانہ میں بھی واجب نہیں ہوئی کہ زکوٰۃ تو جب واجب ہو جب کوئی جمع کر کے رکھے بھی۔ محمد بن رمح کہتے ہیں کہ حضرت لیث کی سالانہ آمدنی ہر سال اسی ہزار دینار تھے مگر اللہ تعالیٰ نے کبھی ان پر ایک درم کی زکوٰۃ بھی واجب نہیں کی۔ خود ان کے بیٹے شعیب کہتے ہیں کہ میرے والد کی آمدنی بیس پچیس ہزار دینار (اشرفیاں) سالانہ تھی مگر وہ ہمیشہ مقروض ہی رہتے تھے۔ (اتحاف) ابتدا میں پچیس ہزار ہوگی جس پر قرضہ ہوتا رہتا تھا اس کے باوجود وہ سب کچھ اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیتے تھے اس وجہ سے اس کا بڑھنا ضروری تھا۔ اس نے کسی وقت میں ایک ہزار روزانہ بھی ہو گیا۔

ایک عورت حضرت لیث کے پاس ایک پیالی لے کر آئی کہ مجھے تھوڑے سے شہد کی ضرورت ہے اگر آپ کے پاس ہو تو مرحمت فرما دیجئے۔ اُنہوں نے ایک مشک شہد کی اس کے حوالہ کر دی۔ کسی نے کہا کہ وہ تو تھوڑا سا مانگتی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اس کا فعل تھا کہ اس نے اپنی حاجت کے بقدر مانگا۔ مجھے اس کے موافق دینا چاہیئے تھا جتنا میرے اللہ نے مجھ پر احسان فرما رکھا ہے۔

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے ان کے ایک باغ کا پھل خریدا اس میں خریداروں کو نقصان ہوا ان کو اطلاع ہوئی۔ اُنہوں نے باغ کی بیع کا معاملہ فسخ کر دیا۔ ان کی قیمت واپس کر دی اور ان کو اپنے پاس سے پچاس دینار (اشرفیاں) نذر کئے۔ کسی نے پوچھا کہ کس

چیز کا تاوان دیا۔ فرمانے لگے کہ ان لوگوں نے میرے باغ سے نفع کی امید باندھی تھی میرا دل چاہا کہ ان کی امید پوری کر دوں۔ (اتحاف)

(۲۰) حضرت اعمش سلیمان بن مہران مشہور محدث ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک بکری تھی وہ بیمار ہو گئی حضرت خیثمہ بن عبدالرحمن روزانہ صبح کو اور شام کو دو وقت اس بکری کی عیادت کرنے میرے پاس تشریف لاتے۔ بکری کا حال پوچھتے اور یہ بھی دریافت کرتے کہ بچوں کو دودھ تو ملتا نہیں ہوگا وہ ضد تو نہیں کرتے، بکری نے کچھ کھایا یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور ہمیشہ چلتے ہوئے جس ٹاٹ پر میں بیٹھا کرتا تھا اُس کے نیچے کچھ ڈال جاتے کہ یہ بچوں کے لئے اُٹھا لینا۔ بکری کی بیماری بیماری کے زمانہ میں تین سو دینار (اشرفیوں) سے زیادہ مجھے ان کے احسان سے ملا مجھے یہ خواہش ہونے لگی کہ یہ بکری بیمار ہی رہے تو اچھا ہے۔ (اتحاف)

(۲۱) عبدالملک بن مروان نے حضرت اسماء بن خارجہ سے پوچھا کہ مجھے تمہاری بعض عادتیں بہت اچھی پہنچی ہیں۔ تم اپنے معمولات مجھے بتاؤ اُنہوں نے عذر کر دیا کہ میری کیا عادت اچھی ہو سکتی ہے دوسروں کی عادتیں بہت بہت اچھی ہیں ان سے دریافت کریں۔ مگر جب انہوں نے اصرار سے قسم دیکر پوچھا تو اُنھوں نے بتایا کہ مجھے تین چیز کا ہمیشہ اہتمام رہا۔ ایک یہ کہ کبھی کسی بیٹھنے والے کی طرف میں نے پاؤں نہیں پھیلایا۔ دوسرے جب میں نے کھانا پکایا اور اس پر لوگوں کو بلایا۔ تو ان کھلانے والوں کا میں نے اپنے اوپر احسان اس سے بہت زیادہ سمجھا جتنا میرا ان پر ہو۔ تیسرے جب مجھ سے کسی ضرورتمند نے کوئی سوال کیا میں نے اس کے دینے میں کسی مقدار کو بھی زائد نہیں سمجھا جو کچھ دیا اس کو ہمیشہ کم ہی سمجھتا رہا۔ (اتحاف)

(۲۲) حضرت سعید بن خالد اموی بہت زیادہ مالدار تھے عرب میں ان کی ثروت ضرب المثل تھی۔ ان کا دستور تھا کہ جب کوئی حاجتمند ان کے پاس آتا تو جو موجود ہوتا اس میں بخل نہ کرتے لیکن اگر کسی وقت کچھ نہ ہوتا تو اس کو ایک اقرار نامہ لکھ دیتے کہ جب میرے پاس کہیں سے کچھ آئیگا دیا میں مر جاؤں تو اس رقعہ کے ذریعہ سے وصول کر لینا۔ (اتحاف)

(۲۳) حضرت قیس بن سعد خزرجی رضؓ ایک مرتبہ بیمار ہوئے اور احباب میں سے کوئی عیادت کو نہ آیا جس پر ان کو تعجب ہوا۔ بالخصوص جن کی آمد و رفت زیادہ تھی۔ صحت کے زمانہ میں اکثر آیا

کرتے تھے مگر کے لوگوں سے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ہر شخص تمہارا مقروض ہے ایسی حالت میں بغیر قرضہ لئے ہوئے آنے سے لوگوں کو شرم آتی ہے۔ فرمانے لگے کہ اس کمبخت مال کا ناس ہو یہ دوستوں کی ملاقات بھی چھڑا دیتا ہے۔ یہ کہہ کر ایک شخص کو بلایا اور اس کے ذریعہ سے شہر میں منادی کرائی کہ قیس کا جس جس کے ذمہ قرضہ ہے وہ قیس نے سب کو معاف کر دیا اس کے بعد جو عیادت کرنے والوں کا ہجوم ہوا تو دروازہ کی دہلیز بھی ٹوٹ گئی (اتحاف)

(۲۴) مصر میں ایک صاحب خیر شخص تھے جو اہل ضرورت اور فقراء کے لیے چندہ کر دیا کرتے تھے۔ جب کسی کو کوئی حاجت پیش آتی وہ ان سے کہتا وہ اہل ثروت لوگوں سے کچھ مانگ کر اس کو دیدیا کرتے۔ ایک فقیر ان کے پاس گیا اور کہا کہ میرے لڑکا پیدا ہوا ہے اور میرے پاس اس کی اصلاح کے انتظام کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ صاحب اٹھے اور لوگوں سے اس کے لئے مانگا لیکن کہیں سے کچھ نہ ملا کہ جو آدمی کثرت سے مانگتا رہتا ہو اس کو ملنا بھی مشکل ہو جاتا ہے یہ سب سے فارغ ہو کر ایک سخی کی قبر پر گئے اور اس کی قبر پر بیٹھ کر یہ سارا قصہ بیان کیا اور وہاں سے اٹھ کر چلے آئے اور واپس آکر اپنے پاس سے ایک دینار نکالا اس کو توڑ کر دو ٹکڑے کئے اور ایک ٹکڑا اپنے پاس رکھ لیا۔ دوسرا اس فقیر کو دیدیا کہ یہ میں قرض دیتا ہوں اس وقت تم اس سے اپنا کام چلاؤ جب تمہارے پاس کہیں سے کچھ آجائے تو میرا قرضہ ادا کر دینا وہ لیکر چلا گیا اور اپنی ضرورت پوری کر لی رات کو ان صاحب دینار نے اس قبر والے کو خواب میں دیکھا وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے تمہاری بات تو ساری سن لی تھی مگر مجھے جواب دینے کی اجازت نہ ہوئی تم میرے گھر والوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ مکان کے فلاں حصہ میں جو چولہا بن رہا ہے اس کے نیچے ایک چینی کا مرتبان گڑ رہا ہے اس میں پانسو اشرفیاں ہیں وہ اس فقیر کو دے دیں۔ یہ صبح اٹھ کر اس کے مکان پر گئے اور گھر والوں سے سارا قصہ اور اپنا خواب بیان کیا۔ انہوں نے اس جگہ کو کھودا اور وہ مرتبان پانسو اشرفیوں کا نکال کر اس کے حوالہ کر دیا۔ اس شخص نے کہا کہ خواب کوئی شرعی چیز نہیں ہے تم لوگ اس مال کے وارث اور مالک ہو۔ اس لئے میں محض اپنے خواب کی وجہ سے اس کو نہیں لیتا۔ مگر ان وارثوں نے اصرار کیا کہ جب وہ مر کر سخاوت کرتا ہے تو بڑی بے غیرتی ہے کہ ہم زندہ سخاوت نہ کریں۔ ان کے اصرار پر اس نے وہ اشرفیاں لے کر اس فقیر کو دیدیں اور سارا قصہ

سنایا۔ اس نے ان میں سے ایک دینار لے کر اس کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک ان صاحب کو اپنے قرضہ کی ادائیگی میں دیا اور دوسرا اپنے پاس رکھ کر کہا کہ میری ضرورت کو تو یہ کافی ہے۔ باقی یہ سب رقم میری ضرورت سے زائد ہے۔ میں اس کو لیکر کیا کروں گا۔ وہ سب فقراء پر تقسیم کردی۔ صاحب اتحاف کہتے ہیں کہ اس قصہ میں غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے۔ میت یا اس کے گھر والے۔ یا یہ نفیر اور ہمارے نزدیک تو یہ فقیر سب سے زیادہ سخی ہے کہ اپنی اس شدت حاجت کے باوجود نصف دینار سے زیادہ لینا پسند نہ کیا۔ (اتحاف)

(۲۵) ابو اسحٰق ابراہیم بن ابی ہلال میر منشی کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ وزیر ابو محمد مہلبی کے پاس بیٹھا تھا دربان نے آکر اطلاع دی کہ سید شریف مرتضیٰ حاضری کی اجازت چاہتے ہیں، وزیر صاحب نے اجازت دیدی اور جب شریف مرتضیٰ اندر آگئے تو وزیر صاحب کھڑے ہوئے اور بڑے اعزاز و اکرام سے ان کو اپنی مسند پر بٹھایا ان سے باتیں کیں اور جب وہ جانے لگے، تو کھڑے ہو کر ان کو رخصت کیا وہ چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ دربان نے آکر اطلاع دی کہ ان کے چھوٹے بھائی سید شریف رضی حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ وزیر صاحب اس وقت کچھ لکھنے میں مشغول ہو گئے تھے اس پرچہ کو جلدی سے ڈال کر اٹھے اور دروازہ تک حیرت زدہ سے ہو کر گئے اور ان کا ہاتھ بڑی تعظیم تکریم سے پکڑا ان کو اپنے ساتھ لا کر اپنی مسند پر بٹھلایا اور خود تواضع سے ان کے سامنے بیٹھے اور بات چیت بڑی توجہ سے کرتے رہے اور جب وہ اٹھ کر جانے لگے تو دروازہ تک ان کو پہنچانے گئے اور واپس آکر اپنی جگہ بیٹھ گئے اس وقت تو وزیر صاحب کے پاس مجمع تھا میری کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی جب مجمع کم ہو گیا تو میں نے وزیر صاحب سے عرض کیا کہ میں ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو تو عرض کروں وزیر نے کہا ضرور اجازت ہے اور غالباً تم یہ پوچھو گے کہ میں نے چھوٹے بھائی کا جتنا اکرام کیا اتنا بڑے کا نہیں کیا۔ حالانکہ وہ علم اور عمر دونوں میں ان سے بڑھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا یہی سوال ہے وزیر نے کہا سنو ہم نے ایک نہر کھودنے کا حکم دیا تھا۔ اس کے قریب شریف مرتضیٰ کی زمین بھی تھی جس کی وجہ سے اس نہر کے مصارف میں سے سولہ درم کے قریب حصہ رسد انکے ذمہ بھی پڑے تھے۔ انہوں نے مجھے کئی مرتبہ پرچہ لکھا کہ اس میں سے کچھ کم کردیا

اتنی ذرا سی رقم کے لئے بار بار وہ مجھ سے سوال کرتے رہے۔ اور سید رضی کے متعلق مجھے ایک دفعہ معلوم ہوا کہ ان کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ میں نے اس کی خوشی میں اور ان کی ضرورت کا خیال کر کے ایک خوانچی میں سو دینار (اشرفیاں) ان کی خدمت میں بھیجے انہوں نے واپس کر دیئے اور یہ کہہ کر بھیجا کہ وزیر صاحب سے (شکریہ کے بعد) کہدیں کہ میں لوگوں کی عطائیں قبول نہیں کرتا (اللہ کا شکر ہے میری ضرورت کے بقدر میرے پاس موجود ہے) میں نے پھر دوبارہ وہ خوان بھیجا کہ یہ دایہ وغیرہ کام کرنے والی عورتوں کے لئے بھیجا ہے۔ انہوں نے پھر واپس کر دیا اور یہ فرمایا کہ میرے گھر کی عورتیں بھی کچھ لینے کی عادی نہیں ہیں۔ میں نے تیسری مرتبہ پھر بھیجا اور یہ عرض کیا کہ جناب کے پاس جو طلبہ رہتے ہیں یہ ان کے لئے ہے۔ فرمایا بڑی خوشی سے اور وہ خوان طلبہ کے درمیان رکھوا دیا کہ جس کو جتنی ضرورت ہو لے لے۔

شریف رضی کے یہاں طلبہ کا بڑا مجمع رہتا تھا۔ ایک مکان انھوں نے طلبہ کے رہنے کے لئے بنا رکھا تھا جس کا نام دار العلوم رکھا تھا اس میں یہ طلبہ رہتے تھے اور ان کی ضروریات کا شریف رضی کی طرف سے انتظام تھا۔ یہ خوان دار العلوم میں رکھنے کے بعد طلبہ میں سے کسی نے بھی نہ اٹھایا۔ بجز ایک طالب العلم کے کہ اس نے اٹھ کر خوان میں سے ایک دینار نکالا اور اس کو دانتوں سے توڑ کر ذرا سا کونہ اس کا اپنے پاس رکھ لیا اور باقی حصہ اسی خوان میں ڈال دیا۔ شریف رضی نے اس طالب علم سے دریافت کیا کہ تمہیں یہ ذرا سی مقدار کس کام کے واسطے درکار تھی اس نے عرض کیا کہ ایک رات میرے پاس چراغ میں جلانے کو تیل نہیں تھا خزانچی صاحب ملے نہیں میں فلاں دکاندار سے تیل قرض لایا تھا۔ یہ اُس کا قرض ادا کرنا ہے۔ شریف رضی نے یہ خبر سن کر طلبہ کی تعداد کے موافق اپنے خزانہ کی کنجیاں بنوائیں اور ہر طالب کو ایک ایک کنجی خزانہ کی دیدی کہ جس کو جب جتنی ضرورت ہو لے لے۔ خزانچی صاحب سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اور اس خوان کو اسی حال میں کہ ایک دینار اسمیں سے ذرا سا ٹوٹا ہوا تھا واپس کر دیا۔ یہ قصہ سنا کر وزیر صاحب نے کہا کہ تم ہی بتاؤ کہ میں ایسے شخص کا اکرام کیونکر نہ کروں۔

(۲۶) حضرت امام شافعی صاحب کا جب انتقال ہونے لگا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ میرا غسل میت محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم دیں گے۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا تو محمد کو

اطلاع دی گئی۔ وہ تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کے حساب کا رجسٹر پہلے مجھے دکھاؤ۔ رجسٹر لایا گیا اُس میں حضرت امام کے ذمہ جو قرضہ لوگوں کا تھا وہ حساب کر کے جمع کیا۔ اُس کی مقدار ستر ہزار درم تھی۔ محمد نے فرمایا کہ یہ سب قرضہ میرے ذمہ ہے اپنی ذمگی کا کاغذ لکھدیا اور فرمایا کہ میرے غسل دینے سے یہی مراد تھی۔ اور اس کے بعد اس سارے قرضہ کو ادا کر دیا (اتحاف)

(۲۷) حضرت امام شافعی رضؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حماد بن ابی سلیمان سے (جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مشہور اُستاد ہیں) ہمیشہ بہت محبت رہی اس وجہ سے کہ مجھے ان کا ایک واقعہ معلوم تھا اور وہ یہ تھا کہ وہ ایکدن گدھی پر سوار جا رہے تھے اُس کے ایڑھ ماری وہ جلدی سے دوڑی تو اس کے جھٹکے سے حضرت حماد کے کرتہ کی گھنڈی ٹوٹ گئی۔ راستہ میں ایک درزی کی دوکان نظر پڑی اُس کو سلوانے کے لئے اترنے لگے۔ درزی نے کہا اُترنے کی ضرورت نہیں معمولی کام ہے میں ابھی لگائے دیتا ہوں۔ درزی نے کھڑے ہو کر وہ گھنڈی کرتہ میں سی دی۔ حماد نے اس کی اجرت میں ایک تھیلی دی جس میں دس اشرفیاں تھیں اور معاوضہ کی کمی کی معذرت کی (اتحاف)

(۲۸) ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رضؓ ایک مرتبہ سواری پر سوار ہو رہے تھے ایک شخص نے جلدی سے رکاب پکڑلی (تاکہ چڑھنے میں سہولت ہو) حضرت امام نے مجھ سے فرمایا کہ میری طرف سے اس شخص کو چار اشرفیاں دیدو اور کمی کی معذرت بھی کر دینا۔ اور عبد اللہ بن زبیر حمیدی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام شافعی رضؓ حج کے لئے تشریف لے گئے دس ہزار اشرفیاں آپ کے پاس تھیں۔ مکہ کرمہ سے باہر آپ کا خیمہ لگا ہوا تھا۔ صبح کی نماز کے بعد آپنے وہیں خیمہ میں ایک کپڑا بچھا کر وہ اشرفیاں اس پر ڈالدیں اور (اہل مکہ میں سے) جو ملنے کے لئے آتا رہا ایک ایک مٹھی اس کو دیتے رہے ظہر کے وقت تک وہ سب ختم ہوگئیں (اتحاف)

(۲۹) محمد بن عباد مہلبی کہتے ہیں کہ میرے والد ایک مرتبہ مامون الرشید کے پاس گئے اس نے ایک لاکھ درم نذرانہ پیش کیا۔ وہاں سے جب اُٹھکر آئے تو وہ سب اسی وقت فقراء پر تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد پھر جب مامون کے پاس جانے کی نوبت آئی تو اس نے سب تقسیم کر دینے پر ناگواری کا اظہار کیا تو والد صاحب نے فرمایا کہ امیر المومنین موجود کی ساتھ بخل کرنا معبود کے ساتھ بدگمانی ہے (کہ اس نے ایک مرتبہ تو دیدیا پھر کہاں سے دیگا۔ (اتحاف)

(۳۰) حضرت طلحہ بن عبید اللہ الفیاض صحابی مشہور سخی لوگوں میں ہیں۔ ان کے ذمہ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضؓ کے پچاس ہزار درہم قرض ہو گئے تھے حضرت عثمان رضؓ مسجد میں تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں یہ ملے انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس دام اس وقت آگئے ہیں آپ کا قرضہ ادا کرنا چاہتا ہوں حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا کہ بس وہ تمہاری ہی نذر ہیں۔ تمہارے ذمہ لوگوں کے بہت اخراجات رہتے ہیں۔ جابر بن قبیصہ کہتے ہیں کہ میں بہت دن تک حضرت طلحہ کے ساتھ رہا۔ بلا طلب عطا کرنے والا میں نے ان سے زیادہ نہیں دیکھا۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنی ایک زمین سات لاکھ میں فروخت کی۔ جب قیمت وصول ہوئی تو شام کا وقت ہو گیا وہ رقم رات کو ان کے پاس رہی۔ رات بھر بے چینی میں جاگتے گزر گئی اس خوف سے کہ یہ مال میرے پاس ہے (کہیں موت نہ آجائے) صبح اٹھ کر سب سے پہلے اس کو تقسیم کیا۔ ان کی بیوی حضرت سعدی بنت عوف کہتی ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ان کو دیکھا کہ بہت گرانی سی ہو رہی ہے۔ میں نے پوچھا خیریت تو ہے کیسی طبیعت ہو رہی ہے۔ کہنے لگے میرے پاس کچھ مال جمع ہو گیا ہے اس کی وجہ سے بڑی گھٹن ہو رہی ہے۔ میں نے کہا یہ تو کچھ ایسی بات نہیں ہے اپنے غلام کو بھیجکر اپنے رشتہ داروں کو بلا لیجئے اور (صلہ رحمی میں) ان پر تقسیم کر دیجئے۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت غلام کو بھیجکر آدمیوں کو بلایا اور اس کو تقسیم کر دیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے ان کے خادم سے پوچھا یہ کتنا مال تھا۔ اس نے بتایا چار لاکھ تھا۔ ان کی بیوی ایک اور واقعہ یہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ وہ گھر میں آئے چہرہ بہت ہی اترا ہوا۔ رنج کی وجہ سے سیاہی چہرہ پر آرہی میں نے پوچھا کیا بات ہے کچھ میری طرف سے کوئی ناگواری کی بات پیش آئی ہو تو میں معافی کی درخواست کروں گی۔ کہنے لگے نہیں تو تو مسلمان کے لیے بہت بہترین بیوی ہے (کہ نیک کام میں مدد کرتی ہے) میں نے پوچھا پھر آخر کیا بات پیش آگئی۔ کہنے لگے کچھ مال جمع ہو گیا مجھے اس کی بڑی بے چینی ہو رہی ہے۔ میں نے کہا یہ تو کوئی ایسی بات نہیں اُسے اٹھا کر بانٹ دو اسمیں کیا ہو گیا۔ بعض مرتبہ کوئی لینے والا نہیں آتا تھا تو وہ رہ جاتا تھا۔ ان کی بیوی سعدی یہ بھی کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے ایک لاکھ تقسیم کیا۔ اور اپنا یہ حال تھا کہ اس دن مسجد میں اس وجہ سے جانے میں دیر ہو گئی کہ ان کے پاس جو کپڑا تھا (چادر) اس کے سلنے کے انتظار میں بیٹھے رہے

دوسرا کپڑا نہ تھا جس کو پہن کر مسجد میں چلے جاتے) ایک گاؤں کے رہنے والے حضرت طلحہ کے پاس آئے اور اپنی قرابت کا واسطہ دیکر (صلہ رحمی کے طور پر) کچھ مانگا۔ فرمانے لگے کہ قرابت کا واسطہ دیکر آج تک مجھ سے کسی نے نہیں مانگا تھا۔ میرے پاس ایک زمین ہے۔ حضرت عثمان اس کو خریدنا چاہتے تھے اور وہ اس کی قیمت تین لاکھ لگا چکے ہیں تیرا دل چاہے وہ زمین لے لے اور اگر نقد چاہیئے تو میں اس کو ان کے ہاتھ فروخت کر کے اس کی قیمت دیدوں۔ اس نے قیمت لینا پسند کیا۔ انھوں نے حضرت عثمان رضہ کے ہاتھ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت اس کو دیدی (اتحاف)

ان حضرات کے پاس زمینوں کی بہت کثرت تھی اس لئے کہ جہاں جہاں جہاد میں جاتے وہ ملک فتح ہوتے تو اکثر غنیمت میں زمینیں بھی ان مجاہدین پر تقسیم کر دی جاتی تھیں۔

(۳۱) ایک مرتبہ ایک شخص اپنے ایک دوست کے پاس گیا اور جا کر کہا کہ میرے ذمہ چار سو درم قرض ہو گیا تجھ سے مدد چاہنے آیا ہوں۔ اس نے فوراً چار سو درم وزن کر کے دیدیئے جب وہ چلا گیا تو اس نے رونا شروع کر دیا۔ بیوی کو یہ خیال ہوا کہ شاید اس کو مال کے جانے کا صدمہ ہوا وہ کہنے لگی اگر اتنی گرانی تھی تو دینے ہی کی کیا ضرورت تھی۔ وہ کہنے لگا میں اس پر رو رہا ہوں کہ میں نے اس کے ساتھ تعلقات کے باوجود اس کے حال کی خود خبر کیوں نہ رکھی اس کو مجھ سے مانگنے کی نوبت کیوں آئی (اتحاف)

(۳۲) حضرت عبداللہ بن جعفر رضہ ایک مرتبہ جنگل میں تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک باغ پر گذر ہوا وہاں ایک حبشی غلام باغ میں کام کر رہا تھا اس کی روٹی آئی اور اس کے ساتھ ہی ایک کتا بھی باغ میں چلا آیا اور اس غلام کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ اس غلام نے کام کرتے کرتے ایک روٹی اس کتے کے سامنے ڈالدی۔ اس کتے نے اس کو کھا لیا اور پھر کھڑا رہا۔ اس نے دوسری اور پھر تیسری روٹی بھی ڈالدی کل تین ہی روٹیاں تھیں۔ وہ تینوں کتے کو کھلا دیں حضرت عبداللہ بن جعفر رضہ غور سے کھڑے دیکھتے رہے۔ جب وہ تینوں ختم ہو گئیں تو حضرت عبداللہ بن جعفر رضہ نے اس غلام سے پوچھا کہ تمھاری کتنی روٹیاں روزانہ آتی ہیں اس نے عرض کیا آپ نے تو ملاحظہ فرما لیا۔ تین ہی آیا کرتی ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر تینوں کا ایثار کیوں کر دیا۔ غلام نے

کہا حضرت یہاں کتے رہتے نہیں ہیں یہ غریب بھوکا کہیں دور سے مسافت طے کر کے آیا ہے اس لئے مجھے اچھا نہ لگا کہ اس کو ویسے ہی واپس کر دوں حضرت نے فرمایا کہ پھر تم آج کیا کھاؤ گے غلام نے کہا ایک دن فاقہ کر لوں گا۔ یہ تو کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنے دل میں سوچا کہ لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں کہ تو بہت سخاوت کرتا ہے۔ یہ غلام تو مجھ سے بہت زیادہ سخی ہے یہ سوچ کر شہر میں واپس تشریف لے گئے اور اس باغ کو اور غلام کو اور جو کچھ سامان باغ میں تھا سب کو اس کے مالک سے خریدا اور خرید کر غلام کو آزاد کیا اور وہ باغ اُس غلام کی نذر کر دیا۔ (اتحاف)

(۳۴) ابوالحسن انطاکی خراسان کے شہروں میں ایک جگہ رَی ہے وہاں رہتے تھے ایک دن تیس آدمیوں سے زیادہ مہمان آگئے اور روٹی تھوڑی تھی۔ تیاری کا موقع نہ تھا۔ رات کا وقت تھا انھوں نے جتنی روٹیاں موجود تھیں سب کے ٹکڑے کئے اور دسترخوان پر ان کو پھیلا کر سب کو بٹھایا اور چراغ گل کر دیا اور سب کے سب نے کھانا شروع کر دیا۔ سب کے منہ چلانے کی آواز آتی تھی جب دیر ہو گئی اور گویا سب بالکل فارغ ہو گئے تو چراغ جلایا گیا، اور دسترخوان اٹھایا گیا اس میں وہ سارے ٹکڑے بدستور رکھے تھے سب ہی خالی منہ چلاتے رہے کسی نے بھی اس خیال سے نہ کھایا کہ اچھا ہے دوسرے ہی کا کام چل جائیگا (اتحاف)

(۳۵) حضرت شعبہ مشہور محدث ہیں امیر المؤمنین فی الحدیث (حدیث میں مؤمنوں کے بادشاہ) ان کا لقب ہے بڑے عابد زاہد لوگوں میں تھے۔ ایک مرتبہ ایک سائل ان کے پاس حاضر ہوا دینے کے لئے کوئی چیز میسر نہ ہوئی۔ اپنے مکان کی چھت میں سے ایک کڑی نکال کر اس کے حوالہ کر دی (کہ اس کو فروخت کر لینا) اور اس سے بہت معذرت کی کہ اس وقت میرے پاس دینے کو کچھ ہے نہیں۔ (اتحاف)

(۳۶) حضرت ابوسہل صعلوکی ایک مرتبہ وضو کر رہے تھے ایک شخص آیا اور کچھ ضرورت کا اظہار کیا دینے کے واسطے کوئی چیز موجود نہ تھی فرمانے لگے تھوڑی دیر انتظار کر لو میں وضو سے فارغ ہو جاؤں جب وضو کر چکے تو فرمایا کہ لکڑی کا لوٹا جس سے وضو کر رہے تھے لیجاؤ اور تو کوئی

حہ ۲۱ وقت ہے نہیں (اتحاف)

(۳۷) یرموک کی لڑائی میں صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت نے پانی کے موجود ہوتے ہوئے اس وجہ سے پیاسے جان دی کہ جب ان کے قریب پانی پہنچا تو کسی دوسرے نے آہ کر دی اور اس نے بجائے اپنے پینے کے دوسرے کی طرف پانی لیجانے کا اشارہ کر دیا۔ ایک واقعہ اس کا حکایات صحابہ میں لکھا جاچکا ہے۔ مگر اصحاب مغازی نے لکھا ہے کہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل سہیل بن عمرو سہل ابن حارث، حارث بن ہشام اور قبیلہ مغیرہ کی ایک جماعت نے اسی طرح پیاسے دم توڑا کہ ان کے پاس پانی لایا جاتا تھا اور یہ دوسرے کا اشارہ کر دیتے تھے حضرت عکرمہ کے پاس پانی لایا گیا تو انھوں نے دیکھا کہ حضرت سہیل بن عمرو پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اُنہوں نے فرمادیا کہ پہلے سہیل کو پلادو۔ جب ان کے پاس لے گئے تو اُنھوں نے دیکھا کہ حضرت سہل بن حارث پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں انھوں نے فرمادیا کہ پہلے سہل کو پلادو غرض ان سب حضرات نے پیاسے ہی جان دی۔ حضرت خالد بن ولید جب ان کی نعشوں پر گزرے تو فرمانے لگے کہ تم پر میری جان قربان ہو جائے (تم سے اس وقت بھی ایثار نہ چھوٹا (اتحاف)

(۳۸) عباس بن دہقان کہتے ہیں کہ بشر بن حارث حافی کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو کہ جس حال میں دنیا میں آیا تھا یعنی خالی ہاتھ ننگا بدن ایسا ہی دنیا سے گیا ہو۔ بشر بن حافی البتہ اسی طرح گئے کہ وہ بیمار تھے وصال کا وقت قریب تھا۔ ایک سائل آگیا اور اپنی ضرورت کا حال ظاہر کیا۔ جو کرتہ بدن پر تھا وہ نکال کر اس کو بخشدیا اور خود تھوڑی دیر کے لئے دوسرے سے کرتہ مستعار مانگا اور اسی میں وصال فرمایا (اتحاف)

(۳۹) کون کہتا ہے کہ یہ واقعات پچھلے ہی بزرگوں کے ساتھ خاص تھے۔ حضرت اقدس مولانا الحاج شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری قدس سرہ کے وصال کو زیادہ زمانہ نہیں گزرا حضرت کا معمول تھا کہ جو کچھ کہیں سے آتا وہ فوراً ہی تقسیم فرمادیتے اور کبھی کبھی تکیہ کے نیچے کچھ رکھا ہوا دیکھ کر فرماتے کہ یہ اندر آگیا اور وصال سے کچھ زمانہ پہلے اپنے سب کپڑے بھی خدام پر تقسیم فرمادئے تھے اور اپنے مخلص خادم (خلیفہ خاص) حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالقادر صاحب دام مجدہم وزاد فضلہم سے ارشاد فرمایا کہ بس اب زندگی کے جتنے دن باقی ہیں تم سے کپڑے مستعار لے کر پہن لیا کریں گے۔ چنانچہ حضرت مولانا ہی کے کپڑے آخر میں استعمال

فرماتے تھے۔

(۴۰) ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ہم چند آدمی طرسوس میں جو ملک شام کا ایک شہر ہے جمع ہو کر باہر جا رہے تھے چلتے ہوئے ایک کتا بھی ہمارے ساتھ ہو گیا۔ جب ہم شہر سے باہر نکلے تو ایک مرا ہوا جانور پڑا تھا ہم لوگ اس سے بچ کر ذرا فاصلہ سے ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گئے وہ کتا جو ہمارے ساتھ ہو گیا تھا۔ اُس نے جب اس مردار کو دیکھا تو وہ شہر کی طرف واپس ہو گیا اور تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ وہ اپنے ساتھ تقریباً بیس کتے اور لایا اور اس مردار کے پاس آکر وہ خود تو علیحدہ کو بیٹھ گیا اور سب کتے اس کو کھاتے رہے۔ جب وہ سب کھا کر شہر کی طرف چلے گئے تو یہ کتا جو بلانے گیا تھا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے پاس آکر جو ہڈیاں وغیرہ وہ سب کھا کر چھوڑ گئے تھے ان کو اس نے کھایا اور پھر شہر کی طرف چلا گیا۔ (اتحاف)

(۴۱) ابوالحسن بوشنجی ایک بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ پاخانہ میں جا چکے تھے وہیں سے اپنے ایک شاگرد کو آواز دی اور اپنا کرتہ نکال کر کہا کہ یہ فلاں فقیر کو دے آؤ۔ شاگرد نے کہا کہ آپ استنجے سے فراغت کا انتظار تو کر لیتے فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت کا خیال آگیا یہ ارادہ ہوا کہ یہ کرتہ اس کو دے دوں اور اپنے نفس پر اس کا اعتماد نہیں تھا کہ وہ استنجے سے فراغت تک بدل نہ جائے (اتحاف)

پاخانہ میں بولنا مکروہ ہے لیکن صدقہ کرنے کے جذبہ اور اپنے نفس پر بدگمانی نے اس پر مجبور کر دیا یا اس وقت تک کشفِ عورت ہی نہ ہوا ہو۔

(۴۲) امیرالمومنین مہدی نے موسیٰ بن جعفر کو بغاوت کے اندیشہ سے قید کر رکھا تھا۔ ایک مرتبہ رات کو وہ تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے اس میں سورہ محمدؐ کی آیت فَهَلْ عَسَيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ پر پہنچے اور یہاں پہنچ کر رونے لگے اس آیت شریفہ کو بار بار پڑھتے تھے اور روتے تھے۔ سلام پھیر کر ربیع سے کہا کہ موسیٰ کو بلا کر لاؤ۔ ربیع کہتے ہیں کہ میں ان کو بلا کر لایا اور جب واپس آیا تب بھی وہ اسی آیت کو بار بار پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے۔ جب موسیٰ آئے تو مہدی نے کہا کہ میں یہ آیت پڑھ رہا تھا مجھے اندیشہ ہوا کہ میں نے قطع رحمی کر رکھی ہے اگر تو اس کا وعدہ کرے کہ میری

اولاد کے خلاف بغاوت نہیں کرے گا تو میں چھوڑ دوں۔ موسیٰ نے کہا حاشا وکلا میری تو ایسی حیثیت بھی نہیں ہے اور نہ اس کا خیال ہے۔ مہدی نے ربیع سے کہا کہ اس کو اسی وقت تیس ہزار اشرفیاں دیکر اسی وقت رات ہی کو چلتا کردو ایسا نہ ہو کہ پھر کہیں میری رائے بدل جائے (اتحاف)

(۳۴) حضرت ابن عباس رضہ سے نقل کیا گیا کہ حضرت حسن حضرت حسین رضہ ایک مرتبہ بہت بیمار ہو گئے تو حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نذر (منت) مانی کہ اگر یہ تندرست ہو جائیں تو شکرانہ کے طور پر تین تین روزے دونوں حضرات رکھیں گے اللہ تعالیٰ شانہ کے فضل سے صاحبزادوں کو صحت ہو گئی۔ ان حضرات نے شکرانہ کے روزے رکھنے شروع فرما دیئے۔ مگر گھر میں نہ سحر کے لئے کچھ تھا نہ افطار کے لئے فاقہ پر روزہ شروع کردیا صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک یہودی کے پاس تشریف لے گئے جس کا نام شمعون تھا کہ اگر تو کچھ اون دھاگہ بنانے کے لئے اجرت پر دیدے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اس کام کو کردے گی اُس نے اون کا ایک گٹھر تین صاع جو کی اُجرت طے کرکے دیدیا۔ حضرت فاطمہ رضہ نے اس میں سے ایک تہائی کاتا اور ایک صاع جو اُجرت کے لیکر ان کو پیسا اور پانچ نان اس کے تیار کئے ایک ایک اپنا میاں بیوی کا دو دونوں صاحبزادوں کے اور ایک باندی کا جس کا نام فضہ تھا روزہ میں دن بھر کی مزدوری اور محنت کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضورؐ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر لوٹے اور کھانا کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا گیا تو حضرت علی رضہ نے ٹکڑا توڑا ہی تھا کہ ایک فقیر نے دروازہ سے آواز دی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو میں ایک فقیر مسکین ہوں مجھے کھانا دو اللہ جل شانہ تمہیں جنت کے دسترخوان سے کھانا کھلائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ہاتھ روک لیا حضرت فاطمہ سے مشورہ کیا۔ اُنہوں نے فرمایا ضرور دیدیجئے وہ سب روٹیاں اس کو دے دیں اور گھر والے سب کے سب فاقہ سے رہے۔ اسی حال میں دوسرے دن کا روزہ شروع کردیا۔ دوسرے دن پھر حضرت فاطمہ رضہ نے دوسری وہ تہائی اون کاتی اور ایک صاع جو کا اُجرت لیکر اس کو پیسا، روٹیاں پکائیں۔ اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضورؐ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر تشریف لائے اور سب کھانے کے لئے بیٹھے تو ایک یتیم نے دروازہ سے سوال کیا اور اپنی تہائی اور فقر کا اظہار کیا۔ ان حضرات نے اس دن کی

روٹیاں اُس کے حوالہ کردیں اور خود پانی پی کر تیسرے دن کا روزہ شروع کر دیا۔ اور صبح کو حضرت فاطمہؓ نے اون کا باقی حصہ کاتا اور ایک صاع جو کا رہ گیا تھا وہ لے کر پیسا روٹیاں پکائیں اور مغرب کی نماز کے بعد جب کھانے بیٹھے تو ایک قیدی نے آکر آواز دے دی اور اپنی سخت حاجت اور پریشانی کا اظہار کیا۔ ان حضرات نے اُس دن کی روٹیاں اس کو دے دیں اور خود فاقہ سے رہے چوتھے دن صبح کو روزہ تو تھا نہیں لیکن کھانے کو بھی کچھ نہیں تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں صاحبزادوں کو لیکر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بھوک اور ضعف کی وجہ سے چلنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تمہاری تکلیف اور تنگی کو دیکھ کر مجھے بہت ہی تکلیف ہوتی ہے۔ چلو فاطمہؓ کے پاس چلیں۔ حضورؐ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ بھوک کی شدت سے آنکھیں گڑ گئی تھیں، پیٹ کمر سے لگ رہا تھا حضورؐ نے ان کو اپنے سینہ سے لگایا اور حق تعالیٰ شانہ سے فریاد کی اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام سورہ دہر کی آیات وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا الخ لیکر آئے اور اس پروانۂ خوشنودی کی مبارکباد دی (مسامرات اول) یہ آیات پہلی فصل کی آیات کے سلسلہ میں نمبر ۲۴ پر گزر چکی ہیں۔ علامہ سیوطی نے درمنثور میں بروایۃ ابن مردویہ حضرت ابن عباسؓ سے مختصراً یہ مضمون نقل کیا ہے کہ یہ آیتیں حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں

(۱۰۴) ایک شرابی تھا جس کے یہاں ہر وقت شراب کا دور رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے یار احباب جمع تھے شراب تیار تھی اُس نے اپنے ایک غلام کو چار درم دیئے کہ شراب پینے سے پہلے دوستوں کو کھلانے کے لئے کچھ پھل خرید لائے۔ وہ غلام بازار جا رہا تھا راستہ میں حضرت منصور بن عمار بصریؒ کی مجلس پر کو گذر ہوا وہ کسی فقیر کے واسطے لوگوں سے کچھ مانگ رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے جو شخص اس فقیر کو چار درم دے میں اس کے لئے چار دعائیں کروں گا اس غلام نے وہ چاروں درم اس فقیر کو دیدیئے۔ حضرت منصور نے فرمایا بتا کیا دعائیں چاہتا ہے۔ غلام نے کہا کہ میرا ایک آقا ہے میں اس سے خلاصی یعنی آزادی چاہتا ہوں۔ حضرت منصور نے اس کی دعا کی۔ پھر پوچھا دوسری دعا کیا چاہتا ہے۔ غلام نے کہا کہ مجھے ان دراہم کا بدل مل جائے۔ منصور نے اس کی بھی دعا کی۔ پھر پوچھا تیسری کیا دعا ہے۔ غلام نے کہا کہ حق تعالیٰ

شانہ میرے سردار کو توبہ کی توفیق دے اور اس کی توبہ قبول کرے۔ منصورؒ نے اس کی بھی دعا کی۔ پھر پوچھا کہ چوتھی کیا ہے۔ غلام نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ میری اور میرے سردار کی اور تمہاری اور اس مجمع کی جو یہاں حاضر ہیں سب کی مغفرت فرما دے۔ حضرت منصورؒ نے اس کی بھی دعا کی۔ اس کے بعد وہ غلام (خالی ہاتھ) اپنے سردار کے پاس واپس چلا گیا اور خیال کر لیا کہ بہت سی بہت اتنا ہی ہوگا کہ آقا مارے گا اور کیا ہوگا، سردار انتظار میں تھا ہی دیکھ کر کہنے لگا کہ اتنی دیر لگا دی غلام نے قصہ سنایا۔ سردار نے (ان کی دعاؤں کی برکت سے بجائے خفا ہونے اور مارنے کے) یہ پوچھا کہ کیا کیا دعائیں کرائیں غلام نے کہا پہلی تو یہ کہ میں غلامی سے آزاد ہو جاؤں۔ سردار نے کہا کہ میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ دوسری کیا تھی۔ غلام نے کہا کہ مجھے ان درہموں کا بدلہ مل جائے سردار نے کہا کہ میری طرف سے تجھے چار ہزار درہم نذر ہیں۔ تیسری کیا تھی۔ غلام نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ تمہیں (شراب وغیرہ فسق و فجور سے) توبہ کی توفیق دے۔ سردار نے کہا کہ میں نے (اپنے سب گناہوں سے) توبہ کر لی۔ چوتھی کیا تھی۔ غلام نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ میری اور آپ کی اور اُن بزرگوں کی اور سارے مجمع کی مغفرت فرما دے۔ سردار نے کہا کہ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔

رات کو سردار نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ جب تو نے وہ تینوں کام کر دیئے جو تیرے اختیار میں تھے تو کیا تیرا یہ خیال ہے کہ میں وہ کام نہیں کروں گا جو میرے اختیار میں ہے۔ میں نے تیری اور اُس غلام کی اور منصور کی اور اس سارے مجمع کی مغفرت کر دی۔ (اتحاف)

(۵۴) عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک جنازہ دیکھا جس کو تین مرد اور ایک عورت لئے جا رہے ہیں اور کوئی آدمی جنازہ کے ساتھ نہیں تھا میں ساتھ ہو لیا اور عورت کی جانب کا حصہ میں نے لے لیا قبرستان لے گئے وہاں اس کے جنازہ کی نماز پڑھی اور اس کو دفن کر کے میں نے پوچھا کس کا جنازہ تھا۔ عورت نے کہا یہ میرا بیٹا تھا۔ میں نے پوچھا تیرے محلہ میں اور کوئی مرد نہ تھا جو تیری جگہ جنازہ کا چوتھا پایہ پکڑ لیتا۔ اس نے کہا آدمی تو بہت تھے لیکن اس کو ذلیل سمجھ کر کوئی ساتھ نہ آیا۔ میں نے پوچھا کیا بات تھی جس سے ذلیل سمجھتے تھے۔ کہنے لگی یہ مخنث تھا (ہیجڑا یا عورتوں جیسی حرکات کرنے والا) مجھے اس

عورت پر ترس آیا میں اس کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا اور اس کو کچھ درہم اور کپڑے اور گیہوں دئے۔ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اس قدر حسین گویا چودھویں رات کا چاند نہایت سفید عمدہ لباس پہنے ہوئے آیا اور میرا شکریہ ادا کرنے لگا میں نے پوچھا کہ تم کون ہو، کہنے لگا کہ میں وہی مخنث ہوں جس کو تم نے آج دفن کیا۔ مجھ پر حق تعالیٰ شانہ نے اس وجہ سے رحمت فرمادی کہ لوگ مجھے ذلیل سمجھتے تھے (اتحاف)

(۶۷) محمد بن سہل بخاری کہتے کہ میں مکہ مکرمہ کے راستہ میں جارہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک مغربی شخص ایک خچر پر سوار ہے اور اس کے آگے ایک شخص یہ اعلان کرتا جاتا ہے کہ ایک ہمیانی کھوئی گئی، جو شخص ہمیانی کا پتہ بتادے اس کو سو اشرفیاں میں اپنے پاس سے دوں گا اس لئے کہ اس ہمیانی میں امانتیں تھیں (ہمیانی روپیہ اشرفیاں رکھنے کی لانبی تھیلی ہوتی ہے جو کمر سے باندھی جاتی ہے) اس اعلان پر ایک لنگڑا شخص جس کے اوپر بہت پھٹے پرانے کپڑے تھے اس مغربی کے پاس آیا اور اس سے اس ہمیانی کی علامتیں پوچھیں کہ کیسی تھی مغربی نے اس کی علامتیں بتائیں اور کہا کہ اسمیں بہت سے آدمیوں کی امانتیں رکھی ہوئی ہیں لنگڑے نے پوچھا کہ کوئی شخص یہاں ایسا ہے کہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو۔ محمد بن سہل نے کہا کہ میں جانتا ہوں وہ لنگڑا ہمیں تینوں کو اپنے ساتھ الگ ایک طرف کو لے گیا اور ایک ہمیانی نکال کر دکھائی وہ مغربی اس کے اندر کی چیزیں بتاتا رہا کہ دو دانہ فلاں عورت فلاں کی بیٹی کے پانسو اشرفی کے بدلہ میں رکھے ہیں اور ایک دانہ (عدد) فلاں شخص کا سو اشرفی میں رکھا ہے اسی طرح ایک ایک چیز وہ گنواتا رہا اور میں اس کے اندر کی چیزوں کو پڑھ کر بتاتا رہا وہ یہ، وہ یہ ہے اس مغربی نے اس ہمیانی کی سب چیزیں شمار کرادیں اور وہ سب کی سب اس میں سے پوری نکلیں جب سب صحیح صحیح نکل آیا تو اس لنگڑے نے وہ ہمیانی مغربی کے حوالہ کردی اس نے اپنے وعدہ کے موافق اپنے پاس سے سو دینار اشرفیاں نکال کر اس لنگڑے کو دئے۔ اس نے لینے سے انکار کردیا اور یہ کہا کہ اگر اس ہمیانی کی قدر میری نگاہ میں دو مینگنیوں کے برابر بھی ہوتی تو شاید تم اس کو نہ پا سکتے۔ ایسی چیز پر کیا معاوضہ لوں جس کی قیمت میرے نزدیک دو مینگنیاں بھی نہیں ہے اور یہ کہہ کر وہ لنگڑا چلدیا اور ان سو

اشرفیوں کی طرف نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھا (مسامرات)

(۴۷) بخارا کا ایک حاکم بڑا سخت ظالم تھا ایک دن وہ اپنی سواری پر چلا جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک کتا نظر پڑا جس کے خارش ہو رہی تھی۔ اور سردی نے اس کو بہت ستا رکھا تھا اس ظالم کی اس پر نگاہ پڑتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اپنے ایک نوکر سے کہا کہ اس کتے کو میرے گھر لے جا میرے آنے تک اس کا خیال رکھیو یہ کہکر وہ اپنے کام جہاں جا رہا تھا چلا گیا۔ جب واپس آیا تو اس کتے کو منگایا اور گھر کے ایک کونہ میں اس کو بندھوا دیا اس کے سامنے ٹکڑا ڈالا پانی رکھوایا اور اس کے بدن پر تیل ملوا کر ایک کپڑے کی جھول اس کے اوپر ڈلوائی اس کے قریب آگ رکھوائی تاکہ اس کی گرمی سے اس سے سردی کا اثر زائل ہو جائے اور اس قصہ کو دو ہی دن گزرے تھے کہ اس ظالم کا انتقال ہو گیا۔ ایک بزرگ نے جو اس کے مظالم اور اس کی حالت سے خوب واقف تھے اس کو خواب میں دیکھا اس سے پوچھا کہ کیا گزری اس نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا کہ تو کتا تھا (یعنی کتوں جیسے کام کرتا تھا انسانوں جیسا کام نہیں کرتا تھا) اس لئے ہم نے بھی ایک کتے ہی کو تجھ کو دے دیا (یعنی اس خارشی کتے کے طفیل تیری بخشش کر دی) اور میرے ذمہ جو حقوق تھے ان کا خود ادا فرمانے کا ارادہ فرما لیا (مسامرات)

حق تعالیٰ شانہ کی ذات بڑی کریم ہے وہ سارے کریموں کا مالک ہے۔ بادشاہ ہے اس کے کرم تک کوئی کہاں پہنچ سکتا ہے کسی شخص کی کوئی ادنیٰ سی چیز بھی اس کو پسند آجائے تو اس شخص کا بیڑا پار ہے آدمی اس کی خوشنودی کی تلاش میں رہے نہ معلوم کس کی کیا بات آقا کو پسند آجائے۔

(۴۸) ابو عمر دمشقی کہتے ہیں کہ ہم چند آدمی حضرت ابو عبد اللہ بن جلاء کے ساتھ مکہ مکرمہ جا رہے تھے کئی دن ایسے گزر گئے کہ کھانے کی کوئی چیز میسر نہ ہوئی جنگل میں ایک عورت ملی۔ ایک بکری اس کے ساتھ تھی ہم نے خیال کیا کہ اس کو خرید کر پکائیں گے (اس لئے) اس عورت سے پوچھا کہ اس کی کیا قیمت ہے اس نے کہا پچاس درم قیمت ہے۔ ہم نے کہا ہم پر احسان کر کچھ کم کر دے اس نے کہا پانچ درم قیمت ہے۔ ہم نے کہا مذاق نہ کر ہم کو صحیح قیمت بتا دے ابھی پچاس درم کہتی

تھی ابھی پانچ درم کہدیئے۔ اُس عورت نے کہا واللہ مذاق نہیں کرتی تم نے کہا احسان کر کاش مجھے اس پر قدرت ہوتی کہ میں کچھ بھی قیمت اس کی نہ لیتی (لیکن میں بھی مجبور ہوں اس لئے پانچ بھی بہ مجبوری کہدیئے) حضرت ابن جلاءؒ نے ساتھیوں سے پوچھا کہ تم سب کے پاس کتنے درم ہیں سب کا مجموعہ چھ سو درہم ہوئے ابن جلاءؒ نے فرمایا کہ یہ سب اس کو دیدو اور بکری بھی اسی کے پاس رہنے دو ہم نے سب درم اُس کو دیدیئے اور ہمارا سارا سفر اللہ کے فضل سے ایسی راحت سے گزرا کہ حد نہیں۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ (مسامرات)

(۴۹) حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک مرتبہ ایک شخص سے دریافت کیا کہ تو اللہ کا ولی بننا چاہتا ہے اُس نے کہا ضرور چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا اور آخرت کی کسی چیز میں بھی رغبت نہ کر اور اپنے آپ کو صرف حق تعالیٰ شانہٗ کے لئے خاص کر لے اور تو ہمہ تن اُس کی طرف متوجہ ہو جا تاکہ وہ بھی دفعۃً تیری طرف متوجہ ہو جائے اور تجھے اپنا ولی بنالے (روض)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث میں حق تعالیٰ شانہٗ کا یہ ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص میری طرف چل کر آتا ہے میں اُس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں اور جو میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اُس کی طرف ایک باع (یعنی دو ہاتھ) قریب ہوتا ہوں)

(۵۰) حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں ایک شخص نے پانسو درم پیش کئے اور عرض کیا کہ یہ اپنے خدام پر تقسیم فرمادیں۔ حضرت نے دریافت کیا کہ تمہارے پاس ان کے علاوہ اور بھی کچھ ہے اُس نے عرض کیا کہ حضرت میرے پاس بہت سے دینار (اشرفیاں) ہیں حضرت نے دریافت فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ ان میں اور اضافہ ہو جائے یا نہیں چاہتے۔ اس نے عرض کیا کہ یہ خواہش تو ضرور ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر تو ہم سے زیادہ محتاج ہو اس لئے کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے ہم اس پر اضافہ نہیں چاہتے) اس لئے یہ تم اپنے ہی پاس رکھو۔ یہ کہہ کر وہ دراہم واپس کر دیئے قبول نہ فرمائے۔ (روض)

(۵۱) حضرت ابو الدرداء رضؓ ایک مرتبہ (شاگردوں کے مجمع میں) تشریف رکھتے تھے ان کی بیوی آئیں اور کہنے لگیں کہ تم تو ان کو لئے بیٹھے ہو اور گھر میں آٹے کی ایک چٹکی بھی نہیں ہے وہ فرمانے لگے اری اللہ کی بندی ہمارے سامنے ایک نہایت سخت گھاٹی بڑی دشوار گذار آرہی ہے۔ اس سے صرف وہی لوگ نجات پاسکیں گے جو بہت ہلکے پھلکے ہوں گے۔ بیوی یہ بات سن کر راضی خوشی واپس چلی گئیں۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ دنیادار بھی کھاتے ہیں اور ہم بھی وہ بھی کپڑا پہنتے ہیں اور ہم بھی پہنتے ہیں اور ان کے پاس جو ضرورت سے زائد مال ہے وہ اس کو کام میں تو لاتے نہیں صرف دیکھتے ہیں کہ ہاں یہ مال ہے مال کو دیکھ ہم بھی لیتے ہیں (جو دوسروں کے پاس ہوتا ہے۔ لہذا دیکھنے میں تو ہم اور وہ برابر ہیں کام میں وہ بھی نہیں لاتے ہم بھی نہیں لاتے) لیکن ان کو اپنے مال کا حساب دینا پڑیگا۔ اور ہم حساب سے بری ہیں کہ ہمارے پاس ہے نہیں ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ہمارے بھائی ہمارے ساتھ انصاف کا برتاؤ نہیں کرتے ہم سے محبت تو اللہ تعالٰی کے واسطے کرتے ہیں اور دنیا میں ہم سے الگ الگ رہتے ہیں عنقریب وہ دن آنے والا ہے کہ وہ تو اس کی تمنا کریں گے کہ کاش وہ ہم جیسے ہوتے اور ہم اس کی تمنا نہیں کرینگے کہ ہم ان جیسے ہوتے۔ (روض)

(۵۲) ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے لئے دعا کر دیجئے مجھے اہل و عیال کی کثرت اور آمدنی کی قلت نے بہت مجبور کر رکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب تیرے گھر والے تجھ سے یہ کہیں کہ ہمارے پاس نہ آٹا ہے نہ روٹی ہے اس وقت کی تیری دعا حق تعالٰی شانہ کے یہاں میرے اس وقت کی دعا سے زیادہ قابل قبول ہے (روض)

حضرت شیخ نے بالکل صحیح فرمایا لوگوں کو آقا سے مانگنے کی قدر نہیں ہے نہ اس کی وقعت قلوب میں ہے اس کریم کے یہاں تڑپ کے مانگنے کی بڑی قدر ہے اور مضطرب کی دعا خصوصیت سے قبول ہوتی ہے۔ حق تعالٰی شانہ کا ارشاد ہے أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ الآیۃ (نمل ع ۵) (کیا وہ ذات جو بیقرار آدمی کی سنتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے (بھی ایسی ذات ہے جس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے)

ایک حدیث میں ہے ایک شخص نے حضورؐ سے پوچھا کہ آپ کس کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں حضورؐ نے فرمایا اس اللہ وحدہ کی طرف کہ اگر تجھے کوئی مضرت پہنچے پھر تو اس کو پکارے تو وہ تیری مصیبت کو زائل کر دے اور وہ اللہ وحدہ کہ اگر تو کہیں راستہ میں سواری کو گم کر دے پھر اس کو پکارے تو وہ تیری سواری کو تجھ پر لوٹا دے اور اگر تجھے قحط سے سابقہ پڑے پھر تو اس کو پکارے تو وہ تیرے لئے روزی اتار دے۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک لڑکی آئی اور اس نے اپنے سردار سے کہا کہ آپ یہاں بیٹھے ہیں آپ کے گھوڑے کو نظر لگ گیا وہ گھوڑا حیران سرگرداں گھومتا پھر رہا ہے کسی جھاڑ پھونک کرنے والے کو ڈھونڈ کر لاتی ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کسی جھاڑنے والے کی ضرورت نہیں اُس کے ناک کے داہنے سوراخ میں چار مرتبہ بائیں میں تین مرتبہ یہ دعا پڑھ کر پھونک مار دو لَا بَاسَ اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا يَكْشِفُ الضُّرَّ اِلَّا اَنْتَ (کوئی خوف کی بات نہیں ہے اے آدمیوں کے رب تو اس کی تکلیف کو زائل کر دے اور اس کو شفا عطا کر دے تو ہی شفا دینے والا ہے تیرے سوا کوئی شخص نقصان کو ہٹانے والا نہیں ہے) وہ شخص گیا اور تھوڑی دیر میں واپس آ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ کے کہنے کے موافق کیا وہ بالکل اچھا ہو گیا وہ کھانے بھی لگا اور پیشاب پاخانہ بھی کیا۔ درمنثور

یہ بات خوب اچھی طرح دل میں جما لینا چاہیئے اور جتنی زیادہ دل میں یہ بات پختہ ہو جائے گی اتنی ہی دین اور دنیا میں کام آنے والی بات ہے کہ نفع اور نقصان صرف اسی پاک ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ کے قبضہ میں ہے اسی سے اپنی حاجات طلب کرنا چاہیئے اسی کی طرف ہر مصیبت میں متوجہ ہونا چاہیئے ساری دنیا کے قلوب اسی کے تابع ہیں۔

(۵۳) حضرت ابراہیم بن ادہم کی خدمت میں ایک شخص نے دس ہزار درہم کا نذرانہ پیش کیا اُنہوں نے اس کے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ دس ہزار درہم کی وجہ سے میرا نام فقراء کے دفتر سے کٹ جائے۔ خدا کی قسم میں اس کو ہرگز گوارا نہیں کرتا۔

ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ دنیا دار دنیا میں راحت تلاش کرتے ہیں اس وجہ سے دھوکہ میں پڑ جاتے ہیں (بھلا دنیا میں راحت کہاں) اگر ان لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ بادشاہت ہمارے پاس ہے تو یہ لوگ تلواروں سے ہم سے لڑنے لگیں۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحؒ سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کون لوگ ہیں۔ فرمایا علماً اس نے پوچھا کہ بادشاہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا زاہد لوگ (دنیا سے بے رغبتی کرنے والے) اس نے پوچھا بے وقوف احمق کون لوگ ہیں۔ فرمایا جو دین کے ذریعہ سے دنیا کماتے ہوں

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ زاہد لوگ آخرت کے بادشاہ ہیں اور وہ فقرا عارفین ہیں۔ حضرت شیخ ابو مدین فرماتے ہیں کہ بادشاہت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک شہروں کی۔ دوسری دلوں کی حقیقی بادشاہ زاہد ہی ہوتے ہیں (جو دلوں کے بادشاہ ہوتے ہیں۔)

ایک جماعت کا مذہب جن میں حضرت امام شافعی رحؒ بھی ہیں یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ وصیت کر کے مرجائے کہ میرے مال سے اتنا مال ایسے لوگوں کو دیا جائے جو سب سے زیادہ سمجھدار ہوں تو وہ مال وصیت کا زاہد لوگوں کو دیا جائے گا۔ اس لئے کہ حقیقی سمجھدار وہی ہیں (روض)

(۴۵) امام کبیر عارف شہیر شیخ ابو عبد اللہ حارث بن اسد محاسبی رضؓ نے ایک مرتبہ ان علماء کا جو دنیا کی طرف مائل رہتے ہیں ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس بھی تو بہت مال تھا۔ یہ بے وقوف صحابہ کرام کا ذکر اس لئے کرتے ہیں کہ لوگ ان کو مال جمع کرنے میں معذور سمجھنے لگیں۔ شیطان ان کے ساتھ مکر کرتا ہے اور ان کو ذرا بھی پتہ نہیں چلتا۔ ارے احمق تیرا ناس ہو جائے تیرا حضرت عبد الرحمن بن عوف رضؓ کے مال سے استدلال کرنا یہ شیطان کا مکر ہے وہ یہ الفاظ تیری زبان سے نکلواتا ہے تاکہ تو ہلاک اور برباد ہو جائے۔ جب تو نے یہ کہا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی مال شرافت اور زینت کے لئے جمع کیا تو تو نے ان سرداروں کی غیبت کی اور تو نے ان کی طرف بڑی سخت چیز منسوب کر دی اور جب تو نے یہ سمجھا کہ حلال طریقہ سے مال کا جمع کرنا اس کے ترک سے افضل ہے تو تو نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو نے سارے رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی

کی اور تو نے نعوذ باللہ ان کو انجان بتایا جب کہ انھوں نے تیری طرح سے مال جمع نہ کیا اور جب تو نے یہ خیال کیا کہ حلال طریقہ سے مال کا جمع کرنا اس کے ترک سے افضل ہے تو تو نے یہ دعوی کر دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے ساتھ خیر خواہی نہیں فرمائی، جب کہ انہوں نے مال جمع کرنے کو منع فرمایا۔ آسمان کے رب کی قسم تو نے اپنے اس دعوی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے حال پر نہایت شفیق تھے، ان کے خیر خواہ تھے۔ ان پر بڑے مہربان تھے، ان پر بہت رحم کرنے والے تھے۔ ارے احمق حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ اپنے فضل وکمال کے باوجود اپنے تقوی کے باوجود اپنے احسانات کے باوجود اللہ تعالی شانہ کے راستہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرنے کے باوجود اور حضور کے صحابی ہونے کے باوجود اور ان حضرات میں ہونے کے باوجود جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دیدی تھی (اور عشرہ مبشرہ کے نام سے مشہور تھے ان سب کمالات کے باوجود صرف اپنے مال کی وجہ سے قیامت کے میدان میں رکے رہے اور فقرائے مہاجرین کے ساتھ جنت میں تشریف نہ لیجا سکے۔ پھر تیرا ہم لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے جو دنیا کے دھندوں میں پھنسے رہیں اور تعجب اور سخت تعجب اس فتنہ میں پڑے ہوئے سے ہو جو حرام اور مشتبہ مال کی گڑبڑ میں آلودہ ہو اور لوگوں کے میل (صدقات کا مال) کھاتا ہو، شہوتوں اور زینت و تفاخر میں وقت گزارتا ہو پھر وہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے حال سے استدلال کرے۔ اس کے بعد علامہ محاسبی نے صحابہ کرام کے بہترین حالات ذکر کرنے کے بعد کہا کہ یہ حضرات مسکنت کو پسند کرنے والے تھے فقر کے خوف سے بےفکر تھے اپنی روزی میں اللہ جل شانہ پر پورا اعتماد کرنے والے تھے اور تقدیر پر راضی رہنے والے تھے مصائب پر خوش ہونے والے تھے ثروت میں شکر گذار غربت میں صبر کرنے والے تھے اچھے حالات میں اللہ جل شانہ کی حمد کرنے والے تھے تواضع کرنے والے تھے۔ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دینے والے تھے۔ جب ان کے پاس فقر آجاتا تو اس کو مرحبا (بہت اچھا کیا آیا) کہنے والے تھے۔ اس کو صلحاء کا شعار کہتے تھے تو خدا کی قسم کھا کر بتا۔ کیا تیرا بھی یہی حال ہے تو انکی مشابہت سے بہت دور ہے تیرا حال انکے حال کی بالکل ضد ہے تو غنا کے وقت بالکل سرکش ہو جاتا ہے

ثروت کے وقت اکڑنے لگتا ہے، تو مال کے وقت خوشی میں ایسا محو ہوتا ہے کہ اللہ کی نعمت کا شکر بھی بھول جاتا ہے۔ تکلیف کے وقت اللہ کی مدد سے ناامید ہو جاتا ہے مصیبت کے وقت ناک منھ چڑھانے لگتا ہے اور تقدیر پر ذرا بھی راضی نہیں ہوتا تو فقیروں سے بغض رکھتا ہے مسکنت سے ناک چڑھاتا ہے تو مال اس لئے جمع کرتا ہے تاکہ دنیا کا تنعم اختیار کرے اس کی رونق سے دل بہلائے اس کی لذتوں شہوتوں میں مزے اڑائے۔ وہ حضرات دنیا کی حلال چیزوں سے اتنا الگ رہتے تھے جتنا تو حرام چیزوں سے بھی علیحدہ نہیں رہتا۔ وہ معمولی لغزش کو اتنا سخت سمجھتے تھے۔ جتنا تو حرام اور کبیرہ گناہ کو بھی سخت نہیں سمجھتا۔ کاش تیرا عمدہ سے عمدہ اور حلال سے حلال مال بھی ان کے مشتبہ مال کے برابر ہوتا اور کاش تو اپنے گناہوں سے ایسا ڈرتا جیسا وہ اپنی نیکیوں کے قبول نہ ہونے سے ڈرتے تھے۔ کاش تیرا روزہ ان کے افطار کی برابر ہو جاتا (کہ ان کا افطار کرنا بھی اللہ کے واسطے تھا جس پر ثواب تھا) اور کاش تیرا رات کو جاگنا بھی ان کے سونے کے برابر ہو جاتا اور کاش تیری عمر بھر کی نیکیاں ان کی کسی ایک نیکی کے برابر ہو جاتیں اے کمبخت تیرے لئے یہی مناسب تھا کہ تو دنیا سے صرف اتنا حاصل کرتا جتنا مسافر کا توشہ ہوتا ہے کاش تو دنیا داروں کے حال سے عبرت پکڑتا کہ وہ میدان حشر میں حساب میں پکڑے ہوئے ہوں گے۔ اور تو پہلے ہی زمرہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں چلا جاتا کہ نہ تو میدان حشر میں روکا جاتا نہ تجھ پر لمبا چوڑا حساب ہوتا۔ اس لئے کہ حضور کا ارشاد ہے کہ میری امت کے فقراء ان کے مالداروں سے پانسو برس پہلے جنت میں جائیں گے (روض)

(۵۵) حضرت عبدالواحد بن زید (جو مشائخ چشتیہ کے سلسلہ میں مشہور بزرگ ہیں) فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ کشتی میں سوار جا رہے تھے ہوا کی گردش نے ہماری کشتی کو ایک جزیرہ میں میں پہنچا دیا ہم نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا کہ ایک بت کو پوج رہا ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کس کی پرستش کرتا ہے۔ اُس نے اس بت کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے کہا کہ تیرا معبود خود تیرا بنایا ہوا ہے اور ہمارا معبود ایسی چیزیں بنا دیتا ہے جو اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا ہو وہ پوجنے کے لائق نہیں ہے اس نے کہا تم کس کی پرستش کرتے ہو ہم نے کہا اس پاک ذات کی جس کا عرش آسمان کے اوپر ہے اس کی گرفت زمین پر ہے اس کی عظمت اور بڑائی سب سے بالاتر ہے

کہنے لگا تمہیں اس پاک ذات کا علم کس طرح ہوا۔ ہم نے کہا اُس نے ایک رسول (قاصد) ہمارے پاس بھیجا جو بہت کریم اور شریف تھا اُس رسول ؐ نے ہمیں یہ سب باتیں بتائیں اس نے کہا وہ رسول کہاں ہیں ہم نے کہا کہ اس نے جب پیام پہنچا دیا اور اپنا حق پورا کر دیا تو اس مالک نے اس کو اپنے پاس بلا لیا تا کہ اس کے پیام پہنچانے اور اچھی طرح پورا کر دینے کا صلہ وانعام عطا فرمائے اس نے کہا کہ اس رسول ؐ نے تمہارے پاس کوئی علامت چھوڑی ہے ہم نے کہا اس مالک کی پاک کلام ہمارے پاس چھوڑی ہے۔ اس نے کہا مجھے وہ کتاب دکھاؤ ہم نے قرآن پاک لا کر اس کے سامنے رکھا۔ اُس نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تم اس میں سے مجھے کچھ سناؤ ہم نے ایک سورت سنائی وہ سنتے ہوئے روتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ سورت پوری ہو گئی۔ اس نے کہا اس پاک کلام والے کا حق یہی ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا ہم نے اس کو اسلام کے ارکان اور احکام بتائے اور چند سورتیں قرآن پاک کی سکھائیں جب رات ہوئی عشا کی نماز پڑھ کر ہم سونے لگے تو اس نے پوچھا کہ تمہارا معبود بھی رات کو سوتا ہے ہم نے کہا وہ پاک ذات حیّ قیوم ہے وہ نہ سوتا ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے (آیت الکرسی)۔ وہ کہنے لگا تم کس قدر نالائق بندے ہو کہ آقا تو جاگتا رہے اور تم سو جاؤ ہمیں اس کی بات سے بڑی حیرت ہوئی جب ہم اس جزیرہ سے واپس ہونے لگے تو وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلو تا کہ میں دین کی باتیں سیکھوں ہم نے اس کو اپنے ساتھ لے لیا جب ہم شہر عبادان میں پہنچے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ شخص نو مسلم ہے اس کے لئے کچھ معاش کا فکر بھی چاہیئے ہم نے کچھ درہم چندہ کیا اور اس کو دینے لگے اس نے پوچھا یہ کیا ہے ہم نے کہا کچھ درہم ہیں ان کو تم اپنے خرچ میں لے آنا۔ کہنے لگا لا الہ الا اللہ تم لوگوں نے مجھے ایسا راستہ دکھایا جس پر خود بھی نہیں چلتے میں ایک جزیرہ میں تھا۔ ایک بت کی پرستش کرتا تھا خدائے پاک کی پرستش بھی نہ کرتا تھا۔ اس نے اس حالت میں بھی مجھے ضائع اور ہلاک نہیں کیا حالانکہ میں اس کو جانتا بھی نہ تھا پس وہ اس وقت مجھے کیونکر ضائع کر دے گا جبکہ میں اسکو پہچانتا بھی ہوں (اس کی عبادت بھی کرتا ہوں) تین دن کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اس کا آخری وقت ہے موت کے قریب ہے ہم اس کے پاس گئے اس سے پوچھا کہ تیری کوئی حاجت ہو تو بتا کہنے

لگا میری تمام حاجتیں اس پاک ذات نے پوری کر دیں جس نے تم لوگوں کو جزیرہ میں میری ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔) شیخ عبدالواحد فرماتے ہیں کہ مجھ پر دفعۃً نیند کا غلبہ ہوا میں وہیں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا ایک نہایت سرسبز شاداب باغ ہے اس میں ایک نہایت نفیس قبہ بنا ہوا ہے اس میں ایک تخت بچھا ہوا ہے اس تخت پر ایک نہایت حسین لڑکی کہ اس جیسی خوبصورت عورت کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی یہ کہہ رہی ہے خدا کے واسطے اس کو جلدی بھیج دو۔ اس کے اشتیاق میں میری بے قراری حد سے بڑھ گئی میری جو آنکھ کھلی تو اس نو مسلم کی روح پرواز کر چکی تھی ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور دفن کر دیا۔ جب رات ہوئی تو میں نے وہی باغ اور قبہ اور تخت پر وہ لڑکی اس کے پاس دیکھی اور وہ یہ آیت شریفہ پڑھ رہا تھا وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ الآیہ (رعد ع ۳) جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازہ سے آتے ہوں گے اور ان کو سلام کرتے ہوں گے جو ہر قسم کی آفت سے سلامتی کا مژدہ ہے اور یہ) اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا تھا اور دین پر مضبوط جمے رہے، پس اس جہان میں تمہارا انجام بہت بہتر ہے۔ (روض)

حق تعالیٰ شانہ کی عطا اور بخشش کے کرشمے ہیں کہ ساری عمر بت پرستی کی اور اس نے اپنے لطف و کرم سے موت کے قریب ان لوگوں کو زبردستی کشتی کے بے قابو ہو جانے سے وہاں بھیجا اور اس کو آخرت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ۔ مالک الملک جس کو دینا چاہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تو نہ چاہے اس کو کوئی دینے والا نہیں۔

(۵۶) حضرت مالک بن دینار ایک مرتبہ بصرہ کی گلیوں میں جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک باندی ایسے جاہ وجلال حشم خدم کے ساتھ جا رہی تھی، جیسا کہ بادشاہوں کی باندیاں ہوتی ہیں۔ حضرت مالک نے اس کو دیکھا تو آواز دے کر فرمایا کہ اے باندی تجھے تیرا مالک فروخت کرتا ہے یا نہیں وہ باندی اس فقرہ کو سن کر حیران رہ گئی) کہنے لگی کیا کہا پھر کہو۔ انہوں نے پھر ارشاد فرمایا۔ اس نے کہا اگر وہ فروخت بھی کرے تو کیا تجھ جیسا فقیر خرید سکتا ہے، فرمانے لگے ہاں اور تجھ سے بہتر کو خرید سکتا ہے۔ وہ باندی یہ سن کر ہنس پڑی اور اپنے خدام کو حکم دیا

کہ اس فقیر کو پکڑ کر ہمارے ساتھ لے چلو (ذرا مذاق ہی رہے گا) خدام نے پکڑ کر ساتھ لے لیا۔ وہ جب گھر پہنچی تو اس نے اپنے آقا سے یہ قصہ سنایا وہ بھی سن کر بہت ہنسا اور ان کو اپنے سامنے لانے کا حکم دیا جب یہ سامنے پیش کئے گئے تو اس کے آقا کے دل پر ایک ہیبت سی ان کی چھا گئی۔ وہ کہنے لگا آپ کیا چاہتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ تو اپنی باندی میرے ہاتھ فروخت کردے۔ اُس نے پوچھا کہ آپ اسکی قیمت دے سکتے ہیں حضرت مالکؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس کی قیمت کھجور کی دو بھیجی ہوئی گٹھلیاں ہیں یہ سن کر سب ہنسے۔ اُس نے پوچھا کہ تم نے یہ قیمت کس مناسبت سے تجویز کی انھوں نے فرمایا کہ اس میں عیب بہت ہیں۔ اس نے پوچھا کہ اس میں کیا کیا عیب ہیں۔ فرمانے لگے اگر عطر نہ لگائے تو بدن میں سے بو آنے لگے اگر دانت صاف نہ کرے تو منھ میں سے سڑاہند آنے لگے۔ اگر بالوں میں تیل کنگھی نہ کرے تو وہ پریشان حال ہو جائیں جوئیں ان میں پڑ جائیں (اور سر میں سے بو آنے لگے) ذرا عمر زیادہ ہو جائے گی تو بوڑھی بن جائے گی (منھ لگانے کے بھی قابل نہ رہے گی) حیض اس کو آتا ہے پیشاب پاخانہ یہ کرتی ہے۔ ہر قسم کی گندگیاں (تھوک، سنک، رال، ناک کے چوہے وغیرہ) اس میں سے نکلتے رہتے ہیں۔ غم رنج مصیبتیں اس کو پیش آتی رہتی ہیں۔ خود غرض اتنی ہے کہ محض اپنی غرض سے تجھ سے محبت ظاہر کرتی ہے محض اپنی راحت و آرام کی وجہ سے تجھ سے الفت جتاتی ہے (آج کوئی تکلیف تجھ سے پہنچ جائے ساری محبت ختم ہو جائے) انتہائی بے وفا کوئی قول قرار پورا نہ کرے اسکی ساری محبت جھوٹی ہے کل کو تیرے بعد کسی دوسرے کے پہلو میں بیٹھے گی تو اس سے بھی ایسی ہی محبت کے دعوے کرنے لگے گی۔ میرے پاس اس سے ہزار درجہ بہتر باندی ہے جو اس سے نہایت کم قیمت ہے وہ کافور کے جوہر سے بنی ہوئی ہے۔ مشک اور زعفران کی ملاوٹ سے پیدا کی گئی ہے۔ اس پر موتی اور نور لپیٹا گیا ہے۔ اگر کھارے پانی میں اس کا آب دہن ڈالدیا جائے تو وہ میٹھا ہو جائے اور مردہ سے اگر وہ بات کرے تو وہ زندہ ہو جائے، اگر اسکی کلائی آفتاب کے سامنے کردی جائے تو آفتاب بے نور ہو جائے گہن ہو جائے اگر وہ اندھیرے میں آجائے تو سارا گھر روشن ہو جائے چمک جائے اگر وہ دنیا میں اپنی زیب و زینت

کے ساتھ آجائے تو سارا جہان معطر ہو جائے، چمک جائے، اس باندی نے مشک و زعفران کے باغوں میں پرورش پائی ہے، یاقوت اور مرجان کی ٹہنیوں میں کھیلی ہے۔ ہر طرح کی نعمتوں کے خیموں میں اس کا محل سرائے ہے (تسنیم جو جنت کی نہروں میں ایک نہر ہے) کا پانی پیتی ہے کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتی، اپنی محبت، کو نہیں بدلتی (ہر جائی نہیں ہے) اب تم ہی بتاؤ کہ قیمت خرچ کرنے کے اعتبار سے کونسی باندی زیادہ موزوں ہے۔ سب نے کہا کہ وہی باندی جس کی آپ نے خبر دی آپ نے فرمایا کہ اس باندی کی قیمت ہر وقت، ہر زمانہ میں، ہر شخص کے پاس موجود ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس کی قیمت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اتنی بڑی اہم اور عالی شان چیز کے خریدنے کے لئے بہت معمولی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور وہ یہ ہے کہ رات کا تھوڑا سا وقت فارغ کر کے صرف اللہ جل شانہ کے لئے کم از کم دو رکعت تہجد کی پڑھ لی جائیں اور جب تم کھانا کھانے بیٹھو تو کسی غریب محتاج کو بھی یاد کر لو اور اللہ جل شانہ کی رضا کو اپنی خواہش پر غالب کر دو۔ راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز کانٹا اینٹ وغیرہ پڑی دیکھو اس کو ہٹا دو، دنیا کی زندگی کو معمولی اخراجات کے ساتھ پورا کر دو۔ اور اپنا فکر و غم اس دھوکہ کے گھر سے ہٹا کر ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف لگا دو ان چیزوں پر اہتمام کرنے سے تم ہمیشہ دنیا میں عزت کی زندگی گذارو گے آخرت میں بے فکر اور اعزاز و اکرام کے ساتھ پہنچو گے۔ اور جنت میں جو نعمتوں کا گھر ہے اس میں اللہ جل شانہ رب العزت کے پڑوس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔ اس باندی کے آقا نے باندی سے خطاب کر کے پوچھا کہ تو نے شیخ کی باتیں سن لیں یہ سچ ہیں یا نہیں۔ باندی نے کہا بالکل سچ ہیں شیخ نے بڑی نصیحت اور خیر خواہی اور بھلائی کی بات بتائی ہے آقا نے کہا کہ اچھا اب تو آزاد ہے اور اتنا اتنا سامان تیری نذر ہے اور اپنے سب غلاموں سے کہا کہ تم بھی سب آزاد ہو اور میرے مال میں سے اتنا مال تمہاری نذر ہے اور میرا یہ گھر اور جو کچھ مال اس میں ہے سب اللہ کی راہ میں صدقہ ہے اور گھر کے دروازہ پر ایک موٹے سے کپڑے کا پردہ پڑا ہوا تھا اس کو اتار کر اپنے بدن پر لپیٹ لیا اور اپنا سارا لباس فاخرہ اتار کر صدقہ کر دیا۔ اس باندی نے کہا کہ میرے آقا تمہارے بعد میرے لئے بھی یہ زندگی اب خوشگوار نہیں ہے اور اس نے بھی ایک موٹا سا کپڑا پہن کر

اپنا سارا زیب و زینت کا لباس اور اپنا سارا مال و متاع صدقہ کر کے آقا کے ساتھ ہو لی۔ اور مالک بن دینار ان کو دعائیں دیتے ہوئے ان سے رخصت ہو گئے اور وہ دونوں اس سارے عیش و عشرت کو طلاق دے کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔ غفر اللہ لنا ولہم۔ (روض)

(۵۷) جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں حضرت مالک بن دینار کے ساتھ ایک دفعہ بصرہ میں چل رہا تھا۔ ایک عالی شان محل پر گزر ہوا جس کی تعمیر جاری تھی اور ایک نوجوان بیٹھا ہوا معماروں کو ہدایات دے رہا تھا کہ یہاں یہ بنے گا وہاں اس طرح بنے گا۔ مالک بن دینار اس نوجوان کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ شخص کیسا حسین نوجوان ہے اور کس چیز میں پھنس رہا ہے اس کو اس تعمیر میں کیسا انہماک ہے میری طبیعت پر یہ تقاضا ہے کہ میں اللہ جل شانہ سے اس نوجوان کے لئے دعا کروں کہ وہ اس جھگڑے سے چھڑا کر اپنا مخلص بندہ بنا لے کیسا اچھا ہو اگر یہ جنت کے نوجوانوں میں ہو جائے۔ جعفر چل اس نوجوان کے پاس چلیں۔ جعفر کہتے ہیں کہ ہم دونوں اس نوجوان کے پاس گئے اس کو سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا (وہ مالک سے واقف تھا) مگر مالک کو پہچانا نہیں تھوڑی دیر میں پہچانا تو کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا کیسے تشریف آوری ہوئی۔ مالک نے فرمایا تم نے اپنے اس مکان میں کس قدر روپیہ لگانے کا ارادہ کیا ہے اس نے کہا ایک لاکھ درہم۔ مالک نے فرمایا اگر تم یہ ایک لاکھ درہم مجھے دیدو تو میں تمہارے لئے جنت میں ایک مکان کا ذمہ لیتا ہوں جو اس سے بدرجہا بہتر ہو گا۔ اور اس میں حشم و خدم بہت سے ہوں گے اس میں خیمے اور قبے سرخ یاقوت کے ہوں گے جن پر موتی جڑے ہوئے ہوں گے اس کی مٹی زعفران کی ہو گی اس کا گارا مشک سے بنا ہو گا جس کی خوشبوئیں مہکتی ہوں گی۔ وہ کبھی نہ پرانا ہو گا نہ ٹوٹے گا اس کو معمار نہیں بنائیں گے بلکہ حق تعالیٰ شانہ کے امر کن سے تیار ہو جائیگا اس نوجوان نے کہا مجھے سوچنے کے لئے آج رات کی مہلت دیجئے کل صبح آپ تشریف لادیں تو میں اس کے متعلق اپنی رائے عرض کروں گا۔ حضرت مالک واپس چلے آئے اور رات بھر اس نوجوان کے فکر اور سوچ میں رہے آخر شب میں اس کے لئے بہت عاجزی سے دعا کی جب صبح ہوئی تو ہم دونوں اس کے مکان پر گئے۔ وہ نوجوان دروازے سے باہر ہی انتظار میں بیٹھا

تھا اور جب حضرت مالک کو دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ حضرت مالک نے فرمایا تمہاری کل کی بات میں کیا رائے رہی۔ اُس نوجوان نے کہا آپ اس چیز کو پورا کریں گے جس کا کل آپنے وعدہ فرمایا تھا حضرت مالک نے فرمایا ضرور۔ اس نے دراہم کے توڑے سامنے لاکر رکھدیئے اور دوات قلم لاکر رکھدیا۔ حضرت مالک نے ایک پرچہ لکھا جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا کہ یہ اقرارنامہ ہے کہ مالک بن دینار نے فلاں شخص سے اس کا ذمہ لیا ہے کہ اس کے اس محل کے بدلہ میں حق تعالےٰ شانہ کے یہاں اس کو ایسا ایسا محل جس کی صفت اوپر بیان کی گئی (جو جو صفات اس مکان کی اوپر گزریں وہ سب لکھنے کے بعد لکھا) ملے گا۔ بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ عمدہ اور بہتر جو عمدہ سایہ میں حق تعالیٰ شانہ کے قریب ہوگا۔ یہ پرچہ لکھ کر اس کے حوالہ کردیا اور ایک لاکھ درہم اس سے لیکر چلے آئے۔ جعفر کہتے ہیں کہ شام کو حضرت مالک کے پاس اس میں سے اتنا بھی باقی نہ تھا کہ ایک وقت کے کھانے ہی کا کام چل سکے۔ اس واقعہ کو چالیس دن بھی نہ گزرے تھے کہ ایک دن جب حضرت مالک صبح کی نماز سے فارغ ہوئے مسجد کی محراب میں ایک پرچہ پڑا دیکھا یہ وہی پرچہ تھا جو مالک نے اس نوجوان کو لکھ کر دیا تھا اور اُس کی پشت پر بغیر روشنائی کے لکھا ہوا تھا کہ یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے مالک بن دینار کے ذمہ براءت ہے جس مکان کا تم نے اس جوان سے ذمہ لیا تھا وہ ہم نے اس کو پورا پورا دے دیا اور اس سے ستر گنے زیادہ دے دیا حضرت مالک اس پرچہ کو پڑھ کر متحیر سے ہوئے اس کے بعد ہم اس نوجوان کے مکان پر گئے تو وہاں مکان پر سیاہی کا نشان تھا جو سوگ کی علامت کے طور پر لگایا ہوگا اور رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ ہم نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نوجوان کا کل گذشتہ انتقال ہوگیا ہم نے پوچھا کہ اس کا غسل میت کس نے دیا تھا اس کو بلایا گیا ہم نے اس سے اس کے نہلانے اور کفنانے کی کیفیت پوچھی اس نے کہا کہ اس نوجوان نے اپنے مرنے سے پہلے مجھے ایک پرچہ دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ جب تو مجھے نہلا کر کفن پہنائے تو یہ پرچہ اس میں رکھدینا۔ میں نے اس کو نہلایا کفنایا اور وہ پرچہ اس کے کفن کے اور بدن کے درمیان میں رکھدیا۔

حضرت مالک نے وہ پرچہ اپنے پاس سے نکال کر اس کو دکھایا وہ کہنے لگا کہ یہ وہی پرچہ ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے اس کو موت دی یہ پرچہ میں نے خود اس کے کفن کے

اندر رکھا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر ایک دوسرا نوجوان اٹھا اور کہنے لگا کہ مالک آپ مجھ سے دو لاکھ درہم لے لیجئے اور مجھے بھی پرچہ لکھدیجئے۔ حضرت مالک نے فرمایا کہ وہ بات دو در چلی گئی اب نہیں ہو سکتا اللہ جل شانہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اس کے بعد بھی مالک اس نوجوان کا ذکر فرماتے تو رونے لگتے اور اس کے لئے دعا کرتے تھے۔ (روض)

بزرگوں کو اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے پیش آتے ہیں کہ جوش میں کوئی بات زبان سے نکل گئی حق تعالیٰ شانہ اس کو اسی طرح پورا فرماتے ہیں جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا کہ بہت سے بکھرے ہوئے بالوں والے غبار آلود لوگ جن کو لوگ اپنے دروازہ سے ہٹادیں اور ان کی پرواہ بھی نہ کریں کہ اگر اللہ جل شانہ پر کسی بات کی قسم کھالیں تو وہ ان کی بات کو پورا کرے۔ (مسلم شریف)

(۵۸) محمد بن سماک فرماتے ہیں کہ بنو امیہ کے لوگوں میں موسیٰ بن محمد بن سلیمان الہاشمی بہت ہی ناز پروردہ رئیس تھا۔ دل کی خواہشات پوری کرنے میں ہر وقت منہمک رہتا، کھانے میں، پینے میں، لباس میں، لہو و لعب میں، خواہشات اور لذات کی ہر نوع میں اعلیٰ درجہ پر تھا۔ لڑکے لڑکیوں میں ہر وقت منہمک رہتا، نہ اس کو کوئی غم تھا نہ فکر، خود بھی نہایت حسین چاند کے ٹکڑے کی طرح سے تھا اللہ تعالیٰ شانہ کی ہر نوع کی دنیوی نعمت اس پر پوری تھی۔ اس کی آمدنی تین لاکھ تین ہزار دینار (اشرفیاں) سالانہ تھی جو ساری کی ساری اسی لہو و لعب میں خرچ ہوتی تھی ایک اونچا بالاخانہ تھا جس میں کئی کھڑکیاں تو شارع عام کی طرف کھلی ہوئی تھیں جن پر بیٹھ کر وہ راستہ چلنے والوں کے نظارے کرتا اور کئی کھڑکیاں باغ کی طرف کھلی ہوئی تھیں جن میں بیٹھ کر وہ باغ کی ہوائیں کھاتا خوشبوئیں سونگھتا اس بالاخانہ میں ایک ہاتھی دانت کا قبہ جو چاندی کی میخوں سے جڑا ہوا تھا اور سونے کا اس پر جھول تھا۔ اس کے اندر ایک تخت تھا جس پر موتیوں کی چادر تھی اور اس ہاشمی کے سر پر موتیوں کا جڑاؤ عمامہ تھا اس قبہ میں اس کے یار احباب جمع رہتے۔ خدام ادب سے پیچھے کھڑے رہتے۔ سامنے ناچنے گانے والیاں قبہ سے باہر مجتمع رہتیں جب گانا سننے کو دل چاہتا وہ ستار کی طرف ایک نظر اٹھاتا اور سب حاضر ہو جائیں اور جب بند کرنا چاہتا ہاتھ سے ستار کی طرف اشارہ کر دیتا گانا بند ہو جاتا۔ رات کو ہمیشہ جب تک نیند نہ

آتی یہی شغل رہتا اور حسب (شراب کے نشہ سے) اس کی عقل جاتی رہتی یاران مجلس اٹھ کر چلے جاتے تو وہ جونسی لڑکی چاہتا پکڑ لیتا اور رات بھر اس کے ساتھ خلوت کرتا صبح کو وہ شطرنج چوسر وغیرہ میں مشغول ہو جاتا اس کے سامنے کوئی رنج وغم کی بات کسی کی موت کسی کی بیماری کا تذکرہ بالکل نہ آتا اس کی مجلس میں ہر وقت ہنسی اور خوشی کی باتیں ہنسانے والے قصے اور اسی قسم کے تذکرے رہتے۔ ہر دن نئی نئی خوشبوئیں جو اس زمانہ میں کہیں ملتیں وہ روزانہ اس کی مجلس میں آتیں عمدہ عمدہ خوشبوؤں کے گلدستے وغیرہ حاضر کیے جاتے اسی حالت میں اس کے ستائیس برس گذرے ایک رات وہ حسب معمول اپنے قبہ میں تھا دفعۃً اس کے کان میں ایک ایسی سریلی آواز پڑی، جو اس کے گانے والوں کی آواز سے بالکل جدا تھی لیکن بڑی دلکش تھی۔ اس کی آواز نے کان میں پڑتے ہی اس کو بے چین سا کر دیا اپنے گانے والوں کو بند کر دیا اور قبہ کی کھڑکی سے باہر سر نکال کر اس آواز کو سننے لگا وہ آواز کبھی کان میں پڑجاتی کبھی بند ہو جاتی اس نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ یہ آواز جس شخص کی آرہی ہے اس کو پکڑ کے لاؤ شراب کا دور چل رہا تھا۔ خدام جلدی سے اس آواز کی طرف دوڑے اور اس آواز کو تلاش کرتے کرتے ایک مسجد میں پہنچے جہاں ایک جوان نہایت ضعیف بدن زرد رنگ، گردن سوکھی ہوئی، ہونٹوں پر خشکی آئی ہوئی بال پراگندہ پیٹ کمر سے لگا ہوا، دو ایسی چھوٹی چھوٹی لنگیاں اس کے بدن پر کہ ان سے کم میں بدن نہ ڈھک سکے مسجد میں کھڑا ہوا اپنے رب کے ساتھ مشغول تلاوت کر رہا ہے۔ یہ لوگ اس کو پکڑ کر لے گئے نہ اس سے کچھ کہا نہ بتایا۔ ایک دم اس کو مسجد سے نکال کر وہاں بالاخانہ پر لے جا کر اس کے سامنے پیش کر دیا کہ حضور یہ حاضر ہے وہ شراب کے نشہ میں کہنے لگا یہ کون شخص ہے۔

انھوں نے عرض کیا کہ حضور یہی شخص ہے جس کی آواز آپ نے سنی تھی اس نے پوچھا کہ تم اس کو کہاں سے لائے ہو وہ کہنے لگے حضور مسجد میں تھا کھڑا ہوا قرآن شریف پڑھ رہا تھا اس رئیس نے اس فقیر سے پوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے اس نے اعوذ باللہ پڑھ کر یہ آیتیں بتائیں اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۙ عَلَى الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ۙ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۚ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۙ خِتٰمُهٗ

مِسْكٌ ؕ وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ؕ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ۙ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ (سورہ تطفیف)

جن کا ترجمہ یہ ہے بے شک نیک لوگ (جنت کی) بڑی نعمتوں میں ہونگے مسہریوں پر بیٹھے ہوئے (جنت کے عجائب) دیکھتے ہوں گے۔ اے مخاطب تو ان کے چہروں پر نعمتوں کی شادابی سرسبزی محسوس کرے گا اور ان کے پینے کے لئے خالص شراب سر بمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی (ایک دوسرے پر) حرص کرنے والوں کو ایسی ہی چیزوں میں حرص کرنا چاہیے (کہ یہ نعمتیں کس کو زیادہ ملتی ہیں اور ان کا ملنا اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے ان اعمال میں حرص کرنا چاہیے جن سے یہ نعمتیں حاصل ہوں) اور اس شراب کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی (شراب میں کوئی چیز ملائی جاتی ہے تو اس سے اس کا جوش زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ تسنیم جنت کا) ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پانی پیتے ہیں (یعنی اس چشمہ کا پانی مقرب لوگوں کو تو خالص ملے گا اور نیک لوگوں کی شراب میں اس میں سے تھوڑا سا ملایا جائے گا) اس کے بعد اس فقیر نے کہا ارے دھوکہ میں پڑے ہوئے تیرے اس محل کو تیرے اس بالاخانہ کو تیرے ان فرشوں کو ان سے کیا مناسبت وہ بڑی اونچی مسہریاں ہیں جن پر فرش بچھے ہوئے ہیں ایسے فرش جو بہت بلند ہیں (الواقعہ ع ۱) ان کے استر دبیز ریشم کے ہونگے (الرحمٰن ع ۳) وہ لوگ سبز مشجر اور عجیب و غریب خوب صورت کپڑوں پر تکیے لگائے ہوئے ہیں (الرحمٰن ع ۳) اللہ کا ولی ان مسہریوں پر ایسے دو چشموں کو دیکھ لیگا جو دو باغوں میں جاری ہونگے (الرحمٰن ع ۳) ان دونوں باغوں میں ہر قسم کے میوے کی دو دو قسمیں ہونگی (کہ ایک ہی قسم کے میوے کے دو مزے ہونگے (الرحمٰن ع ۳) وہ میوے نہ تو ختم ہونگے نہ ان کی کچھ روک ٹوک ہوگی (جیسا دنیا میں باغ والے توڑنے سے روکتے ہیں (الواقعہ ع ۱) وہ لوگ پسندیدہ زندگی میں بہت بلند مقام پر جنت میں ہونگے (الحاقہ) ایسی عالی مقام جنت میں ہونگے جہاں کوئی لغویات نہ سنیں گے اس میں بہتے ہوئے چشمے ہونگے اور اس میں اونچے اونچے تخت بچھے ہوئے ہونگے اور آب خورے رکھے ہوئے ہونگے اور برابر گدے لگے ہوئے ہوں گے اور سب طرف قالین ہی قالین

پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے (کہ جہاں چاہے بیٹھیں ساری ہی جگہ صدر نشین ہے (غاشیہ) وہ لوگ سایوں اور چشموں میں رہتے ہونگے (والمرسلات ع ۲) اس جنت کے پھل ہمیشہ رہنے والے ہونگے (کبھی ختم نہ ہونگے) اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔ یہ تو انجام ہے متقی لوگوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہے (رعد ع ۵) وہ کیسی سخت آگ ہوگی (اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے) بے شک مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے وہ عذاب کسی وقت بھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ لوگ اس میں مایوس پڑے رہیں گے (زخرف ع ۶) بے شک مجرم لوگ بڑی گمراہی اور (حماقت کی) جنون میں پڑے ہوئے ہیں (ان کو اپنی حماقت اس دن معلوم ہوگی) جس دن منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ (دوزخ کی آگ لگنے کا (اس میں جلنے کا) مزہ چکھو (قمر ع ۳) وہ لوگ آگ میں اور کھولتے ہوئے پانی میں اور کالے دھوئیں کے سایہ میں ہونگے (واقعہ رکوع ۱) مجرم آدمی اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس دن کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنے بیٹوں کو، بیوی کو، بھائی کو اور سارے کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام روئے زمین کے آدمیوں کو اپنے فدیہ میں دیدے پر کسی طرح عذاب سے بچ جائے لیکن یہ ہرگز ہرگز نہ ہوگا وہ آگ ایسی شعلہ والی ہے کہ بدن کی کھال تک اتار دے گی اور وہ آگ ایسے شخص کو خود بلاوے گی جس نے (دنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی اور (اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے) بے رخی کی ہوگی اور (ناحق) مال جمع کیا ہوگا اور اس کو اٹھا کر حفاظت سے رکھا ہوگا (معارج ع ۱) یہ شخص نہایت سخت مشقت میں ہوگا اور نہایت سخت عذاب میں اور اللہ تعالیٰ شانہ کے غصہ میں ہوگا اور یہ لوگ اس عذاب سے کبھی نکلنے والے نہیں ہوں گے (اس کلام میں اس فقیر نے جنت اور دوزخ کی بہت سی آیات کی طرف اشارہ کر دیا جن کی سورت اور رکوع کا حوالہ لکھ دیا گیا پوری آیات مترجم قرآن سے دیکھی جاسکتی ہیں)

وہ ہاشمی رئیس فقیر کا کلام سن کر اپنی جگہ سے اٹھا اور فقیر سے معانقہ کیا اور خوب چلا کر رویا اور اپنے سب اہل مجلس کو کہدیا کہ تم سب چلے جاؤ اور فقیر کو ساتھ لیکر

صحن میں گیا اور ایک بوریے پر بیٹھ گیا اور اپنی جوانی پر نوحہ کرتا رہا اپنی حالت پر روتا رہا اور فقیر اُس کو نصیحت کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اُس نے اپنے سب گناہوں سے اوّل فقیر کے سامنے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے اس کا عہد کیا کہ آئندہ کبھی کوئی گناہ نہ کرے گا پھر دوبارہ دن میں سارے مجمع کے سامنے توبہ کی اور مسجد کا کونہ سنبھال کر اللہ تعالیٰ شانہٗ کی عبادت میں مشغول ہو گیا اور اپنا وہ سارا ساز و سامان مال و متاع سب فروخت کر کے صدقہ کر دیا اور تمام نوکروں کو رخصت کر دیا اور جتنی چیزیں ظلم و ستم سے لی تھیں سب اہلِ حقوق کو واپس کیں غلام اور باندیوں میں سے بہت سے آزاد کیے اور بہت سے فروخت کر کے ان کی قیمت صدقہ کر دی اور موٹا لباس اور جَو کی روٹی اختیار کی تمام رات نماز پڑھتا دن کو روزہ رکھتا حتیٰ کہ بزرگ اور نیک لوگ اُس کے پاس اُس کی زیارت کو آنے لگے اور اتنا مجاہدہ اُس نے شروع کر دیا کہ لوگ اُس کو اپنے حال پر رحم کھانے کی اور مشقت میں کمی کرنے کی فرمائش کرتے اور اُس کو سمجھاتے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نہایت کریم ہیں وہ تھوڑی سی محنت پر بہت زیادہ اجر عطا فرماتے ہیں مگر وہ کہتا کہ دوستو میرا حال مجھی کو معلوم ہے میں نے اپنے مولیٰ کی رات دن نافرمانیاں کی ہیں بڑے سخت سخت گناہ کیے ہیں یہ کہہ کر وہ رونے لگتا اور خوب روتا اسی حالت میں ننگے پاؤں پیدل حج کو گیا ایک موٹا کپڑا بدن پر تھا ایک پیالہ اور ایک تھیلا صرف ساتھ تھا اسی حالت میں مکہ مکرمہ پہنچا اور حج کے بعد وہیں قیام کر لیا وہیں انتقال ہوا رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔ مکہ کے قیام میں رات کو حطیم میں جا کر خوب روتا اور گڑگڑاتا اور کہتا کہ میرے مولیٰ میری کتنی خلوتیں ایسی گزر گئیں جن میں میں نے تیرا خیال بھی نہ کیا میں نے کتنے بڑے بڑے گناہوں سے تیرا مقابلہ کیا میرے مولیٰ میری نیکیاں ساری جاتی رہیں (کہ کچھ بھی نہ کمایا) اور میرے گناہ میرے ساتھ رہے۔ ہلاکت ہے میرے لئے اُس دن جس دن تجھ سے ملاقات ہو گی (یعنی مرنے کے بعد) میرے لئے ہلاکت پر ہلاکت ہے یعنی بہت زیادہ ہلاکت ہے اس دن جس دن میرے اعمالنامے کھولے جائیں گے آہ وہ میری رسوائیوں سے بھرے ہوئے ہوں گے وہ میرے گناہوں سے پُر ہوں گے بلکہ تیری ناراضی سے مجھ پر ہلاکت اُس جگہ ہے اور

تیرا عتاب مجھ پر ہلاکت ہے جو تیرے ان احسانوں پر ہوگا جو ہمیشہ تو نے مجھ پر کئے اور تیری ان نعمتوں پر ہوگا جن کا ہمیشہ میں نے گناہوں سے مقابلہ کیا اور تو میری ساری حرکتوں کو دیکھ رہا تھا۔ میرے آقا تیرے سوا میرا کونسا ٹھکانا ہے جہاں بھاگ کر چلا جاؤں۔ تیرے سوا کون شخص ایسا ہے جس سے التجا کروں۔ تیرے سوا کون ہے جس پر کسی قسم کا بھروسہ کروں۔ میرے آقا میں اس قابل ہرگز نہیں ہوں کہ تجھ سے جنت کا سوال کروں البتہ محض تیرے کرم سے تیری عطا سے تیرے فضل سے اس کی تمنا کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم فرمادے اور میرے گناہ معاف کردے۔ فَاِنَّکَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ۔ (روض)

(۵۹) ہارون رشید کا ایک بیٹا تھا جس کی عمر تقریباً سولہ سال کی تھی وہ بہت کثرت سے زاہدوں اور بزرگوں کی مجلس میں رہا کرتا تھا اور اکثر قبرستان چلا جاتا وہاں جاکر کہتا کہ تم لوگ ہم سے پہلے دنیا میں تھے دنیا کے مالک تھے لیکن اس دنیا نے تمہیں نجات نہ دی حتیٰ کہ تم قبروں میں پہنچ گئے کاش مجھے کسی طرح خبر ہوتی کہ تم پر کیا گزر رہی ہے اور تم سے کیا کیا سوال و جواب ہوئے ہیں اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتا ؎

تروعنی الجنائز کل یوم ویحزننی بکاء النائحات

مجھے جنازے ہر دن ڈراتے ہیں اور مرنے والوں پر رونے والیوں کی آوازیں مجھے غمگین رکھتی ہیں۔ ایک دن وہ اپنے باپ (بادشاہ) کی مجلس میں آیا اس کے پاس وزراء امراء سب جمع تھے اور لڑکے کے بدن پر ایک کپڑا معمولی اور سر پر ایک لنگی بندھی ہوئی تھی ارکین سلطنت آپس میں کہنے لگے کہ اس پاگل لڑکے کی حرکتوں نے امیر المومنین کو بھی دوسرے بادشاہوں کی نگاہ میں ذلیل کردیا۔ اگر امیر المومنین اس کو تنبیہ کریں تو شاید یہ اپنی اس حالت سے باز آجائے۔ امیر المومنین نے یہ بات سن کر اس سے کہا کہ بیٹا تو نے مجھے لوگوں کی نگاہ میں ذلیل کر رکھا ہے اس نے یہ بات سن کر باپ کو تو کوئی جواب نہیں دیا لیکن ایک پرندہ وہاں بیٹھا تھا اس کو کہا کہ اس ذات کا واسطہ جس نے تجھے پیدا کیا تو میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ جا وہ پرندہ وہاں سے اڑ کر اس کے ہاتھ پر آکر بیٹھ گیا۔ پھر کہا کہ اب اپنی جگہ چلا جا وہ ہاتھ پر سے اڑ کر اپنی جگہ چلا گیا۔ اس کے بعد اس نے عرض کیا کہ ابا جان

اصل میں آپ دنیا سے جو محبت کر رہے ہیں اس نے مجھے رسوا کر رکھا ہے۔ اب میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ آپ سے جُدائی اختیار کر لوں یہ کہہ کر وہاں سے چلدیا اور ایک قرآن شریف صرف اپنے ساتھ لیا۔ چلتے ہوئے ماں نے ایک بہت قیمتی انگوٹھی بھی اُس کو دیدی (کہ احتیاج کے وقت اُس کو فروخت کر کے کام میں لائے) وہ یہاں سے چل کر بصرہ پہنچ گیا اور مزدوروں میں کام کرنے لگا ہفتہ میں صرف ایک دن شنبہ کو مزدوری کرتا اور آٹھ دن تک وہ مزدوری کے پیسے خرچ کرتا اور آٹھویں دن پھر شنبہ کو مزدوری کر لیتا اور ایک درم اور ایک دانق (یعنی درم کا چھٹا حصہ) مزدوری لیتا اس سے کم یا زیادہ نہ لیتا ایک دانق روزانہ خرچ کرتا۔ ابو عامر بصری کہتے ہیں کہ میری ایک دیوار گر گئی تھی اُس کو بنوانے کے لئے میں کسی معمار کی تلاش میں نکلا (کسی نے بتایا ہو گا کہ یہ شخص بھی تعمیر کا کام کرتا ہے) میں نے دیکھا کہ نہایت خوب صورت لڑکا بیٹھا ہے ایک زنبیل پاس رکھی ہے اور قرآن شریف دیکھ کر پڑھ رہا ہے۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ لڑکے مزدوری کرو گے کہنے لگا کیوں نہیں کریں گے مزدوری کے لئے تو پیدا ہی ہوئے ہیں آپ بتائیں کیا خدمت مجھ سے لینی ہے۔ میں نے کہا گارے مٹی (تعمیر) کا کام لینا ہے۔ اُس نے کہا کہ ایک درم اور ایک دانق مزدوری ہو گی اور نماز کے اوقات میں کام نہیں کروں گا مجھے نماز کے لئے جانا ہو گا۔ میں نے اُس کی دونوں شرطیں منظور کر لیں اور اُس کو لا کر کام پر لگا دیا مغرب کے وقت جب میں نے دیکھا تو اُس نے دس آدمیوں کی بقدر کام کیا میں نے اس کو مزدوری میں دو درم دیئے اُس نے شرط سے زائد لینے سے انکار کر دیا اور ایک درم اور ایک دانق لے کر چلا گیا۔ دوسرے دن میں پھر اُس کی تلاش میں نکلا وہ مجھے کہیں نہ ملا میں نے لوگوں سے تحقیق کیا کہ ایسی ایسی صورت کا ایک لڑکا مزدوری کیا کرتا ہے کسی کو معلوم ہے کہ وہ کہاں ملے گا لوگوں نے بتایا کہ وہ صرف شنبہ ہی کے دن مزدوری کرتا ہے اس سے پہلے تمہیں کہیں نہیں ملے گا۔ مجھے اُس کے کام کو دیکھ کر ایسی رغبت ہوئی کہ میں نے آٹھ دن کو اپنی تعمیر بند کر دی اور شنبہ کے دن اُس کی تلاش میں نکلا وہ اُسی طرح بیٹھا قرآن شریف پڑھتا ہوا ملا میں نے سلام کیا اور مزدوری کرنے کو پوچھا اُس نے وہی پہلی

دو[۲] شرطیں بیان کیں میں نے منظور کر لیں وہ میرے ساتھ آ کر کام میں لگ گیا مجھے اس پر حیرت ہو رہی تھی کہ پچھلے شنبہ کو اس اکیلے نے دس آدمیوں کا کام کس طرح کر لیا اس لئے اس مرتبہ میں نے ایسی طرح چھپ کر کہ وہ مجھے نہ دیکھے اس کے کام کرنے کا طریقہ دیکھا تو یہ منظر دیکھا کہ وہ ہاتھ میں گارا لے کر دیوار پر ڈالتا ہے اور پتھر اپنے آپ ہی ایک دوسرے کے ساتھ جڑتے چلے جاتے ہیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی اللہ کا ولی ہے۔ اور اللہ کے اولیا کے کاموں کی غیب سے مدد ہوتی رہتی ہے جب شام ہوئی تو میں نے اس کو تین درم دینا چاہے اس نے لینے سے انکار کر دیا کہ میں اتنے درم کیا کروں گا اور ایک درم اور ایک دانق لے کر چلا گیا۔ میں نے ایک ہفتہ بعد انتظار کیا اور تیسرے شنبہ کو پھر میں اس کی تلاش میں نکلا مگر وہ مجھے نہ ملا۔ میں نے لوگوں سے تحقیق کیا۔ ایک شخص نے بتایا کہ وہ تین دن سے بیمار ہے فلاں ویران جنگل میں پڑا ہے میں نے ایک شخص کو اجرت دے کر اس پر راضی کیا کہ وہ مجھے اس جنگل میں پہنچا دے وہ مجھے ساتھ لے کر اس جنگل ویران میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ بے ہوش پڑا ہے آدھی اینٹ کا ٹکڑا اس کے سر کے نیچے رکھا ہوا ہے میں نے اس کو سلام کیا اس نے جواب نہ دیا۔ میں نے دوسری مرتبہ سلام کیا تو اس نے (آنکھ کھولی اور) مجھے پہچان لیا میں نے جلدی سے اس کا سر اینٹ پر سے اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اس نے سر ہٹا لیا اور چند شعر پڑھے جن میں سے دو[۲] یہ ہیں ؎

یا صاحبی لا تغتر بتنعم | فالعمر ینفد والنعیم یزول
وا ذا حملت الی القبور جنازۃ | فاعلم بانک بعدھا محمول

میرے دوست دنیا کی نعمتوں سے دھوکہ میں نہ پڑ عمر ختم ہوتی جا رہی ہے اور یہ نعمتیں سب ختم ہو جائیں گی جب تو کوئی جنازہ لے کر قبرستان میں جائے تو یہ سوچتا رہا کر کہ تیرا بھی ایک دن اسی طرح جنازہ اٹھایا جائے گا۔

اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ ابو عامر جب میری روح نکل جائے تو مجھے نہلا کر میرے اسی کپڑے میں مجھے کفن دیدینا۔ میں نے کہا میرے محبوب اس میں کیا حرج ہے کہ میں تیرے کفن کے لئے نئے کپڑے لے آؤں اس نے جواب دیا کہ نئے کپڑوں کے لئے

زندہ لوگ زیادہ مستحق ہیں (یہ جواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جواب ہے انھوں نے بھی اپنے وصال کے وقت یہی فرمائش کی تھی کہ میری انہیں چادروں میں کفن دیدینا اور جب ان سے نئے کپڑے کی اجازت چاہی گئی تو انھوں نے یہی جواب دیا تھا) لڑکے نے کہا کہ کفن تو (پرانا ہو یا نیا بہرحال) بوسیدہ ہو جائے گا آدمی کے ساتھ تو صرف اس کا عمل ہی رہتا ہے اور یہ میری لنگی اور لوٹا قبر کھودنے والے کو مزدوری میں دیدینا اور یہ انگوٹھی اور قرآن شریف ہارون رشید تک پہنچا دینا اور اس کا خیال رکھنا کہ خود انہیں کے ہاتھ میں دینا اور یہ کہکر دینا کہ ایک پردیسی لڑکے کی یہ میرے پاس امانت ہے اور وہ آپ سے یہ کہہ گیا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسی غفلت اور دھوکہ کی حالت میں آپ کی موت آجائے یہ کہہ کر اس کی روح نکل گئی اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ لڑکا شہزادہ تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کی وصیت کے موافق میں نے اس کو دفن کر دیا اور دونوں چیزیں گورکن کو دیدیں اور قرآن پاک اور انگوٹھی لے کر بغداد پہنچا اور قصر شاہی کے قریب پہنچا تو بادشاہ کی سواری نکل رہی تھی۔ میں ایک اونچی جگہ کھڑا ہو گیا اول ایک بہت بڑا لشکر نکلا جس میں تقریباً ایک ہزار گھوڑے سوار تھے اس کے بعد اسی طرح یکے بعد دیگرے دس لشکر نکلے۔ ہر ایک میں تقریباً ایک ہزار سوار تھے دسویں جتھے میں خود امیرالمومنین بھی تھے میں نے زور سے آواز دے کر کہا اے امیرالمومنین آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت رشتہ داری کا واسطہ ذرا سا توقف کیجئے میری آواز پر انھوں نے مجھے دیکھا تو میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا کہ میرے پاس ایک پردیسی لڑکے کی یہ امانت ہے جس نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ یہ دونوں چیزیں آپ تک پہنچا دوں۔ بادشاہ نے ان کو دیکھ کر (پہچان لیا) تھوڑی دیر سر جھکایا تو ان کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے اور ایک دربان سے کہا کہ اس آدمی کو اپنے ساتھ رکھو جب میں واپسی پر بلاؤں تو میرے پاس پہنچا دینا جب وہ باہر سے واپسی پر مکان پہنچے تو محل کے پردے گروا کر دربان سے فرمایا اس شخص کو بلا کر لاؤ اگرچہ وہ میرا غم ہی تازہ کرے گا۔ دربان نے میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ امیرالمومنین نے بلایا ہے اور یہ اس کا خیال رکھنا کہ امیر پر صدمہ کا بہت

اثر ہے اگر تم دس باتیں کرنا چاہتے ہو تو پانچ ہی پر اکتفا کرنا۔ یہ کہہ کر وہ مجھے امیر کے پاس لے گیا اس وقت امیر بالکل تنہا بیٹھے تھے مجھ سے فرمایا کہ میرے قریب آجاؤ میں قریب جاکر بیٹھ گیا۔ کہنے لگے کہ تم میرے اس بیٹے کو جانتے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں میں ان کو جانتا ہوں۔ کہنے لگے وہ کیا کام کرتا تھا۔ میں نے کہا گارے کی مٹی کی مزدوری کرتے تھے کہنے لگے تم نے بھی مزدوری پر کوئی کام اس سے کرایا ہے میں نے کہا کرایا ہے۔ کہنے لگے تمہیں اس کا خیال نہ آیا کہ اس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت تھی (کہ حضرات حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد ہیں) میں نے کہا امیر المومنین پہلے اللہ جل شانہٗ سے معذرت چاہتا ہوں اس کے بعد آپ سے عذر خواہ ہوں مجھے اس وقت اس کا علم ہی نہ تھا کہ یہ کون ہیں مجھے ان کے انتقال کے وقت ان کا حال معلوم ہوا۔ کہنے لگے کہ تم نے اپنے ہاتھ سے اس کو غسل دیا۔ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ کہنے لگے اپنا ہاتھ لاؤ۔ میرا ہاتھ لے کر اپنے سینہ پر رکھدیا اور چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اے وہ مسافر جس پر میرا دل پگھل رہا ہے اور میری آنکھیں اس پر آنسو بہا رہی ہیں۔ اے وہ شخص جس کا مکان (قبر) دور ہے لیکن اس کا غم میرے قریب ہے بے شک موت ہر اچھے سے اچھے عیش کو مکدر کر دیتی ہے۔ وہ مسافر ایک چاند کا ٹکڑا تھا (یعنی اس کا چہرہ) جو خالص چاندی کی ٹہنی پر تھا (یعنی اس کے بدن پر) بس چاند کا ٹکڑا بھی قبر میں پہنچ گیا اور چاندی کی ٹہنی بھی قبر میں پہونچ گئی۔

اس کے بعد ہارون رشید نے بصرہ اس کی قبر پر جانے کا ارادہ کیا ابو عامر ساتھ تھے اس کی قبر پر پہنچکر ہارون رشید نے چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے اے وہ مسافر جو اپنے سفر سے کبھی بھی نہ لوٹے گا۔ موت نے کم عمری کے ہی زمانہ میں اس کو جلدی سے اچک لیا۔ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو میرے لئے انس اور دل کا چین تھا لانبی راتوں میں بھی اور مختصر راتوں میں بھی تو نے موت کا وہ پیالہ پیا ہے جس کو عنقریب تیرا بوڑھا باپ بڑھاپے کی حالت میں پیئے گا بلکہ دنیا کا ہر آدمی اس کو پیئے گا چاہے وہ جنگل کا رہنے والا ہو یا شہر کا رہنے والا ہو پس سب تعریفیں اسی وحدہٗ لا شریک لہٗ

کے لئے ہیں جس کی لکھی ہوئی تقدیر کے یہ کرشمے ہیں۔ ابو عامر کہتے ہیں کہ اس کے بعد جو رات آئی تو جب میں اپنے وظائف پورے کرکے لیٹا ہی تھا کہ میں نے خواب میں ایک نور کا قبہ دیکھا جس کے اوپر ابر کی طرح نور ہی نور پھیل رہا ہے اس نور کے ابر میں سے اس لڑکے نے مجھے آواز دے کر کہا ابو عامر تمہیں حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر عطا فرمائے۔ (تم نے میری تجہیز تکفین کی اور میری وصیت پوری کی) میں نے اس سے پوچھا کہ میرے پیارے تیرا کیا حال گزرا۔ کہنے لگا کہ میں ایسے مولیٰ کی طرف پہنچا ہوں جو بہت کریم ہے اور مجھ سے بہت راضی ہے مجھے اس مالک نے وہ چیزیں عطا کیں جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کان نے سنیں نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گزرا (یہ ایک مشہور حدیث پاک کا مضمون ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کا پاک ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے کبھی دیکھیں نہ کان نے سنیں نہ کسی کے دل پر ان کا خیال گزرا)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان لوگوں کے لئے جن کے پہلو رات کو خوابگاہوں سے دور رہتے ہیں (یعنی تہجد گزاروں کے لئے) وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گزرا نہ ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی نبی رسول جانتا ہے اور یہ مضمون قرآن پاک میں بھی ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ (سورہ سجدہ ع ۲) کسی شخص کو خبر نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لئے خزانۂ غیب میں موجود ہے (درمنثور) اس کے بعد اس لڑکے نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو بھی دنیا سے اس طرح نکل آئے جیسا میں نکل آیا اس کے لئے یہی اعزاز و اکرام ہیں جو میرے لئے ہوئے۔

صاحب روض کہتے ہیں کہ یہ سارا قصہ مجھے اور طریقہ سے بھی پہنچا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ کسی شخص نے ہارون رشید سے اس لڑکے کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے بتایا کہ میرے بادشاہ ہونے سے پہلے یہ لڑکا پیدا ہوا تھا بہت اچھی تربیت پائی تھی قرآن

پاک بھی پڑھا تھا اور علوم بھی پڑھے تھے جب میں بادشاہ بن گیا تو یہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا تھا میری دنیا سے اس نے کوئی راحت نہ اٹھائی چلتے وقت میں نے ہی اس کی ماں سے کہا تھا کہ اس کو یہ انگوٹھی دیدے اس انگوٹھی کا یاقوت بہت زیادہ قیمتی تھا مگر یہ اس کو بھی کام میں نہ لایا مرتے وقت واپس کر گیا یہ لڑکا اپنی والدہ کا بڑا فرمانبردار تھا (روض)

جس باپ کی دنیاداری سے یہ صاحبزادہ رنجیدہ ہو کر گیا ہے یعنی ہارون رشید بہت نیک دل بادشاہوں میں ان کا شمار ہے دولت اور ثروت کے تھا لغزشیں تو ہو ہی جاتی ہیں لیکن ان کے دینی کارنامے تاریخ کی کتابوں میں کثرت سے موجود ہیں۔ بادشاہت کے زمانہ میں سو رکعت نفل روزانہ پڑھنے کا معمول مرتے دم تک رہا اور اپنے ذاتی مال سے ایک ہزار درہم روزانہ صدقہ کیا کرتے تھے ایک سال حج کیا کرتے اور ایک سال جہاد میں شرکت کرتے جس سال خود حج کو جاتے اپنے ساتھ سو علماء کو مع ان کے بیٹوں کے حج کو لے کر جاتے اور جس سال خود حج نہ کرتے تین سو آدمیوں کو ان کے پورے خرچ اور سامان لباس وغیرہ کے ساتھ حج کو بھیجا کرتے جن کو خرچ بھی بہت وسعت سے دیا جاتا اور لباس بھی عمدہ دیا جاتا ویسے بھی عطایا کی بہت کثرت ان کے یہاں تھی سوال کرنے والوں کے لئے بھی اور بغیر سوال کے ابتداءً بھی علماء کا ان کی مجلس میں بہت اعزاز تھا اور ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ ابومعاویہ ضریر مشہور محدث نابینا نے ایک مرتبہ ان کے ساتھ کھانا کھایا کھانے کے بعد خود ہارون رشید نے ان کے ہاتھ دھلائے اور یہ کہا کہ علم کے اعزاز میں میں نے دھلائے ہیں۔

ایک مرتبہ ابومعاویہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جس میں حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے مناظرہ کا ذکر تھا بیان کی ایک شخص نے کہدیا کہ ان دونوں حضرات کی ملاقات کہاں ہوئی تو بادشاہ کو غصہ آگیا اور کہا میری تلوار لاؤ زندیق بددین حضورؐ کی حدیث پر اعتراض کرتا ہے نصیحت کی باتوں پر بہت کثرت سے رونے والے تھے (تاریخ بغداد للخطیب)

(۶۰) ایک مرتبہ ہارون رشید حج کو جا رہے تھے راستہ میں کوفہ میں چند روز قیام کیا جب وہاں

سے روانگی کا وقت ہوا تو لوگ بادشاہ کی سواری کے سیر کے شوق میں شہر سے باہر بہت سے جمع ہو گئے بہلول مجنون بھی پہنچ گئے اور راستہ میں ایک کوڑی پر بیٹھ گئے بچے ان کو ہر وقت ستایا ہی کرتے تھے، ڈھیلے مارتے، مذاق کرتے وہ حسب دستور ان کے گرد جمع ہو گئے جب بادشاہ کی سواری قریب آئی تو بچے تو سب ادھر ادھر ہو گئے انھوں نے زور سے آواز دے کر کہا اے امیر المومنین ہارون رشید نے سواری کا پردہ اٹھایا اور کہنے لگے لبیک یا بہلول لبیک یا بہلول۔ بہلول میں حاضر ہوں، بہلول میں حاضر ہوں کہو کیا کہتے ہو، انھوں نے کہا مجھ سے ایمن نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت قدامہؓ یہ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے جارہے تھے تو میں نے منیٰ میں آپ کو ایک اونٹ پر سوار دیکھا جس پر معمولی کجاوا تھا نہ لوگوں کو سامنے سے ہٹانا تھا نہ ہٹو بچو کا شور تھا۔ امیر المومنین تیرا بھی اس سفر میں تواضع سے چلنا تکبر سے چلنے سے بہتر ہے

ہارون رشید یہ سن کر رونے لگے۔ پھر کہا بہلول کچھ اور نصیحت کرو اللہ تعالیٰ شانہٗ تم پر رحم کرے۔ بہلول نے یہ سن کر دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ مان لے تسلیم کر لے کہ تو ساری دنیا کا بادشاہ بن گیا اور ساری دنیا کی مخلوق تیری مطیع ہو گئی پھر کیا ہوا کل کو تو بہر حال تیرا ٹھکانا قبر کا گڑھا ہے ایک ادھر سے مٹی ڈال رہا ہو گا ایک ادھر سے مٹی ڈالتا ہو گا۔ اس پر ہارون رشید پھر بہت روئے اور کہنے لگے بہلول تم نے بہت اچھی بات کہی کچھ... اور کہو بہلول نے کہا امیر المومنین جس شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ مال اور جمال عطا کرے اور وہ اپنے مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرے اور اپنے جمال کو گناہوں سے محفوظ رکھے وہ اللہ تعالیٰ کے دیوان میں نیک لوگوں میں لکھا جاتا ہے۔

ہارون رشید نے کہا تم نے بہت اچھی بات کہی اس کا صلہ (انعام) ملنا چاہیئے۔ بہلول نے کہا کہ انعام کا روپیہ ان لوگوں کو واپس کر جن سے (ٹیکس وغیرہ کے طور پر) لے رکھا ہے مجھے تیرے انعام کی ضرورت نہیں۔ ہارون رشید نے کہا کہ اگر تمہارے ذمہ کسی کا قرض ہو تو میں اس کو ادا کر دوں۔ بہلول نے کہا کہ امیر المومنین کے قرض سے قرض ادا نہیں کیا جاتا (یعنی یہ روپیہ جو تیرے پاس ہے یہ خود دوسروں کا حق ہے جو تیرے ذمہ ان کا قرض ہے) حق والوں کا

حق واپس کرو پہلے اپنا قرضہ ادا کرو پھر دوسروں کے قرضہ کو پوچھنا۔
ہارون رشید نے کہا تمہارے لئے کوئی وظیفہ مقرر کردیں جس سے تمہارے کھانے کا انتظام ہو جائے۔ بہلول نے کہا کہ میں اور تم دونوں اللہ تعالیٰ شانہٗ کے بندے ہیں یہ محال ہے کہ وہ تمہاری روزی کا تو فکر رکھے اور میری روزی کا فکر نہ فرمائے۔ اس کے بعد ہارون رشید نے سواری کا پردہ گرایا اور آگے چل دیئے (روض)

ہارون رشید کی یہ مشہور بات ہے کہ نصیحت کے سننے پر بہت کثرت سے رویا کرتے تھے ایک مرتبہ حج کو جا رہے تھے تو سعدون مجنوں راستہ میں سامنے آگئے اور چند شعر پڑھے جن کا مطلب یہی تھا کہ مان لو تم ساری دنیا کے بادشاہ بن گئے ہو لیکن آخر موت نہ آئے گی۔ دنیا کو اپنے دشمنوں کے لئے چھوڑ دو جو دنیا آج تمہیں خوب ہنسا رہی ہے یہ کل کو تمہیں خوب رُلائے گی۔
یہ اشعار سُن کر ہارون رشید نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گئے اور اتنے طویل وقت تک بے ہوشی رہی کہ تین نمازیں قضا ہو گئیں (روض)
انکی انگوٹھی کی مہر تھی (اَلْعَظَمَةُ وَالْقُدْرَةُ لِلّٰہِ) ہر قسم کی بڑائی اور ہر نوع کی قدرت صرف اللہ جل شانہٗ کے لئے ہے یہ مضمون گویا ہر وقت نگاہ کے سامنے رہتا تھا)
(۶۱) حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بصرہ کے جنگل میں جا رہا تھا میں نے حضرت سعدون کو دیکھا جو سعدون مجنون کے نام سے مشہور تھے میں نے ان سے پوچھا کیا حال ہے کہنے لگے ایسے شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جو صبح شام ہر وقت ایک طویل سفر کے لئے تیار بیٹھا ہو اور سفر کے لئے توشہ کسی قسم کا بھی نہ ہو نہ کوئی سفر کا سامان سواری وغیرہ اس کے پاس ہو اور اس کو ایسے مولیٰ کے پاس جانا ہو جو نہایت عادل بڑا کریم ہے اور وہ لوگوں کے درمیان اس وقت فیصلہ کردے گا۔ یہ کہہ کر وہ بہت زیادہ رونے لگے میں نے پوچھا کہ رونے کی کیا بات ہے کہنے لگے کہ میں نہ تو دنیا کے چھوٹنے پر رو رہا ہوں نہ موت سے گھبرا کر رو رہا ہوں بلکہ اپنی عمر کے اس دن پر رو رہا ہوں جو کسی نیک عمل سے خالی رہ گیا ہو خدا کی قسم مجھے اپنے سامانِ سفر کی کمی رُلا رہی ہے سفر بہت طویل اور بڑی مشقت کا ہے بہت سی گھاٹیاں اس سفر میں پیش آتی ہیں۔ اور میرے پاس سفر کا کوئی بھی سامان موجود نہیں ہے اور اس سفر کی

سب مصائب برداشت کرنے کے بعد یہ بھی پتہ نہیں کہ جنت میں جاؤں گا یا جہنم میں ڈالدیا جاؤنگا
میں نے ان سے یہ حکمت کی باتیں سُن کر کہا کہ لوگ آپ کو مجنون کہتے ہیں آپ تو بڑی اچھی باتیں کرتے
ہیں۔ کہنے لگے کہ تم بھی دنیاداروں کے کہنے سے دھوکہ میں پڑ گئے مجھے جنون نہیں ہے میرے
آقا کی محبت میرے دل میں میرے جگر میں میرے گوشت پوست میں میری ہڈیوں میں
گھس گئی ہے اُس کے عشق میں حیران و پریشان رہتا ہوں (اس کی وجہ سے دنیا کے پاگل
مجھے مجنون کہتے ہیں) میں نے پوچھا کہ آپ لوگوں سے بھاگتے ہیں (جنگل میں پڑے رہتے ہیں)
اس پر انھوں نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ آدمیوں سے ہمیشہ دُور رہو اور اللہ جل شانہٗ
کی ہم نشینی ہر وقت اختیار کر تو آدمیوں کا جس حالت میں دل چاہے تجربہ کرلے تو ہر حالت میں
انکو بچھو پائے گا کہ تکلیف پہنچانے کے سوا ان کا کوئی کام نہ ہوگا (روض)

(۶۲) حضرت عبدالواحد بن زید جو مشائخ چشتیہ میں مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ میں
تین رات تک مسلسل یہ دعا کرتا رہا کہ یا اللہ جنت میں جو میرا رفیق ہو اُس کی مجھے دُنیا میں ملاقات
کرادے۔ تین دن کے بعد مجھے بتایا گیا کہ تیری ساتھی میمونہ سوداء ہیں (جو ایک حبشی عورت تھیں اتنی کالی
کہ ان کا لقب ہی سوداء ہو گیا تھا۔) میں نے پوچھا کہ وہ کہاں ملیں گی۔ مجھے بتایا گیا کہ کوفہ
کے فلاں قبیلہ میں ہیں میں ان سے ملنے چلدیا۔ کوفہ پہنچکر میں نے ان کا حال دریافت
کیا مجھے بتایا گیا کہ وہ بکریاں چرایا کرتی ہیں فلاں جنگل میں ہیں۔ میں اُس جنگل میں پہنچا وہ
ایک گدڑی اوڑھے نماز پڑھ رہی تھیں ان کے قریب ہی بکریاں اور بھیڑیئے اکٹھے چر رہے
تھے جب میں پہنچا تو انھوں نے اپنی نماز کو مختصر کر کے سلام پھیرا اور سلام پھیرنے کے بعد کہنے
لگیں عبدالواحد آج نہیں آج تو چلے جاؤ ملاقات کا وعدہ کل کو (قیامت میں) ہے۔ میں نے
ان سے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ میں عبدالواحد ہوں۔ کہنے
لگیں تمہیں معلوم نہیں کہ روحیں (ازل میں) سب ایک لشکر کی طرح مجتمع تھیں جن کا وہاں
آپس میں تعارف ہو گیا ان کا یہاں بھی تعارف ہو جاتا ہے (یہ ایک حدیث پاک کا مضمون
ہے جو مشہور حدیث ہے) میں نے ان سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کر دیجئے۔ کہنے لگیں بڑے
تعجب کی بات ہے کہ جو خود واعظ ہے وہ دوسرے سے نصیحت کی درخواست کرے (تم تو خود ہی بڑے

واعظ ہو) اس کے بعد انھوں نے کہا مجھے بزرگوں سے یہ بات پہنچی ہے کہ جس بندہ کو حق تعالیٰ شانہٗ دنیا کی کوئی نعمت (مال دولت وغیرہ) عطا فرمائے اور وہ شخص پھر بھی اسی کی طلب میں لگا رہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اُس شخص سے اپنی تنہائی کی محبت زائل کر دیتے ہیں اور اپنے سے قرب کی بجائے اپنے سے بُعد اس پر مُسلط کر دیتے ہیں اور اپنی تنہائی انس کے بجائے اپنے سے وحشت اُس پر سوار کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے پانچ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ اے واعظ تو لوگوں کو وعظ نصیحت اور تنبیہ کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو لوگوں کو گناہ سے روکتا ہے حالانکہ تو خود ان گناہوں کا بیمار ہے ان میں مبتلا ہے اگر تو دوسروں کو نصیحت سے پہلے اپنی اصلاح کر لیتا اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتا تو تیرے کہنے کا ان کے دلوں پر اثر پڑتا لیکن جب تو ایسی حالت میں دوسروں کو منع کرتا ہے کہ تو خود ان میں مبتلا ہے تو تو اپنے اس منع کرنے میں خود شک میں ہے اور جس کو خود کسی بات میں تردد ہو وہ دوسرے کو زور سے کیا کہہ سکتا ہے) میں نے پوچھا کہ تمہاری بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ چر رہی ہیں بھیڑیئے ان کو کچھ کہتے نہیں کہنے لگیں کہ جا اپنا کام کر میں نے اپنے سردار سے صلح کر لی اُس نے میری بکریوں اور بھیڑیوں میں صلح کر دی۔

یہ عجیب بات میں نے اپنے چچا جان مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے یہاں ہمیشہ دیکھی کہ ان کے مکان میں کئی کئی بلیاں اور مرغیاں تمام دن مکان میں اکٹھی پھرتی رہتیں پڑی گری چیز کھاتی رہتیں نہ وہ مرغیاں بلیوں سے بھاگتیں نہ وہ بلیاں مرغیوں کو کچھ کہتیں

(۶۳) حضرت عتبہ غلام کہتے ہیں کہ میں بصرہ کے جنگل میں جا رہا تھا میں نے جنگلی لوگوں کے چند خیمے دیکھے جن کی کھیتی وہاں تھی۔ ان خیموں میں سے ایک خیمہ میں ایک مجنونہ لڑکی تھی میں نے اس کو سلام کیا اُس نے میرے سلام کا جواب نہ دیا (ممکن ہے کہ اس نے سلام نہ سُنا ہو یا انھوں نے جواب نہ سُنا ہو یا کسی ایسی حالت میں ہو کہ اُس وقت سلام کا جواب ساقط ہو جاتا ہے کہ بہت سی جگہ سلام کا جواب ساقط ہو جاتا ہے) اور چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ زاہد اور عابد فلاح کو پہنچ گئے جنھوں نے اپنے مولیٰ کی رضا کے لئے اپنے پیٹوں کو بھوکا رکھا انھوں نے راتوں کو اپنی آنکھوں کو جگایا ان کی ساری رات ایسی حالت میں گزرتی ہے کہ وہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں ان کو حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت نے ایسا حیرت

میں ڈال رکھا ہے کہ دنیا داران کو مجنون سمجھتے ہیں حالانکہ زمانہ کے سب سے زیادہ عقلمند لوگ یہی حضرات ہیں لیکن ان کو ان کے احوال نے بے چین کر رکھا ہے۔ عتبہ کہتے ہیں کہ میں اس مجنونہ کے قریب گیا اور میں نے پوچھا کہ یہ کھیتی کس کی ہے۔ کہنے لگی اگر صحیح سالم رہی تو ہماری ہے۔

میں اس کے بعد دوسرے خیموں کی سیر کرتا رہا اتنے میں بڑے زور کی بارش شروع ہو گئی اور آسمان سے ایسا موسلا دھار پانی پڑا گویا مشکوں کا منہ کھل گیا۔ میں نے سوچا کہ اس مجنونہ کو دیکھوں وہ اس بارش کے متعلق کیا کہتی ہے (اس میں تو ساری کھیتیاں برباد ہو گئیں) میں نے جا کر دیکھا کہ اس کی کھیتی بالکل پانی میں ڈوب گئی اور وہ کھڑی ہوئی کہہ رہی ہے قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے اپنی خالص محبت کا کچھ حصہ میرے دل میں رکھ دیا ہے میرا دل تجھ سے راضی رہنے میں بالکل پختہ ہے۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی دیکھو جی اسی نے تو یہ کھیتی جمائی اسی نے اگائی اسی نے اس کو سیدھا کھڑا کیا اسی نے اس میں بالیں لگائیں اسی نے ان بالوں میں غلہ پیدا کیا اسی نے بارش برسا کر اس کی پرورش کی اسی نے اسکی ضائع ہونے سے حفاظت کی اور جب اس کے کاٹنے کا وقت بالکل قریب آ گیا تو اسی نے اس کو ضائع کر دیا پھر اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ یہ ساری مخلوق تیرے ہی بندے ہیں اور ان سب کی روزی تیرے ہی ذمہ ہے تو جو چاہے کر تجھے اختیار ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اس کھیتی کے برباد ہو جانے پر تجھے کس طرح صبر آ گیا کہنے لگی عتبہ چپ رہو میرا مالک بڑا غنی ہے بڑا قابلِ تعریف ہے اس کی طرف سے ہمیشہ نئی روزی ملتی رہی تمام تعریفیں اس پاک ذات کے لئے ہیں جو میرے ساتھ میری خواہش سے بہت زیادہ انعام فرماتا رہا۔ عتبہ کہتے ہیں کہ مجھے جب بھی اس کی حالت اور اس کی باتیں یاد آتی ہیں بے اختیار رونا آ جاتا ہے (روض)

(۶۴) حضرت ابو الربیع فرماتے ہیں کہ میں نے ایک گاؤں میں ایک نیک عورت کی شہرت سنی جس کا نام فضہ تھا میری عادت کسی عورت سے ملنے کی نہ تھی مگر اس کے احوال میں نے ایسے سنے کہ مجھے اس کے پاس جانے کی خواہش پیدا ہوئی میں اس گاؤں میں گیا اور اس کی تحقیق کی تو مجھے لوگوں نے بتایا کہ اس کے یہاں ایک بکری ہے جس کے تھنوں سے دودھ اور شہد دونوں نکلتے ہیں۔ مجھے یہ سن کر تعجب ہوا میں نے ایک نیا پیالہ خریدا اور اس کے

گھر جاکر میں نے کہا کہ تمہاری بکری کے متعلق میں نے یہ شہرت سُنی ہے کہ وہ دودھ اور شہد دیتی ہے میں بھی اس کی برکت دیکھنا چاہتا ہوں۔ اُس نے وہ بکری میرے حوالہ کردی میں نے اُس کا دودھ نکالا تو واقعی اُس میں سے دودھ اور شہد نکلا ہم نے اُس کو پیا۔ اس کے بعد میں نے پوچھا کہ یہ بکری کہاں سے تمہارے پاس آئی کہنے لگی اس کا قصہ یہ ہے کہ ہم غریب آدمی ہیں ایک بکری کے سوا ہمارے پاس کچھ نہ تھا اُسی پر ہمارا گذر تھا اتفاق سے بقرعید آگئی۔ میرے خاوند نے کہا کہ ہمارے پاس کچھ اور تو ہے نہیں یہ بکری ہمارے پاس ہے لاؤ اسی کی قربانی کرلیں میں نے کہا کہ ہمارے پاس گزر کے لئے اس کے سوا تو کوئی چیز ہے نہیں ایسی حالت میں قربانی کا حکم تو ہے نہیں پھر کیا ضرور ہے کہ ہم قربانی کریں۔ خاوند نے یہ بات مان لی اور قربانی ملتوی کردی۔ اس کے بعد اتفاق سے اُسی دن ہمارے یہاں ایک مہمان آگیا تو میں نے خاوند سے کہا مہمان کے اکرام کا تو حکم ہے اور کوئی چیز تو ہے نہیں اس بکری ہی کو ذبح کرلو وہ اُس بکری کو ذبح کرنے لگا مجھے یہ خیال ہوا کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے اس بکری کو ذبح ہوتے دیکھ کر رونے لگیں گے اس لئے میں نے کہا کہ باہر لے جاکر دیوار کی آڑ میں ذبح کرلو بچے نہ دیکھیں وہ باہر لے گئے اور جب اُس پر چھُری چلائی تو یہ بکری ہماری دیوار کے اوپر کھڑی تھی اور وہاں سے خود اُتر کر مکان کے صحن میں آگئی۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید وہ بکری خاوند کے ہاتھ سے چھوٹ گئی میں اُس کو دیکھنے باہر گئی تو خاوند اُس بکری کی کھال کھینچ رہے تھے میں نے ان سے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایسی ہی بکری گھر میں آگئی اُس کا قصہ میں نے سُنایا۔ خاوند کہنے لگے کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کا بدل ہمیں عطا فرمایا ہو یہ وہ بکری ہے جو دودھ اور شہد دیتی ہے یہ سب کچھ محض مہمان کے اکرام کی وجہ سے ہے پھر وہ عورت کہنے لگی کہ اے میرے بچو یہ بکری دلوں میں چرتی ہے اگر تمہارے دل نیک رہیں گے تو اس کا دودھ بھی اچھا رہے گا اور اگر تمہارے دلوں میں کھوٹ آگیا تو اس کا دودھ بھی خراب ہوجائے گا اپنے دلوں کو اچھا رکھو ہر چیز تمہارے لئے اچھی بن جائے گی (روض)

(۶۵) حضرت بہلول فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بصرہ کی ایک سڑک پر جا رہا تھا، راستہ میں چند لڑکے اخروٹ اور بادام سے کھیل رہے تھے اور ایک لڑکا ان کے قریب کھڑا

رو رہا تھا۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ اس لڑکے کے پاس بادام اور اخروٹ نہیں ہیں۔ ان کی وجہ سے رو رہا ہے میں نے اس کو کہا بیٹا تجھے میں اخروٹ بادام خرید دوں گا تو بھی ان سے کھیلنا اس نے میری طرف نگاہ اٹھا کر کہا ارے بے وقوف کیا ہم کھیل کے واسطے پیدا ہوتے ہیں میں نے پوچھا پھر کس کام کیواسطے پیدا ہوتے ہو کہنے لگا علم حاصل کرنے کے واسطے اور عبادت کرنے کے واسطے۔ میں نے کہا اللہ جل شانہٗ تیری عمر میں برکت کرے تو نے یہ بات کہاں سے معلوم کی۔ کہنے لگا حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا (مومنون ع ۶) کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تم کو یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لوٹائے جاؤ گے۔ میں نے کہا بیٹا تو تو بڑا حکیم معلوم ہوتا ہے مجھے کچھ نصیحت کر اس نے چار شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا ہر وقت چل چلاؤ میں ہے۔ (آج یہ گیا کل وہ گیا) ہر وقت چلنے کے لئے دامن اٹھائے قدم اور پنڈلی پر (دوڑنے کے لئے تیار رہتی ہے) پس نہ تو دنیا کسی زندہ کے لئے باقی رہتی ہے نہ کوئی زندہ دنیا کے لئے باقی رہتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ موت اور حوادث دو گھوڑے ہیں جو تیزی سے آدمی کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں۔ پس او بیوقوف جو دنیا کے ساتھ دھوکہ میں پڑا ہوا ہے ذرا غور کر اور دنیا سے اپنے لئے (آخرت میں کام آنے والی) اعتماد کی چیز لے لے۔

یہ شعر پڑھ کر اس لڑکے نے آسمان کی طرف منہ کیا اور دونوں ہاتھ اٹھائے اور آنسوؤں کی لڑی اس کے رخساروں پر جاری تھی اور یہ دو شعر پڑھے ؎

یامن الیہ المبتھل یامن علیہ المتکل
یامن اذا ما آمل یرجوہ لم یخط الامل

جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اے وہ پاک ذات کہ اسی کی طرف عاجزی کی جاتی ہے اور اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اے وہ پاک ذات کہ جب اس سے کوئی شخص امید باندھ لے تو وہ نامراد نہیں ہو سکتا اس کی امید ضرور پوری ہوتی ہے۔

یہ شعر پڑھ کر وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ میں نے جلدی سے اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور اپنی آستین سے اس کے منہ پر جو مٹی وغیرہ لگ گئی تھی پونچھنے لگا جب اس کو ہوش آیا تو میں نے کہا بیٹا ابھی سے تمہیں اتنا خوف کیوں ہو گیا ابھی تو تم بہت بچے ہو ابھی

تمہارے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ بھی نہ لکھا جائے گا۔ کہنے لگا بہلول ہٹ جاؤ میں نے اپنی والدہ کو بیسیوں دفعہ دیکھا کہ جب وہ آگ جلانا شروع کرتی ہیں تو پہلے چھوٹی چھوٹی پھپٹیاں ہی چولھے میں رکھتی ہیں اس کے بعد بڑی لکڑیاں رکھتی ہیں۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں جہنم کی آگ میں چھوٹی لکڑیوں کی جگہ میں نہ رکھدیا جاؤں۔ میں نے کہا صاحبزادہ تم بڑے حکیم معلوم ہوتے ہو مجھے کوئی مختصر سی نصیحت کرو۔ اُس نے اس پر چودہ ۱۴ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میں غفلت میں پڑا رہا اور موت کو ہانکنے والا میرے پیچھے پیچھے موت کو ہانکنے چلا آرہا ہے اگر میں آج نہ گیا تو کل ضرور چلا جاؤں گا۔ میں نے اپنے بدن کو اچھے اچھے اور نرم نرم لباس سے آراستہ کیا حالانکہ میرے بدن کے لئے (قبر میں جاکر) گلنے اور سڑنے کے سوا چارہ کار نہیں وہ منظر گویا اس وقت میرے سامنے ہے جبکہ میں قبر میں بوسیدہ پڑا ہوا ہونگا میرے اوپر مٹی کا ڈھیر ہوگا اور نیچے قبر کا گڑھا ہوگا اور میرا حسن و جمال سارا کا سارا جاتا رہے گا اور بالکل مٹ جائیگا حتیٰ کہ میری ہڈیوں پر نہ گوشت رہے گا نہ کھال رہے گی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر تو ختم ہوتی جارہی ہے اور آرزوئیں ہیں کہ پوری نہیں ہو چکتیں اور بڑا طویل سفر سامنے ہے اور توشہ ذرا سا بھی تھا نہیں اور میں نے کھلم کھلا گناہوں کے ساتھ اپنے نگہبان اور محافظ کا مقابلہ کیا اور بڑی بُری حرکتیں کی ہیں جواب واپس بھی نہیں ہو سکتیں (یعنی جو گناہ کر چکا ہوں وہ بے کیا نہیں ہو سکتا) اور میں نے لوگوں سے چھپانے کے لئے پردے ڈالے کہ میرا عیب کسی پر ظاہر نہ ہو لیکن میرے جتنے مخفی گناہ ہیں وہ کل کو اُس مالک کے سامنے ظاہر ہونگے (اُس کی پیشی میں پیش ہونگے) اس میں شک نہیں کہ مجھے اُس کا خوف ضرور تھا لیکن میں اُس کے غایت حلم پر بھروسہ کرتا رہا (جس کی وجہ سے جرأت ہوتی رہی) اور اس پر اعتماد کرتا رہا کہ وہ بڑا غفور ہے اُس کے سوا کون معافی دے سکتا ہے بے شک تمام تعریفیں اُسی پاک ذات کے لئے ہیں اگر موت کے اور مرنے کے بعد گلنے اور سڑنے کے سوا کوئی دوسری آفت نہ بھی ہوتی اور میرے رب کی طرف سے جنت کا وعدہ اور دوزخ کی دھمکی نہ بھی ہوتی تب بھی مرنے اور سڑنے ہی میں اس بات پر کافی تنبیہ موجود تھی کہ لہو و لعب سے احتراز کیا جاتا لیکن کیا کریں کہ ہماری عقل زائل ہو گئی (کسی بات سے عبرت حاصل نہیں ہوتی بس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ) کاش گناہوں کا بخشنے والا میری مغفرت کردے۔ جب کسی غلام سے کوئی لغزش ہوتی ہے تو آقا

ہی اُس کو معاف کرتا ہے بے شک میں بدترین بندہ ہوں جس نے اپنے مولیٰ کے عہد میں خیانت کی اور نالائق غلام ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کا کوئی قول قرار معتبر نہیں ہوتا۔ میرے آقا جب تیری آگ میرے بدن کو جلائے گی تو میرا کیا حال بنے گا جب کہ سخت سے سخت پتھر بھی اُس آگ کو برداشت نہیں کر سکتے میں موت کے وقت بھی تن تنہا رہ جاؤں گا قبر میں بھی اکیلا ہی جاؤں گا قبر سے بھی اکیلا ہی اُٹھوں گا (کسی جگہ بھی کوئی میرا معین و مددگار نہ ہوگا) پس اے وہ پاک ذات جو خود اکیلی ہے وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے ایسے شخص پر رحم کر جو بالکل تن تنہا رہ گیا۔ بہلول کہتے ہیں کہ اس کے یہ اشعار سُن کر مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میں غش کھا کر گر گیا بڑی دیر میں جب مجھے ہوش آیا تو وہ لڑکا جا چکا تھا۔ میں نے ان بچوں سے دریافت کیا کہ یہ بچہ کون تھا وہ کہنے لگے تو اُس کو نہیں جانتا یہ حضرت امام حسینؓ کی اولاد میں ہے۔ میں نے کہا مجھے خود ہی حیرت ہو رہی تھی کہ یہ پھل کس درخت کا ہے واقعی یہ پھل اسی درخت کا ہو سکتا تھا۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں اس خاندان کی برکتوں سے منتفع فرمائے (آمین) (روض)

(۶۶) حضرت شبلی فرماتے ہیں مجھے ایک مرتبہ میرے دل نے کہا کہ تو بخیل ہے مگر میرے نفس نے کہا کہ نہیں بخیل نہیں ہوں۔ میرے دل نے پھر کہا کہ نہیں تو بخیل ہے۔ میں نے اس کے جانچنے کے لئے یہ ارادہ کر لیا کہ سب سے پہلے میرے پاس جو کچھ آئے گا (خواہ وہ کتنا ہی ہو) میں سب کا سب اُس فقیر کو دیدوں گا جو مجھے سب سے پہلے ملے گا۔ میری یہ نیت پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ مجھے ایک شخص نے پچاس دینار (اشرفیاں) نذر کئے میں نے وہ لے لیے اور اپنی نیت کے موافق کسی فقیر کی تلاش میں نکلا سب سے پہلے مجھے ایک نابینا فقیر ملا جو ایک حجام سے حجامت بنوا رہا تھا میں نے وہ سب کے سب اُس نابینا کو دیدیئے اس نے کہا یہ (حجامت کی اُجرت میں) اس حجام کو دیدو میں نے کہا کہ یہ پچاس اشرفیاں ہیں (اتنی اشرفیاں بھی کہیں حجامت کی اُجرت میں دی جاتی ہیں) اُس نابینا نے اوپر کو سر اُٹھا کر کہا ہم نے کہا نہیں تھا کہ تو بخیل ہے میں نے جلدی سے وہ حجام کو دیدیئے اُس حجام نے کہا کہ جب یہ نابینا حجامت بنوانے بیٹھا تھا تو میں نے اس کی غربت کو دیکھ کر یہ نیت کر لی تھی کہ اس کی اُجرت نہ لوں گا (مجھے ان دونوں کی گفتگو سُن کر اس قدر غیرت آئی کہ) میں نے ان اشرفیوں کو دریا میں پھینک دیا کہ خدا تیرا ناس کرے تجھ سے جو بھی ذرا دل لگاتے حق تعالیٰ شانہٗ اُس کو اسی طرح ذلیل کرتے ہیں (روض)

غیرت کی شدت میں اس قسم کے امور کا پیش آجانا مستبعد نہیں اگر حضرت سلیمان علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام فَطَفِقَ مَسۡحًاۢ بِالسُّوۡقِ وَالۡاَعۡنَاقِ (ص ۳۳) کر سکتے ہیں اور ام المومنین حضرت عائشہؓ حضورؐ کی موجودگی میں دوسری سوت کا پیالہ پھوڑ سکتی ہیں اور اس کا کھانا پھینک سکتی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص عصفر کی رنگی ہوئی چادر کو صرف حضورؐ کے اس سوال پر کہ یہ کیا پہن لیا تنور میں جلا سکتے ہیں اور انصاری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے سے بے التفاتی دیکھ کر نئے بنائے قبہ کو گرا سکتے ہیں تو حضرت شبلی رحؒ کے اشرفیاں پھینک دینے میں کوئی اشکال نہیں ہیں

(۶۷) حضرت ذوالنون مصری (جو اکابر مشہور صوفیہ میں ہیں) فرماتے ہیں کہ میں ایک جنگل میں جا رہا تھا مجھے ایک نوجوان نظر پڑا جس کے چہرہ پر ڈاڑھی کی دو لکیریں تھیں (یعنی نکلنی شروع ہی ہوئی تھی) مجھے دیکھ کر اس کے بدن میں کپکپی آگئی اور چہرہ زرد ہو گیا اور مجھ سے بھاگنے لگا میں نے کہا میں تو تیرے ہی جیسا انسان ہوں (جن تو نہیں ہوں پھر کیوں اتنا ڈرتا اور بھاگتا ہے) وہ کہنے لگا کہ تم (انسانوں ہی) سے تو بھاگتا ہوں میں اس کے پیچھے چلا اور میں نے اس کو قسم دی کہ ذرا کھڑا ہو جائے وہ کھڑا ہو گیا۔ میں نے پوچھا کہ تو اس جنگل بیابان میں بالکل تنہا رہتا ہے کوئی دلداریت کے لئے بھی نہیں ہے تجھے خوف نہیں معلوم ہوتا۔ کہنے لگا نہیں میرے پاس تو میرا دل لگانے والا ہے (میں نے سمجھا کہ اس کا کوئی رفیق کہیں گیا ہوا ہو گا) میں نے کہا وہ کہاں ہے کہنے لگا وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے وہ میرے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف ہے۔ میں نے پوچھا کہ کچھ کھانے پینے کا سامان بھی تیرے پاس نہیں ہے۔ وہ کہنے لگا وہ بھی موجود ہے۔ میں نے کہا کہاں ہے۔ کہنے لگا جس نے میری ماں کے پیٹ میں مجھے روزی دی اسی نے میری بڑی عمر میں بھی روزی کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔ میں نے کہا کہ کھانے پینے کے لئے کچھ تو آخر چاہیئے اس سے رات کو تہجد میں کھڑے ہونے کی قوت پیدا ہوتی ہے دن کے روزے رکھنے میں مدد ملتی ہے اور (بدن کی قوت سے) مولیٰ کی خدمت (عبادت) بھی اچھی طرح ہو سکتی ہے اور میں نے کھانے پینے کی ضرورت پر بہت زور دیا تو وہ چند شعر پڑھ کر بھاگ گیا جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اللہ کے ولی کے لئے کسی گھر کی ضرورت نہیں ہے اور وہ ہرگز اس کو گوارا نہیں کرتا کہ اس کی کوئی جائداد ہو وہ جب جنگل سے پہاڑ کی طرف چلا دیتا ہے تو وہ جنگل اس کی جدائی سے روتا ہے جس میں وہ پہلے سے

تھا وہ رات کے تہجد پر اور دن کے روزہ پر بہت زیادہ صبر کرنے والا ہوا کرتا ہے وہ اپنے نفس کو سمجھایا کرتا ہے کہ جتنی محنت اور مشقت ہو سکے کر لے اس لئے کہ رحمان کی خدمت میں کوئی عار نہیں ہوتی (وہ بڑی فخر کی چیز ہوتی ہے) وہ جب اپنے رب سے باتیں کیا کرتا ہے تو اس کی آنکھ سے آنسو بہا کرتے ہیں اور وہ یہ کہا کرتا ہے کہ یا اللہ میرا دل اڑا جا رہا ہے (اس کی تو خبر لے) وہ یوں کہا کرتا ہے کہ یا اللہ مجھے نہ تو (جنت میں) یاقوت کا گھر چاہیئے جس میں حوریں رہتی ہوں اور نہ مجھے جنت عدن کی خواہش ہے اور نہ جنت کے پھلوں کی آرزو ہے میری ساری تمنا صرف تیرا دیدار ہے اس کا مجھ پر احسان کر دے یہی بڑے فخر کی چیز ہے (روض)

(۶۸) حضرت ابراہیم خواص کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا راستہ میں ایک نصرانی راہب مجھے ملا جس کی کمر میں زنار (پٹکہ یا دھاگہ وغیرہ جو کفر کی علامت کے طور پر کافر باندھ لیتے ہیں) بندھ رہا تھا اس نے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی (کافر فقیر اکثر مسلمان فقراء کی خدمت میں رہتے چلے آئے ہیں) میں نے ساتھ لے لیا سات دن تک ہم چلتے رہے (نہ کھانا نہ پینا) ساتویں دن اس نصرانی نے کہا اے محمدی کچھ اپنی فتوحات دکھاؤ (کئی دن ہو گئے کچھ کھایا نہیں) میں نے اللہ تعالیٰ شانہ سے دعا کی کہ یا اللہ اس کافر کے سامنے مجھے ذلیل نہ فرما میں نے دیکھا کہ فوراً ایک خوان سامنے رکھا گیا جس میں روٹیاں بھنا ہوا گوشت اور تر و تازہ کھجوریں اور پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا ہم دونوں نے کھایا پیا اور چل دیئے۔ سات دن تک چلتے رہے۔ ساتویں دن میں نے (اس خیال سے کہ وہ نصرانی پھر نہ کہدے) جلدی کر کے اس نصرانی سے کہا کہ اس مرتبہ تم کچھ دکھاؤ اب تمہارا نمبر ہے وہ اپنی لکڑی پر سہارا لگا کر کھڑا ہو گیا اور دعا کرنے لگا جب ہی دو خوان جن میں ہر چیز اس سے دوگنی تھی جو میرے خوان پر تھی سامنے آگئی مجھے بڑی غیرت آئی میرا چہرہ فق ہو گیا اور میں حیرت میں رہ گیا اور میں نے رنج کی وجہ سے کھانے سے انکار کر دیا اس نصرانی نے مجھ پر کھانے کا اصرار کیا مگر میں عذر ہی کرتا رہا اس نے کہا کہ تم کھاؤ میں تم کو دو بشارتیں سناؤں گا جن میں سے پہلی یہ ہے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مسلمان ہو گیا ہوں اور یہ کہہ کر زنار توڑ کر پھینکدیا۔ اور دوسری بشارت یہ ہے کہ میں نے جو کھانے کے لئے دعا کی تھی وہ یہی

کہہ کر کی تھی کہ یا اللہ آلِ محمدی کا اگر تیرے یہاں کوئی مرتبہ ہے تو اس کے طفیل تو ہمیں کھانا دے اس پر یہ کھانا ملا ہے اور اسی وجہ سے میں مسلمان ہوا۔ اس کے بعد ہم دونوں نے کھانا کھایا پھر آگے چل دیئے آخر مکہ مکرمہ پہنچے حج کیا اور وہ نو مسلم مکہ ہی میں ٹھیر گیا وہیں اس کا انتقال ہوا۔ (غفر اللہ لہٗ (روض)

کافروں کے اس طرح مسلمان ہونے کے بہت سے واقعات تاریخ کی کتب میں موجود ہیں اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ بسا اوقات دوسروں کے طفیل کسی کو روزی دیتے ہیں جن کو وہ ملتی ہے وہ اپنی بے وقوفی سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا کارنامہ ہی ہماری کوشش کا نتیجہ ہے۔ احادیث میں کثرت سے یہ مضمون آیا ہے کہ تم کو تمہارے ضعفاء کے طفیل (اکثر) روزی دی جاتی ہے۔

نیز اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں پر بھی بسا اوقات مسلمانوں کی وجہ سے فتوحات ہوتی ہیں جن کو ظاہر میں ان کی مدد سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ دوسروں کا طفیل ہوتا ہے۔

(۶۹) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خریدا جب اس کو لایا تو میں نے اس سے پوچھا ...... کہ تمہارا کیا نام ہے کہنے لگا جو نام آقا رکھیں۔ میں نے پوچھا کہ تم کیا کام کرو گے۔ کہنے لگا میرے آقا جو آپ حکم دیں گے میں نے پوچھا تم کیا کھانا چاہتے ہو تاکہ میں تمہاری خاطر اس کا فکر کروں۔ کہنے لگا .... میرے آقا جو آپ کھلائیں گے۔ میں نے پوچھا کہ تمہارا کسی چیز کے کھانے کو دل چاہتا ہے۔ کہنے لگا آقا کے سامنے غلام کی خواہش کیا چیز ہے جو آقا کی مرضی ہے وہی غلام کی خواہش ہے اس کا یہ جواب سن کر مجھے رونا آگیا اور مجھے یہ خیال آیا کہ میرا بھی تو میرے مولیٰ (جل جلالہٗ) کی ساتھ یہی معاملہ ہونا چاہیئے میں نے اس سے کہا کہ تم نے تو مجھے اپنے آقا (تعالیٰ ذکرہٗ) کے ساتھ ادب کرنا سکھا دیا اس نے اس پر دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تیرے کسی بندے کی خدمت مجھ سے پوری پوری ادا ہو جائے تو اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا نعمت ہو سکتی ہے۔ پس تو محض اپنے فضل سے میری کوتاہی اور غفلت کو معاف کر اس لئے کہ میں تجھے بڑا محسن اور بڑا رحیم سمجھتا ہوں۔ (روض)

(۷۰) حضرت مالک بن دینار مشہور بزرگوں میں سے ہیں اس رسالہ میں بھی ان کے کئی قصے ذکر ہو چکے ہیں وہ ابتداء میں کچھ اچھے حال میں نہ تھے۔ ایک شخص نے ان سے ان کی توبہ کا قصہ پوچھا کہ کیا بات پیش آئی جس پر آپ نے اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کی۔ وہ کہنے لگے کہ میں ایک سپاہی تھا اور شراب کا بہت شوقین اور بہت عادی۔ ہر وقت شراب ہی میں منہمک رہتا تھا میں نے ایک باندی خریدی جو بہت خوبصورت تھی اور مجھے اس سے بہت تعلق تھا اس سے میرے ایک لڑکی پیدا ہوئی مجھے اس لڑکی سے بھی محبت تھی اور وہ لڑکی بھی مجھ سے بہت مانوس تھی۔ یہاں تک کہ وہ پاؤں چلنے لگی تو اس وقت مجھے اس سے اور بھی زیادہ محبت ہو گئی کہ ہر وقت میرے پاس ہی رہتی لیکن اس کی عادت یہ کہ جب میں شراب کا گلاس پینے کے لئے لیتا وہ میرے ہاتھ سے چھین کر میرے کپڑوں پر پھینک دیتی محبت کی زیادتی کی وجہ سے اس کو ڈانٹنے کو دل نہ مانتا۔ جب وہ دو برس کی ہو گئی تو اس کا انتقال ہو گیا اس صدمے نے میرے دل میں زخم کر دیا۔ ایک دن ۱۵ شعبان کی رات تھی میں شراب میں مست تھا عشاء کی نماز بھی نہ پڑھی اسی حال میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حشر قائم ہو گیا لوگ قبروں سے نکل رہے ہیں میں بھی ان لوگوں میں ہوں جو میدان حشر کی طرف جا رہے ہیں۔ میں نے اپنے پیچھے کچھ آہٹ سی سنی میں نے جو مڑ کر دیکھا تو ایک بہت کالا اژدھا میرے پیچھے دوڑا ہوا آ رہا ہے۔ اس کی کیری آنکھیں ہیں منہ کھلا ہوا ہے اور بے تحاشا میری طرف کو دوڑا ہوا آ رہا ہے میں اس کے ڈر سے گھبرا کر خوف زدہ زور سے بھاگ رہا ہوں اور وہ میرے پیچھے بھاگا چلا آ رہا ہے سامنے مجھے ایک بوڑھے میاں نہایت نفیس لباس نہایت مہکتی ہوئی خوشبو ان میں سے آ رہی ہے ملے میں نے ان کو سلام کیا انھوں نے جواب دیا۔ میں نے ان سے کہا خدا کے واسطے میری مدد کیجئے وہ کہنے لگے میں ضعیف آدمی ہوں یہ میرے قابو کا نہیں ہے۔ تو بھاگا چلا جا شاید آگے کوئی ایسی چیز مل جائے جو اس سے نجات کا سبب بن جائے میں بے تحاشا بھاگا جا رہا تھا۔ مجھے ایک ٹیلہ نظر پڑا میں اس پر چڑھ گیا مگر وہاں چڑھتے ہی سب مجھے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ اس ٹیلے کے پرے نظر پڑی اس کی دہشتناک صورت اور اس کے منظر نظر آئے ان سب حالات کے دیکھنے کے باوجود اس سانپ کی اتنی

دہشت مجھ پر سوار تھی اور اسی طرح بھاگا جارہا تھا کہ میں قریب ہی تھا کہ...... جہنم کے گڑھے میں جا پڑوں اتنے میں ایک زور کی آواز مجھے سُنائی دی کوئی کہہ رہا ہے پیچھے ہٹ تو ان (جہنمی) لوگوں میں سے نہیں ہے۔ میں وہاں سے پھر پیچھے کو دوڑا وہ سانپ بھی میرے پیچھے کو لوٹ آیا مجھے پھر وہ بڑے میاں سفید لباس نظر پڑے میں نے ان سے پھر کہا کہ میں نے پہلے بھی درخواست کی تھی کہ اس اژدہے سے کسی طرح بچائیں آپنے قبول نہ کیا وہ بڑے میاں رونے لگے اور کہنے لگے میں بہت ضعیف ہوں یہ بہت قوی ہے میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا البتہ سامنے یہ ایک دوسری پہاڑی ہے اس پر چڑھ جا اس میں مسلمانوں کی کچھ امانتیں رکھی ہیں ممکن ہے تیری بھی کوئی ایسی چیز امانت رکھی ہو جس کی مدد سے اس اژدہے سے بچ سکے میں بھاگا ہوا اُس پر گیا اور وہ اژدہا میرے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے۔ وہاں میں نے دیکھا ایک گول پہاڑ ہے اس میں بہت سے طاق (کھڑکیاں) کھلے ہوئے ہیں ان پر پردے پڑے ہوئے ہیں ہر کھڑکی کے دو کواڑ ہیں سونے کے جن پر یاقوت جڑے ہوئے ہیں اور موتیوں سے لدے ہیں اور ہر کواڑ پر ایک ریشمی پردہ پڑا ہوا ہے۔ میں جب اُس پر چڑھنے لگا تو فرشتوں نے آواز دی کہ کواڑ کھول دو اور پردے اُٹھا دو اور باہر نکل آؤ شاید اس پریشان حال کی کوئی امانت تم میں ایسی ہو جو اس وقت اس کو اس مصیبت سے نجات دے اُس کی آواز کے سنتا ہی ایک دم کواڑ کھل گئے اور پردے اُٹھ گئے اُس میں سے چاند جیسی صورت کے بہت سے بچے نکلے مگر میں انتہائی پریشان تھا کہ وہ سانپ میرے بالکل ہی پاس آگیا تھا اتنے میں وہ بچے چلانے لگے ارے تم سب جلدی نکل آؤ وہ سانپ تو اس کے پاس ہی آلیا اس پر فوجیں کی فوجیں بچوں کی نکل آئیں ان میں دفعۃً میری نگاہ اپنی دو سالہ بچی پر پڑی جو مر گئی تھی وہ مجھے دیکھتے ہی رونے لگی اور کہنے لگی خدا کی قسم یہ تو میرے ابا ہیں اور یہ کہتے ہی تیر کی طرح کود کر ایک نور کے پلڑے پر چڑھ گئی اور اپنے بائیں ہاتھ کو میرے داہنے ہاتھ کی طرف بڑھایا میں جلدی سے اُس سے لپٹ گیا اور اُس نے اپنے داہنے ہاتھ کو اُس سانپ کی طرف بڑھایا وہ فوراً پیچھے کو بھاگنے لگا۔ پھر اُس نے مجھے بٹھایا اور خود وہ میری گود میں بیٹھ گئی اور اپنے داہنے ہاتھ کو میری ڈاڑھی پر پھیرنے لگی اور کہنے لگی میرے ابا جان اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا الآیۃ (سورہ حدید ع ۲) کیا

ایمان والوں (میں سے جو لوگ گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں ان) کے لئے اس بات کا وقت ابھی تک نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے واسطے اور اُس حق بات کے واسطے جو ان پر نازل ہوئی ہے جُھک جائیں۔

اُس کی یہ بات سُن کر میں رونے لگا اور میں نے پوچھا کیا بیٹی تم سب قرآن شریف کو جانتی ہو وہ کہنے لگی کہ ہم سب قرآن شریف کو تم سب سے زیادہ جانتے ہیں میں نے پوچھا بیٹی یہ سانپ کیا بلا تھی جو میرے پیچھے لگ گئی تھی۔ اُس نے کہا یہ آپ کے بُرے اعمال تھے آپ نے اس کو اپنے گناہوں سے اتنا قوی کر دیا کہ وہ آپ کو اب جہنم میں کھینچ کر ڈالنے کی فکر میں تھا۔ میں نے پوچھا وہ سفید پوش ضعیف بزرگ کون تھے کہنے لگی وہ آپ کے نیک عمل تھے جن کو آپ نے اتنا ضعیف کر دیا کہ وہ اس سانپ کو آپ سے دفع نہ کر سکے (البتہ اتنی مدد بھی کر دی کہ بچنے کا راستہ بتا دیا) میں نے پوچھا کہ بیٹی تم اس پہاڑ میں کیا کرتی ہو کہنے لگی کہ ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں قیامت تک ہم یہاں رہیں گے آپ کے آنے کے منتظر ہیں جب آپ سب آئیں گے تو ہم سفارش کریں گے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو اس سانپ کی دہشت مجھ پر سوار تھی میں نے اُٹھتے ہی اللہ جلّ شانہٗ کے سامنے توبہ کی اور اپنے بُرے افعال کو چھوڑ دیا (روض)

یہ رسالہ اندازہ سے بہت زیادہ بڑھ گیا شروع میں تو مختصر ہی لکھنے کا خیال تھا مگر بے ارادہ طویل ہوتا چلا گیا اور اب اس درجہ تک پہنچ گیا کہ اس کے پڑھنے کی اُمید بھی کم ہو چلی کہ دینی رسائل کے پڑھنے کے لئے بھی ہم لوگوں کے پاس وقت نہیں ہے اس لئے دفعتاً ختم کر دیا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف و کرم سے اس ناپاک کو بھی جو ہر وقت معاصی اور دنیا ہی میں غرق رہتا ہے اپنی طرف رجوع کی توفیق عطا فرمائے اور اس ناپاک دنیا سے نفرت کا ذائقہ نصیب فرما دے۔

اس رسالہ کی ابتداء شوال ۶۶ھ میں ہوئی تھی مگر درمیان میں ایسے عوارض پیش آتے رہے کہ اختتام میں دیر ہی لگتی رہی اب بھی اس میں بہت سی

چیزوں کے اضافہ کا خیال تھا مگر اس کے طویل ہو جانے کی وجہ سے آج ۲۲ ؍ صفر
سنہ ۶۸ھ شب کو ختم ہی کر دیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؀
بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

زکریا عفی عنہ (کاندھلوی)
مقیم مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور